بیاد:

خصوصی اشاعت

امام الشہداء شیخ الحدیث حضرت

ماہنامہ الحق

مولانا سمیع الحقؒ

تذکرہ وسوانح ، فضل وکمال، عالمانہ ومحققانہ عظمتِ شان محدثانہ جلالت قدر، تدریسی، تقریری، اصلاحی، تصنیفی جہادی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل علمی وتاریخی دستاویز، بالخصوص افغانستان کے چالیس سالہ جہاد مجاہدین کی سرپرستی اور طالبان کی فتوحات وانقلابات میں تاریخی کردار، اہل علم و دانش کے دلچسپ تاثرات ومشاہدات، افادات وملفوظات اور بے شمار جواہر پاروں کا حسین مجموعہ مولانا شہیدؒ کی ایمان افروز داستان حیات ، شہادت اور سفر آخرت پر نامور اہل قلم کی طرف سے خراج عقیدت ومحبت پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل قیمتی کاوش

مرتبین

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر اعلیٰ مجلّہ ''الحق''، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا عبدالقیوم حقانی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''القاسم'' جامعہ ابوہریرہ

''موتمر المصنفین'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت بیاد مولانا سمیع الحق شہیدؒ

(جلد اول)

مرتبین	....	مولانا حافظ راشد الحق سمیع، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب
زیرسرپرستی	....	حضرت مولانا انوار الحق (مہتمم حقانیہ)، مولانا حامد الحق (نائب مہتمم حقانیہ)
زیرانتظام ونگرانی	....	مولانا حافظ راشد الحق سمیع (مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' وصدر موتمر المصنفین)
معاونت ونظر ثانی	....	مولانا محمد اسلام حقانی، مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی، مولانا مفتی محمد فہد
کمپوزنگ	....	جناب بابر حنیف، مولانا محمد نعمان حقانی
فنی معاونت	....	مولانا اسرار مدنی، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا اسامہ سمیع
ضخامت	....	۵۶۵ صفحات
اشاعتِ اوّل	....	اکتوبر ۲۰۲۱
ای میل	....	editor_alhaq@yahoo.com
آن لائن منگوانے کیلئے	....	0923-630435 - 0315 9898998 -0333 9167789

☆☆☆

ملنے کے پتے

☆ مؤتمر المصنّفین...... جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک (0315 9898998)

☆ القاسم اکیڈمی...... جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ (0301 3019928)

☆ الحافظ کتب خانہ...... سردار پلازہ، اکوڑہ خٹک (0348 8454763)

☆ مکتبہ علمیہ...... اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ رشیدیہ...... اکوڑہ خٹک، پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

پہلا باب

نقوش حیات

دوسرا باب

سیرت وکردار، اوصاف وکمالات

تیسرا باب

علمی جامعیت، فضل وکمال اور تقدس وعظمت

چوتھا باب

اہل قلم وارباب صحافت کی نظر میں

نقش آغاز　　　　مولانا راشد الحق سمیع

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی یاد میں ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق سے بانی ''الحق'' نابغہ روزگار شخصیت، ہمہ جہت، ہشت پہلو، عہد ساز ہستی، شہید اسلام، شہید جہاد افغانستان وشہید ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کی حیات وخدمات پر ماہنامہ ''الحق'' کا عظیم الشان تاریخی، علمی، ادبی یادگار سوانحی ضخیم خصوصی اشاعت (چار جلدوں) میں پیش خدمت ہے چونکہ ماہنامہ ''الحق'' کی روایات کے مطابق اس کے نقش آغاز کی ذمہ داری راقم کے ناتواں کندھوں پر ہے، اسی لئے یہ چند خونِ دل میں ڈوبی ہوئی سطور اباجی شہیدؒ کی جدائی پر چراغ ہائے عقیدت ومحبت روشن کرکے سپردقلم کر رہا ہوں۔ درحقیقت اباجی شہیدؒ کی شخصیت گلستان ہزار رنگ کی ایک دلآویز داستان ہے، اپنا شکستہ سرقلم اِن کی عظمت بیان کرنے سے عاجز ہو رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ جیسی عظیم پدرانہ مشفق ہستی، ہشت پہلو، جامع الصفات اور طلسماتی شخصیت کی شہادت اور المناک جدائی سے طبیعت میں ایسی ویرانی اور وحشت طاری رہی کہ عرصہ دراز تک دل ودماغ معطل رہے اور زبان وخیالات گنگ رہے اور کسی کام کی طرف شوق ورغبت باقی نہیں رہی، ایسی ابتر صورتحال میں ایک عظیم شخصیت کا سوانحی احاطہ، تذکرہ، آثار ومناقب اور ذکرِ خیر میرے جیسے درماندہ وغمزدہ کے بس کی بات نہیں تھی، یہ چند بے ربط خیالات حزن ویاس کے عالم میں اختصاراً لکھ رہا ہوں حالانکہ قصہ درد والم وافسانہ رنج وغم دراز تر ہے اور اپنا دریدہ دامن وآستیں خونِ دل واشکوں کو پونچھنے کے لئے ناکافی ہو رہے ہیں۔

دنیا میں والدین جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں، کہتے ہیں کہ بے لوث محبت آپ کو صرف والدین کی ذات سے ملے گی جس میں کوئی دنیاوی لالچ اور ظاہری ملاوٹ نہیں ہوتی، والدین ایک ٹھنڈی چھاؤں ہیں جس کے سائے تلے انسان ہر قسم کی سختیوں کی دھوپ اور حوادث کے طوفانوں سے

محفوظ رہتا ہے لیکن حضرت ابا جی شہیدؒ تو ٹھنڈی چھاؤں سے بڑھ کر ایک مخلص دوست، بہترین رفیق، مشفق استاد و اتالیق تھے، آپ کی صحبتوں سے بہت کچھ سیکھا، ذوق مطالعہ سے لے کر شوق تحریر تک، ''الحق'' کی ادارت، تدریسی انداز ومہارت اور انتظامی امور سے لیکر اعلیٰ تعمیراتی ذوق تک، مقامی سیاست سے لے کر عالمی معرکہ آرائیوں تک ہر جہت اور ہر پہلو پر اُن سے بہت کچھ سیکھا اور استفادہ کیا، اس سے بڑھ کر آپ ایک مشفق باپ، کہنہ مشق مدرس، منفرد اور بہت ہی باصلاحیت مدبر مہتمم، بیباک، نڈر اور اپنی وضع کے بہت ہی مختلف بلند نگاہ سیاستدان اور عالی فکر لیڈر اور جراتمند غازی ومجاہد ہی نہیں بلکہ پاکستان کی مذہبی، سیاسی اور صحافتی تاریخ کا ایک قومی ورثہ تھے۔ آپ کی شخصیت پر ایک اہل علم نے بہت ہی جامع تبصرہ کیا ہے: ''حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی پوری زندگی تعلیم وتعلّم، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، قومی، ملی، سیاسی خدمات کے علاوہ اعلائے کلمۃ اللہ اور پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے قادیانیت سمیت تمام فرقِ باطلہ اور اُمت مسلمہ کے خلاف عالمی استعمار کی دہشت گردی کے تعاقب میں گزری، پاکستان میں نفاذِ شریعت کیلئے آپ کی تڑپ، پارلیمنٹ کے اندر اور باہر آپ کی تاریخ ساز جدوجہد، افغان جہاد کی سرپرستی اور خصوصاً تحریک طالبان افغانستان اور پھر امارت اسلامی افغانستان کا بھرپور دفاع، وکالت اور بہادری کے ساتھ ان کی ترجمانی کرنا اور پھر آخر دم تک ان کا ساتھ دینا آپ کی حیات کے ایسے لازوال کارنامے ہیں جو موجودہ اور آنے والی نسلوں کیلئے نشانِ راہ بن کر مہمیز کا کام دیں گے ان شاء اللہ۔''

والد مکرم کی شخصیت میں جامعیت تھی، دین کے ہر شعبہ میں ان کی مساعی جمیلہ کا ہر ایک نہ صرف اعتراف تھا بلکہ ان کے معاصرین آپ کی متنوع خدمات کو قابل رشک قرار دیتے تھے۔

گزشتہ تین دہائیوں سے مغرب اور مذاہب عالم سے مکالمہ آپ نے بڑے مدبرانہ انداز میں کیا، اس گئے گزرے اسلام دشمن و اسلاموفوبیا عہد میں آپ دین اسلام اور جہاد کی ترجمانی پر نہ شرمائے اور نہ گھبرائے۔ تمام مغربی میڈیا، سفارتکاروں اور سینیٹ کی خارجہ کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے ہر ملک اور ہر فورم پر مظلوم مسلمانوں، مجاہدین، فلسطینیوں، کشمیریوں اور افغانیوں کی نمائندگی ڈنکے کی چوٹ پر کی۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے حضرت والد صاحبؒ کی شخصیت کے بارے میں ایک جگہ کیا خوب لکھا ہے کہ ''مقام شکر ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب علماء کے اسی باشعور طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو مغربی تہذیب کے نقائص وعیوب کو جانتے اور ان پر بروقت گرفت کرتے رہتے ہیں۔'' حضرت والد صاحب شہیدؒ کی شہادت کی بنیادی وجہ میدان جہاد وحریت میں دو عالمی

قوتوں کی شکست میں ان کا بنیادی وتاریخی کردار ہے جس کی بناء پر عالم کفر حضرت شیخ شہیدؒ کے ساتھ شدید نفرت وعداوت رکھتا تھا، حضرت والد صاحبؒ کا اب تک کفار اور اسلام دشمنوں کے ہاتھوں سے لمبے عرصے تک بچے رہنا بھی بظاہر ایک قسم کا بڑا معجزہ تھا۔اس کے علاوہ آپ کی شہادت کا دوسرا اہم پہلو آسیہ معلونہ کی رہائی کا بھی ہے، آپ نے جس بہادری و جرات سے حکمرانوں اور ریاستی اداروں کے خلاف کلمہ حق اپنے تاریخی خطاب میں پیش کیا اس کی نظیر پاکستانی سیاست میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ حضرت ابا جی شہیدؒ کی ناموس رسالتؐ اور جہاد کے علم بلند کئے رکھنے پر اس بڑھاپے میں آرزوئے شہادت کا بَر آنا اور اپنی گردن و شہ رگ کٹوانا ان شاء اللہ بارگاہ ایزدی اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے پناہ اجر وخوشنودی اور سرخروئی کا باعث ہوگا۔

آپ عالمی استعماریت (روس،امریکہ اور نیٹو)اور ملکی حکمرانوں کے خلاف چومکھی لڑائی پارلیمنٹ اور سیاسی میدانوں میں زندگی بھرلڑتے رہے،عمر کی آخری سانس تک فکرامت ،اتحاد ویکجہتی ، غلبہ اسلام کی جدوجہد،سوز وساز دروں اور کشمکش بیروں میں بسر کی۔مختصر یہ کہ حضرت ابا جی شہیدؒ ایک ایسے بہادر مجاہد وسپہ سالار تھے جنہوں نے جہادی وردی اپنے جسم وجاں سے ہمیشہ کے لئے سی رکھی تھی اس لئے کہ آپ عرصہ دراز سے پاکستان جیسی مقتل گاہ میں مختلف قوتوں اور محاذوں پر نبرد آزما تھے اور اس کا نتیجہ وخمیازہ آپ کے سامنے ہر وقت رہتا تھا۔۱۹۷۴ء سے حضرت دادا جانؒ کے ساتھ آپ عملی سیاست و پارلیمنٹ میں متحرک ہوگئے تھے اور اُسی وقت سے آپ کوقتل کرنے کی دھمکیاں ملتی رہیں پھر افغانستان میں عالمی استعمار کی یلغار کے بعد تو آپ براہ راست عالمی قوتوں کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے۔تحریک طالبان افغانستان کی بیباک ترجمانی آپ کا ایک امتیازی وصف بن گیا تھا۔ پاکستان سے نیٹو کی سپلائی ،ہوائی اڈوں کی حوالگی ، ڈرون حملوں کے خلاف آپ نے ملک بھر میں ہم خیال جماعتوں کے ہمراہ ''ملین مارچ'' کے ذریعہ راہ عامہ ہموار کی اور حکمرانوں کے امریکی نان نیٹو حلیف بننے پر آپ ان کے خلاف ایک تکبیر مسلسل کا کام سرانجام دیتے رہے جس پر دونوں آپ سے ناراض رہے۔ آخر میں حضرت والد صاحبؒ اور جامعہ حقانیہ کے شاگردان'' افغان طالبان'' ریاست پاکستان، امریکہ کے بے حد اصرار ومطالبے اور حضرت والد صاحب کی حمایت سے قطر میں مذاکرات پر آمادہ ہوئے لیکن افغان کٹھ پتلی حکومت کو طالبان اور حضرت والد صاحب شہیدؒ نے کوئی اہمیت نہیں دی اس لئے ان مذاکرات کوسبوتاژ کرنے کیلئے مولانا سمیع الحقؒ کو راستے سے ہٹانے کیلئے افغان کٹھ پتلی حکومت و ہندوستان وغیرہ نے مشترکہ سازش تیار کی جس کیلئے ممکنہ طور پر پاکستان میں

آسیہ مسیح کی بریت کے حوالے سے دینی جماعتوں کے جاری احتجاج اور دھرنے سے پیدا ہونے والی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی یقینی کوشش کی گئی جس کے ذریعے قتل کا رخ دوسری جانب موڑ دیا گیا۔

اب یہ اربابِ اختیار کی کمزوری و بزدلی ہے کہ وہ کھل کر ماسٹر مائنڈ کا نام لیں یا اِن کے خلاف عملی اقدامات کریں لیکن حقیقت میں ایسا ممکن نہیں، بھلا امریکہ ونیٹو کے اتحادی مغرب سے مرعوب ارباب اختیار وحکومت ''فادر آف طالبان''، ''انتہا پسندوں''، مجاہدین و''حقانی نیٹ ورک'' سے ''مطعون'' ایک جرات پسند عالم دین کے خون کا حساب کیونکر ان سے مانگیں گے؟ انہیں تو پاکستان کو FATF کی گرے لسٹ سے ہرحالت میں نکالنا ہے اور ابھی ''ڈو مور'' کے حکم پر اور ''اقدامات'' کرنے ہیں۔(حضرتؒ کے قتل ،محرکات اور تمام صورتحال پر راقم کا تفصیلی مضمون ''شہید اسلام و پاکستان حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کا ذمہ دار کون؟'' ص۹۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

بہرحال تہذیب ونظریات کی جنگ میں الحمدللہ حضرت والد صاحبؒ ،علمائے حق اور افغان طالبان کا نظریہ ہی فتحیاب ہوااور عالمی استعمار بشمول نیٹو اور دنیا بھر کی حکومتوں کی عسکری جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کی تمام تر قوت وشوکت پندرہ اگست ۲۰۲۱ء فتح کابل کی صورت میں شکست فاش سے دوچار ہوگئی۔

حضرت والد صاحبؒ کی سوز وداغ اور پیچ وتاب سے لبریز، دینی حمیت اور ایمانی غیرت سے بھرپور جہد مسلسل والی زندگی ان شاء اللہ آنے والی نسلوں کیلئے داستان عزیمت کا جلی عنوان ثابت ہوگی۔ دفاع اسلام ، دفاع پاکستان اوردفاع دینی مدارس آپ کے فکری،سیاسی و روحانی ''جسد عنصری'' کے عناصر ثلاثہ تھے،اسی مقصد کیلئے زندہ رہے اوراسی کیلئے اپنی جانِ عزیز آپ نے وار دی۔

مولانا معاویہ صاحب نے آپ کی زندگی پر کیا زبردست تبصرہ کیا ہے کہ ''میرے شیخ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ بھی ساری زندگی چومکھی لڑائی لڑتے رہے،کبھی افغانستان کے پہاڑوں میں لڑائی تو کبھی اسلام آباد کے ایوانوں (پارلیمنٹ) میں لڑائی ،کبھی فتنوں کے سرکوبی کیلئے لڑائی تو کبھی مسلکی حمیت میں میدان کارزار میں،کبھی ختم نبوتؐ کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہیں تو کبھی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار، گویا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے حضرت علیہ الرحمۃ نے نے چومکھی لڑائی لڑی، اب کیسے ممکن تھا کہ انہیں بستر کی موت آتی، دشمن تو وار کر کے خوش ہوکر چلا گیا کہ ہم نے مولانا علیہ الرحمۃ کو بیدردی سے شہید کردیا، لیکن حقیقت میں دشمن ناکام ونامراد ہوا اورمیرے شیخ علیہ الرحمۃ کوموت دینے کے ارادہ سے آنے والا، ابدی حیات دے کر چلا گیا۔وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ''

ابا جیؒ کی شہادت سے لے کر آج تک مسلسل تین سال میں ان کی حیات و خدمات پر آپ کے دوست واحباب، متعلقین، اعزہ، اہل علم و دانش اور تلامذہ نے بہت کچھ لکھا ہے اور ماہنامہ ''الحق'' کو بھیجا ہے، الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تدوین، ترتیب، تکمیل کی توفیق نصیب فرمائی۔

آخر میں من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ کے مطابق ان تمام بزرگوں، فضلائے حقانیہ اور دیگر مخلصین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس خصوصی نمبر کی اشاعت کے سلسلے میں اپنی سرپرستی اور دعاؤں سے ہماری حوصلہ افزائی کی اور خصوصاً حضرت اباجی شہیدؒ کے منظور نظر اور معتمد خاص استاذِ مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اول سے آخر تک قدم بہ قدم ہماری اس خصوصی اشاعت میں رہنمائی فرمائی، اس غمزدہ کو حوصلہ عطا کیا اور مفید آراء وتجاویز سے نوازا اور اس خصوصی اشاعت کو اپنے تمام کاموں پر مقدم رکھا اور اس کی ترتیب و تدوین میں اہم کلیدی کردار ادا کیا اور اسی طرح راقم ''موتمر المصنفین'' کی ٹیم کا بھی نہایت مشکور ہے جنہوں نے اس خصوصی نمبر کی تیاری میں شب و روز محنت کی، اس سلسلے میں میرے معاون مدیر مولانا محمد اسلام حقانی بھی خصوصی خراج تحسین کے لائق ہیں اسی طرح برادرم مولانا محمد اسرار مدنی، مولانا حبیب اللہ حقانی، جناب بابر حنیف، مولانا اسامہ سمیع، مولانا محمد فہد، مولانا نعمان حقانی، جناب حاجی محمد نثار مرحوم ناظم ''الحق''، مولانا حزب اللہ حقانی، مولانا گل رحمان، مفتی محمد شکیل اور دیگر کئی محسنین نے بھی اس نمبر کی تیاری واشاعت میں اپنی بھرپور صلاحیتیں صرف کیں، اس کے علاوہ سینکڑوں فضلاء، علمی شخصیات اور عقیدت مندوں نے حضرت شیخؒ کے متعلق اپنے قیمتی نگارشات اور وقیع مضامین ارسال کئے، ان کا بھی فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں اور بہت سے افراد سے معذرت خواہ بھی ہوں جن کے قیمتی مضامین تنگئ اسباب اور تنگئ قرطاس کی وجہ سے کمیٹی نے اس نمبر میں شامل نہیں کئے، ان شاء اللہ کوشش رہے گی کہ ماہنامہ ''الحق'' میں ان مضامین کو کسی نہ کسی طریقے سے شائع کریں یقیناً اب بھی بہت سارا اہم مواد شامل ہونے سے رہ گیا ہے، بے شمار چینلز پر نامور تجزیہ نگاروں کے تجزیے، بین الاقوامی میڈیا خصوصاً انگلش، عربی، فارسی، ترکش رپورٹس، مضامین ومقالات بھی اس اشاعت کا حصہ نہ بن سکے۔ابتداً ہمارا ارادہ ایک ہزار صفحات پر مشتمل خصوصی نمبر شائع کرنے کا تھا لیکن والد صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کے اتنے زیادہ پہلو اور متعدد اوصاف و کمالات، کارہائے نمایاں، آدم ساز سیرت و کردار اور بے پناہ علمی، دینی، تدریسی، انتظامی، سیاسی، سماجی، صحافتی، تصنیفی، پارلیمانی اور جہادی خدمات تھیں کہ کم سے کم دس جلدوں پر ''الحق'' کا خصوصی نمبر مشتمل ہوسکتا تھا لیکن

تنگی وقت کے باعث مجبوراًاس عظیم تاریخی دستاویز کو جامع اور ٹھوس انداز میں صرف چار جلدوں میں محدود کر دیا گیا۔الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ عرض کرتا چلوں کہ ماہنامہ ''الحق'' نے اپنے بانی مدیراعلیٰ اور ادارے کے سربراہ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے چار ضخیم جلدوں پر محیط نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کی غالباً اس سے قبل برصغیر پاک و ہند میں کسی ایک شخصیت پر چار جلدوں میں میری ناقص معلومات کے مطابق کوئی نمبر شائع نہیں ہوا، دراصل یہ حضرت والد صاحبؒ کی ہشت پہلو شخصیت کی برکت تھی اور ایک بیٹے کا اپنے عظیم والد سے محبت کا ایک چھوٹا سا نذرانہ عقیدت ہے اللہ تعالیٰ اِسے قبولیت سے نوازے یہ صرف حضرت والد صاحبؒ کی تنہا سوانح نہیں ہے بلکہ یہ نمبر عالم اسلام اور پاکستان و افغانستان کی تقریباً ایک صدی کی دینی،علمی، سیاسی، جہادی اور ملی جدوجہد وارتقاء کی گویا مختصر سی تاریخ بھی ہے اور خصوصاً جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی آٹھ دہائیوں کی طویل اور بھرپور علمی، ادبی و سیاسی جہد مسلسل اور داستانِ عزیمت کے بھی کئی پہلوؤں کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔

خصوصی اشاعت کے اعلان کے ساتھ ہی مضمون نگار حضرات کے مضامین ،کالمز وغیرہ کا ایک سیل بے کراں امڈ آیا تھا جس کے باعث نمبر کے صفحات ڈھائی ہزار تک پہنچ گئے تھے پھر کمیٹی ''خصوصی نمبر'' نے بڑی باریک بینی کے ساتھ جائزہ لے کر تقریباً بائیس سو صفحات منتخب کرکے اسے چار جلدوں میں بمشکل سمیٹا۔عموماً سوانحی نمبرات میں تکرار لازماً آتی ہے،ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ تکرار بہت زیادہ نہ آئے لیکن چونکہ شخصیت اور اس کے اوصاف وغیرہ کے متعلق لکھا جاتا ہے تو اکثر مضمون نگار حضرات اس پہلو کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں اس لئے قدرے تکرار گوارا کرنی چاہیے پھر اکثر مضمون نگار حضرات کا تعلق پشتو زبان سے ہے جن کیلئے اردو ادب و گرائمر کے اصولوں کے مطابق لکھنا ہمیشہ سے مشکل رہا ہے لہٰذا ان عوامل اور مجبوریوں کے تحت ان سے صرف نظر کرنا چاہیے اور اصل مقصود کو مدنظر رکھا جائے۔بہرحال! اپنے تمام کرم فرما،مضمون نگار، علماء،مشائخ ،زعمائے ملت ،سیاسی و دینی لیڈروں، شاعروں،عقیدتمندوں اور فضلائے حقانیہ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس عظیم کارِخیر کیلئے اپنی پرمغز،شاندار اور جامع تحریرات اور اپنے رشحات فکر وقلم کو عقیدت ومحبت کی لڑی میں پرو کر اپنے عظیم ممدوح کو خراج تحسین پیش کیا اور مجھ جیسے ناتواں کی بھرپور حوصلہ افزائی ورہنمائی فرمائی نیز عم مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ خصوصی نظر شفقت فرماتے رہے۔اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کیلئے اس علمی و روحانی ادنیٰ خدمت کو صدقہ جاریہ بنائے (آمین) رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا (۴/اکتوبر۲۰۲۱)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

پیش لفظ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ امابعد

الحمد للہ کہ جامعہ حقانیہ کے سابق مہتمم ومؤسس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہٗ کے علوم ومعارف کے امین اور ان کے جانشین ،شہید اسلام ،شہید پاکستان وشہید ناموس رسالتؐ محدث جلیل مولانا سمیع الحق کی ۸۲ سالہ جگ روشن علمی ،تعلیمی، ادبی ،تبلیغی جہادی اور عملی خدمات کے قرار واقعی اعتراف کے طور پر ماہنامہ ''الحق'' کی طرف سے عظیم تاریخی خصوصی اشاعت کی ترتیب و تالیف اور طباعت وتقسیم کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں ملک بلکہ برصغیر اور دنیا بھر کے طول وعرض سے مقتدر اصحاب علم وفضل کی فقیہ المثال شراکت اور ارباب فضل وکمال ،سیاسی قائدین، مذہبی عمائدین کے وقیع ترین مثبت تاثرات ،مؤثر بیانات، تحقیقی و ادبی مقالات شامل ہیں ۔خصوصی اشاعت کی ظاہری و معنوی اور مقصدی اعتبار سے بہر طور بہر نوع کامیابی کے تذکروں کی گونج تبریک وتہنیت، اظہارِ مسرت کے پیرائے میں طویل مدت پر محیط عرصے تک نہ صرف ملک کے طول وعرض سے ہی سنائی دے رہی تھی بلکہ ملکی سرحدوں کے حدود قیود سے ماوراء مختلف ممالک اور یورپ سمیت ارض مقدس مکۃ المکرّمہ، مدینہ منورہ، منیٰ، وعرفات میں تذکروں اور دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا اس دوران عاصی کو بھی حرمین شریفین حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی، خصوصی اشاعت کے مسودات بھی ساتھ لے کر گیا تھا اور ایک ماہ تک وہاں کام کرتا رہا جہاں برصغیر ایشیاء، افریقہ اور یورپ سے تعلق رکھنے والے ادارہ کے منتسبین ومحبین اور شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق کے والہین نے مقصدیت کے اعتبار سے خصوصی اشاعت کے کامیاب اہتمام اور ترتیب و تالیف اور طباعت کے حسن انتظام پر والہانہ انداز سے کلمات تبریک وتہنیت پیش کرتے ہوئے اپنی دلی مسرت اور ادارے سے اپنے محبانہ ومخلصانہ تعلق کا بار بار اعادہ کیا، حرمین شریفین میں کئے جانے والے ان تذکروں وتبصروں کو راقم نے جملہ اراکین و خدام بالخصوص ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر مولانا راشد الحق سمیع حقانی وغیرہ کے اس حوالے سے جہود و کاوش اور شبانہ روز محنتوں کو بارگاہ رب العزت میں قبولیت کے غیبی اشارات پر محمول کیا۔

خصوصی اشاعت میں اصحاب فکر ونظر اور ارباب علم و دانش نے اپنے اپنے زاویہ فکر سے شہید اسلام ،شہید پاکستان اور شہید ناموس رسالتؐ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مختلف انداز سے

جائزہ لیا اور قدر مشترک کے طور سب نے حتمی اور آخری نتیجہ کے طور پر خصوصی اشاعت کی کامیاب اشاعت کی رائے پر اتفاق کیا اور آخر کار کٹھن مراحل سے گزر کر ہمہ نوع مضامین، مقالات و مباحث پر مشتمل یہ ضخیم شاہکار اور عظیم نمبر منصۂ شہود پر آ گیا: وَعَسٰى أَن تَكرَهُوا شَيئًا وَ هُوَ خَيرٌ لَكُم وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُم وَاللّٰهُ يَعلَمُ وَأَنتُم لَا تَعلَمُونَ (البقرہ: ۲۱۶) راقم السطور اس تمام تر منظر نامے اور مباحث و مضامین کو اس پیرائے میں دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ مسبب الاسباب نے خصوصی اشاعت کی کامیاب نتیجہ خیزی میں بایں طور پر اس کو کامیابی کا سبب بنا دیا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ بالخصوص ادارہ ''الحق'' جو فکری، علمی، عملی اور جماعتی سطح پر اتحاد بین المسلمین کا نقاد و مناد ہے اس کے اخلاص نیت اور اس سمت کی جانی والی جهود و کاوش کے نتیجہ میں ذاتِ حق جل مجدہ اپنے بے کراں فضل واحسان سے اس خصوصی اشاعت کی تشکیل و تالیف میں برصغیر کی امت مسلمہ کے سوادِ اعظم کو جمع فرما کر دراصل وطن عزیز کے موجودہ ابتر واشد تر احوال میں ملت کی شیرازہ بندی کی گئی ناگزیر ضرورت و اہمیت اور بہ تقاضائے وقت پیش بندی کے غیبی اشارات کے ذریعہ حساس قلوب واذہان میں پائی جانے والی بے نام سی خلش سے نجات پانے کی راہ اتحاد بین المسلمین کی طرف رہنمائی فرمائی جس کے فقدان سے نقصان کے اندیشے اب محض اندیشے نہیں رہے ہیں بلکہ خوف وہراس کے گہرے آتشیں سائے، تیز رفتاری کے ساتھ ہماری جانب بڑھ رہے ہیں اور احساس وشعور پر بایں طور ضرب کاری کر رہے ہیں کہ روز نت نئے انداز میں ایک خاص اور منظم سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حیرت انگیز اور سبق آموز حادثات حقائق اور واقعات کی صورت میں پے در پے سامنے آ رہے ہیں لہٰذا اس صورت حال سے نبرد آزمائی کیلئے ہماری صفوں میں شعوری اتحاد کی ضرورت و اہمیت سے خردمندانِ قوم خوب واقف ہیں عناوین کے مفاہیم وتشریحات کی تعیین اور لاحاصل طویل مباحث میں لائق قدر علمی قوتیں صَرف کرنے کے بجائے مقصدیت کو بروئے عمل لانے کی ضرورت ناگزیر ہے۔

شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اتحادِ اُمت کے داعی، فضل وکمال اور بے مثال علمی صلاحیتوں کے مالک تھے، اپنے معاصرین میں ان کا پایہ بے حد بلند ہے۔ اپنی زندگی ہی میں انہیں اکابر علماء اور قومی وملی زعماء کا اعتماد حاصل ہوا جنہوں نے قدم قدم حضرتؒ کی مساعی جمیلہ، اتحادِ اُمت کی کاوشوں اور ان کے علوم وکمالات کا اعتراف کیا، ان کے حینِ حیات ان کی ذات وخدمات پر لاتعداد وقیع اور گرامی قدر مقالات چھپ چکے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ ''مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات'' اُن کی مفصل سوانح حیات ہے، جسے احقر نے دو ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ حضرت نے پڑھی بھی ہے اصلاح بھی کی ہے اور اپنے تأثرات

بھی تحریر فرمائے ہیں، تیسری جلد بھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر مخدوم مکرم ومخدوم زادۂ ذی قدر حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی متحرک اور فعال انسان ہیں، حضرت کے حینِ حیات جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی تعمیر کی مکمل ذمہ داری اپنے سر لی اور الحمد للہ ۲ر نومبر ۲۰۱۹ء کو اپنے عظیم والد حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے یوم شہادت سے مرکزی ہال کا باقاعدہ افتتاح بھی کرادیا ہے اور باقی مسجد کی تزئین و آرائش کا کام بھی تیزی سے جاری ہے۔ اسی طرح انہوں نے تفسیر امام لاہوریؒ کو تکمیل وترتیب اور اشاعت کے مراحل کے قریب کر دیا ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بیس برس سے تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی گزشتہ ۲۶ برس سے باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔ قلمی حوالے سے بھی ماہنامہ ''الحق'' کی چند اہم کامیاب خصوصی اشاعتیں بھی سامنے لا چکے ہیں، ان میں ''شیخ الحدیث نمبر''، ''اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام''، ''حضرت علی میاںؒ نمبر''، ''دارالعلوم حقانیہ کے پچاس برس''، ''مشاہیر (مکتوبات) نمبر''، ''پاکستان کے پچاس سال نمبر''، ''تحریک طالبان نمبر''، ''مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی نمبر'' اور ''مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ نمبر''، کی صورت میں منظر عام پر لا چکے ہیں۔ ماہنامہ ''الحق'' کا موجودہ زیر نظر نمبر اپنے عظیم والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ہمہ جہتی بلند پایہ شخصیت کا احاطہ کرنے کی بھرپور کاوش ہے۔ جس میں ہندو پاک سمیت دنیا بھر کے موجودہ اور مرحوم نامور اہل قلم اور علمائے کرام کے مقالات ومضامین شامل ہیں۔ حضرت شہیدؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس نمبر میں بہ آسانی پڑھا اور سمجھا جاسکتا ہے اور نئی نسل تک ان کی عظیم اور ناقابل فراموش خدمات کو پہنچانے کا یہ بڑا کارآمد اور مفید سلسلہ ہے۔ عرصہ دراز کی مسلسل جدوجہد اور زرِ کثیر کے صرف کے بعد مولانا راشد الحق سمیع حقانی اپنے بزرگ عمِ مکرم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق (مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ) اور برادرِ بزرگ مولانا حامد الحق حقانی (نائب مہتمم، جامعہ دارالعلوم حقانیہ) کی دعاؤں سے مولانا سمیع الحق شہید نمبر لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی محنت واخلاص کو قبول فرمائے، یوں تو حضرت شیخ شہیدؒ کی زندگی میں بھی بہت کام ہوا ہے اور یہ بات بلاتأمل کہی جاسکتی ہے کہ ان پر جتنا بھی تحریری کام ہوا یا انہوں نے خود جو علمی کام کیا ہے ان کے معاصرین میں سوائے دو چار کے کسی دوسرے پر یا کسی دوسری شخصیت نے اتنا کام نہیں کیا مگر بایں ہمہ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ حضرت شہید ناموسِ رسالتﷺ کی سوانح اور ان کے علوم ومعارف، افادات اور تحریرات اور درسی امالی پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت سرِ دست فوری طور پر مولانا راشد الحق سمیع حقانی کی ہمت مردانہ کا ثبوت ماہنامہ ''الحق'' کا یہ جامع، تاریخی اور خوبصورت

نمبر ہے۔اس حوالے سے مولانا راشد الحق صرف خاندانِ حقانی، حقانی برادری اور حلقۂ حقانیہ کے ہی محسن نہیں بلکہ پوری اُمت بالخصوص حلقہ ہائے اُردو ادب کے بھی کرم فرما ہیں کہ انہوں نے اس جانب توجہ فرمائی، ہم خدام اور جمیع منتظرینِ خصوصی اشاعت ان کے شکرگذار، ممنونِ احسان ہیں کہ انہوں نے اس جانب بھرپور توجہ فرمائی، ہم ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

مجھے بے انتہا مسرت ہے اور ہم اپنے اللہ کے حضور تشکر و امتنان کے اظہار میں سربسجود ہیں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے علمی اور قلمی جانشین اور ان کے علوم ومعارف اور مشن کے ترجمان مخدوم زادہ مولانا راشد الحق سمیع حقانی قلمی، ادبی اور علمی صحافت کے افق پر ایک برق تاب بن کر اپنا لوہا منوا چکے ہیں، ان کا مزاج زمانہ طالب علمی ہی سے ادب وصحافت کی طرف مائل تھا، ''الحق'' کی ادارت انہوں نے اپنے والد کی حین حیات اور زمانہ طالب علمی (درجہ خامسہ) ہی میں سنبھالی اور وہ ان کی تربیت، نگرانی وسرپرستی میں اس کی تمام ذمہ داریاں نبھاتے رہے، تحصیل علم سے فراغت کے بعد ایک منجھے ہوئے ادیب اور صحافی کی حیثیت سے ایسے ابھرے کہ علمی اور ادبی حلقوں میں انہیں ''ماہنامہ الحق'' کے مدیر شہیر کا تعارف حاصل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اپنے والد کی زندگی میں کامیابیوں اور بامرادیوں کے انتہائی مراحل طے کرڈالے اور اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چل کر ماہنامہ ''الحق'' کو پورے برصغیر میں اپنی ایک علیحدہ شناخت، امتیازی پہچان اور مرتبہ مسلّم کو برقرار رکھا اور اب ماہنامہ ایک رسالہ ہی نہیں ایک تحریک، ایک صدائے دور رس اور ایک منارۂ علم وادب ہے اس کے ہر شمارے کے ادارتی کالم میں ''مدیر شہیر'' کے قلم کی حکمرانی بلکہ صاحب قرآنی کے جلوے پوری آن بان کے ساتھ بکھرے ہوتے ہیں، یہ ان کے قلم کا اعجاز ہے کہ ''الحق'' نے ان کے دور ادارت کے گنے چنے سالوں میں اردو صحافت کے اپنے سابقہ ادبی معیار کو برقرار رکھا، معاصر صحافت کی دنیا نے حیرت بہ داماں ہوکر اُن کے کام کا اعتراف کیا، انہی کے دور ادارت میں ماہنامہ ''الحق'' نے متعدد خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا، جنہیں علمی وادبی حلقوں میں خوب خوب سراہا گیا۔

زبان وادب کی چاشنی، سلاست ورعنائی، لغت وادب، غرض ادبی حوالے سے تمام متعلقات میں انہیں قابل رشک بصیرت حاصل ہے، جس عنوان پر بھی اداریہ لکھتے ہیں اس کا حق ادا کردیتے ہیں، علمی، ادبی، سیاسی اور قومی وملی مسائل کے حوالے سے ان کی گرفت اتنی سخت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے جغادری، اہل قلم، نامور صحافی اور ارباب اختیار پسینہ پسینہ ہوجاتے ہیں۔انہیں اپنی رائے اور فکر پر مطالعہ اور استدلال پر پورا اعتماد ہوتا ہے، اس لئے ہر عالم ومفکر ادیب وقلمکار حکمران وسیاستدان

سے بلند و بالا ہوکر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔

راقم الحروف روزِ اول سے ان کی ہر تحریر کا ایک ایک لفظ پڑھتا اور پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ میں نے ادبی حوالہ سے حظ وافر حاصل کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے مدیر شہیر اپنی ذات میں دبستان علم وادب ہیں۔ یہ علم کی قدر دانی اور حضرت شہیدؒ کی بلند مرتبہ شخصیت کا اظہار ہے کہ مولانا راشد الحق سمیع حقانی نے اپنی ہمہ جہتی خدمات ، دارالعلوم کے عظیم الشان تعمیراتی پراجیکٹس (جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ ، جدید پانچ منزلہ دارالتدریس، چار منزلہ ہاسٹل، اسپورٹس ہال، وسیع و عریض قطعہ پر چمن، قرآنک گارڈن وغیرہ) کی نگرانی وانتظام کرتے ہیں، دارالعلوم کے انتظامی امور اور عدالتی وتفتیشی امور کے سلسلے میں مسلسل اسفار و دیگر ہمہ وقتی مصروفیات کے باوصف اس سمت قدم بڑھایا اور شب و روز کی محنت شاقہ کے بعد یہ عظیم تاریخی چار جلدوں پر مشتمل دستاویز آپ کے ہاں پہنچا رہے ہیں۔ ماشاء اللہ دارالعلوم اور مدیر ''الحق'' نے چار جلدوں میں خصوصی سوانحی نمبر مرتب کر کے بڑی تاریخ رقم کردی ہے۔ آج حقانی برادری، جماعت حقانیہ، حلقۂ حقانیہ، حقانی خاندان کا ہر فرد اور حقانیہ کا ہر فاضل ان کا ممنونِ کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو قبول فرمائے اور مزید کاموں کی تکمیل کی بھی توفیق ارزانی فرمائے۔

اور ہاں! ایک اہم بات یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ موجودہ دور میں اہل قلم سے مضامین لکھوانا یا مقالات لکھنے پر انہیں آمادہ کرلینا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ایک تو وقت کی تنگی، فرصت کی قلت، دوسرے معاش اور روزگار کے مسائل نے سبھی کے قدموں میں بیڑیاں ڈال رکھی ہیں اور بہت سے حضرات عزم وارادہ، شوق اور چاہت کے باوجود کام نہیں کر پاتے۔ ایسے عالم میں اسی عظیم تاریخی دستاویز مرتب کر کے شائع کرلینا ایک عظیم کارنامہ ہے اور پھر عجیب تر بات یہ کہ مضمون نگار اور مقالہ نویس حضرات کے نام صرف ایک خط لکھا کہ خصوصی اشاعت میں آپ کا بھی حصہ ہونا چاہیئے بس اتنی سی بات تھی کہ اتنا بڑا کام ہوگیا۔ اس عظیم کاوش کو جتنا بھی سراہا جائے جتنی بھی تعریف کی جائے جتنا بھی تشکر وامتنان کا اظہار کیا جائے وہ کم ہے مولانا راشد الحق سمیع حقانی بڑے سلیقے اور ترتیب کے ساتھ اپنی باصلاحیت محنتی ٹیم کے ساتھ اپنے علمی کام انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، خود صاحب اسلوب ادیب اور منجھے ہوئے قلمکار ہیں، ان کے شستہ ادارتی کالم علمی اور ادبی حلقوں سے بھرپور خراجِ تحسین حاصل کرچکے ہیں جو ان کی ادبی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے بقیہ تمام علمی، دینی اور قلمی کام اسی طرح شہرتِ عام اور قبولِ تام حاصل کرینگے اور ان شاء اللہ آغازِ کار اور رفتارِ کار کی طرح انجامِ کار کی طرف بھی ان کا سفر جاری رہے گا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

قلبی تاثرات

والدی الکریم ،استاذ المشائخ ،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے علوم و معارف کے ترجمان ،ان کے مشن کے علمبردار، مسند علم کے جانشین اور اہداف کے امین،حقانی خاندان کے شفیق سرپرست، میرے برادر بزرگ، میرے محبوب (چن لالا) بھی بالآخر مجھے تنہا چھوڑ کر خلعت خونِ شہادت کا جنتی لباس پہن کر بارگاہ رب میں پہنچ گئے ہیں۔اب وہ تمام ذمہ داریاں میرے ناتواں کاندھوں پر آپڑی ہیں، یہ سارا کام اللہ ہی کا ہے اوراسی کی ذات پر بھروسہ ہے۔

چمنستان علم وفضل، گلستان قرآن وسنت کا سدا بہار گل سرسبد مرجھا گیا اورگلشن دین کا چہکتا ہوا عندلیب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث کے در و دیوار اُن کی صدائیں قال اللہ اور قال الرسول کیلئے ترستے رہ گئے یعنی شہید ملت قائد جمعیت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ کو۲رنومبر کو سفاک قاتلوں نے بڑی بیدردی کے ساتھ شہید کردیا۔حضرت شہیدؒ اور ہمارے خاندان کی کسی سے بھی زندگی بھر کسی قسم کی ذاتی دشمنی اور پرخار نہ تھی،انہیں صرف اس لئے اتنی بیدردی کے ساتھ شہید کردیا گیا کہ آپ تمام عمر عالمی استعمار اوراس کے گماشتوں کے خلاف بڑی بہادری اور جرات کے ساتھ مخالفت میں کھڑے ہوجاتے اورکسی بھی طور پراپنے دینی، مذہبی وسیاسی موقف سے پیچھے نہ ہٹتے، جہاد افغانستان اور خصوصاً تحریک طالبان کی حمایت اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔

میرے والد مکرم کے حین حیات جامعہ حقانیہ کے طلباء دورہ حدیث کی تعداد ۱۵۰ تھی،برادر بزرگوار مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مساعی جمیلہ کے صدقے ان کے حین حیات شرکائے

دورہ حدیث کی تعداد تیرہ چودہ سو تک پہنچ گئی تھی، ان کے شانہ بشانہ راقم درس و تدریس اور انتظامی امور بھی سرانجام دیتا رہا، وسائل ،مسائل اور تمام تر پیش آمدہ حوادث ملکی و عالمی حالات اور چیلنجز کا وہ بڑا دانش مندانہ وجراتمندانہ سامنا کرتے تھے۔

برادرم مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ علم وحکمت کے لحاظ سے اپنی ذات میں ایک انجمن تھے،ان کے علوم و تصانیف و خطبات سے علوم و معارف ، جواہر و حکم کے چشمے پھوٹتے تھے۔وہ اپنی جامع الصفات اکابر و اسلاف کے کمالات و محاسن نجابت و سعادت ،شرافت ووجاہت،فضل و کمال ،فکروا صابت،تواضع و متانت کا ایک پیکر جمیل اوراسلاف کی اعلیٰ روایات کا ایک مرقع اور ظاہری لطافت و نظافت اورحسن وپا کیزگی کا ایک مجسمہ تھے،ان کا ماتم ان سب صفات کا ماتم ہے، پوری قوم اور پوری ملت اسلامیہ کا ماتم ہے، دنیائے علم وفضل کا ماتم ہے،درسگاہوں ،جامعات اور بالخصوص جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لئے ایک عظیم ماتم ہے کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ان کی برکات اور خدمات سے محروم ہوگیا ہے،لیکن انہوں نے موت ایسی پائی کہ جو اِن کی تمنا ،آرزو اور خواہش تھی اور وہ شہادت کے اعلیٰ مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے ......

الوداع اے میر کارواں الوداع
تیری تربت پر ہزاروں رحمتیں

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد عزیزم بھتیجے حافظ مولانا راشد الحق سمیع اور ''موتمر المصنفین'' کی ٹیم نے شبانہ روز محنت کر کے حضرت شہیدؒ کی حیات وخدمات پر ماہنامہ''الحق'' کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کر کے باحسن طریقے سے اختتام تک پہنچایا۔ یقیناً مولانا راشد الحق سمیع ، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور''موتمر المصنفین'' کی پوری ٹیم قابل ستائش اور لائق تحسین ہیں جنہوں نے حضرت شہیدؒ کی حیات وخدمات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اس تاریخی خصوصی اشاعت میں انہیں یکجا کیا،انہوں نے مولانا شہیدؒ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اوراس ادارے کی علمی ودینی خدمات کو بھی بڑی سلیقہ مندی اور جامعیت واختصار کے ساتھ اس خاص نمبر واشاعت میں سمودیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان سب کواس محنت شاقہ پر اجر عظیم سے نوازے، اس نمبر کو قبولیت سے نوازے اور برادر اکبر حضرت شہیدؒ کے رفع درجات کا وسیلہ بنائے۔(آمین)

مولانا حامد الحق حقانی
نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

اظہارِ تشکر

والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے عہد کی ایک عظیم شخصیت جامع الصفات والکمالات ہستی تھی، مفسر، محدث، ادیب، سیاست دان اور پارلیمنٹیر ین تھے، شعروادب سے لے کر میدانِ کارزار تک، درس وتدریس سے لے کر آئینی و دستوری ترامیم تک، درس حدیث سے لے کر عالمی میڈیا کے ساتھ مکالموں تک کوئی میدان ایسا نہیں جہاں انہوں نے جدوجہد نہ کی ہو، الغرض آپ نے جہد مسلسل کی وجہ سے ہرمیدان اور ہرمقام میں اپنا لوہا منوایا۔

برادرم مولانا حافظ راشد الحق سمیع (مدیراعلیٰ ماہنامہ ''الحق'') اور استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب (مدیراعلیٰ ماہنامہ ''القاسم'' جامعہ ابوہریرہؓ) ہم سب کی طرف سے شکریہ اور تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے ''مؤتمر المصنفین'' اور ''القاسم'' اکیڈمی کی ٹیموں کے ساتھ مل کر ہزاروں صفحات پر مشتمل ریکارڈ کو محفوظ کر کے مرتب کیا اور اب خوانِ زعفران کی صورت میں یہ تاریخی دستاویز آپ حضرات کے سامنے ضخیم جلدوں کی شکل میں موجود ہے، یہ خصوصی اشاعت مولانا شہیدؒ کی خدمات جلیلہ اور حالات زندگی پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور ''مؤتمر المصنفین'' کی طرف سے ایک تاریخی دستاویز اور نذرانہ عقیدت ہے جس میں حضرت شہیدؒ کے تلامذہ، خدام، متعلقین، احباب، ملک کے نامور اصحاب علم وارباب قلم کی محبتوں اور محنتوں کا یہ سجا سجایا گلدستہ آنے والی نسلوں کے لئے علم و عمل کے میدانوں میں رہنمائی کا ذریعہ ہوگا اور ان شاء اللہ ماہنامہ ''الحق'' کی یہ خصوصی اشاعت حضرت والد ماجد شہیدؒ کی شخصیت پر ہمہ جہت پہلوؤں کو جاننے اور سمجھنے کے لئے معاون اور مددگار بھی ثابت ہوگی۔ امید ہے کہ حقانی برادری سمیت حضرت شہیدؒ کے لاکھوں شاگرد علماء و مشائخ اور ارباب قلم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ مرتبین، منتظمین اور حضرت والد شہیدؒ کے جملہ احباب ومتوسلین اور بالخصوص اس خصوصی اشاعت میں شامل مقالہ نگاروں کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس تاریخی دستاویز کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

نقوش حیات

- ...... ولادت باسعادت
- ...... بچپن کی زندگی
- ...... درس وتدریس
- ...... تصنیف وتالیف
- ...... سیاست وسیادت
- ...... بیرون ممالک کے اسفار
- ...... سفر آخرت

ہر دور میں ہر حال میں تابندہ رہوں گا
میں زندۂ جاوید ہوں پائندہ رہوں گا
تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں آئندہ رہوں گا

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہید کی سوانح حیات

پیدائش، ابتدائی تعلیم وتربیت، تحصیل وتکمیلِ علم اور تذکرۃ الاساتذہ

یہ وقیع سوانحی مضمون حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ (مہتمم جامعہ ابوہریرہ و مدیر ماہنامہ ''القاسم''، سابق مدیر ماہنامہ ''الحق'' واستاد جامعہ حقانیہ حالاً خطیب جامع مسجد حضرت مولانا عبدالحق ؒ) نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی میں تحریر کیا تھا، جس میں انہوں نے حضرت شہیدؒ کے سوانح پر جامعیت کیساتھ احاطہ فرمایا تھا، اب اس خصوصی نمبر میں اس اہم مضمون کو اپنی تمام تر اہمیت کے پیش نظر ابتدا میں شامل اشاعت کیا جارہاہے کیونکہ الفضل للمتقدم (مدیر)

ولادت باسعادت

مولانا سمیع الحق ۱۲؍رجب ۱۳۵۵ھ بمطابق ۳؍ستمبر ۱۹۳۶ء اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر

آپ کے آباؤاجداد غالباً پانچویں صدی ہجری میں افغانستان سے سلطان محمود غزنوی کی ہم رکابی میں جہاد کی غرض سے برصغیر پاک وہند میں وارد ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس سے قبل غزنی میں غوڑہ مرغئی نامی علاقے میں سکونت پذیر تھے۔ مولانا سمیع الحق کے جدِّ امجد مولانا عبدالرحیمؒ علاقہ خٹک کرک میں سوترہ (چونترہ) کے مقام پر قیام پذیر رہے۔ مولانا سمیع الحق کا شجرہ نسب مولانا عبدالرحیم تک یوں ملتا ہے:

حضرت مولانا سمیع الحق ...... شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ...... مولانا معروف گل

میر آفتاب ...... عبدالحمید المعروف بہ ملّا حمید ...... مولانا عبدالرحیم

مولانا سمیع الحق کی قومیت اخونخیل ہے اور اس کے بارے میں پشتو تواریخ میں منقول ہے کہ قوم اخونخیل قدیم ترین افغان علمائے کرام کے قبیلوں کی قومیت اور شاخ چلی آرہی ہے، یہ لقب وسط

ایشیا، ایران اور مغربی ترکستان میں دینی پیشواؤں مفتیوں اور بلند پایہ علماء کے لیے استعمال ہوتا آرہا ہے جیسے حضرت اخون سالاک یوسفزئی، حضرت اخون درویزہ اور حضرت اخون علامہ عبدالغفور سوات باباجی صاحب وغیرہ وغیرہ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا سمیع الحق کے آباؤ اجداد نسل درنسل علماءِ حق گزرے ہیں۔ (خودنوشت ڈائری، الحق مئی ۲۰۱۳ء، ص:۲۱)

ملا عبدالرحیمؒ کی اکوڑہ آمد

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب کے جدِّ امجد مولانا اخوندزادہ عبدالرحیم مرحوم اپنے خاندان کے ہمراہ ۱۱۷۴ھ بمطابق ۱۷۶۱ء کے قریب قریب کے زمانے میں تبلیغ دین کے سلسلے میں اکوڑہ خٹک میں آباد ہوئے۔ (بحوالہ ریکارڈ بک ۱۸۷۰ کاغذات مال تحصیلدار آفس نوشہرہ)

جدِّ امجد میر آفتاب خان

مولانا سمیع الحق کے جدِّ امجد میر آفتاب خان اکوڑہ خٹک میں اپنے گھر سے متصل چھوٹی سی مسجد (محلّہ باغبان) میں خود ہی امامت و خطابت کی خدمات حسبۃً للہ انجام دیتے رہے، موصوف زراعت پیشہ بھی تھے، کافی زمینیں دادا ملا عبدالرحیمؒ سے وراثت میں ملی تھیں جس کا سرکاری حوالہ ان کے ذکر میں موجود ہے۔ دومرتبہ حج کی سعادت اور حرمین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ مولانا سمیع الحق خود فرماتے ہیں:

میرے جدِّ امجد میر آفتاب صاحب مرحوم پہلی دفعہ ۱۹۲۴ء میں حج بیت اللہ شریف کے لئے گئے، مالی حالات بھی زیادہ بہتر نہ تھے اور راستے میں خطرات بھی تھے مگر ان کا بے پناہ جذبۂ عشق واشتیاق اس کا باعث بنا ان کے رفقاء سفر میں جناب الحاج محمد یوسف (رکن دارالعلوم حقانیہ) ابن مولانا عبدالقادر مرحوم بھی تھے، انہوں نے سفر کی یہ تفصیل بتائی کہ اکوڑہ خٹک سے میں اور حاجی الٰہی بخش محلّہ ککے زئی جناب میر حسین محلّہ ککے زئی اور والدہ شیخ شرف الدین ساتھ تھے یہاں سے ریل گاڑی میں ممبئی گئے تقریباً ۲۵/ دن وہاں ٹھہرنا پڑا۔ ہم سب ممبئی سے بحری جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے ، جدہ سے میں اور حاجی میر آفتاب مرحوم ایک اونٹ پر سوار ہوئے ، مجھے سواری پر بہت نیند آتی تھی تو میں نے پگڑی سے اپنے آپ کو حاجی میر آفتاب سے باندھ لیا تاکہ نیند کی حالت میں سواری سے نہ گر پڑوں۔ دریں اثنا میر آفتاب خان مرحوم نے از راہِ ظرافت وہ پگڑی کھول دی اور میں نیند کی حالت میں اونٹ سے گر پڑا۔

میر آفتاب خان کا پیادہ سفرِ حج

ہم ایک جگہ پہنچے، یہاں پڑاؤ کیا، دن کو آرام کیا اور رات کو پھر عازم مکہ ہوئے، ہم سب سواریوں پر تھے مگر یہاں سے ازراہِ ادب میر آفتاب خان نے پا پیادہ سفر کیا چنانچہ وہ مکہ مکرمہ تک پیدل چلتے رہے اور صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ۔ ہمارے معلم کا نام شیخ عبدالعزیز ممبئی والے تھا ۔ یہ زمانہ شریف حسین کی حکومت کا تھا اور اس سال عبدالعزیز ابن سعود نے طائف وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا ۔ ناصر الملک مہتر چترال بھی اس سال حج کرنے آئے تھے ان کو ہم نے عرفات کے میدان میں دیکھا، بہت شکیل انسان تھے جس کی وجہ سے لوگ انہیں بڑا بزرگ سمجھ رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں شکرانے اور تحفے تھماتے رہے اور ناصر الملک یہ دیکھ کر ہنستے رہے۔

رفیقِ سفرِ حج کی مزدلفہ میں وفات

اس حج کے موقع پر ہمارے ساتھی میر حسین سکے زئی نے میدان عرفات میں دعا کی کہ اے اللہ! میں نے زندگی میں بہت سے گناہ کیے میرے سارے گناہ معاف کردے اور مجھے یہاں سے واپس اپنے ملک نہ لے جا چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی، عرفات سے اسی دن عصر کے وقت منیٰ آ رہے تھے تو مزدلفہ کی حدود میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے انتقال فرما گئے اور یوں ان کی دعا قبول ہوگئی، میر آفتاب خان ہزار شوق اور تڑپ کے باوجود مدینہ منورہ نہ جا سکے، کیونکہ شریف مکہ اور ابن سعود کے درمیان گڑبڑ کی وجہ سے راستہ غیر محفوظ تھا اور یہ حضرات مکہ معظمہ میں سترہ دن رہ کر عازم وطن ہوئے اور یہ سفر غالباً تین ماہ کے عرصہ میں پورا ہوا۔ ممبئی سے بذریعہ ریل گاڑی واپس ہوئے تمام اہل اکوڑہ نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

جدِ امجد کا دوسرا سفرِ حج

مولانا سمیع الحق بیان کرتے ہیں قبلہ حاجی میر آفتاب پہلے حج میں مدینہ طیبہ نہ جا سکے تھے اور یہ حسرت واشتیاق دل میں رہا موقع کی تلاش میں رہے بالآخر عشق ومحبت کی راہ کا یہ مسافر بے سروسامانی کی حالت میں دوبارہ عازم حرمین ہوا۔ اس دفعہ حاجی کبیر گل آف آدم زئی اور حاجی ثناب گل آف اکوڑہ ان کے ساتھی تھے، پہلے حج کے تقریباً دو سال بعد یہ حج ادا کیا۔ (ڈائری، الحق فروری ۲۰۱۳ء، ص:۶، ۷)

دادا معروف گلؒ کا سفرِ حج

میرآفتابؒ کے فرزند اور مولانا سمیع الحق کے دادا محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے والد ماجد الحاج معروف گلؒ بھی مسجد ککے زئی میں امام تھے اور ساتھ ساتھ ذریعۂ معاش کے لئے عمارتی لکڑیوں کا کاروبار بھی کرتے تھے۔ عثمان الدین مرحوم کو اس کاروبار میں شریک رکھا، اس مسجد قدیم کے سامنے عمارت کی لکڑی کا ایک بڑا گودام تھا، مولانا سمیع الحق کی آبائی ملکیت کی یہ عمارت اب تک گودام کے نام سے مشہور ہے۔ جناب مولانا معروف گل نے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی کی تحریک جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ حاجی معروف گل بھی حرمین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ حاجی محمد یوسف کے چھوٹے بھائی جناب حاجی عبدالصمد مرحوم (جو معروف گل کے سفرِ حج کے ساتھی اور مولانا عبدالقادر کے فرزند تھے) فرماتے ہیں:

ہم ۱۵ر مئی ۱۹۲۲ء کو کراچی سے روانہ ہوئے، جہاز میں ۱۷ سو تک افراد تھے، ۸ر شوال کو یہاں اکوڑہ سے روانہ ہوئے تھے، یکم ذی الحجہ کو جدہ میں اترے دو دن جدہ میں ٹھہرے، ۴ر ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے، معلم الحجاج سید امین عاصم تھے، ۲۵ر ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ کے قریب سید الشہداء نامی مقام سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، سلطانی راستہ سے قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا، راستے میں بدوؤں نے شریف مکہ کے خلاف راستے کا ٹیکس بند کرنے پر اودھم مچا رکھا تھا اور احتجاجاً حاجیوں کو تنگ کرتے تھے، ان کے لیڈر عباس نامی شیخ تھے بالآخر حجاج نے ان کا ٹیکس پورا کیا، پینے کے پانی کے لیے راستے میں سخت تکلیف پیش آتی رہی۔ بیرِعلی سے پہلے ایک گھر نظر آیا، مرحوم معروف گل نے آواز دی کہ یا ربّ کریم! اس پر گھر والوں نے کچھ پانی بھی دیا اور کچھ کھجوریں بھی اور کہا مزید گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ورنہ وہ بھی پیش کر دیتے۔

کنویں کا میلا اور گدلا پانی

وہاں سے ہم روانہ ہوئے پیاس کی وجہ سے سکرات کی حالت ہم پر طاری تھی ایک کنواں نظر آیا، اس میں جھانک کر دیکھا تو ایک شخص اس میں چادر اوڑھے لیٹا ہوا نظر آیا شاید وہ شخص پیاس کی وجہ سے اس میں کودا ہوگا اور وہیں مرگیا ہوگا ہم نے کنویں سے میلا اور گدلا پانی نکالا اور چھان کر پی لیا اور نڈھال ہو کر سو گئے۔ جب ہمیں پانی ملا تو حاجی معروف گل نے کہا ایک ایک گھونٹ کر کے پیو یکدم پیو گے تو صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ہم سو کر اٹھے تو پھر روانہ ہو گئے لیکن راستہ بھول گئے۔

چند بدو حدی خوانی کرتے ہوئے جارہے تھے ہمیں دیکھا تو بندوق تانے ہمارے سر پر پہنچ گئے ہم نے کہا ہم مدینہ منورہ جارہے ہیں تب ہماری جان بخشی ہوئی۔ دوسرے دن بئرعلی پر پہنچے وہاں پر پانی بھی پیا اور چرواہوں سے دودھ بھی لیا دودھ میں پانی ڈال کر خوب پیا۔ بئرعلی سے مدینہ منورہ تک مسافت ہم نے مغرب کے بعد طے کی، راستے میں تیز ہوا چلنے لگی ایک قدم اٹھتا تو ہوا کے زور سے کئی قدم آگے جاتے عجیب معطر خوشبو بھی ہوا میں محسوس ہورہی تھی۔

دو بدوؤں کا حملہ

مدینہ منورہ کے راستے میں دو ''بدو'' ایک باغ سے نکلے انہوں نے حملہ کیا اور حاجی معروف گل کے کندھے پر پڑی ہوئی دری بھگا کر لے گئے ہم سب پانچ بجے کے قریب مدینہ منورہ پہنچے یہاں نو دن قیام کیا اور پھر سب اکٹھے واپس ہوئے، ''ینبوع'' بندرگاہ پہنچے وہاں تین دن قیام کیا، حاجی معروف گل ایک مچھلی پکڑ کر لائے اس کا وزن ۲۰ یا ۲۵ سیر تھا، سب نے خوب کھائی اور کچھ پھینک دی۔ ''ینبوع'' میں ایک کشتی تھی اس میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی بھی تھے کشتی میں کچھ جھگڑا ہوا اور ہم کشتی سے اتر کر ایک جہاز میں بلا قیمت سوار ہوئے۔ ایک رات دریا میں گزار کر دوسرے دن جدہ پہنچے، وہ کشتی جس میں ہمیں سوار نہیں ہونے دیا گیا تھا آٹھویں دن سخت تکلیفوں کے بعد پہنچی ہم پانچ چھ دن جدہ میں رہے خوب سیر کی، اماں حوا کا روضہ بھی جدہ میں دیکھا، یہ آخری جہاز تھا مسافروں کے لئے، جس کے پاس جتنا تھا اس قیمت پر ٹکٹ لے لیا اکثر لوگ اس میں مفت سوار ہوئے، حاجی معروف گل صاحبؒ نے چالیس روپے ٹکٹ کی قیمت ادا کی، ۱۴ دن جہاز میں سفر کیا، ستمبر میں ہم اکوڑہ پہنچے لوگوں نے شاندار استقبال کیا، حضرت مولانا سمیع الحق کے دادا مولانا معروف گلؒ ۳۱ مئی ۱۹۴۹ء کو فوت ہوئے۔ (خودنوشت ڈائری، الحق فروری ۲۰۱۳ء، ص: ۵،۶)

پہلی معلّمہ دادی صاحبہؒ

مولانا سمیع الحق خود رقمطراز ہیں: ''دادی کا نام ریحانہ بی بی تھا، مردان اور تخت بھائی کے درمیان کلپانی ریلوے سٹیشن کے قریب جہانگیر آباد یا چرگو کلے کے نام سے ایک چھوٹے سے قصبے سے ان کا تعلق تھا، اس قصبے کے معزز ترین انسان سید جلال شہزادہ تھے، شہزادوں جیسا رکھ رکھاؤ رکھتے تھے، میں نے بچپن میں ان کا نورانی اور پروقار چہرہ دیکھا تھا، یہ لوگ مغلیہ دور کے حکمرانوں سے رشتہ جوڑتے تھے، اس قصبے کا دوسرا نام شہزادہ گانو کلے بھی تھا، ۱۴ سال کی عمر میں ان کی شادی ہوئی میرے

دادا حاجی معروف گل صاحب سے ان کی شادی کی صورت یوں بنی کہ میری دادی کے والد شریف اللہ خان (قوم کرک خیل یوسفزئی افغان) کے دو سگے بھانجے میر افضل اور سید افضل اکوڑہ آتے جاتے رہتے تھے اور میرے جدِّ امجد میر آفتاب کے مقتدی تھے، ان کے ذریعے سے تعارف ہوا، شریف اللہ خان کے والد یعنی والدمحترم مولانا عبدالحقؒ کے پر نانا کا نام ظریف خان تھا جو طورو مایار منی خیل گاؤں سے عربی بانڈہ تخت بھائی آئے تھے، اس علاقے کو لوگ بانڈا یوسف زئی کہتے تھے وہاں بھی رہٹ اور زمینیں تھیں۔ ظریف خان نے اپنی جائیداد ایک قومی مقابلے میں ایک ہندوستانی نووارد(جو غالبًا سکھوں کے مقابلے میں آیا تھا) کو دے دی تھی، بھائیوں سے جھگڑ کر ناراض ہوئے اور وہاں سے اکبرپورہ آگئے۔ یہ مولوی نہیں تھے کافی جائیداد بنائی تھی کافی جائیداد میاں گاں کو بھی ''ہبہ'' دے دی تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نانا شریف اللہ خان نے مختلف مقامات پر علم دین حاصل کیا زیادہ تعلیم لونڈ خور میں اپنے خسر مولانا قاسم خان مرحوم سے حاصل کی، میری دادیؒ فرماتی تھی کہ میری والدہ مولانا فضل رحیم ومولانا فضل الرحمٰن سکنہ لونڈ خور کی بہن تھیں، دادی صاحبہؒ نے بچپن ہی سے قصص الانبیاء، پشتو نورنامہ کلاں وخورد، وفات نامہ وجنگ نامہ حفظ کرلیا تھا، قرآن شریف اپنے والد سے پڑھا، دعائے گنج العرش زبانی یاد تھی، سورۃ رحمٰن، سورۃ نور، سورۃ یٰسین، سورۃ مزمل اور سورۃ ملک حفظ تھیں۔'' (الحق: مئی، جون، جولائی، ص: ۷تا۲۱، ۱۹۷۷ء)

عہدِ طفولیت کی یادیں

دادی صاحبہ کی ذات میں ہمارے لئے ایک ایسی مومنہ قانتہ کی مثال موجود تھی بلامبالغہ جس کا کوئی لمحہ اور لحظہ بھی یادِ خداوندی اور فکرِ آخرت سے خالی نہ رہتا۔ فرائض وسنن تو بڑی بات ہے نوافل ومستحبات اور اَوراد واذکار میں بھی شدتِ حرص اور انہاک وشغف کا عالم فرائض سے کچھ کم نہ تھا۔ معمولی سے معمولی مسئلہ اور کسی شرعی حکم میں اتنا تصلّب ہوتا کہ کسی کے کہنے پر بھی اپنی رائے میں لچک پیدا نہ کرتیں۔ عزیمت کا یہ حال کہ رخصت یعنی تیمّم اور اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی ہم بمشکل انہیں آمادہ کرسکتے۔ ایک مدتِ مدید سے رمضان المبارک میں اعتکاف کا شدت سے اہتمام فرماتیں۔ رمضان المبارک کے روزے اس حال میں بھی پورے کیے جبکہ جسم سانس لینے کا متحمل بھی نہ تھا، قرآن کریم کا ایک معتد بہ حصہ بچپن سے ازبر تھا، ادعیہ مسنونہ کے کئی مجموعے گنج العرش وغیرہ عہدِ طفولیت سے حفظ تھے۔ اذکار واوراد کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے دماغ میں محفوظ تھا۔

میں جب حافظہ پر زور دے کر اپنے عہدِ طفولیت کی یادوں کو دیکھتا ہوں تو کمرے میں دادی صاحبہؒ کو سحری کے وقت چکی پیستے ہوئے پرسوز اور مترنم لہجہ میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ان کی آواز اپنے کانوں میں آج بھی گونجتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ چکی کی آواز قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ ایک عجیب سماں باندھتی۔ وہ خود فرماتی تھیں کہ ہمیں ہمارے والد صاحبؒ تاکید کرتے تھے کہ صبح جب چکی پیسنی ہو تو بے کار اور خاموش رہنے کے بجائے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہنا اس طرح لطف بھی آئے گا اور تلاوت کی برکت اور لذت میں کام بھی آسان ہوگا۔ فرمایا کرتیں اس طرح ہم نماز کے وقت تک چھ سات سیر گندم بھی پیس لیتیں اور تلاوت کا ثواب بھی حاصل ہوتا رہتا۔ پھر صبح صبح لسّی وغیرہ بنانے سے بھی فارغ ہو جاتیں۔

یہ دنیا تو عارضی ہے

خود مولانا سمیع الحق رقمطراز ہیں: خوش قسمتی سے دادی صاحبہؒ کا کمرہ میرے کمرے سے متصل تھا، بیچ میں ایک دروازہ تھا، سردیوں کی طویل راتوں میں جب بھی میں ان کی طرف متوجہ ہوتا تو دادی صاحبہؒ کی تلاوت، مناجات، ذکر، پشتو زبان کی منظوم مناجات اور استغفار وتسبیحات کی عجیب گونج سنائی دیتی، دادی صاحبہؒ کا عبادات کے علاوہ دیگر اخلاقی قدروں میں بھی یہی حال تھا، حیا وعفت کا یہ عالم تھا کہ ان کی بینائی کسی تکلیف کی وجہ سے جوانی ہی میں متأثر ہوگئی تھی۔ اندازہ یہ تھا کہ علاج اور آپریشن سے بینائی بحال اور ٹھیک ہوسکتی ہے، والد محترم (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) نے بار بار اصرار کیا کہ آپریشن کرالیتے ہیں مگر موصوفہ صرف اس وجہ سے آپریشن کے لئے آمادہ نہ ہو پائیں کہ دورانِ آپریشن نامحرم مردوں کو کیسے منہ دکھاؤں گی، مجھے اُس جہان کی آنکھیں چاہئیں یہ دنیا تو عارضی ہے گذر جائے گی، زندگی بھر میں نے کوئی نامناسب اور سخت جملہ ان کی زبان سے نہیں سُنا، نہ کبھی غصہ اور غضب میں ڈوب کر کوئی ناشائستہ بات زبان سے نکالی۔

عکسِ رُخِ باغباں

جب تک صحت اچھی تھی سحری سے لے کر اشراق تک مصلی پر بیٹھ کر اپنے وظائف پورے کرنا اور پھر اس کے بعد آس پاس کے بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید پڑھانا پھر عصر کے بعد عشاء تک اپنی عبادتوں میں مصروف رہنا اور رات کو سونے سے قبل بچوں، بچیوں کو دینی احکام، بزرگوں کے واقعات، عالمِ آخرت، برزخ، جہنم، پُل صراط اور میدانِ حشر کی باتیں سنانا یہی انکے روز وشب تھے۔

جب یہ ناچیز اپنے حقیر سے دینی جذبات اور احساسات پر غور کرتا ہے تو ان باتوں کی اولین مربیہ اپنی دادی اماںؒ ہی کو پاتا ہے جو میرے بدوِ شعور رہی ہے۔ رات کو سونے سے قبل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی باتوں ، جنت وجہنم کی تفصیلات ، فرشتوں کے حالات، صحابہ کرامؓ اور بزرگوں کے عجیب وغریب واقعات میں مجھے مگن کردیتیں یہ میری وہ عمر تھی کہ میرا ذہن ان باتوں کا قطعی صحیح ادراک نہیں کرسکتا تھا اور میں حیرت کی وادیوں میں اپنے آپ کو گم پاتا، یہی نہیں بلکہ غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فتوحاتِ مصر وشام اور کربلا کی داستانِ کرب وبلا کی اولین جھلکیاں اپنے لوحِ دماغ میں اپنی دادی اماں ہی کے ذریعے محسوس کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ آج عمل کی ہزار تہی دامنی اور تہی دستی کے باوجود اگر دادی اماں نے بچپن سے معصوم دینی جذبات اور احساسات کا بیج دل میں نہ بویا ہوتا تو آج شاید عمل کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی کتنی کوتاہیوں کا شکار ہوتا وہ میرے دینی جذبات کی پہلی معلّمہ اور مربّیہ تھیں ......

چمن میں حُسنِ گل و لالہ دیکھنے والو
گلوں میں عکس رُخ باغباں بھی ہے (الحق خصوصی نمبر،ص:۷۷)

دادی صاحبہؒ کی وفات

۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰/ دسمبر ۱۹۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ سے کچھ دیر قبل فوت ہوئیں۔ (مشاہیر،ص:۲۹۹)

والدِ محترم محدثِ کبیر مولانا عبدالحقؒ

مولانا سمیع الحق کے والدگرامی قدر، محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ محتاجِ تعارف نہیں وہ الحاج معروف گل کے بڑے فرزند تھے، حضرت شیخ کی ذات منبعِ علوم وفنون، منبعِ فیوض وبرکات، مرکزِ رشد وہدایت اور ذخیرۂ گفتار وکردار تھی وہ بیک وقت مفسرِ قرآن ، محدثِ دوراں، فقیہِ زمان، اُصولی سیاستدان ،مخلص داعی ،عظیم مجاہد، بہترین مدرس اور نامور علمی شخصیت تھے اور دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی آزاد اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مؤسس ومہتمم تھے ۔حضرتؒ کی وفات کے بعد احقر کے مرتب کردہ سوانح ''تذکرہ وسوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ'' کے نام سے اور ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت ''شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر'' (مارچ ۱۹۹۳ء) میں بھی شائع ہوچکے ہیں۔شائقین تفصیلی حالات وہاں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

والدۂ محترمہ

مولانا سمیع الحق کی والدۂ محترمہ سیدہ بی بی ہاجرہ حاجی عبدالغفار خان سکنہ جہانگیرہ ضلع صوابی کی لختِ جگر اور الحاج سیف الرحمٰن و حضرت مولانا عبدالحنان فاضل دیوبند کی ہمشیرہ تھیں ،مولانا سمیع الحق نے اپنی والدۂ محترمہ کا شجرہ نسب یوں لکھا ہے، سیدہ بی بی ہاجرہ بنت عبدالغفار بن محمد طاہر بن محمد دیدار ہے ۔ پرملی (ملاؤ) چھچھ میں دریا کے کنارے محمد دیدار کا مزار زیارت گاہ عوام وخواص ہے ، غالباً محمد دیدار کے لڑکے محمد طاہر نے جہانگیرہ میں سکونت اختیار کی جو دریا کے راستہ سے بہت قریب پڑتا ہے، والدۂ محترمہ کی ولادت ۱۹۱۶ء میں ہوئی ۔ والدمحترم محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ کی شادی والدہ سے ۱۹۳۵ء میں ہوئی، پیغام و پیام نکاح کا سلسلہ جناب قاضی عزیز الرحمٰن جہانگیروی کے اشارہ پر شروع ہوا ، جدِّ امجد مرحوم اس سلسلہ میں آنے جانے لگے ۔ میرے ماموں سیف الرحمٰن نے دیوبند سے اپنے بھائی حضرت مولانا عبدالحنان سے مشورہ لینا چاہا۔ انہوں نے غالباً معاصرت کی وجہ سے یا بوجوہ انکار کردیا مگر ماموں سیف الرحمٰن انہیں راضی کرنے کیلئے لگے رہے ۔ دیوبند میں مولانا عبدالحنان بیمار ہوئے تو ماموں سیف الرحمٰن ان کے علاج معالجے کیلئے دیوبند گئے وہاں مولانا عبدالحنان صاحب بھی اس رشتے پر حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندی کے مشورے پر راضی ہوئے ۔

انگریزوں کی اعانت حرام ہونے کا فیصلہ

والد ماجد کی شادی کی بارات جہانگیرہ گئی تو اکثر علماء وخوانین مثلاً مروت مولانا صاحب نوشہروی ، صاحبِ حق صاحب ، خان بہادر محمد زمان خان خٹک اور دیگر دیوبندی رفقاء علماء موجود تھے، قاضی عزیز الرحمٰن صاحب نے دعوت طعام کا اہتمام کیا ،رات بھر جہانگیرہ میں مجلس وعظ رہی ، اس موقع پر خان بہادر مرحوم کی تحریک پر ایک متفقہ فیصلہ بھی لکھوایا گیا کہ انگریزوں سے ہر قسم کی اعانت حرام ہے یہ فیصلہ قلم بند کیا گیا اور علماء نے اس پر دستخط کیے ۔(خودنوشت ڈائری مولانا عبدالحقؒ ،نمبر ص:۴۸)

پیکرِ عفت وفا شعار خاتون

مولانا سمیع الحق کی والدۂ محترمہ انتہائی نیک طینت اور پارسا خاتون تھیں، دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر وترقی میں ان کا نمایاں کردار ہے ...... ع شامل جمالِ گل میں ہمارا لہو بھی ہے

اس پیکرِ عفت و وفا خاتون نے اپنی زندگی کی تمام بہاریں اور خوشیاں گلشنِ علمِ دین کی آبیاری اور طالبانِ علومِ نبوت کی خدمت میں گذاردیں ،تیس (۳۰) سال تک طلبہ دارالعلوم حقانیہ کے لئے

اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتی اور روٹی پکاتی رہیں اور اس خدمت کے لئے بعض اوقات شدید بیماری میں خود کو بڑی خندہ جبینی اور مسرت کے ساتھ برداشت سے زیادہ مشقت اور تعب میں ڈال کر خدا جانے کتنا اجر کما لیا کرتی تھیں۔فرشتہ خصلت، بے زبان، بےنفس اور درویش صفت مزاج تھا، ان کے ہاتھ یا زبان سے کبھی بھی کسی انسان بلکہ کسی ذی روح تک کو اذیت نہیں پہنچی، عُسر و تنگدستی اور ناگفتہ بہ حالات میں اطاعت کیشی، شوقِ عبادت اور ذوقِ خدمت میں جس طرح اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں اسی طرح صلہ رحمی، عزیزوں، قریبوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔

اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ

قدرت نے ان کی فطرت میں حیا وعفت اور دینی حمیت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی اور واقعہ بھی یہ ہے کہ نورِ عصمت کی رعنائی، ہر قسم کی خوبی و زیبائی پر مقدم اور فائق ہوتی ہے۔ خاتمہ بالخیر اور اُخروی سعادت کا اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہوسکتا ہے کہ مرحومہ اپنی علالت کے آخری ایام میں دمِ واپسیں تک جب بھی ہوش میں آتیں تو شدتِ درد اور تکلیف کے باوجود زبان پر کوئی حرفِ شکایت یا ہائے اُف لانا تک گوارا نہ کرتیں بلکہ ''اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ'' کے کلماتِ عجز و انکسار اور توبہ واستغفار کا سلسلہ جاری ہوجاتا تھا۔حضرت شیخ الحدیثؒ کے دارالعلوم کی قیام واستحکام کے مساعی، طلبہ کی خدمت اور اہتمام و انتظام، فضلاء کی تربیت، قومی وملی خدمات، اضیاف کی کثرت، مسلسل اسفار اور مختلف ادوار میں اہم دینی اور سیاسی تحریکوں میں شرکت اور رہنمائی و قیادت کی اہم ذمہ داریوں میں بڑا دخل سکونِ قلب کا ہے جس میں سب سے بڑا حصہ رفیقۂ حیات کا ہوتا ہے۔اس میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں کہ جس طرح زندگی کے ہر مرحلے میں مرحومہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ رفیق اور شریک سفر ہیں اسی طرح اجر وصلہ میں بھی وہ برابر کی شریک رہیں گی۔

علومِ نبوت کا معجزہ

مرحومہ کی گذشتہ دس پندرہ برس سے صحت خراب اور علیل رہتی اور صاحبِ فراش تھیں۔علاج کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا مگر قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق مرحومہ کی شدید علالت کی وجہ سے انتشارِ حال اور پراگندگی خاطر کے باوجود جس طرح دارالعلوم کے تعلیمی نظم ونسق، اجتماعی نظام و اہتمام، تدریسی خدمات، سیاسی اور قومی وملی اُمور میں بھرپور شرکت، ملک و بیرونِ ملک کے مسلسل اسفار اور پارلیمنٹ اور سیاست کے میدان

میں باطل قوتوں سے مسلسل اور زبردست معرکہ آرائی اور پنجہ آزمائی کرتے رہے، یہ بجائے خود تعجب انگیز تو ہے تاہم اسے علومِ نبوت کا معجزہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے، ورنہ اس طویل عرصہ میں کبھی بھی مرحومہ کے علاج معالجہ، تیمارداری، آسائش اور جذبۂ خدمت سے ان کے دل ودماغ نے فراغِ خاطر نہیں پایا۔ زندگی میں اعمالِ صالح اور عفت و پاکدامنی اور مخلصانہ اطاعت وخدمت گذاری کا بے پایاں اجر وثواب تو مغفرت اور رفع درجات کا ذریعہ ہے ہی مگر اس سے بڑھ کر مرحومہ کا صدقۂ جاریہ اور اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب، قرب و رضا، اُخروی ترقیات اور موعودہ بلند درجات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

والدہ کی وفات

مرحومہ کے صدقۂ جاریہ میں صرف دارالعلوم میں ان کے نسبی فرزندوں مولانا سمیع الحق اور مولانا انوارالحق کی خدماتِ دین اور تدریس علم ہی نہیں یا صرف مولانا سمیع الحق کی برپا کردہ تحریکِ نفاذ شریعت، فوجی جرنیلوں اور حکمرانوں کے ایوان میں پیش کردہ شریعت بل، اعلائے کلمۃ الحق کی مساعی جمیلہ، کاروانِ جمعیۃ کی نظامتِ علیا، متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل وغیرہ اور متحدہ سنی محاذ کی تجویز وتشکیل، جہادِ افغانستان کے بارے میں ٹھوس مؤقف اور دینی جماعتوں کا متفقہ طور پر اس کی بھرپور حمایت، حکومت کی منافقت اور مغرب کی لادین سیاست کے خلاف یلغار اور اس نوع کی بیسیوں دینی اور قومی وملی خدمات تک محدود نہیں بلکہ مادرِ علمی مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں روحانی فرزند، علماء، فضلاء، مشائخ، ملک و بیرونِ ملک جہاں جہاں بھی درس وتدریس، تبلیغ واشاعتِ دین، امامت و خطابت، تصنیف وتالیف یا ریسرچ وتحقیق میں مصروف ہیں یا افغانستان کے معرکۂ کارزار میں رُوسی دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں یا بعض خوش نصیب خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہوچکے ہیں، خواہ وہ براہِ راست حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلامذہ ہوں یا مرحومہ کے فرزندِ دلبند مولانا سمیع الحق اور مولانا انوارالحق کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد، ان کے اعمالِ حسنہ اور باقیات صالحات میں ان کے اساتذہ کی طرح مرحومہ کا بھی برابر کا حصہ ہے۔ مولانا سمیع الحق کی والدہ نے فروری ۱۹۸۸ء میں وفات پائی۔ (الحق: مارچ ۱۹۸۸ء)

بچپن میں دارالعلوم دیوبند کا سفر

مولانا سمیع الحق نے ایک مجلس میں بتایا کہ میں ۷،۸ سال کی عمر میں اپنے دادا مرحوم کی تجویز

پر چچا نورالحق مرحوم کے ساتھ دیوبند گیا، یہ ۱۹۴۴/۴۵ء کا زمانہ ہوگا، اس وقت دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ طلبہ سے امتحان لے رہے تھے ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اوراسی مسرت میں طلبہ سے امتحان میں خصوصی رعایت فرمائی۔ پھر دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اوراکابرین کی طرف سے دعوتیں شروع ہوئیں یہ جنگ عظیم کے ایام تھے مولانا عبدالجمیل (ماموں لوندخوڑ) اور مولانا لطف الرحمٰن (ماموں زاد بھائی جہانگیرہ) مجھے دہلی بھی لے گئے تھے وہاں کے تاریخی مقامات بھی دکھائے۔ (القاسم: جنوری ۲۰۱۴ء، ص: ۱۹)

بچپن میں ذوقِ تلاوت

بچپن میں مولانا سمیع الحق نے قرآن مجید بڑے شوق سے تجوید کے ساتھ اپنے استاذ مولانا قاری عبدالحلیم کاکاخیل (موضع تاجک فاضل حقانیہ و مدرس حقانیہ) سے پڑھا تھااور صغرسنی میں دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجتماع دستار بندی ۹، ۱۰ شعبان ۱۳۶۹ھ، ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء کے موقع پر اس عظیم اجتماع کے افتتاح میں تلاوت کی سعادت حاصل کی تو لوگ عش عش کر اٹھے۔ شرکاءِ جلسہ میں سٹیج پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے اکابر موجود تھے۔ مولانا عماد الدین شیر کوٹی (فاضل دیوبند) نے اس سالانہ اجتماع کے موقع پرہفت روزہ ''البلاغ'' پشاور کا خصوصی ایڈیشن شائع کیا۔ مولانا عمادالدین کے فرزند مولانا سعیدالدین شیرکوٹی لکھتے ہیں:

''اس اجلاس کی کاروائی کا آغاز صاحب زادہ سمیع الحق سلمہ (خلف الرشید حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ) نے تلاوت کلام پاک سے فرمایا، اس کم سن بچے نے اپنے لحن داؤدی کے ذریعے مجمع پر کلام پاک کے تأثر سے وجد کی کیفیت طاری کردی اس موقع پر کثیر مجمع ہونے کے باوجود اجتماع عظیم الشان اور پنڈال سے باہر تک پھیلا ہوا تھا، مجمع پر سناٹا طاری تھا اور سمیع الحق کی طرز تلاوت میں کلام پاک وادی مقدس میں گونجنے والے کلام ربانی کا نمونہ معلوم ہورہا تھا۔ خوردسال قاری اپنی تلاوت میں خود بھی مگن تھا اور مجمع بھی ازخود رفتگی کے عالم میں تھا کہ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْوَعِيْدِ کے باعظمت الفاظ نے قیامت ڈھادی اوّل تو مجمع ہی اہل علم کا تھا یہاں اکثر قرآن سمجھنے والے اور کلام پاک کی ہر ہر سطر اور نکتہ کو جاننے والے تھے اس کے علاوہ تلاوت کا مدو جزر بھی ایسا تھا کہ ہر سامع پر کلام کے بموجب آثار پیدا کررہا تھا یہ تلاوت بجائے خود ایک خاص نوعیت کی تھی اور اس سے مجمع پر

ایسی کیفیت طاری ہونا ایک امر لازم تھا''۔ (ہفت روزہ، البلاغ پشاور، مئی ۱۹۵۰ء)

صغرسنی میں علم اور قلم کا تذکرہ

مولانا سمیع الحق عمر کے ساتویں سال ۲۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو اپنے والدِ مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام دارالعلوم دیوبند خط لکھتے ہیں، اس عمر میں اور خط کا یہ اہتمام، اس پر مستزاد یہ کہ نہ کھلونوں کی طلب، نہ دنیوی تحائف اور نہ کپڑوں اور عمدہ جوتوں کا مطالبہ، خط میں شکوہ ہے تو یہی کہ ماموں جان تو ہولڈر (قلم) کا تحفہ بھیجنے کا اہتمام کرتے ہیں اور آپ والد ہو کر بھی کوئی علمی چیز نہ بھیج سکے، اس کی بھی شکایت نہیں، شکایت ہے تو اس پر کہ قلمی اور تحریری رابطہ بھی نہ کر سکے، بچپن کا زمانہ اور قلمی وتحریری رابطہ کے ذوق کا یہ عالم، میں اسے روشن مستقبل کی علامت بلکہ ضمانت نہ کہوں تو کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر اسی خط پر اپنے والد کے ذوق یا اپنی محبت کے پیش نظر ''انگوٹھا'' ثبت کرتے ہیں، اصلِ خط کا عکس تو مفصل تذکرہ میں شریک اشاعت ہے، یہاں اصل خط کی نقل درج کی جارہی ہے۔

بخدمتِ جناب قبلہ وکعبہ جناب والد صاحب مدظلہ

السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے، گھر میں سب خیریت سے ہیں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ صورتِ حال یہ ہے بندہ سالانہ امتحان میں پاس ہوگیا، بندہ نے قرآن مجید ختم کیا۔ بندہ کی دادی صاحبہ تم کو بہت دعا کرتی ہے اور مبارکباد دیتی ہے، تم سے ہمارا ماموں عبدالجلیل بھی اچھا تھا کہ بندہ نے اُس کو ایک خط ارسال کیا تھا تو اُس ماموں نے بندہ کو ایک ہولڈر ارسال کیا تھا اور والد نے ایک خط بھی ارسال نہ کیا اور محمودالحق مدرسے کو ہر روز جاتا ہے اور سو(۱۰۰) تک پہاڑے یاد ہیں اور اتوار کے دن بندہ کی اماں جہانگیرہ سے آئی باقی دونوں لالہ اور ماموں صاحب اور سب اہلِ مجلس کو درجہ بدرجہ السلام علیکم ایک خط ارسال کرو۔ تم گئے ہو تو تم نے اُن کو ایک خط بھی ارسال نہیں کیا۔ محمودالحق کی طرف سے سلام قبول ہو۔

والسلام سمیع الحق، ۲۷/مارچ ۱۹۴۴ء

صغرسنی میں ''انجمن تہذیب الاخلاق'' کا قیام اور صدارت

۲۸/اکتوبر ۱۹۵۳ء کا مولانا سمیع الحق کا تحریرہ فرمودہ اعلان نذرِ قارئین ہے۔ سترہ سال کی عمر ہے، طالب علمی کے ایام ہیں ''انجمن تہذیب الاخلاق'' کی تشکیل کرتے ہیں، اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ صبیان کی اس انجمن کے بانی وموسس بھی آپ ہیں اور صدر بھی، اعلان سے انجمن کے مقاصد،

اہداف اور اردو ادب اور چھوٹی عمر کے ایک نوخیز طالب علم کے جذبات قلمی واردات، عزائم، بلند حوصلے اور پاکیزہ خیالات جھلکتے ہیں اللہ نے جس سے مستقبل میں عظیم کام لینے ہوں تو بچپن میں ان کی ادائیں بھی عظمتوں سے معمور اور صالحیت کے جذبات سے بھرپور ہوتی ہیں۔اصل اعلان، مولانا سمیع الحق کے اپنے قلم سے قارئین ان کی خودنوشت ڈائری میں ملاحظہ فرماویں جسے مولانا عرفان الحق حقانی ''عہد طالب علمی میں مولانا سمیع الحق کے علمی منتخبات'' کے نام سے مرتب کررہے ہیں۔ ذیل میں اس کی عبارت نقل کردی جاتی ہے۔

انجمن تہذیب الاخلاق کا افتتاحی ہفتہ وار اعلان

برادرانِ ملت! آپ کو معلوم ہے کہ انجمن تہذیب الاخلاق عرصہ سے دینِ الٰہی اور مذہبی رہنمائی کے لئے اور سچی خدمت کے لئے معرض وجود میں آئی ہے اور الحمدللہ کہ بحسن وخوبی اس نے ایک سال میں وہ نمایاں ترقی کی ہے جو محتاج بیان نہیں ہے اور ہر ذی علم پر ظاہر ہے بعض عوارضات کی وجہ سے انجمن کی کاروائی میں کچھ دن تاخیر ہوئی اب پھر ہماری آرزو ہے کہ سرے سے اپنے آپ میں علمی و عملی استعداد پیدا کرنے کے لئے مکمل اور باقاعدگی سے کاروائی شروع کی جائے تاکہ اس سے ہماری مذہبی، سیاسی اور علمی ترقی واستعداد پیدا ہو اور روزافزوں ترقی بھی ہو جس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر شبِ جمعہ کو ایک جلسہ منعقد ہوا کرے اور تمام اراکین کو اظہار خیالات کے لئے موقع ملے، دوسری طرف ہمارے درمیان الفت، محبت، اتفاق میں بھی استحکام وزیادتی کا سبب بنے، لہٰذا انہی مقاصد کو مدّنظر رکھ کر آج شب کو افتتاحی جلسہ منعقد ہورہا ہے، امید ہے کہ تمام اراکین نہایت شوق سے اس مجلسِ علمی میں شرکت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کا موجب بنیں گے۔

والسلام

محمد سمیع الحق عفی عنہ

صدر انجمن تہذیب الاخلاق ۱۲۸ کتوبر ۱۹۵۳ء

ابتدائی دینی تعلیم

مولانا سمیع الحق نے ابتدائی دینی تعلیم گھر میں اپنے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے حاصل کی۔ پھر انجمن تعلیم القرآن اسلامیہ پرائمری سکول میں پرائمری تک تعلیم مکمل کی۔ مولانا سمیع الحق کے پرائمری سکول کے اساتذہ میں جناب ماسٹر غلام حیدر (زڑہ میانہ)، ماسٹر غلام جیلانی

اور ماسٹر مہابت خان شامل ہیں۔ مولانا سمیع الحق فرماتے ہیں: ہمارے استاد غلام حیدر بڑے دبنگ اور نڈر قسم کے انسان تھے، سکول میں اکثر مجھ سے فرماتے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ میرا بچپن تھا ایک دن امتحان دیتے ہوئے میں نے کمرہ امتحان میں اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اُن سے چند سوالات کے جوابات پوچھ لیے تو طیش میں آ گئے تب مجھے اتنی سمجھ نہ تھی کہ کمرۂ امتحان میں استاد سے سوالات کے جوابات نہیں پوچھے جاتے۔

تذکرہ اساتذۂ کرام

مولانا سمیع الحق نے ابتدائی درجات سے لیکر دورۂ حدیث تک کی کتب دینیہ دارالعلوم حقانیہ میں پڑھیں، درجہ متوسطہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کے اساتذہ کرام کا تذکرہ نذرِ قارئین ہے۔

(۱) حاجی صاحب مسجد قصابان ...... (۲) حاجی عبدالقیوم ...... (فارسی نظم کے استاد تھے)
(۳) مولانا اسرار الحق ...... (۴) مولانا محمد شفیق مغلکی
(۵) مولانا میاں محمد فیاض سواتی ...... (۶) قاضی حبیب الرحمٰن
(۷) مولانا لطافت الرحمٰن سواتی ...... (۸) مولانا جلال الحق چکیسری
(۹) حضرت مولانا مفتی محمد یوسف ...... (۱۰) صدرالمدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم زروبویؒ
(۱۱) مولانا شالفین صاحبِ حق صاحب ...... (۱۲) حضرت مولانا عبدالغنی دیروی
(۱۳) حضرت مولانا محمد علی سواتیؒ ...... (۱۴) حضرت مولانا عبدالغفور سواتی
(۱۵) حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ ...... (۱۶) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
(۱۷) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ

حاجی صاحب مسجد قصابان

مولانا سمیع الحق خود راوی ہیں: احقر (سمیع الحق) کو بچپن میں دس سال کی عمر میں حاجی صاحب مسجد قصابان نے جدِّ امجد کے حکم پر گلستان سعدی پڑھائی۔ حاجی صاحب مسجد قصابان صوفی منش انسان، فنا فی اللہ اور اخلاص وتقویٰ کا نمونہ تھے، نوجوانی میں مشرق وسطٰی وغیرہ کی سیر و سیاحت کی۔ نصف صدی تک اکوڑہ میں پڑھاتے رہے، تصوف کی کتب اور نظم فارسی خصوصاً مثنوی مولانا روم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے بھی بچپن میں ان سے فارسی نظم کی کتابیں پڑھیں تھیں۔ حاجی صاحب مسجد قصاباں کی وفات، ۹ر رمضان بمطابق ۲۰ر اپریل ۱۹۵۶ء، ۸ بجے صبح ہوئی مسجد کے دروازہ کے قریب دفن ہوئے۔ وفات سے دو روز قبل ۷ر رمضان کو

ہماری مسجد (مسجد قدیم دارالعلوم حقانیہ) میں آئے اور نماز مغرب میں ان سے میری آخری ملاقات ہوئی۔ (خودنوشت ڈائری، مولانا سمیع الحق، جون جولائی ۲۰۱۳ء، ص:۸)

مولانا اسرار الحق

مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: اکوڑہ خٹک کے مولانا اسرار الحق مرحوم نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی، اللہ تعالیٰ نے تحریر کے ملکہ سے نوازا تھا، اساتذہ دیوبند کے درسی افادات کو من وعن قلم بند کرتے تھے، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ پر ان کے امالی موجود ہیں ان کو حضرت شیخ الحدیث کا خصوصی قرب حاصل تھا، تقسیم ہند کے بعد جب دارالعلوم حقانیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اوّلین اساتذہ میں سے تھے، ناچیز کو بھی ایک آدھ ابتدائی کتابوں میں تلمذ کا شرف حاصل ہوا، مرحوم کو عربی ادب پر خاصی دسترس حاصل تھی، خاندانی مشغلہ طبابت تھا، خود بھی مریضوں کا علاج معالجہ کرتے رہے۔ اس عرصہ میں شیخ الحدیث کے خاص معتمد رہے۔ دیوبند کے وقت سے مولانا سلیم اللہ خان فاروقی کراچی ان کے خصوصی احباب میں سے تھے۔ دونوں حضرت شیخؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے (مکاتیب مشاہیر: ۸۳/۱)

مولانا محمد شفیق مغلکی

مولانا محمد شفیق حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے شاگرد اور دیوبند میں ساتھی رہے اور ساتھ آکر دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین سال قیام میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی، اکوڑہ کے قریب موضع مغلکی کے باشندہ تھے، ابتدائی درجہ کی کتابوں میں میرے استاد رہے اور نام کی طرح شفیق بھی تھے اور مشفق بھی۔ مولانا محمد شفیق نے ۱۰/اگست ۱۹۵۶ء میں شب جمعہ تقریباً ایک بجے راولپنڈی کے فوجی ہسپتال میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم مرضِ قلب میں مبتلا تھے، ان کی نمازِ جنازہ محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے پڑھائی۔ جمعہ کے روز اپنے آبائی قبرستان واقع مغلکی ضلع نوشہرہ میں دفن کردیئے گئے۔ (خودنوشت ڈائری مولانا سمیع الحق)

مولانا میاں محمد فیاض سواتی

دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین مدرسین میں سے تھے اور شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کے بہنوئی تھے۔ دارالعلوم حقانیہ کے قیام کے تیسرے سال یعنی یکم محرم ۱۳۶۸ھ میں مولانا محمد فیاض زمرۂ مدرسین میں شامل ہوئے۔ مولانا کی تقرری ۱۵/روپے ماہوار مشاہرہ پر ہوئی۔ مرحوم بعض ذاتی عوارِض کی بناء پر شوال ۱۳۷۱ھ میں دارالعلوم سے مستعفی ہوکر پشاور چلے گئے اور تادمِ واپسیں وہیں

مصروفِ درس و تدریس رہے۔ آپ نے دورۂ حدیث قیامِ پاکستان کے متصل بعد کے ہنگامی سال دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا، دیوبند جانے سے قبل آپ نے محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹، ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کی درمیانی شب حیات ٹیچنگ ہسپتال پشاور میں فوت ہوئے۔ نمازِ جنازہ ۲۰ محرم کو بعد از نمازِ عصر پشاور میں پڑھی گئی اور قبرستان ستارشاہ میں سپردِ خاک کیے گئے۔ مولانا سمیع الحق کو کئی کتابوں میں ان سے تلمذ نصیب ہوا۔ (الحق، جنوری ۱۹۷۸ء)

قاضی حبیب الرحمٰن

مولانا قاضی حبیب الرحمٰن ۱۳۳۳ھ بروزِ عید الاضحیٰ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۴ء قاضی شریف الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ مولانا قاضی حبیب الرحمٰن (فاضل دیوبند) دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ درس نظامی کے اوّلین اساتذہ میں سے تھے اس زمانہ میں ان سے تحصیل علم کی سعادت مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ کو حاصل ہوئی، آخر میں دارالعلوم سرحد میں مدرس رہے۔

مولانا لطافت الرحمٰن سواتی

مولانا جید عالم، فاضل اور عربی ادب سے خاصا شغف رکھتے تھے دارالعلوم حقانیہ میں عرصہ تک تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے پھر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تدریس کی اعلیٰ خدمات انجام دیں کراچی کے بعض مدارس میں رہے، اپنے گاؤں رونیال سوات میں ایک دینی ادارہ بھی قائم کیا، مولانا سمیع الحق کو ان سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ (مکاتیب مشاہیر، ۱/ ۵۷۰)

مولانا جلال الخالق چکیسری

مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: مولانا جلال الخالق دارالعلوم حقانیہ میں معقولات و دیگر فنون کے استاد تھے احقر کو بھی بعض کتابوں میں ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ حقانیہ میں مدت تدریس پانچ سال رہی، اس کے بعد مختلف مدارس میں تدریس کی اور آخر اپنے علاقے ہوتل تکول آلائی میں دارالعلوم تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا، تادم وفات موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۱۳ رجون ۲۰۰۸ء کو ۸۸ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ (مشاہیر: ۱/ ۱۵۳)

مولانا جلال الخالق نام ونمود سے کوسوں دور اور کفاف حیات پر قانع وصابر رہنے والی شخصیت کے حامل تھے، فقر وسادگی اور بے نفسی کا پیکر مجسم تھے، معقولات کے علاوہ زندگی کا ایک بڑا

حصہ حدیث کے درس میں گزرا، جامعہ حقانیہ میں ملا جلال، صدرا، میرزا قطبی، مولوی میر زاہد اور جلالین وغیرہ پڑھاتے رہے۔ (الحق: اگست ۲۰۰۸ء)

مولانا مفتی محمد یوسف بونیری

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب ایک عرصہ تک دارالعلوم حقانیہ کے جید مدرس ومفتی کے منصب پر فائز رہے، جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ سے متاثر تھے ان کے مؤقف کی وکالت میں کتابیں لکھیں، پھر دارالعلوم میں اختلافات اورنزاع کا باعث بنتے رہے تو اکابرِ دیوبند کے ایماء پر انہیں ۱۹۵۹ء میں تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش کردیا گیا۔ (مکاتیب مشاہیر، ص: ۴۲۶)

مولانا یوسف سے مولانا سمیع الحق نے کلام الملوک (صحابہ کرامؓ وازواجِ مطہراتؓ وغیرہ کے عربی منظوم اشعار کا مجموعہ) پڑھی۔ مطول اور سبعہ معلقہ بھی اُن سے پڑھیں (الحق: اپریل ۲۰۱۰ء)

صدرالمدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب زروبویؒ

مولانا عبدالحلیم ۱۹۰۸ء میں مولانا خلیل الرحمٰن کے ہاں زروبی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا شاہ غریبؒ اور پردادا مولانا سعدالدینؒ اپنے وقت کے بہترین علماء میں سے تھے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد اور علاقہ کے علماء سے حاصل کی اور ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۳ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا اعزازعلیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ سے کتبِ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ رحیمیہ سے تدریس کا آغاز کیا اور قیامِ پاکستان کے بعد کچھ عرصہ اپنے گاؤں میں اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ اور مظہرالعلوم کھڈہ کراچی میں تدریس کی۔ آپؒ کے تلامذہ ہزاروں میں ہیں، ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۶ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعرات ساڑھے چار بجے شام وصال ہوا۔ اگلے روز بعد از نمازِ جمعہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (مشاہیر علمائے سرحد ص: ۵۲۰)

مولانا سمیع الحق رقم طراز ہیں: ''استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم زروبی (فاضل دیوبند) حدیث وعلمِ کلام، معانی واصولِ فقہ سارے علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے ان کا درس علم وحکمت کا آئینہ دار ہوتا، مجھے ان سے کئی کتابوں میں شرف تلمذ حاصل ہے''۔ (مکاتیب مشاہیر: ۳۶۹/۱)

مولانا سید احمد شاالفین صاحبِ حق

مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: ۱۱/ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۵ء دارالعلوم کے ایک نہایت

مخلص فقیر منش ولی اللہ مدرس مولانا سید احمد عرف شالفین صاحبِ حق رمی جمرہ عقبہ کرتے ہوئے منیٰ میں انتقال کر گئے علومِ عقلیہ میں ان کو رسوخ حاصل تھا اور معقولات پڑھاتے تھے وطن سوات اور پھر امازو گڑھی مردان میں پڑھاتے رہے۔ ۱۶رشوال ۱۳۶۹ھ میں دارالعلوم کی دعوت پر پچاس روپے مشاہرہ پر برائے تدریس آئے اور آخر تک نہایت پابندی، اخلاص، شوق وللّٰہیت کے ساتھ پڑھاتے رہے۔ (الحق اکتوبر، ۲۰۱۲ء، ص:۱۳)

مولانا عبدالغنی دیرویؒ

آپ ۱۹۱۸ء کو موضع ''ستھانہ دار'' ڈاک خانہ تیمر گرہ ضلع دیر میں مولانا حیدرعلی صاحب کے گھر پیدا ہوئے آپ پٹھانوں کی اتمان خیل شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر اپنے چچا زاد بھائی مولانا محمد حسن مرحوم سے ابتدائی کتب کا درس لیا، ۱۳۴۹ھ کو اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ دیوبند اور پھر مدرسہ صدیقیہ دہلی پہنچے اور وہاں ایک سال تک مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ سے کچھ کتابیں پڑھیں پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن سے السبع المعلقات، سلم، حسامی اور ہدایہ اوّلین پڑھیں۔ ۱۳۵۱ھ میں آپ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ پہنچے اور وہاں اس مدرسہ کے صدر مدرس حضرت مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی فاضل دیوبند سے ہدایہ آخرین، صدرا، شمس بازغہ اور حمد اللہ وغیرہ کتب دو سال کے عرصہ میں پڑھیں۔ ۱۳۵۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا موقوف علیہ کی تکمیل کے چوتھے سال شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۳۵۸ھ میں سند حاصل کی (مشاہیر علماءِ سرحد، ص:۵۴۲)

مولانا محمد علی سواتیؒ

آپ عنایت اللہ صاحب کے فرزند تھے اور ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۹ء کو شالفین خوازہ خیلہ سوات میں پیدا ہوئے۔ علاقہ کے علماء مولانا عبدالرشیدؒ، مولانا محمد صدیقؒ اور مولانا مفتاح الدین (فاضل دیوبند) سے کتب درسِ نظامی پڑھیں۔ ۱۹۴۳ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۵ء میں کتبِ حدیث مولانا محمد زکریاؒ، مولانا عبدالرحمٰنؒ اور مولانا عبداللطیفؒ سے پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی، ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تدریس پر مامور ہوئے اور دم واپسیں تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ اُن کی وفات صبح دس بجے ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئی۔ فقہ حنفی کی مستند ترین کتاب ہدایہ آخرین کے درس سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا اور کتاب ہی پر سرنگوں ہوگئے۔ مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں میں نے ان سے کافیہ، ہدایہ آخرین

اور مختصر المعانی میں درس لیا ہے۔ (ذاتی ڈائری سے ماخوذ)

مولانا عبدالغفور سواتی

آپ "شنئر" ڈاکخانہ وتحصیل خوازہ خیلہ، سوات میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، پھر علاقہ کے علماء سے پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔ (مکاتیب مشاہیر، ۱/۱۶۰)

مولانا سمیع الحق نے میرزا قطبی، شرح جامی ودیگر کئی کتابیں مولانا عبدالغفور سے پڑھیں، ۲/جولائی ۱۹۵۳ء میں حفظِ قرآن مجید کی ابتدا بھی مولانا سمیع الحق نے مولانا عبدالغفور سواتی سے کی تھی۔ (الحق: اپریل ۲۰۱۰ء)

مولانا رسول خان ہزارویؒ

آپ ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا محمود حسن بن محمد گل خان ضلع ہزارہ کے معروف عالم تھے، قومیت کے لحاظ سے سواتی پٹھان تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مدارس میں حاصل کی، بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتب کی تکمیل کر کے ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی، دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپؒ مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ میں درس وتدریس پر مامور ہوئے اور ۱۳۳۲ھ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اکابر دارالعلوم دیوبند کی خواہش پر دارالعلوم تشریف لے گئے۔ یہاں آپؒ نے ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۵۳ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بڑے بڑے جید علمائے کرام نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات کے بعد سر محمد شفیع مرحوم کی درخواست پر آپ اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی تشریف لے آئے اور یہاں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو پڑھاتے رہے پھر مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کی استدعا پر ۱۹۵۴ء سے ۱۹۷۱ء تک مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲۰/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ کو حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ الغرض آپؒ ساری زندگی درس وتدریس اور تبلیغ وارشاد میں مصروف رہے اور اپنے فیض علمی وروحانی سے مستفید فرماتے رہے۔ ۳/رمضان المبارک ۱۹۷۱ء کو روزہ کی حالت میں سورۃ یٰسین پڑھ کر کلمات قرآنی (فا للّٰہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین)

پڑھتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ (بحوالہ کاروان تھانویؒ: ۴۴)

مولانا سمیع الحق کو لاہور میں شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر پڑھنے کے دوران مولانا رسول خان کے بعض دروسِ ترمذی میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، باضابطہ پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ بن شیخ حبیب اللہ قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ کے ایک نومسلم خاندان میں ۲؍ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ بمطابق ۲۵؍مئی ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ناظرہ قرآن مجید والدۂ ماجدہ سے پڑھا۔ ابھی نو سال کے تھے کہ انکے والد ماجد شیخ حبیب اللہ کا انتقال ہوگیا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خاندان سے عزیز داری تھی، مولانا سندھیؒ نے انہیں امروٹ شریف کے دورانِ قیام میں ابتدائی درسی کتابیں پڑھائیں۔ مولانا لاہوریؒ کی دستار بندی ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ ۱۹۱۷ء میں لاہور آگئے اور مسجد لائن سبحان خان میں درس قرآن شروع کیا، ۱۹۲۱ء میں انجمن خدام الدین لاہور کی بنیاد رکھی جو آج بھی قرآن وسنت کی اشاعت کا فریضہ انجام دے رہی ہے، مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مولانا سندھیؒ کے طرزِ تفسیر کو پنجاب میں عام کیا، قرآن مجید سے انہیں والہانہ لگاؤ تھا۔ درس قرآن ان کی روح کی غذا اور ہر درد کی دوا بن گیا تھا، صبح کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے تھے جس میں عام لوگ شریک ہوتے تھے، دوسرا درسِ قرآن بعد از نمازِ مغرب ہوتا تھا جس میں فارغ التحصیل علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ شامل ہوتا تھا۔

مولانا سمیع الحق کو ۱۹۵۸ء میں فراغتِ درسِ نظامی کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے دورۂ تفسیر کے لئے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں لاہور بھیجا، رمضان ۱۳۷۸ھ سے ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ کے اوائل تک مولانا سمیع الحق نے حضرت لاہوریؒ سے پورا دورۂ تفسیر قرآن کریم پڑھا، امتحانات میں سو کے سو نمبر لئے، جس کی سند حضرات اکابر کے دستخطوں کے ساتھ منسلک ہے، مولانا سمیع الحق خود بیان فرماتے ہیں: ''رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کا زمانہ کتنا پُرکیف اور پُرلطف تھا اور کتنے حسین وجمیل تھے زندگی کے وہ چند ایام جو لاہور کے بقیۃ السلف شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی صحبت میں گذرے۔ ایک طرف رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ برکات سے سایہ فگن دوسری طرف صبح وشام حضرت لاہوریؒ کے درس میں قرآن مجید کے علوم

ومعارف کا ذکر ومذاکرہ، روحانی فیوضات کی ہرطرف بارش، پوری فضا روحانیت میں بسی ہوئی اور مجھ جیسے نامہ سیاہ پراگندہ خاطر انسان کو بھی چین وسکون کی دولت نصیب تھی۔زہے نصیب ایک مردِ کامل اور شیخ کے جوار میں قیام وسکونت اور خصوصی شفقتوں کی دولت حاصل ہورہی تھی ......

نظر میں ہے اب تک وہ رنگین زمانہ
نشیلا نشیلا سہانا سہانا

حضرت لاہوریؒ کے اَمالی تفسیر کی تدوین وترتیب

دورانِ درس مولانا سمیع الحق حضرت لاہوریؒ کے دروسِ قرآن حرف بہ حرف لکھتے رہے۔امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے امالی تفسیر قرآن کا یہ عظیم ذخیرہ بحمدللہ محفوظ رہا اور اب نصف صدی کے بعد مولانا سمیع الحق نے ان امالی کی تبییض وتدوین کا کام بڑے انہماک سے شروع کیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو تفسیر امام لاہوریؒ کے نام سے حضرت لاہوریؒ کے علومِ قرآن کا یہ مستند مجموعہ عنقریب طباعت واشاعت کے مراحل سے گذر کر منصۂ شہود پرآرہا ہے (ان شاء اللہ) اور یہ سعادت بھی حضرت لاہوریؒ کے ہزاروں تلامذہ میں سے مولانا سمیع الحق کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی ہے

ع ایں سعادت بزورِ بازو نیست

ایک ملاقات میں مولانا سمیع الحق نے ارشاد فرمایا: جب میں حضرت لاہوریؒ کے ہاں دورۂ تفسیر پڑھ رہا تھا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تشریف لائے تو حضرت لاہوریؒ نے ان سے فرمایا کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ سمیع الحق کو یہاں بھیجا ہے یہ سب کچھ لکھ لیتا ہے۔ جب میں حضرت لاہوریؒ کو ان کے درسی امالی والا اپنا تحریر کردہ رجسٹر دکھاتا تو ملاحظہ کرکے فرماتے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً ۔(القاسم نومبر۲۰۱۴ء ص:۲۴)

خطباتِ جمعہ کی تیاری میں شرکت

۲۲رمئی ۱۹۵۸ء میں مولانا سمیع الحق حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں پہنچے تو دورانِ قیام حضرت لاہوریؒ نے کتب خانہ قاسم العلوم میں حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ حضرت لاہوریؒ کرسی پر تشریف فرما تھے حضرت لاہوریؒ کتب خانے کے منشی سے کتابیں نکلواتے اور مولانا سمیع الحق کو بعض مقامات کی نشاندہی کرکے تحریر کرنے کا حکم فرماتے۔ آپ مسئلہ قربانی پر ایک مضمون مرتب کررہے تھے مولانا سمیع الحق سے جن کتابوں کی مراجعت کروائی ان میں صحیح البخاری اور تفسیر بحرالمحیط لابی حبان

شامل ہیں، تقریباً ایک گھنٹے تک حضرت لاہوریؒ مولانا سمیع الحق کو خصوصی توجہ و محبت اور فیض سے سرشار فرماتے رہے۔ (خودنوشت ڈائری)

حضرت لاہوریؒ سے بیعت اور اسباق کی تلقین

مولانا سمیع الحق راوی ہیں: ۲۷ رمئی نمازِ عشاء سے قبل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے احقر نے بیعت کی درخواست کی جس پر آپ نے والد ماجدؒ کی اجازت اور مرضی کی تحقیق کرنے کے بعد پذیرائی بخشی اور نمازِ عشاء کے بعد حضرت لاہوریؒ نے اپنے خصوصی کمرے میں یکسوئی اور تنہائی میں مجھے بیعت کروایا۔ لطیفہ قلبی کی تعلیم و تلقین کی اور پھر خصوصی شفقت سے لبریز جامع دُعا فرمائی، مجھے کم از کم ایک ہزار مرتبہ " اللّٰه هو" کہنے کا حکم فرمایا اور اشیائے خورد ونوش میں شدید احتیاط برتنے پر زور دیا۔ (خودنوشت ڈائری)

شیخ الحدیث محدثِ کبیر مولانا عبدالحقؒ

محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ۱۸۸۰ء بروز اتوار اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں حاجی معروف گل کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علم افزا ماحول میں حاصل کی۔ جب آٹھ سال کی عمر ہوئی تو والد ماجد نے آپ کو اکھوڑی ضلع کیملپور میں داخل کرایا اور بعدازاں عربی کی ابتدائی تعلیم مولانا کوہستان مولانا عبدالجلیل اور مولانا عنایت اللہ سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے متحدہ ہندوستان کے مختلف شہروں میرٹھ، امروہہ وغیرہ میں بھی اکتسابِ علم میں منہمک رہے تا آنکہ آپ ۱۳۴۷ھ میں برصغیر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے، وہاں آپ کو مطلع علم وعرفان کے خورشید تاباں اساتذہ کرام شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوریؒ اور دیگر جلیل القدر شخصیات کی خدمت میں رہ کر حصولِ علم کی سعادت نصیب ہوئی۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح علوم وفنون میں خاصی مہارت سے نوازا تھا۔ اسی طرح آپ سیاسی شعور وآگہی میں بھی درجہ کمال پر فائز تھے۔ آپ کی عظیم علمی، دینی، قومی وملی خدمات اور نفاذِ شریعت کے لئے جدوجہد پر علمائے کرام نے آپ کو متفقہ طور پر ''قائد شریعت'' کا خطاب دیا تھا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ، ''حقائق السنن'' اور حقانی فضلاء آپ کا عظیم

تاریخی ورثہ اور عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔تفصیلی تذکرہ ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت اور احقر کی ''تذکرہ وسوانح مولانا عبدالحقؒ''اور''صحبتے بااہل حق'' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق کو درسِ نظامی کی تحصیل وتکمیل کا موقع اپنے ہی دارالعلوم حقانیہ میں ملا کہ سمندر گھر میں بہہ رہا تھا، دورۂ حدیث شریف میں اپنے عظیم والد سے تلمذ اور استفادے کا موقع ملا، صحاحِ ستہ اور ترمذی شریف باضابطہ پڑھنے سے ایک سال قبل بھی ترمذی شریف کے درس میں شریک رہے اور تمام افادات من وعن لکھتے رہے، ان امالی کا ایک حصہ احقر کی تبییض وتدوین اور تخریج کے ساتھ''حقائق السنن'' جلد اوّل کے نام سے علمی دنیا کے ماہرین علم وفن سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہے، ان امالی کے باقی حصوں پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے، اللہ نے چاہا تو جلد ہی ترمذی شریف کی یہ جامع شرح منصۂ شہود پر نمودار ہوگی۔

سندِ فراغت

مولانا سمیع الحق نے ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث مکمل کیا اور اسی سال شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر بھی مکمل کیا۔خود تحریر فرماتے ہیں:''۲۰ رفروری ۱۹۵۹ء کو بخاری شریف کا آخری درس ہوا۔قرأت اس سیاہ کار کی قسمت میں آئی، میرے والد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ختم بخاری کرایا۔الوداعی تقریر نہایت پُر درد تھی، سینکڑوں افراد جمع تھے، جدائی کے غم کے جذبات شیخ اور تلامذہ سب پر نمایاں تھے۔(خودنوشت ڈائری، سال:۱۹۵۹)

مشائخ عرب وعجم سے اعزازی سندات

مولانا سمیع الحق کو اعزازی سندات سے نوازنے والے بعض اکابر علمائے کرام کا اجمالی تذکرہ نذرِ قارئین ہے

مولانا بدرِعالم میرٹھیؒ

آپ ہندوستان کے جلیل القدر عالم دین نامور محدث خوش بیان مناظر مبلغ اسلام اور شیخ طریقت تھے آپ کی ولادت بدایوں (یوپی) میں ۱۳۱٦ھ میں بمطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔چنانچہ آپ کو والد صاحب (حاجی تہور علی) نے ۱۳۳۰ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد

سہارنپوریؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جہاں آپ نے مسلسل آٹھ سال رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور ۱۳۳۶ھ میں فراغت حاصل کی۔

وفات

مدینہ منورہ میں ہی طویل علالت کے بعد ۵/رجب ۱۳۸۵ھ بمطابق ۲۸/اکتوبر ۱۹۶۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہیں۔ (ملت اسلام کی محسن شخصیات،ص:۲۲۲)

مولانا سمیع الحق فرماتے ہیں: ''سفرِ حج کے دوران قیام مکہ کے ایام میں میں مولانا بدرِ عالم کی مجلس میں گیا میری طرف متوجہ ہوکر عربی میں دیر تک گفتگو کرتے رہے مولانا کا اس ضعف ونقاہت میں وسعت اخلاق اصاغر نوازی واقعی عجیب لگی۔ مولانا مرحوم نے اردو شعروشاعری میں اپنی دلچسپیوں کا ذکر کیا، جاتے وقت میں نے صحاحِ ستہ کی سند ''تبرکاً'' لینے کی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ آرہے ہیں ان سے لیجئے! یہاں عرب میں اس کا رواج ہے بڑے بڑے لوگ مثلاً فضیلۃ الشیخ علوی مالکی وغیرہ آتے ہیں میں حتی الوسع انکار کرتا ہوں میں نے کہا حضرت! مجھے یہاں صاحب السنہ کے شہر مدینہ میں حدیث کی نسبت قائم کرنے کا شوق ہے، فرمایا: اچھا پھر کسی وقت ارادہ کرلیں تو اجازت دے دونگا، کچھ دن بعد دوبارہ مولانا بدرِ عالم کے ہاں حاضری دی انہوں نے میرے اصرار پر صحاحِ ستہ کی اجازت اور سند دی اور فرمایا کہ اس حال میں قرأت وسماعت کے آداب وشرائط کا اہتمام نہیں کرسکتا اس لئے بغیر کتاب پڑھے اجازت دیتا ہوں اور فرمایا کہ شرح نخبۃ الفکر میں یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ محدث اس طریقہ سے پورے اہل بلدۃ کو اجازت دے سکتا ہے'' (الحق جولائی ۲۰۰۸ء،ص:۱۹)

جب ہم رخصت ہونے لگے تو مولانا بدرعالمؒ کا آخری جملہ مجھ (مولانا سمیع الحق) سے یہ تھا کہ وانتم فی المعراج اپنی پستی کو دیکھ کر اس جملہ پر پانی پانی ہوگیا۔ مولانا بدرعالمؒ نے حاضرین مجلس سے میرے متعلق کہا کہ یہ طالب علم نہیں عالم ہے، ان کے والد بھی بڑے عالم ہیں۔ (گنبد خضریٰ کے سائے میں ص:۱۸۳)

مولانا الشیخ عباس علوی مالکیؒ

آپ بہت بڑے عرب عالم تھے مکہ مکرمہ کی علمی زندگی کی رونق تھے، حرم شریف میں ان کا درس دور سلف کی یاد دلاتا تھا، ۱۹۷۱ء میں فوت ہوئے۔ (کاروانِ آخرت،ص:۳۱۴)

مولانا سمیع الحق تحریر فرماتے ہیں: ہم مدینہ منورہ میں مولانا عبدالغفور عباسی کے مکان سے

نکل رہے تھے کہ عالمِ عرب کے عظیم محدث شیخ علوی مالکی کی زیارت ہوئی۔ ان سے مصافحہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ان سے ملاقاتوں اور استفادے کا موقع بھی ملا، بعد میں مکہ مکرمہ میں ان کے دروس میں بھی شرکت کرتا رہا اور ایک دن شیخ اپنے گھر لے گئے اور اپنی سندات سے نوازا، جس کی تفصیل شیخ کے مجموعہ الثبت الکبیر میں موجود ہے، حضرت شیخ علوی مالکیؒ نے اپنی اعلیٰ ترین اسانیدِ احادیث سے بھی نوازا۔ (گنبدِ خضریٰ کے سائے میں، ص:۱۳۷)

حضرت مولانا فخر الدین احمد مراد آبادیؒ

حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) اپنے دور میں اونچے درجے کے محدث تھے۔ آپ نے ۱۳۲۸ ھ میں حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔ آپ ساری زندگی حدیث پڑھاتے رہے نصف صدی کی اس طویل مدت میں ہزاروں طلباء حدیث نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا آپ کا درس بخاری نہایت مضبوط اور مفصل ہوتا تھا جس میں حدیث کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہوتی تھی۔ ۱۳۷۷ ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے دارالعلوم دیوبند کے منصب شیخ الحدیث کے لیے آپ کا انتخاب کیا آپ آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۱۳۷۷ ھ سے ۱۳۸۳ ھ تک دارالعلوم میں آپ سے ۱۱۶۱ طلباء نے صحیح بخاری پڑھی ہے۔ تعلیمی وتدریسی مشاغل کے علاوہ ملکی وملی سیاسات سے بھی آپ کا تعلق رہا اور جمعیت علماءِ ہند اور کانگریس کی تحریکوں میں برابر حصہ لیتے رہے کئی بار جیل بھی گئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بعد آپ ہی جمعیت علماءِ ہند کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ ۲۰؍صفر ۱۳۹۲ ھ کو انتقال فرمایا اور مراد آباد میں تدفین ہوئی، حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ (آمین) (پچاس مثالی شخصیات، ص:۱۶۳)

حضرت مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: ''۱۹۶۱ء میں ہفتہ عشرہ کے لیے ناچیز کا دیوبند جانا ہوا تو ایک دو روز حضرت مولانا فخر الدین کے درس بخاری میں شرکت کی سعادت بھی پائی حضرت شیخ مدنی کی مدنی منزل میں جہاں حضرت مولانا فخر الدین مستقل مقیم تھے حضرت کا قرب ملا اور اس اثناء میں میری خواہش پر تبرکاً سندِ حدیث سے بھی سرفرازی بخشی اور مولانا اسعد مدنی کی موجودگی میں ناچیز اور رفیق سفر مولانا عبداللہ کاکاخیل کو تبرکاً صحیح بخاری شروع کرائی''۔ (کاروانِ آخرت، ص:۹۷)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

آپ کی ولادت باسعادت محرم الحرام ۱۳۱۵ھ بمطابق جون ۱۸۹۷ء بروز اتوار دیوبند میں ہوئی، آپ کا نام نامی محمد طیب تجویز کیا گیا اور تاریخی نام مظفر الدین رکھا گیا اول نام سے آپ کی شہرت ہوئی۔ حفظ قرآن کے لئے قاری محمد عبدالوحید الہ آبادی کے ہاں داخلہ لیا۔ ۱۳۲۶ھ میں جب آپ کی عمر ۱۱ سال ہوئی آپ نے حفظ قرآن تجوید کے ساتھ مکمل کیا حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد آپ نے فارسی ریاضی وغیرہ کی تکمیل کی، ۱۳۳۰ھ میں عربی میں داخل ہوئے، ۱۳۳۷ھ میں آپ فارغ ہوئے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں تدریسی زمانہ ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۴۳ھ تک رہا۔ مشکوٰۃ شریف کافی عرصہ تک پڑھائی اس کے علاوہ احادیث کی دوسری کتابیں بھی گاہے گاہے آپ کے ذمہ رہیں، حضرت مولانا فخر الدین کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تک آپ نے صحیح بخاری کا درس دیا مگر ضعف وپیری اور کثرت مشاغل کی وجہ سے بخاری کی تدریس سے سبکدوش ہوگئے۔ حجۃ اللہ البالغہ سے آپ کو خصوصی شغف تھا اس کتاب کو آپ نے ہمیشہ پڑھایا اور اخیر میں بھی اس کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام کا منصب سنبھالا اور تاحیات اس عہدہ کو زینت بخشی۔ ۱۳۵۰ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کیا، آپ کی سو سے زائد تصنیفات ہیں آپ بڑے اچھے خطیب بھی تھے بلند پایہ مصنف اور خطیب ہونے کے ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ۱۶ر شوال المکرّم ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار ۸۸ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے جانشین مولانا محمد سالم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ (ملت اسلام کی محسن شخصیات، ص:۲۳۸)

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: ''جامعہ اشرفیہ لاہور میں اکابر علماء اور شیوخِ حدیث جمع تھے۔ والد ماجد محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بھی موجود تھے۔ مولانا قاری محمد طیبؒ نے سب کو اجازتِ سند سے نوازا، احقر بھی اجازتِ سند کی اس تقریب میں شریک تھا اور اکابر کے طفیل سے ناچیز کو بھی اس اجازت کی سعادت ملی۔ سند نذرِ قارئین ہے:

الحمد لله وحده و الصلٰوة على من لا نبى بعده ، و بعد فان بعض اخوانى الصلحاء

استجازنی للاحادیث المسلسلة بالسند المتصل من العبد الضعیف الی رسول رب العالمین منهم الشیخ محمد مشرف علی التهانوی و الشیخ المولوی ممتاز احمد التهانوی و المفتی عبد الشکور الترمذی و المولوی محمد شریف الجالندهری و المولوی الشیخ محمد عبد الحق الحقانی و الشیخ محمد مالك الکاندهلوی شیخ الحدیث بالجامعة الاشرفیه و الشیخ محمد صدیق البرمی و الشیخ محمد عبید الله المدیر بالجامعة الاشرفیه و الشیخ عبدالرحمان نائب المدیر بالجامعه الاشرفیه ، فاجزتهم جمیع ما فی مجموعة المسلسلات والدر الثمین باجازه مجملة والروایة المسلسلة بالمصافحة والمسلسل بالاسودین الماء والتمر عملا باجازة مفصلة بما اجازنی الشیخ الجلیل مولانا خلیل احمد السهارنفوری و اوصیهم بتقوی الله فی السر و العلن و باداء حقوق العلم و اهل العلم و باشاعة العلوم الدینیة و بالله التوفیق و هو خیر رفیق و الحمد لله الذی بنعمته تتم الصٰلحات ۔

محمدطیب

(مهتمم دارالعلوم دیوبند نزیل لاهور)

مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ

مولانا نصیرالدین بن بہاؤالدین ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں غورغشتی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے، مولانا نصیرالدینؒ نے اپنے بڑے بھائی مولانا شہاب الدین سے ابتدائی درسیات پڑھیں ۔ اس کے بعد ملتان گئے اورصرف ونحو کی تحصیل کی ، وہاں سے موضع نوتھہ ضلع اٹک میں مولانا غلام رسولؒ المعروف اِنّی والا بابا کے حضور میں آئے ، مولانا غلام رسولؒ سے نحو، معانی اور منطق کی کتب پڑھیں ۔ دورۂ حدیث قاضی قمرالدین چکڑالویؒ سے پڑھا، علومِ متداولہ کی تحصیل مکمل کر کے آبائی گاؤں غورغشتی میں تدریس شروع کی مگر مولانا سلطان محمد ساکن نوتھہ ضلع اٹک کے ایماء پر رنگون چلے گئے ۔ جہاں چند سال فرائضِ تبلیغ وخطابت انجام دیئے، رنگون کے زمانۂ قیام میں دارالعلوم دیوبند کی تابندہ روایات کا تذکرہ سن کر دیوبند جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ رنگون سے واپس آتے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا مگر خرابیٔ صحت کی وجہ سے چندہفتوں سے زیادہ قیام نہ کر سکے، غورغشتی میں دوبارہ تدریس شروع کی تو پشتو اور فارسی بولنے والے علاقوں کے طلبہ ٹوٹ پڑے ۔ مختلف سالوں میں ساٹھ سے لیکر

ڈیڑھ سو تک طلبہ زیردرس رہے۔ انتقال سے چند سال پہلے بوجہ ضعف پیری سلسلہ تدریس موقوف کردیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ علامہ انورشاہ کشمیریؒ کی رحلت کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے منتظمین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں مدرسہ کی مسندِ حدیث کی پیش کش کی مگر مولانا نصیر الدینؒ نے اپنے وطن میں رہ کر خدمتِ حدیث کو ترجیح دی۔

مولانا نصیرالدینؒ نے خواجہ سراج الدینؒ (موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، ان کے انتقال کے بعد مولانا حسین علیؒ سے تجدیدِ بیعت کی، موصوف واں بچھراں میں اکثر قیام کرتے اور اپنے استاد ومرشد مولانا حسین علیؒ سے استفادۂ علمی ودینی کرتے تھے، مولانا حسین علیؒ کے خلفاء میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ موصوف کی زندگی خداخوفی، تقویٰ اور توکّل علی اللہ کی سچی تصویر تھی، سادہ طبیعت اور معتدل مزاج بزرگ تھے۔ حمیت دینی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دس ماہ تک اٹک اور ساہیوال کے جیل خانوں میں رہے۔ ۶/ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ بمطابق جنوری ۱۹۶۹ء کو پی، او، ایف ہسپتال واہ چھاؤنی میں وفات پائی۔ میت غورغشتی لائی گئی اُن کے صاحبزادے مولانا رکن الدین نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک نے آپ کو دینی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا، درج ذیل تین کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں: حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح، حاشیہ ابوداؤد، حاشیہ جامع ترمذی۔ (تذکرہ علمائے پنجاب ج:۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں: ''اپنے وقت کے شیخ کامل، عارف باللہ، امام المحدثین، نمونۂ سلف، پیکر اخلاص وتقویٰ شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی قدس اللہ سرہ العزیز پون صدی تک علوم حدیث کی درس وتدریس میں مشغول رہے۔ تقویٰ، اخلاص، سادگی اور معصومیت میں اسلاف کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ وجود باجود ارشاد نبوی: اذارءُ وا ذکراللّٰہ کا مصداق تھا، مشکوٰۃ شریف کی نہایت حکیمانہ اور محققانہ شرح فقہ حنفی کے رنگ میں لکھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ افغانستان اور قبائلی علاقوں اور پشتونوں میں علم وحدیث کی ترویج کے سلسلہ میں انہیں ان علاقوں کا شاہ ولی اللہ قرار دیتے تھے کہ ان سے قبل درس وتدریس اور تعلیم وتعلّم چند فقہی کتابوں تک محدود رہتا، حضرت شیخ الحدیث

مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ سے خاص تعلق خاطر رہا، بالالتزام دارالعلوم کے دستار بندی جلسوں کی افتتاحی نشست کی صدارت فرماتے رہے اور جلسوں کے علاوہ بھی بارہا دارالعلوم کو اپنی تشریف آوری سے نوازتے رہے۔سوسال سے متجاوز عمر میں وصال فرمایا'' (مکاتیب مشاہیر:۱/۶۳۹)

مولانا عبدالغفور عباسیؒ

مولانا عبدالغفور عباسیؒ بھی مولانا سمیع الحق کے شیخِ طریقت ہیں ۔مولانا سمیع الحق نے مدینہ منورہ میں انکے دستِ حق پر بیعت کی سعادت حاصل کی ۔حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی کا فیض ایک جہاں میں پھیلا ۔

تذکرہ وتعارف

مولانا عبدالغفور عباسیؒ ۱۸۹۴ء میں جدبابرکلی کے مغربی کنارے ہاشم خیل بانڈہ علاقہ چغرزئی دربند ہری پور ہزارہ میں مولانا شاہ سید صاحب کے گھر پیدا ہوئے ۔قومیت کے لحاظ سے آپؒ عباسی تھے ۔ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی اعلیٰ تعلیم کیلئے مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ وہیں موقوف علیہ کی تکمیل کرکے دورۂ حدیث شریف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ سے پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا فضل علی قریشی ساکن مسکین پور ضلع مظفرگڑھ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انکے ہاں قیام کرکے خوب ریاضت ومجاہدہ کرکے ان سے خلافت حاصل کی اور جانشین ہوئے ،سلسلہ عالیہ قادریہ میں مولانا محمد یونس صاحب ساکن پائمال شریف سے خلافت ملی، ۱۹۳۶ء کو حج کے ارادہ سے حجاز پہنچے اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے ،آپکی قیامگاہ ایک خانقاہ کی حیثیت رکھتی تھی ،جس میں فیض حاصل کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔جن حضرات نے روحانی اسباق کی تکمیل کرکے آپ سے خلافت حاصل کی ان کی تعداد اچھی خاصی ہے جو عرب وعجم میں پھیلے ہوئے ہیں ،۱۸ مئی ۱۹۶۹ء کو آپؒ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (تذکرہ علمائے سرحد ص:۳۸۱)

مولانا عبدالغفور عباسیؒ سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز روحانی مشائخ میں سے تھے ۔عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ میں مہاجر کی حیثیت سے مقیم رہے اور حجازی قومیت اختیار فرمائی ۔آپ پر رشد وہدایت کا غلبہ تھا۔

مولانا عباسی جامعہ حقانیہ میں

مولانا سمیع الحق لکھتے ہیں: ''جمعہ ۱۴/ مارچ ۵۸ء/۲۲/ شعبان ۷۷ھ مدینہ منورہ کے مشہور عالم اور رہنماء و مرشد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی مہاجر مدنی باب مجیدی (متوطن چغرزی جدبا ریاست سوات) دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے'' (خودنوشت ڈائری)

استادِ محترم نے حضرت عباسی صاحب کی تشریف کے مناظر بڑے خوبصورت پیرائے میں حوالہ قرطاس کئے ہیں، تفصیل کیلئے راقم کی کتاب ''حیات و خدمات مولانا سمیع الحق'' ملاحظہ فرمائیں۔

ہائے دلِ سنگ دل

مولانا سمیع الحق رقمطراز ہیں: ۱۹۶۴ء میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے بہرہ مند فرمایا تو بروز ہفتہ تراویح سے تھوڑی دیر قبل مسجد غفوری گئے۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنیؒ مسجد میں داخل ہورہے تھے، چلتے چلتے ملاقات ہوگئی، بے حد خوشی ہوئی، فرمایا: ملاقات کیلئے آیا کرو، بارہا اصرار کیا کہ یہاں میرے ساتھ رہو مگر رفقاء کی جدائی بھی مناسب نہ تھی اور نہ سب کا وہاں رہنا مناسب تھا ویسے ان کے ہاں اکثر اوقات جاتا رہا، بڑی شفقت فرماتے، مولانا عبدالغفور عباسیؒ کے گھر کے سامنے کوئی پاکستانی رہتا تھا ان کے گھر میں ریڈیو سے پاکستانی اور ہندی گانوں کی آواز آتی رہتی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ کم از کم مدینہ منورہ میں تو یہ چیزیں نہیں ہونی چاہئیں۔ عصر کی نماز کے بعد کبھی کبھار مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کی مجلس تصوف وسلوک میں شریک ہوتا رہا۔ مراقبہ کیلئے انہوں نے پہلی صف میں اپنے پہلو میں بٹھایا اور مراقبہ میں خصوصی طور پر بار بار پوری توجہ سے نوازتے رہے مگر ہائے دل سنگ دل کے کیا کہنے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی اسے خصوصی لطف وکرم سے دلِ زندہ بنا دے۔

حرمِ کعبہ کے فیوض و برکات

حضرت نے خصوصی نصائح وہدایات سے نوازا، فرمایا: مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران زیادہ وقت حرم شریف میں گزارا کرو اور اس تصور سے خانہ کعبہ کو ہر وقت دیکھتے رہو کہ تجلیاتِ ربانی اس پر نازل ہوکر میرے قلب میں جاگزیں ہورہی ہیں اور اکثر اوقات قضاشدہ نمازوں، نوافل، تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ میں گذرنا چاہئے۔ فرمایا! تمہارا قیام مدرسہ صولتیہ میں ہے جو تبلیغی مرکز ہے مگر زیادہ

وقت ان کے ساتھ نہ گذرنے پائے، ان کا کام بہت اعلیٰ وارفع ہے مگر مقصدِ اصلی تمہارا حرمِ کعبہ کے فیوض وبرکات حاصل کرنا ہے، اس طرح سیاسی قسم کے لوگوں کے ساتھ وہاں وقت نہ ضائع کریں نہ کسی کے ساتھ علمی مباحث اور مناظروں میں پڑیں، کسی پر تنقید نہ کریں، اس قسم کے مباحث سے بچیں جس میں لامحالہ غیبت آ جائے اور کدورت قلبی پیدا ہو، قبل از دو پہر شیخ نے لطیفہ سر کی تعلیم دی اور بالکل الگ اور تنہائی میں کافی دیر تک مراقبہ کرا کر توجہ دی اور اس پر مداومت کرنے کی شوق سے تاکید کی کہ ......

تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

کا مصداق نہ بنوں ورنہ تہی دستی تو ڈھکی چُھپی نہیں۔

شیخ کے ارشادات

مولانا سمیع الحق اپنے شیخ کے وعظ و اِرشاد کی خصوصی مجالس میں ان کے ملفوظات و ارشادات کو قلم بند کرتے رہے اور حضرت شیخ سے نظر ثانی بھی کراتے رہے۔ اس طرح ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا جو ''الحق'' میں قسط وار چھپتا رہا، پھر کراچی کے ایک مکتبہ نے اس کو علیحدہ مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کیا اور اب یہ ارشادات ''خطباتِ مشاہیر'' میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

خواجہ عبدالمالک صدیقی نقشبندیؒ، خاص توجہات اور دُعائیں

خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور شیخِ طریقت تھے، ان کے حلقۂ ارادت میں اکثر علماء محدثین اور مدرسین شامل تھے، ۹ رستمبر ۱۹۷۳ء میں فوت ہوئے، جب دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو مجالس مراقبہ وغیرہ میں مولانا سمیع الحق بھی انکے حلقہ میں بیٹھتے حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ ان کو اپنی خصوصی توجہات سے نوازتے رہے، مولانا ابراہیم فانیؒ فرماتے ہیں: جب کبھی حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ دارالعلوم حقانیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے تو ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کا بے پناہ ہجوم خانقاہِ اشرفی کا سا منظر پیش کرنے لگتا (کاروانِ آخرت ص:۱۰۷)

خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ نے حضرت مولانا عبدالغفور سواتیؒ کو خط لکھا اس میں حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خلف الرشید مولانا سمیع الحق کو قدرت نے

عجیب سمجھ عطا فرمائی ہے عزیز مولوی سمیع الحق کو قدرت اپنے فضلِ خاصہ سے ایک فرد ضرورت اسلام مرضیہ کے لئے ثابت رکھے۔ (آمین)

مولانا سمیع الحق نے اپنی تحریر میں تعلقِ نسبت روحانیت بغرضِ اصلاح چاہی تھی، اس کے لئے ان شاء اللہ بوقت حضورِ خاصہ عمل کر کے جواب دوں گا، مکرر دُعا ہے کہ اللہ عزاسمہ عزیز مذکور کو مقامِ احسان کا اعلیٰ مرتبہ میری خدمت سے نصیب فرمائے۔ (مکاتیب مشاہیر: ۱/۴۹۱)

جامعہ مدینہ منورہ کے مشائخ سے استفادہ

مولانا سمیع الحق خود راوی ہیں:

یہاں مدینہ منورہ میں جو جامعہ حکومت کی نگرانی میں ہے اس کے دروس و محاضرات میں شریک ہوکر میرا یہ یقین اور بھی پختہ ہوا کہ ہمارے ہاں کے مروّج درسِ نظامی اور طریقہ درس و تدریس میں جو تصلب و تعمق ہے، اس کا عشر عشیر بھی کہیں اور نہیں۔ یہاں پڑھائی کا طریقہ عصری تعلیم گاہوں کی طرح ہے۔ جامعہ کے ادارہ تعلیمات نے دروس میں شریک ہوکر استفادہ کرنے کا تحریری اجازت نامہ دیا۔ پہلے دو گھنٹوں میں نے رفقاء کے کمرہ میں بیٹھ کر علامہ سمہودی کی کتاب القریٰ لقاصد ام القریٰ کا مطالعہ کیا، پھر جامعہ کی درس گاہ میں (مولانا) عبداللہ کاکاخیل، (مولانا) حسن جان اور (مولانا) عبدالرزاق اسکندر کے ساتھ شیخ ناصر الدین البانی کی کلاس میں شرکت کی، وہ بلوغ المرام کی شرح سُبُل السلام پڑھا رہے تھے، اوقات صلوٰۃ خاص کر وقت جمعہ پر تقریر تھی، جسے میں نے تذکارِ حرمین نامی کاپی میں نقل کرلیا۔ طلبہ کے نقد و جرح اور بحث و مباحثہ کی وجہ سے استاد کو کھل کر تقریر کا موقع نہ ملا۔ استاذ کا تحمل، صبر، حوصلہ اور علمی شغف قابل دید تھا۔ اس کے بعد دوسرے پیریڈ میں دوسرے استاد شیخ اشقر کی کلاس میں شرح ابن عقیل پر ان کا درس سنا۔ شیخ عمر الاشقر فلسطینی ہیں۔

دوسرے دن یہاں علامہ شیخ محمد امین الشنقیطی کے درس میں بھی شرکت کی، شیخ امین افریقہ کی ریاست موریطانیہ کے شنقیط قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، شیخ کو تمام مروّجہ علوم بالخصوص تفسیر پر بڑا عبور حاصل ہے۔ ان کی تفسیر اضواء البیان فی ایضاح القرآن نے علمی دنیا میں بڑی شہرت پائی ہے۔ شیخ امین آیت کریمہ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ کی تشریح کرتے رہے، میں نے خلاصہ نوٹ کرلیا۔ (گنبد خضریٰ کے سائے میں، ص: ۱۳۴، ۱۳۶)

مولانا راشد الحق سمیع حقانی
مدیر ماہنامہ ''الحق'' جامعہ حقانیہ

اشک ہائے درد

آہ! حضرت اباجی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی المناک جدائی

ایک جامع، مشفق شخصیت اور عظیم والد کی ہمہ جہت پہلوؤں سے وابستہ یادیں

ذیل کا مضمون ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر حضرت مولانا راشد الحق سمیع حقانی کا اپنے عظیم والد شہید ناموسِ رسالتؐ کی شہادت کے فوراً بعد ''الحق'' کے خصوصی شمارہ نومبر ۲۰۱۸ء تا جنوری ۲۰۱۹ء بیاد حضرت شیخ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیلئے لکھا گیا ادارتی کالم بلکہ نثری مرثیہ ہے۔ واقعتاً اُن کی شہادت سے علم وفن کے چراغ بجھ گئے، فکر و آگہی کے سوتے خشک ہونے لگے، ایمان و یقین کی محفلیں ویران ہوگئیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے علم وفن کی ایک دنیا وابستہ تھی جن کے ایمان کی حرارت سے بہتوں کو ایمان، جن کے فکر ونظر کے چراغ سے بہتوں کو روشنی، جن کی ہدایت وارشاد سے بہتوں کو راہِ مستقیم اور جنکے قلم سحر طراز سے بہتوں کو قلم پکڑنے کا سلیقہ حاصل ہوا۔ ان کے سانحۂ شہادت پر جس انداز سے مولانا راشد الحق سمیع حقانی نے لکھا یہ واقعتاً ان کا استحقاق تھا اور اللہ نے ایسا لکھنے کی صلاحیتوں سے انہیں مالامال فرمایا ہے

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

چونکہ مدیر ''الحق'' کی تحریر مختصر ہونے کے باوجود جامع، مشاہدات پر مبنی، دردِ دل سے معمور اور روشن نقوشِ حیات سے پرنور ہے، جسے خصوصی اشاعت کا متن، مکھن اور جوہر قرار دیا جاسکتا ہے جو کہ نذر قارئین ہے......

میرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

أولئك آبائی فجئنی بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع

(حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ)

بانی ''الحق'' نابغہ روزگار ہمہ جہت، ہشت پہلو اور عہد ساز ہستی، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی المناک شہادت کے بعد ماہنامہ ''الحق'' تین ماہ کے تعطل اور تاخیر کے بعد پیش خدمت ہے، اس حال میں کہ حضرتؒ کی ناگہانی شہادت اور کربناک جدائی کے باعث دارالعلوم، ادارہ ''الحق'' اور خصوصاً راقم شدید حزن وغم میں ڈوبا ہوا ہے، شدتِ یاس والم کی فراوانی اور روزانہ مہمانوں کی تسلسل کے ساتھ تعزیت کے لئے آمد اور راولپنڈی واسلام آباد میں تفتیشی اداروں کیساتھ راقم کی پے در پے میٹنگز کے باعث دن بدن رسالہ کی اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی، پھر مجلّہ تیار ہونے کے بعد میرے اداریے (نقش آغاز) کے لئے پڑا رہا، کئی بار زخمی دل و دماغ کو مجبور و نیم آمادہ کیا کہ کچھ نہ کچھ حضرت والد صاحب شہیدؒ کے متعلق فوری طور پر لکھ سکوں لیکن ہر بار قلم صبر وقرار اور ہمت کے بندھن سمیت بار بار ٹوٹتا ہی چلا گیا اور زخمی قلب وجگر اور آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے خون کے چشمے ہی پھوٹتے رہے، اب میری ناقص سمجھ میں قرآن میں صبر کی قدر ومنزلت اور اس کی اہمیت اور اس پر قائم رہنے کی تفسیر واضح ہو رہی ہے۔ الحمدللہ ہمیں حضرت والد صاحبؒ کی شہادت پر فخر ہے، موت برحق ہے انہیں شہادت بھی اعلائے کلمۃ الحق کی اذانِ مسلسل کے عوض دی گئی ہے، انہیں اپنے خون میں اس لئے نہلایا گیا کہ آپ عالمی استعمار امریکہ، نیٹو ہندوستان وافغانستان کے عزائم میں رکاوٹ نہیں بلکہ چٹان کی طرح آخر تک کھڑے رہے جو موقف افغان مجاہدین اور عالم اسلام کی کمزور دینی و جہادی تحریکات کی حمایت میں چالیس برس آپ نے قائم کیا تھا اس پر کبھی کمپرومائز اور سودابازی و کمزوری نہیں دکھائی، دفاع اسلام ودفاع پاکستان کی حفاظت کے لئے عمر بھر دشمنان اسلام وپاکستان سے لڑتے رہے اور بالآخر انہی دشمنوں کی عالمی سازشوں کے ہاتھوں شہید ہو کر ہمیشہ کیلئے امر ہوگئے: وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۴)

اسی طرح شہادت سے دو روز قبل توہین رسالتؐ کی مرتکب آسیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف سپریم کورٹ اور حکومت وقت کے غلط فیصلے کے خلاف تاریخی تقریر بھی آپ کے عمر بھر کے علمی و دینی کاموں کے برابر عندالناس اور عنداللہ مقبول ہوئی، بعض حلقے اِن کی شہادت کو اس پس منظر میں بھی دیکھ رہے ہیں اور کچھ حلقے ان دونوں عوامل کے تناظر میں حضرتؒ کی شہادت اور پس پردہ محرکات کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ معلوم نہیں حقیقت میں آپکے قتل نامے اور محضر نامہ پر کس کس کی رضا و منظوری کی مہر لگی ہوئی ہے؟ بہرحال! انہی عوامل اور جرات واستقامت کے باعث بالآخر شہادت کی منزل پر پہنچ کر ہی سرخرو ہوگئے، اسلام میں شہداء کا ماتم ممنوع ہے لیکن جس طرح ۸۲ سالہ انتہائی کمزور

اور ضعیف شخص کو خنجر کے دو درجن کے قریب زخموں سے چور چور کر کے شہید کیا گیا ہے تو اس بر بریت اور آپ کی جدائی کے صدمے اور فطرت انسانی کے باعث کچھ نہ کچھ غم وحزن کا اظہار ایک بیٹے و شاگرد ہونے کے ناطے میرے لئے قدرتی وفطرتی امر ہے۔

کاش! حساسیت کا عنصر میرے وجود میں زیادہ نہ ہوتا اور کاش! آنکھ میں نمی اور دل میں اِن کی یادوں کی آبشار نہ بہہ رہی ہوتی تو اپنے عظیم بوڑھے والد کی المناک اور وحشیانہ قتل وشہادت پر حالِ دل کی لمبی سے لمبی تفسیر لکھتا لیکن درماندگی اور شکست وریخت کے باعث فی الحال کچھ زیادہ لکھنے سے قلم و دماغ دونوں قاصر ہیں۔حضرتؒ کی اچانک شہادت وجدائی سے دل و دماغ میں گویا شور قیامت بپا ہے جس کے باعث قویٰ بالکل مفلوج ہو گئے ہیں، بارہا جتن کے بعد بھی بوجہ اداس ومجروح طبیعت حضرت والد صاحبؒ پر ان کی شان کے مطابق کچھ خاص نہ لکھ سکا......

خیال وصل سے فرصت مرے جنوں کو ملے
دل و دماغ کو آمادۂ فراق کروں

رسم دنیا اور ''الحق'' کی روایات کے مطابق نقش آغاز کی ذمہ داری چونکہ مجھ ناتواں کے کندھوں پر گزشتہ تین دہائیوں سے ہے اسی لئے یہ چند خونِ دل میں ڈوبی ہوئی سطریں لکھ دی ہیں اور بطور تبرک چند پہلوؤں پر اکتفا کرتے ہوئے درد کو ان چند صفحات میں سمونے کی کوشش کی ہے، اگر کشا کش غمِ پنہاں ونہاں سے کچھ سنبھل پایا تو ان کی جدائی میں بہت سے چراغہائے عقیدت ومحبت روشن کرنے کی کوشش کروں گا۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

راقم آج تک اپنے بزرگوں، دوستوں، عزیزوں اور نامور لوگوں کی وفات اور بچھڑنے پر ادارتی صفحات میں اظہارِ غم ونوحہ خوانی کرتا اور حکایات خونچکاں لکھتا رہا اور اس طرح شاہراہِ حیات پر چلتے ہوئے اکثر رہینِ ستم ہائے روزگار بھی رہا اور ساتھ ساتھ زمانے کے ہر طرح کے حادثات بھی سہتا رہا لیکن کبھی قلم، قلب، انگلیوں اور طبیعت پر کچھ لکھتے یا سوچتے ہوئے ایسی گرانی اور شوریدگی طاری نہیں ہوئی جیسی کہ اس بار ہے۔ ع انگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکاں اپنا

اکثر ایک ہی نشست میں کئی موضوعات پر اداریہ لکھ لیا لیکن آج حضرت والد ماجد شہیدؒ کو

جدا ہوئے ڈھائی ماہ سے زائد ہونے کو ہیں اور میں پہلے دن کی طرح سراپا سوز واَلم ہوں نہ جانے والد ماجد مرحوم کے بارے میں تعزیتی شذرہ لکھنا کیوں کوہِ گراں اٹھانے سے زیادہ مشکل نظر آ رہا ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ہر شے اپنی شوخی کھو بیٹھی ہے۔ شاخ وگل کا ذکر ہی کیا پورا باغ کا باغ خزاں منظر نظر آ رہا ہے، ایک ویرانی سی ویرانی چارسُو پھیلی ہوئی ہے، گلی کوچے اور در وبام بجھے بجھے اور آسمان و زمین بھی افسردہ افسردہ نظر آ رہے ہیں، اس اچانک حادثہ سے بستیء دل ودماغ کی ساری شوخیاں وسرگرمیاں بجھ گئی ہیں، گویا

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اور اِن دنوں میرا حال یہ ہے کہ دل مردہ اور سرِ شوریدہ ویرانوں، دشت وصحراؤں میں بھٹکنے اور پناہ لینے کے لئے ٹھکانے و بہانے ڈھونڈ رہا ہے......

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش
صحرا میں اے خدا! کوئی دیوار بھی نہیں

ہر چند دل و دماغ کی ویران بستیوں میں مَیں نے بہت صدائیں دیں کہ ''حضوری'' حاصل ہو اور کچھ تعزیتی کلمات ان کی شان کے مطابق ادب سے لکھ پاؤں لیکن وہاں بھی موت کی خاموشی اور سناٹے کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا اور یوں لگا کہ دونوں جگہوں میں ان دِنوں شامِ کربلا کا منظر ہے، کئی بار لکھنے کیلئے عزمِ صمیم کیا لیکن قلم اور آنکھ دونوں آنسو اور جوئے خوں بہاتے رہے اور کچھ زیادہ لکھنا ناممکن لگ رہا ہے۔ بقول غالب......

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

حزن و یاس کے اس پت جھڑ کے موسم میں اپنی انگلیاں سرد، جذبات گرم اور قلم اداس و دل افسردہ ہے۔

یاس و حسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سو
برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج

باپ جیسی عظیم مشفق شخصیت اور پھر حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی ہشت پہلو، جامع

الصفات اور طلسماتی شخصیت کا سوانحی احاطہ، تذکرہ، آثار و مناقب اور ذکرِ خیر میرے جیسے درماندہ و غمزدہ کے بس کی بات نہیں، یہ چند صفحات بھی بڑی مشکل سے لکھے ہیں، حزن وغم میں ڈوبے ہوئے قلم کی یہ ایک شکستہ و بے ربط تحریر ہے جس میں قطعی طور پر کچھ فنکاری و ریاکاری شامل نہیں اور میرے ٹوٹے ہوئے دل کے چند دردانگیز نالے، پراگندہ خیالات، دھندلی یادیں، ان کی شفقتیں، چند آ ہیں، کچھ زخمی جگر کے ٹکڑے ہیں، یہ متاع دیدۂ تر کا نذرانہ اور چشم تر کے چند خوں فشاں آنسو ہیں جنہیں بطور یادگار سپردِ قلم کر رہا ہوں...... ع من قاش فروشِ دلِ صد پارۂ خویشم

پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بخون دل
سازِ چمن طرازیٔ داماں کئے ہوئے

دنیا میں والدین جیسی نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ کہتے ہیں کہ بے لوث محبت آپ کو صرف والدین کی ذات سے ملے گی جس میں کوئی دنیاوی لالچ اور ظاہری ملاوٹ نہیں ہوتی۔ والدین ایک ٹھنڈی چھاؤں ہیں جس کے سائے تلے انسان ہر قسم کی سختیوں کی دھوپ اور حوادث کے طوفانوں سے محفوظ رہتا ہے لیکن حضرت والد مرحوم تو ٹھنڈی چھاؤں سے بڑھ کر ایک دوست، رفیق، مرشد، استاد و اتالیق تھے، ان کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا، ذوق مطالعہ سے لے کر شوق تحریر تک، ''الحق'' کی ادارت وانتظامی امور سے لیکر تعمیراتی نظام تک اور مقامی سیاست سے لے کر عالمی معرکہ آرائیوں تک ہر جہت اور ہر پہلو پر اُن سے استفادہ کیا۔ اس سے بڑھ کر وہ ایک مشفق باپ، کہنہ مشق مدرس، منفرد اور بہت ہی باصلاحیت مدبر مہتمم، بیباک، نڈر اور اپنی وضع کے بہت ہی مختلف بلند نگاہ سیاستدان اور عالی فکر لیڈر اور جراتمند غازی ومجاہد ہی نہیں بلکہ پاکستان کی مذہبی، سیاسی اور صحافتی تاریخ کا ایک قومی ورثہ تھے، روسی اور امریکی سامراج کے خلاف عمر بھر دارالعلوم حقانیہ کے منبر سے لے کر جہاد افغانستان کے گرم محاذوں اور سیاسی پلیٹ فارمز سے لے کر ایوان بالا، پارلیمنٹ کے ایوانوں تک اور دارلعلوم حقانیہ کے ترجمان رسالے ماہنامہ ''الحق'' کے ادارتی صفحات کے ذریعے ہر جگہ ان کے خلاف نبرد آزما و برسرپیکار رہے، آپ حقیقت میں جدوجہد آزادی کے علمبردار اور قافلہ حریت کے سپہ سالار تھے اور یہاں تک کہ زندگی کے آخری ماہ وسال میں آپ کا شوق شہادت اور بھی بڑھتا گیا اور بالآخر اپنے خون کا نذرانہ بھی بارگاہ ایزدی میں فدایانہ پیش کر دیا۔ آپ اسلاف کے اصولی روایات کے نقش کہن کے درخشاں نشان منزل تھے۔ آپ کی زندگی کا نصب العین پاکستان کو ایک آزاد اسلامی ریاست کے روپ میں دیکھنا تھا سو اسی جدوجہد میں اپنی زندگی کی تمام تر توانائیاں صرف کیں، باوجود علمی ودنیوی

جلالت شان کے آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے اور فقیرانہ درویشانہ زندگی کو دنیاوی جاہ وجلال پر ترجیح دیتے۔

حضرت مولانا شہیدؒ کی ہر سانس، ہر صدا اور قلم کی ہر جنبش علم وفضل کی ترقی، اسلام کی سربلندی اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بے تاب اور سرگرم عمل تھی۔ زندگی اور علم وفضل کا کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر آپ نے تنہا کئی اداروں سے بڑھ کر کام نہ کیا ہو اور تصنیفات و تالیفات اور علمی مقالات کا ایسا عظیم ذخیرہ آپ نے وراثت میں چھوڑا ہے کہ فضلائے حقانیہ اور تشنگان علم وفضل کو مدتوں اپنی تشنگی کا شکوہ نہیں کرنا پڑے گا۔ شہادت سے ایک دن پہلے یکم نومبر ۲۰۱۸ بروز جمعرات جب آپ گھر سے آخری بار چارسدہ اور اسلام آباد میں اجتماعات میں شرکت کیلئے جارہے تھے تو راقم نے انہیں معمول کے مطابق گاڑی تک رخصت کیا تو مجھے دو بڑے خاکی لفافوں میں کچھ مسودات دیئے اور فرمایا کہ ان میں میری زیر طبع تالیف ''مجلس شوریٰ میں نفاذ اسلام کی جدوجہد'' کے مسودات ہیں، اس کی نظر ثانی میں نے کرلی ہے اب مولانا اسرار سے کہو کہ وہ اسے پریس میں بھیج دے یعنی ہماری آخری و الوداعی ملاقات بھی تصنیف و تالیف اور کتاب واشاعت کے حوالے سے ہوئی۔ مطالعہ، تصنیف و تالیف ہی انکا اوڑھنا بچھونا اور جینا ومرنا تھا۔

کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی
گماں تک نہ ہوا وہ بچھڑنے والا ہے

صرف ماہنامہ ''الحق'' ہی کی خدمات کو دیکھ لیجئے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ آپ نے کس قدر بھرپور اس کی آبیاری اور سرپرستی جاری رکھی اور اسے عالم اسلام وبرصغیر کا معروف علمی، تحقیقی مجلّہ بلکہ ایک بہت بڑا عالمگیر ادارہ بنادیا، پھر اسی طرح اپنے قائم کردہ ادارہ ''موتمر المصنفین'' کی بنیاد بھی آپ نے ہی رکھی، جس سے اب تک الحمدللہ درجنوں تصنیفات وتالیفات کا سلسلہ جاری وساری ہے، آپ نے ۱۹۵۸ء سے تدریس کا آغاز کیا اور یوں پورے ساٹھ برس تک مسلسل تدریس کی اور خصوصاً مسندِ حدیث پر پچاس برس قال اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسباق پڑھائے، آپ کے خون جگر سے سینچے ہوئے اس گلشن حقانیہ ومیکدہ علم ودانش سے ہزاروں تشنگان علم و معرفت آب حیات پیتے رہے۔ افغانستان کی علمی ودینی اور جہادی قیادت کے چیدہ وچنیدہ اشخاص، محاذِ جنگ کے جرنیل، سیاسی زعماء، طالبان دورِ حکومت کے سرخیل، دینی مدارس کے مدرسین سے لے کر عدالتوں کے قضاۃ، کابینہ کے وزراء اور لشکر وسپاہ کے معروف جرنیلوں تک، بلوچستان کے بڑے بڑے

جامعات کے مہتممین ومحدثین اوراساتذہ حدیث ، کے پی کے کی معروف جامعات ،مقبول دینی مدارس کے بانیین اورارباب علم وفضل ومحدثین تک ،سندھ اور پنجاب کے علمی ،تعلیمی ،تدریسی اورادبی حلقوں میں حقانیین کی علمی ودینی اور تدریسی سرگرمیوں سے لے کر پارلیمنٹ میں علماء کی بھرپور نمائندگی تک مولانا سمیع الحق شہید کے تلامذہ کا ایک لشکر جرار ہے جو ظلم ، جبر واستبداد کے خلاف برسر پیکار اور علوم ومعارف کے دیپ جلا رہا ہے ، بطور نمونہ صرف جامعہ حقانیہ کے قرب وجوار میں چند نمایاں شخصیات سرفہرست ہیں ، حضرت مولانا قاری عبداللہ ، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی ، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن ، حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ، حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب ، حضرت مولانا قاری عمر علی صاحب جیسی بڑی علمی شخصیات آپ ہی کی تربیت یافتہ اوران کے لئے صدقہ جاریہ ہیں ،آپ کی تاریخی کتب ''مکتوبات مشاہیر'' (شائع شدہ ۷ جلدیں ، غیر مطبوع ۳ جلدیں) اور ''خطبات مشاہیر (۱۰ جلدیں) جس پر اردو ادب کو ہمیشہ ناز رہیگا ، تاریخی اہمیت کی حامل کتب ہیں ۔

حضرت امام لاہوریؒ کی شہرہ آفاق تفسیر جو آپ کی زندگی کی بہت بڑی آرزو اور تمنا تھی جس کی تالیف وترتیب میں آپ اِن دنوں ہمہ وقت مستغرق رہتے ۔ یہ آپ کی ۵۴۔۵۵ء کے زمانہ طالب علمی کے درسی وتفسیری نوٹ تھے جو آپ نے اب تک محفوظ کئے ہوئے تھے اوراب تین سال قبل اس کی تدوین وترتیب کا کام بڑے اہتمام سے شروع کیا تھا ، اس دوران دل کے آپریشن کا خطرناک مرحلہ بھی آیا ، دوران علاج بھی اور پھر خصوصاً آپریشن کے چند دن بعد ہسپتال میں ہوش وحواس میں آتے ہی بلکہ نئی زندگی کا عملی آغاز بھی تفسیر کے مسودات وقلم منگوا کر اس پر کام سے شروع کیا کہ اِسی کی تکمیل کی خاطر اپنے پروردگار سے زندگی کی دعائیں وساعتیں مانگی ہیں اوراس دیرینہ علمی ودینی کام کی تکمیل کی نذر مانی ہے ، ایک موقع پر آپ نے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب سے اسکے متعلق یوں فرمایا کہ ''اب تو تمنا ''تفسیر امام لاہوریؒ'' کی تکمیل ہے کہ جاتے جاتے قرآن کی خدمت بھی ہوجائے ، شیخ الہندؒ نے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں ایک شعر لکھا ہے اب میرا بھی یہی شعر وظیفہ ہے......

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ اے
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن دربغل

ہائے افسوس! کہ اِن کی یہ دیرینہ تمنا ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی اور زندگی نے مزید وفا نہ کی اور تقریباً ستائیس پارے اپنے ہاتھ سے مکمل کرکے کاتب تقدیر کے لکھے اور جرس اجل کے

بلاوے کے باعث ادھورے چھوڑ کر خلدِ بریں پروردگار عالم کے پاس مسودات تفسیر کا ادھورا ذخیرہ جلدی میں شوق شہادت کی آرزو میں ہاتھوں میں اٹھائے چلے گئے حالانکہ علمی حلقے اور ہم سب اس کے مشتاق اور چشم براہ تھے......

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمہی سو گئے داستان کہتے کہتے

بقیہ تین پاروں پر بھی کام زور وشور سے انہی باصلاحیت و اہل افراد مولانا محمد فہد، مولانا اسلام حقانی وغیرہ کے ذریعے جاری وساری رہا جنہوں نے ابتداء ہی سے حضرت مرحوم کے ساتھ مل کر یہ سارا کام شروع کیا تھا، فرق یہ ہے کہ اس کی نگرانی اور بقیہ کام کی تکمیل مجھ جیسے ناکارہ وکوتاہ ہمت انسان کے ذمہ آ گئی ہے، جو حزن ویاس کی شدت کے باعث عضو معطل بن کر رہ گیا ہے، بہرحال! اپنی بھرپور کوشش رہے گی کہ ان شاء اللہ یہ تفسیر جلد از جلد منصۂ شہود پر آ جائے، کچھ نئے مفید اضافے بھی کئے گئے ہیں۔

الحمدللہ اس بہادر محنتی فضلاء کی ٹیم نے دن رات ایک کر کے تفسیر کا عظیم کام مکمل کر لیا، صرف سورہ الناس کی تفسیر کا کام باقی رہ گیا تھا جسے رمضان المبارک جو قرآن کا مہینہ ہے اس کی مناسبت قائم رہے اور اختتام و برکت کیلئے ۲۷ویں شب کو مکمل کیا گیا، ان راتوں کا انتخاب اسلئے کیا کہ ان میں لیلۃ القدر کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور حرمین شریفین میں ختم قرآن بھی انہی راتوں میں ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت والد صاحب مرحوم کے باقی ارادوں ومنصوبوں کی تکمیل بھی ضرور ہوگی، دارالعلوم کی عظیم الشان زیرتعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ اور جدید عظیم الشان زیرتعمیر ''دارالتدریس'' (اکیڈمک بلاک) کی تعمیر بھی حضرت والد صاحب کی شدید ترین خواہش تھی اور آپ ہی کی سرپرستی میں اس کے سٹرکچر کی تکمیل بھی تقریباً (ڈھائی لاکھ اسکوائر فٹ) مکمل ہوگئی ہے، اس کی تمام خدمت و نگرانی کا ذمہ بھی حضرت والد صاحبؒ نے میرے ناتواں کندھوں پر ڈالا تھا اور تحدیث نعمت کے طور پر الحمدللہ مجھ سے اس خدمت کی بناء پر بہت زیادہ خوش رہتے اور ہر وقت دعائیں دیتے رہتے۔ ان شاء اللہ اِن کی تینوں ادھوری خواہشوں کی تکمیل کی مقدور بھر کوششیں جاری رکھوں گا۔ اللہ سے خصوصی التجاء ہے کہ وہ مجھ جیسے کمزور وناتواں کو اِن خدمات کو پورا کرنے کی توفیق اور حوصلہ عطاء فرمائے کیونکہ فی الحال تو برق غم کے باعث صبر وقرار کا خرمنِ دل اور ہمت وآرزو کا شجر جل چکا ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ آپ کے یہ کارہائے نمایاں تاریخ کے اوراق اور یادوں کی بستی میں ہمیشہ یادرکھے جائیں گے۔!!!!

حضرت والد صاحب مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کی سیاست کا محور بھی الحمد للہ دینی جماعتوں کی شیرازہ بندی اور متفقہ جدوجہد پر مبنی ہے۔آپ نے امت مرحومہ کو بانگ درا کی مانند اپنی نواہائے پریشاں سے ہر وقت جھنجھوڑا۔ اکابرین جمعیت کیساتھ زندگی بھر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور سیکولر حکومتوں کیخلاف بھرپور انداز میں جدوجہد کی ۔آپ نے ''تحریک نظام مصطفیٰ''، ''تحریک ختم نبوت''، ''تحریک نفاذ شریعت''، ''تحریک شریعت بل'' اور دیگر کئی اہم دینی وسیاسی تحریکات میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا اور باوجود ضعف و نقاہت کے آخری دم تک دین اسلام کے غلبہ اور استعمار کیخلاف جدوجہد کرتے رہے لیکن آہ! ظالموں نے اس مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان کو بھی نہیں بخشا۔ دہشت گردوں نے وہ شمع فروزاں بھی بجھا دی جو اندھوں اور اندھیروں کے شہروں میں باوجود بادسموم کے اب تک جل رہی تھی......

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹانے سے مٹتا نہیں ہے

معلوم نہیں کہ اس ملک پاکستان کا کون اصلی والی ،وارث اور حاکم ہے؟ اور کن ''نااہل لوگوں'' کے ہاتھ مسندِ قضاء و انصاف تھما دی گئی ہے۔ یہاں علماء، فضلاء اور مذہبی افراد کا خون ایسے بہایا جارہا ہے جیسے پاکستان نہیں بلکہ مصر، افغانستان، شام اور کشمیر ہو۔اس معاشرے میں زندہ رہنا اور علم وفضل و مذہب سے وابستہ ہونا گویا ایک جرم بن گیا ہے۔ ملک وملت پر ہر صبح قیامت کا سورج طلوع ہوتا ہے کسی نہ کسی گوشے، مدرسے، خانقاہوں سے لہو کی دھار اٹھتی ہے غروب آفتاب کے وقت افق پر شفق کی سرخی کی جگہ خونِ ناحق کی سرخی پھیلی ہوتی ہے۔ یہاں دانشوروں، علماء فضلاء کو قتل کیا جاتا ہے اور ڈاکوؤں، بدمعاشوں، درندوں کو قضاء و قدر اور عزت و وقار کی خلعتیں بخشی جاتی ہیں۔ پورا ملک یوں لگتا ہے کہ قتل گاہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہاں ہر عالم اور محبّ وطن کی زندگی بھر کی خدمات اور کاوشوں کا صلہ آگ وخون میں نہلا دینا ہے۔ اسکی مثال علمائے کرام کی شہادتیں ہیں۔معلوم نہیں کہ مملکتِ پاکستان اور پاکستانی معاشرہ کب تک اپنے محسنوں کی قبروں میں اضافہ برداشت کرتا رہے گا؟

بہرحال! حضرت مولانا شہیدؒ کے اصل قاتل وہی کفریہ قوتیں اور دشمن ممالک ہیں جن کے خلاف آپ عمر بھر نبردآزما رہے، اب یہ اربابِ اختیار کی کمزوری و بزدلی ہے کہ وہ کھل کر ماسٹر مائنڈ کا نام لیں یا اِن کے خلاف عملی اقدامات کریں لیکن یہ ممکن نہیں، بھلے اربابِ اختیار اور امریکی جنگ کے اتحادی فادر آف طالبان اور ''انتہا پسندوں'' اور مجاہدین کے سرپرست کے خون کا حساب کیونکر ان سے مانگیں گے؟ اور پھر اس سے قبل پاکستان میں متعدد مذہبی و سیاسی رہنماؤں اور حتیٰ کہ سابق صدر مملکت جنرل ضیاء الحق شہید، سابقہ وزیراعظم محترمہ بےنظیر بھٹو، سابق وزیراعظم لیاقت علی خان، مولانا حق نواز شہید، مولانا ضیاء الرحمٰن شہید، مولانا ایثار القاسمی شہید، مولانا عبداللہ شہید، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا اعظم طارق شہید، مفتی نظام الدین شہید، مولانا حبیب اللہ مختار شہید، حضرت مولانا حسن جان شہید، مولانا غازی عبدالرشید شہید، مفتی عثمان یار خان شہید، مولانا نصیب خان شہید، مولانا نور محمد شہید، حکیم محمد سعید شہید، ڈاکٹر خالد سومرو شہید، مولانا محسن شہید رحمہم اللہ نمایاں ہیں، جن کے اصل قاتل اور ماسٹر مائنڈ آج تک سامنے نہ آسکے، ہم نے پہلے دن ہی سے اپنے شہید والدؒ کی المناک شہادت پر بھرپور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔

شہادت کے فوراً بعد برادرم مولانا حامد الحق صاحب، حضرت مولانا انوار الحق صاحب، پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب، مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے میڈیا کے ذریعے قوم اور خصوصاً جمعیت علمائے اسلام و دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ لاکھوں لوگوں سے پرامن رہنے کی دردمندانہ اپیل کی، جس سے الحمدللہ فوری طور پر حالات کنٹرول میں رہے۔ اُن دنوں ملک کے ناگفتہ بہ حالات میں اگر ہم چاہتے تو پورے ملک میں آگ کا سمندر پھیلا سکتے تھے لیکن الحمدللہ یہ نہ اسلامی تعلیمات ہیں اور نہ ہمارے والد صاحب شہید کا جلاؤ گھیراؤ کا طریقۂ سیاست تھا۔ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کے خلاف جو ''انتہا پسندی وتخریب کاری'' کا جھوٹا پروپیگنڈہ تھا وہ انہوں نے اپنے صبر وتحمل اور پرامن کردار سے زائل کردیا۔ ان دو ڈھائی ماہ میں ہم نے بڑے صبر وتحمل اور استقامت کے ساتھ جمہوری طور پر احتجاج جاری رکھا، ملک بھر کے چھوٹے بڑے شہروں میں پُرامن احتجاجی اجتماعات اور مظاہرے ہوئے اور ہورہے ہیں کہ اصل قاتلوں کو فوری طور پر حکومت گرفتار کرے اور انہیں علی الاعلان بےنقاب کرکے قرار واقعی سزا دی جائے، گوکہ پاکستان کی تاریخ اس چیز کی نفی کرتی ہے کہ اصل قاتل کبھی گرفتار ہوسکیں گے، ہم نے اپنے عظیم والد مرحوم کے قتل کا مقدمہ اور معاملہ سب سے بڑے منصف خداوند ذوالجلال والاکرام اور عَزِيْزٌ ذُوْانْتِقَامٍ کی بڑی عدالت میں پیش کیا ہوا ہے، وہی ان

ظالموں، قاتلوں کافروں کیلئے کافی ہے۔ ان شاء اللہ قاتل اس کے مہلک اثرات سے اپنا دامن محفوظ نہیں رکھ سکتے اور ایک نہ ایک دن ضرور خداوند جبار وقہار کے حضور انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا......

جو چپ رہے گی زبان خنجر
لہو پکارے گا آستیں کا

آپ نے مرتے دم تک ظالم، جابر اور نااہل حکمرانوں کے سامنے ببانگ دہل کلمہ حق کہنا نہیں چھوڑا......

عمریست کہ افسانہ منصور کہن شد
ما از سرنو زندہ کنیم دارورسن را
جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

آپ اُن مردانِ حر میں سے تھے کہ آپ کو ''امام الشہداءؒ'' کا لقب افغان مجاہدین اور تحریک طالبان کے نمائندوں نے قندہار کے قریب تعزیتی اجتماع میں مل کر دیا کیونکہ جہاد افغانستان کی چالیس سالہ حمایت اور جدوجہد آزادی کے ہر موڑ پر حضرت والدصاحبؒ پیش پیش رہے۔تحریک طالبان افغانستان کو ۹/۱۱ کے بعد تقریباً ہر مذہبی رہنما اور ادارہ نے بے سہارا اور یتیم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا لیکن ہمارا ۸۲ سالہ بوڑھا باپ (جو حقیقت میں عزم و جرأت میں کوہ ہمالیہ تھا) ان کو اپنے روحانی ابناء سمجھ کر دنیا بھر سے الجھتا اور لڑتا رہا، کبھی اپنے موقف میں نرمی اور شرمندگی کا عنصر نہ آنے دیا۔ جہاد پر فخر کیا اور افغان طالبان ومجاہدین کی ہر فورم پر بھرپور نمائندگی کی۔سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کی جدوجہد ہو یا جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامائزیشن کی مسلسل مساعی ہوں یا جنرل مشرف کے دور اقتدار میں ایوان بالا میں اسلام، دینی مدارس اور خصوصاً افغانستان میں تحریک طالبان افغانستان کا مقدمہ تقریباً ہر اجلاس میں اٹھاتے رہے اور حکمرانوں کو جھنجھوڑتے رہے۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی رہنما اور سرپرستوں میں سے تھے، اسی لئے حضرت والد صاحب لڑکپن کے زمانے ہی سے جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ وابستہ ہوگئے تھے اور عمر بھر اپنے عظیم والدؒ کے شانہ بشانہ قومی اور ملی سیاسی امور میں عملی جدوجہد میں پیش پیش رہے، ان کے تینوں معرکۃ الآراء قومی اسمبلی کے الیکشنوں کی تیاری اور پھر بعد میں پارلیمنٹ میں اسلامی

آ ئین سازی و ترامیم کی تیاری میں اپنے عظیم والدؒ کی بھرپور خدمت و معاونت سعادت سمجھ کر کرتے رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ ،حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ،حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، ان اکابرین سے آپ کو بہت زیادہ محبت اور خصوصی شفقت حاصل تھی، آپ کی قلمی صلاحیتوں، بیدار مغزی، سیاسی شعوراور حد درجہ ذہانت کے یہ سب اکابرین بڑے معترف تھے۔

حضرت والد صاحب مرحوم منفرد طرز کے انتہائی مشفق مہتمم تھے،اپنے تیس سالہ دورِ اہتمام میں دارالعلوم حقانیہ جو پہلے ہی ایک عظیم اسلامی تعلیمی ادارے کے طور پر جانا پہچانا جاتا تھا،آپ کے حسن اہتمام وانتظام اور وسیع فکرونظر کے باعث دارالعلوم حقانیہ اب ساری دنیا اور خصوصاً عالم اسلام میں بہت ہی نمایاں اور ممتاز حیثیت کا حامل ادارہ گردانا جاتا ہے ۔معیاری تعلیم و تربیت پیدا کرنا، طلباء میں شعور، وسعت ظرفی و بالغ النظری کا جذبہ ابھارنااور عالم اسلام اوراس کی تمام سیاسی و جہادی تحریکات سے آ گاہی طلباء میں اُجاگر کرنا اور عالمی استعماری قوتوں کے اہداف و مقاصد سے آ گاہی اوران سے بیزاری ان کا خاص مقصدِ حیات تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تدریس کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، قوت حافظہ اور استحضار آخری عمر تک مثالی تھا،اکثر و بیشتر مصروفیات اوراسفار کے باعث اچانک بغیر تیاری کے دارالحدیث میں تشریف لاتے اورطلباء کو حدیث کا درس دفعتاً شروع کردیتے اور پھر طلباء محو حیرت رہتے کہ بغیر کسی تیاری ومطالعہ کے علم وتحقیق کے خزانوں کا منہ کھول دیتے۔اللہ تعالیٰ نے ذہانت کے ساتھ فصاحت وبلاغت سے بھی خوب نوازا تھا۔ درس کے آخر میں طلباء مختلف موضوعات پرحتیٰ کہ سیاسی امور پر بھی بہت سخت سوالات لکھ کر بھیجتے لیکن آپ ہمیشہ خندہ پیشانی کیساتھ اکثر سوالات کے جوابات دیتے اورانہیں مطمئن کرتے۔

عمر بھر انتظامی اور خصوصاً مطبخ (لنگر) کے چھوٹے بڑے مسائل میں طلباء کے موقف کی حمایت کرتے اور ناظمین ولنگر کی انتظامیہ کی سرزنش کرتے،تمام طلباء کو ہر وقت مہتمم سے اپنی بات کرنے اور شکایت کرنے کا موقع فراہم کرتے،کوئی پروٹوکول اور نظام الاوقات اس کیلئے مختص نہیں تھا۔ ہمیشہ طلباء کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے دارالعلوم کی تعلیمی کمیٹی سے ہمیشہ طلباء کے حق میں داخلے کی سفارش کرتے، یہ ان کی اصاغر پروری، وسعت ظرفی اور ذرہ نوازی کی کچھ مثالیں ہیں،آپ نے کبھی ڈکٹیٹر شپ یا اپنے فیصلے مسلط نہیں کیئے۔

آپؒ گھر، مدرسہ کے اساتذہ ،سٹاف اور دوست احباب کیلئے نرم خوشگفتہ وخوش مزاج ، شفقت ومحبت اوراعلیٰ سیرت واخلاق کے مالک رُحماء بینھم کے صحیح مصداق تھے تو دوسری جانب

عالم کفر اور دشمنان اسلام کیلئے کارزار سیاست اور میدان جہاد میں ''طالبان کے باپ'' سے ملقب ایک تلوارِ بے نیام بن کر اَشداءُ علی الکفار کی زندہ جاوید مثال تھے۔ یعنی علامہ اقبال کے شعر کے مطابق

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم   رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

نائب مہتمم اور حتیٰ کہ چھوٹے ناظمین سے بھی عاجزانہ درخواست کرتے، مہمانوں کو بغیر کھانے اور خدمت کے نہ چھوڑتے، تواضع، انکساری کا پیکر تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع، خوش شکل، خوش مزاج، خوش لباس، خوش اطوار، خوش خوراک، بے تکلف انسان، ظرافت، ذہانت، ذکاوت، اور مرنجانِ مرنج شخصیت کے مالک تھے، گویا ہر مجلس اور انجمن کی آپ ہی شمع محفل اور جان ہوا کرتے تھے......

اب کاوش محروم تجھے ڈھونڈ رہی ہے
اک تو ہی تو سرمایہ خونیں جگراں تھا

اس کے علاوہ شروع ہی سے دارالعلوم کی تعمیرات سے خصوصی شغف رہا، دارالعلوم کی موجودہ اکثر جدید تعمیرات کے آپ بانی، محرک اور منصوبہ ساز تھے۔ بہرحال! آپ کی جدائی سے دارالعلوم، دفتر اہتمام، موتمر المصنفین اور ایوان شریعت کی وہ رونقیں کم ہوگئی ہیں اور ایک بہت ہی شاندار روایات اور مبارک عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

ہائے گلچینِ اجل کیا تجھ سے نادانی ہوئی
پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

تحدیث نعمت کے طور پر اس وقت حضرت والد صاحبؒ شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ، امیر المومنین ملا محمد عمرؒ، عظیم جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانیؒ، فلسطینی رہنما شیخ احمد یاسینؒ کی طرح سارے عالم اسلام کے عظیم المرتبت قابل قدر ہر دلعزیز عالمگیر نوعیت کے منفرد رہنماء تھے۔ اسی لئے دنیا بھر کی مساجد، مدارس اور تمام براعظموں میں تعزیتی اجتماعات اور خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا، حرم شریف میں غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی گئی، سعودی ولی عہد، ایرانی حکومت، قطر، عرب امارات کی حکومتوں نے بھی حضرت والد صاحب شہید کی وفات پر تعزیتی وفود اور مکتوبات بھیجے۔ صدر پاکستان جناب عارف علوی بھی ہمارے غریب خانہ اور قبر پر فاتحہ کے لئے تشریف لائے۔ آپکے علاوہ اسپیکر قومی اسمبلی، چیئرمین سینٹ آف پاکستان بھی تشریف لائے، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب

مختلف مواقع پر تین مرتبہ خصوصی طور پر یہاں آئے، حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، حضرت مولانا احمد لدھیانوی صاحب، پروفیسر حافظ سعید صاحب، جناب سراج الحق صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا نورالحق قادری، راجہ ظفرالحق صاحب، جناب حامد میر صاحب بھی تشریف لائے۔اس کے علاوہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی تعزیتی و مذمتی قراردادیں پیش ہوئیں، دارالعلوم دیوبند اور دیگر اسلامی جامعات نے بھی تعزیت کی۔حضرتؒ کی وفات پر پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے اسلامی مدارس ومکاتب میں ختمات قرآن وفاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا اور ہر مدرسہ وفاضل نے اسے اپنا ذاتی غم سمجھا اور خودکو تعزیت کا مستحق کہلایا۔شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے مدینہ منورہ سے حادثہ کے فوراً بعد مجھ سے فون پر حادثہ کے بارہ میں استفسار کیا، میں نے شدت غم میں غالباً یہ گزارش کی کہ حضرت! آپ کے بھائی ہمیں چھوڑ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں،اس موقع پر حضرت کے جذبات اور رونے کی آواز نے ہلا کر رکھ دیا تھا،بعد میں آپ بیماری کے باوجود خصوصی طور پر دارالعلوم برادرم مولانا سید عدنان کا کا خیل، برادرم ہارون طلحہ صاحب کے ہمراہ تشریف لائے، ایوان شریعت ہال میں طلباء سے بڑی مؤثر تقریر فرمائی،راقم کے غریب خانہ پرتشریف لائے جس سے شدت غم میں کمی واقع ہوئی اور اپنے جگری دوست حضرت مولاناؒ کے مرقد پر فاتحہ خوانی کی۔

نمازِ جنازہ ۳ نومبر ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بوقت ۳ بجے سہ پہر مقرر تھا، علی الصبح سے ہی ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں مہمان دارالعلوم پہنچنا شروع ہو گئے تھے،گھر سے آپ کی میت اٹھا کر زیرتعمیر مسجد کے ہال میں رکھ دی گئی تھی، ہزاروں افراد لائنوں میں گھنٹوں سے آخری دیدار کیلئے مشتاق تھے (اس دوران ایک مسافرمہمان نے جب حضرتؒ کی زیارت کی تو صدمے کے باعث اپنی ٹوپی ہوا میں لہرا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اسی وقت اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ جنازہ میں ساتھ آئے ہوئے ساتھیوں اور طلباء نے انہیں غسل دیا اور حضرت مولانا کے ہمراہ ان کا جنازہ بھی ادا کیا گیا، بہرحال! ظہر تک لاکھوں افراد جمع ہوگئے تھے، نوشہرہ سے لے کر جہانگیرہ تک گاڑیوں اور انسانوں کا سمندر تھا، بڑی مشکلوں سے ایمبولینس جنازگاہ تک پہنچی، وہاں پر اکابرین اور زعماء وسیاسی لیڈران کا جم غفیر منتظر تھا، حضرت مولانا انوارالحق صاحب (مہتمم دارالعلوم حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس العربیہ) کی مشاورت سے نماز جنازہ برادرم مولانا حامد الحق حقانی صاحب (نائب مہتمم) نے پڑھایا، جنازہ میں گورنر، وزیراعلیٰ کے پی کے، وفاقی وزراءسمیت اکثر بڑے سیاسی لیڈران اور

اکابرین علماء، سرکاری شخصیات نے شرکت کی۔ تمام قومی و بین الاقوامی چینلز براہ راست نماز جنازہ دکھا رہے تھے، امام احمد بن حنبلؒ کے بقول کہ ہمارے جنازے ہمارے حق پر ہونے کی گواہی دیں گے کے مصداق گورنمنٹ اور خفیہ اداروں کی رپورٹ کے مطابق جنازہ کے شرکا کی تعداد دس سے بارہ لاکھ افراد پر مشتمل تھی۔ فضائی ڈرون کیمرے بھی تمام شرکائے جنازہ کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ راستے بھر شرکاء وجمعیت کے کارکنان اور ہزاروں طلباء، علماء دھاڑیں مار مار کر اپنے محبوب قائد مشفق استاد اور عظیم مجاہد ہستی کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے دیوانہ وار ایمبولینس کیساتھ دوڑتے رہے۔

بعد میں حضرت شہیدؒ کی میت کو حقانی قبرستان پہنچایا گیا، یہاں پر حضرتؒ کی آخری آرامگاہ ان کے استقبال کیلئے چشم براہ تھی۔ ہم چاروں بھائیوں مولانا حامد الحق حقانی، راقم، مولانا اسامہ سمیع، مولوی خزیمہ سمیع نے ٹوٹے دلوں کے ساتھ اپنے عظیم والد شہیدؒ کے تابوت کو لحد کی گود میں اتارا۔ اُس وقت کے کربناک والوداعی لمحات بیان سے باہر ہیں۔ آسمان میں غروب آفتاب کا وقت قریب ہو چکا تھا اور نیچے زمین پر بھی علم ومعرفت کا سورج دھیرے دھیرے غروب ہو رہا تھا۔ آسمان علم وفضل کے سورج، چاند پر مٹی ڈالنا آسان کام نہیں تھا، دیگر علماء، طلباء قبر کو مٹی دے رہے تھے اور اس دوران قبرستان حقانی میں ہچکیوں اور آنسوؤں کی بارش برس رہی تھی۔ طلبا اپنے ہر دلعزیز استاد اور ہیروں سے زیادہ قیمتی متاع کے الوداعی سفر پر جذباتی تھے۔ قرآنی تلاوت نے اس موقع پر مرہم کا کام دیا، حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ نے آخری چند تعزیتی ودعائیہ کلمات ادا کئے۔ مردم خیز خطہ اور عظیم جرنیل خوشحال خان خٹک کی سرزمین اکوڑہ کے فخر اور قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے لختِ جگر کو شام کی اداس و سرد ہوائیں الوداعی سلام کہہ رہی تھیں۔ ''کاروانِ آخرت'' کے مصنف آخر کار خود بھی خلد بریں و کاروان آخرت کے مسافروں میں شامل ہو کر قبر کی منزل کامیابی سے سر کر گئے اور ''گنبدِ خضریٰ کے سائے میں'' کے مؤلف اور سچے عاشقِ رسول جو زندگی بھر ناموس رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر جدوجہد کرتے رہے، اپنے لہو سے نہا کر سرخرو اور کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور شاداں وفرحاں پہنچ گئے۔ عجب نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ نے اس بوڑھے زخموں سے آراستہ وپیراستہ مردِ مجاہد کا خلدِ بریں میں بڑا پرتپاک استقبال کیا ہوگا......

رحمۃ اللّٰہ علیہ رحمۃً واسعۃً، رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا

مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی
رکن موتمر المصنفین

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ماہ وسال

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لائق فاضل ، جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ وبلال دارالعلوم ملاوی افریقہ کے سابق مدرس وناظم تعلیمات، صاحب علم وقلم ، ادیب ، کئی کتابوں کے مصنف ، اس وقت جامعہ حقانیہ کے شعبہ ''مؤتمر المصنفین '' کے رفیق کار وماہنامہ ''الحق'' کے ڈپٹی مدیر ہیں،انہوں نے حضرت شہیدؒ کی زندگی کے اہم ماہ وسال ،اسفار،تقاریب اور خاص موقعوں کی تاریخ وار تفصیل مرتب کی جو طالبعلموں اور محققین کے لئے معلومات کا خزینہ اور خاصے کی چیز ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ ایک ہمہ جہت،متنوع الصفات اور بے شمار خوبیوں،فکرونظراورعلم وفضل کے مالک تھے،ان کی عظیم خدمات کا دائرہ نہایت وسیع وعریض تھا، یہاں مختصراً ماہ وسال کے اعتبار سے ان کی ۸۲سالہ زندگی کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا۔

☆ ۱۸رستمبر۱۹۳۷ءکوشیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے گھر اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے

☆ ۱۹۴۱ءکوانجمن تعلیم القرآن سکول اکوڑہ خٹک میں داخل ہوئے

☆ ۲۷رمارچ ۱۹۴۴ءکواپنے والدشیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو پہلا خط لکھا

☆ ۵رجنوری ۱۹۴۶ءکودوسرا خط لکھا

☆ ۱۹۴۶ءکواپنے چچا نورالحقؒ کے ہمراہ دیوبند کا پہلا سفر کیا،اس وقت آپ کی عمر آٹھ یا نو سال تھی۔

☆ ۱۹۴۸ء میں درس نظامی کی ابتدا کی

☆ ۱۹۴۹ء میں ڈائری لکھنا شروع کی

☆ ۳۱رمئی ۱۹۴۹ء،دادا جان مولانا معروف گلؒ کا سانحہ ارتحال

☆ ۱۹۵۱ء میں ہدایہ اولین، شرح جامی اور تلخیص المفتاح وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

☆ ۱۰/۱۱ کتوبر ۱۹۵۳ء دارالعلوم میں جمعیۃ طلبہ کے تعاون سے قدیم مسجد کی دکانوں میں دارالمطالعہ قائم کیا۔

☆ ۲/جولائی ۱۹۵۳ء کو حضرت علامہ مولانا عبدالغفور سواتی سے حفظ قرآن کی ابتدا کی

☆ ۱۸/جنوری ۱۹۵۴ء کو مولانا عبدالغفورؒ سے میرزا قطبی شروع کی

☆ ۲۲/جنوری ۱۹۵۴ء کو مولانا محمد یوسف بونیری کے ہاں مطول ختم کیا۔

☆ ۲۵۔۲۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو مفتی محمد یوسف بونیری صاحب سے سبعہ معلقہ اور کلام الملوک شروع کی۔

☆ ۲۹/اکتوبر ۱۹۵۴ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے نام مشاہیر خطوط پر کام شروع کیا۔

☆ ۸/مئی ۱۹۵۴ء کو پہلی مرتبہ اپنی مسجد میں تراویح پڑھائی۔

☆ ۳۱/مئی ۱۹۵۶ء حمدللہ، مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، وغیرہ کتابیں شروع کیں۔

☆ ۱۹۵۸ء میں خان عبدالغفار خان سے انٹرویو لیا جو الجمعیۃ دہلی کے شیخ الاسلام نمبر میں ۱۵/فروری ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔

☆ ۱۴/مارچ ۱۹۵۸ء کو شیخ طریقت مولانا عبدالغفور عباسیؒ کے ہاتھ بیعت کی۔

☆ یکم اپریل ۱۹۵۸ء کو پاسپورٹ بنوایا۔

☆ ۲۰/فروری ۱۹۵۹ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

☆ مارچ ۱۹۵۹ء/رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کو شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھنے لاہور تشریف لے گئے، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ بھی ہمراہ تھے۔

☆ ۳۰ مئی ۱۹۵۹ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے درس حدیث میں شرکت کی

☆ ۲۰/اپریل ۱۹۶۰ء تدریس کی ابتدا کی اور نفحۃ العرب، علم الصیغہ، کنز، فصول اکبری، مرقات وغیرہ کتابیں تدریس کے لئے ملیں۔

☆ ۲۴/۲۳ اپریل ۱۹۶۰ء کو مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ وغیرہ کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی۔

☆ ۱۱/ستمبر ۱۹۶۰ء کو شادی خانہ آبادی

☆ ۲۸مئی ۱۹۶۱ءکو ہندوستان کا سفر
☆ ۳؍جون ۱۹۶۱ءکو دارالعلوم دیوبند حاضری
☆ ۷؍جون ۱۹۶۱ءکو شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مولانا فخرالدین احمد مرادآبادی نے سند حدیث سے نوازا
☆ ۲۸دسمبر کو حضرت شیخ مولانا عبدالغفور عباسی مدنی صاحب سے تجدید بیعت
☆ ۲۸؍جون ۱۹۶۳ءکو دارالعلوم کی زیر تعمیر مسجد میں پہلی بار خطبہ، امامت وتقریر کا فریضہ انجام دیا۔
☆ ۲۷دسمبر ۱۹۶۳ءکو پہلی اولاد (بیٹی) نفیسہ بی بی کی پیدائش (زوجہ شفیق الدین فاروقیؒ)
☆ ۱۹۶۳ء (۲۰/۱/۱۳۸۴ھ) کو مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ نے سند حدیث اور اجازت حدیث دی۔
☆ ۱۹۶۴ءکو حرمین شریفین کا پہلا سفر
☆ ۱۹۶۴ءکو شیخ علوی ابن عباس المالکی المکی نے اجازت حدیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔
☆ مولانا بدرعالم میرٹھی نے بھی اجازت حدیث سے نوازا۔
☆ فروری ۱۹۶۴ء سے ''الحق'' کے لئے مضامین جمع کرنا شروع کئے۔
☆ اگست ۱۹۶۵ء سے دارالعلوم کے ترجمان مجلّہ ماہنامہ ''الحق'' کا باقاعدہ آغاز کیا۔
☆ ۱۹۶۶ء ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فتنہ تجدد کا تعاقب
☆ ۲۶مئی ۱۹۶۷ء (مولانا) حامدالحق کی پیدائش، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے تحنیک واذان فرمائی۔
☆ ۱۳؍ستمبر ۱۹۶۷ء مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اکوڑہ خٹک آمد اور تعلق کا آغاز
☆ ۲۲؍فروری ۱۹۶۸ءکو مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا سفر
☆ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۶۸ءکو بڑی ہمشیرہ کا سانحہ ارتحال
☆ فروری ۱۹۶۹ءکو دوسرا سفر حرمین شریفین
☆ مئی ۱۹۷۰ءکو بنگلہ دیش کا دوسرا سفر
☆ جون ۷۰ءکو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے جمعیت علمائے اسلام کی سیٹ پر الیکشن لڑا جس کی کمپین میں مولانا شہید نے بھرپور حصہ لیا۔
☆ ۲۲؍جون ۱۹۷۱ءکو محمود غزنوی کے دیس افغانستان تشریف لے گئے۔

☆ ۱۹ ر ستمبر ۱۹۷۱ء کو مولانا راشد الحق (مدیر اعلیٰ ''الحق''، و مرتب خصوصی نمبر) کی پیدائش۔

☆ ۱۹۷۱ء کو اپنے والد ماجدؒ کے ہمراہ قومی اسمبلی جاتے، اسلامائزیشن کی قراردادیں اور مختلف اسلامی دفعات شامل کرنے میں تعاون فرماتے۔

☆ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوتؐ میں بھرپور حصہ لیا، قادیانیوں کے خلاف ''قومی اسمبلی میں ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے (جو مولانا مفتی محمودؒ نے پڑھا تھا) اس کا ایک حصہ حضرت شہید اور دوسرا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا مرتبہ کردہ ہے۔

☆ فروری ۱۹۷۴ء کو ''قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق'' کی اشاعت

☆ فروری ۱۹۷۵ء کو صاحبزادگان مولانا حامد الحق اور مولانا راشد الحق کی رسم بسم اللہ

☆ مارچ ۱۹۷۶ء کو ''موتمر المصنفین'' کا قیام

☆ مارچ ۱۹۷۶ء دعواتِ حق جلد اول (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خطبات) کی ترتیب و اشاعت

☆ اگست ۱۹۷۶ء ''اسلام اور عصر حاضر'' کی اشاعت

☆ ۱۰ ر دسمبر ۱۹۷۶ء دادی صاحبہ انتقال کرگئیں

☆ ۲۹ مارچ ۷۷ء کو تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران گرفتاری دی نیز تحریک نظام مصطفیٰ میں قائدانہ کردار ادا کیا

☆ ۳۱ مارچ ر ۱۹۷۷ء ہری پور جیل لے جائے گئے جہاں مولانا مفتی محمود اور دیگر علما بھی قید تھے، مفتی محمود کے درس پر جب پابندی لگی تو مولانا شہیدؒ نے تدریس و خطابت جمعہ کی ذمہ داری سنبھالی۔

☆ ۱۹۷۷ء کو جمعیت علمائے اسلام کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔

☆ ۱۹۸۱ء میں ''قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف'' کی اشاعت۔

☆ ۱۹۸۰ء وفاقی مجلس شوریٰ میں شمولیت

☆ ۱۹۸۰ء میں ہندوستان کا دوسرا سفر کیا اور دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ میں شرکت کی اور تعلیمی سیمنار میں مقالہ بھی پڑھا۔

☆ مارچ ر ۱۹۸۰ء میں معروف مجاہد جرنیل مولانا جلال الدین حقانی (سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ) کے ہمراہ روس کے خلاف محاذ جنگ، جہاد کے مورچوں اور جنگ سے متاثرہ علاقوں کا تفصیلی دورہ، نیز دو

دن مجاہدین کے ساتھ مورچہ میں رہے، اور عملاً جہاد میں حصہ لیا۔

☆ ۴/اگست ۱۹۸۰ کو عوامی جمہوریہ چین کی دعوت پر ایک وفد کے ہمراہ سفر کیا۔

☆ جولائی ۱۹۸۱ء کو وفاق المدارس کے رکن خاص مقرر ہوئے۔

☆ جولائی ۱۹۸۱ء ''مقام صحابہؓ اور مسئلہ خلافت وشہادت'' کی اشاعت

☆ ۱۹۸۱ء کو دوسری شادی

☆ اگست ۱۹۸۲ء سفر حج

☆ ۱۹۸۳ء بیٹی (بریرہ بی بی) کی پیدائش

☆ اکتوبر ۱۹۸۳ء دورہ قطر

☆ ۵/نومبر ۱۹۸۳ء حکومت مصر کی دعوت پر ایک وفد کے ہمراہ مصر کا سفر۔

☆ اگست ۱۹۸۴ء سفر حج

☆ اکتوبر ۱۹۸۴ء ''حقائق السنن'' کی نگرانی واشاعت

☆ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس صدر ضیاء الحق سے منظور کرایا

☆ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۵ء تک دوبارہ فیڈرل کونسل کے ممبر منتخب ہوئے

☆ ۱۹۸۵ء میں صاحبزادہ مولانا راشد الحق کے حفظ قرآن کریم کی دستار بندی جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے خصوصی شرکت اور دعا فرمائی

☆ ۲۶/اکتوبر ۱۹۸۵ء کو صاحبزادہ اسامہ سمیع کی پیدائش

☆ مئی ۱۹۸۶ء سفر عمرہ اور دورہ مصر وعراق

☆ جون ۱۹۸۶ء دورہ مصر وعراق

☆ جون ۱۹۸۶ء سفر عمرہ

☆ ۱۵/نومبر ۱۹۸۶ء جمعیت کے عظیم الشان مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ شیرانوالہ گیٹ لاہور جمعیت علمائے اسلام درخواستی واکابرین جمعیت گروپ کے امیر حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے حکم، اصرار اور مجلس شوریٰ کے متفقہ رائے سے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

☆ ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۸ء تک سینٹ آف پاکستان کے آپ تین مرتبہ مختلف ادوار میں ممبر رہے (کل عرصہ دورانیہ سینٹ ۱۸ سال)

☆ نومبر ۱۹۸۶ء میں اکابرین جمعیت علمائے اسلام نے جمعیت کی قیادت کی ذمہ داری سونپی

☆ مارچ ۱۹۸۷ء میں سینٹ آف پاکستان میں آپؒ نے تاریخ ساز کارنامہ ''شریعت بل'' پیش کیا۔

☆ مئی ۱۹۸۷ء کو سفر عمرہ

☆ فروری ۱۹۸۸ء میں والدہ محترمہ بی بی ہاجرہؒ داغ مفارقت دے گئیں۔

☆ ۵۔۶ مارچ ۱۹۸۸ء میں گول میز کانفرنس میں افغان مجاہدین کی ترجمانی کی۔

☆ ۱۸؍اپریل ۱۹۸۸ء جنیوا معاہدہ اس کے پس منظر میں سازشی کردار اور مغربی استعمار کے سازشی عناصر معاہدہ کے مضمرات، نقصانات اور جہاد کو تاراج کردینے والے تمام محرکات کو سینٹ میں آشکارا کیا۔

☆ ۱۸؍اپریل ۱۹۸۸ء سفر حج

☆ ۱۶؍اپریل ۱۹۸۸ء بیٹی (عافیہ بی بی) کی پیدائش

☆ ۱۹۸۸ء ''اسلامی جمہوری اتحاد'' جو نو جماعتوں پر مشتمل تھی اس کے آپ سینئر نائب صدر رہے

☆ ۷؍ستمبر ۱۹۸۸ء بروز پیر میں حضرت شہیدؒ کے عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا سانحہ ارتحال۔

☆ ۷؍ستمبر ۱۹۸۸ء حضرت شہیدؒ کو دارالعلوم حقانیہ کی شوریٰ اور اساتذہ کرام کی مشاورت نیا مہتمم منتخب فرمایا

☆ اپریل؍۱۹۸۹ء ''کاروان آخرت'' تعزیتی شذرات کے مجموعہ کی اشاعت

☆ ۱۵؍جون ۱۹۸۹ء متحدہ علماء کونسل کا قیام

☆ اگست ۱۹۸۹ء عورت کی حکمرانی کے خلاف جدوجہد (محترمہ بے نظیر بھٹو کا پہلا دور حکومت)

☆ دسمبر ۱۹۸۹ء جہاد افغانستان کے سلسلہ امریکہ و برطانیہ کا سفر امریکی وزرات خارجہ، سینٹ اور کانگریس کے اہم ارکان سے ملاقاتیں اور خاموش سفارتی مہم۔

☆ ۱۳؍مئی ۱۹۹۰ء پانچ سالہ جدوجہد کے بعد سینٹ آف پاکستان سے ''شریعت بل'' منظور کروایا۔

☆ ۲؍اگست ۱۹۹۰ء کو کویت پر عراق کی جارحیت، خلیج کے بحران اور کویت کی آزادی کا سال پورا ہونے پر حکومت کویت کی دعوت پر بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت اور خطاب فرمایا۔

☆ دسمبر ۱۹۹۰ء افغانستان کے جنگی محاذوں کا دورہ (روسی افواج کے خلاف جاری جدوجہد)

☆ ۱۰رجنوری ۱۹۹۱ء ازبکستان کا دوسرا دورہ، سینٹ کے ارکان کے ہمراہ

☆ مارچ ۱۹۹۱ء کو دوبارہ سینیٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

☆ ۱۲رجنوری ۱۹۹۲ء علماء کے وفد کے ہمراہ افغانستان کا سفر، پروفیسر عبدالرب رسول سیاف سے ملاقات اوراہم امور پر تبادلہ خیال

☆ ۲۶راپریل ۱۹۹۲ء افغان مجاہدین کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کے لئے مشترکہ اجلاس بلایا، جس میں ہزار سے زائد علماء و مشائخ اور مجاہدین نے شرکت کی۔

☆ ۷رمئی ۱۹۹۲ بیٹی (جویریہ بی بی) کی پیدائش

☆ ۲رجولائی ۱۹۹۲ء کے آخری عشرہ میں ایک مختصر وفد کے ہمراہ ازبکستان کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ امام بخاریؒ کے مزار پر حاضری دی اور بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث کا درس بھی دیا۔ نیز جامع مسجد امام بخاری میں نماز جمعہ سے قبل بیان بھی فرمایا۔

☆ ۲۴راکتوبر ۱۹۹۲ء مصر و ترکی کا سفر

☆ ۲۴راکتوبر ۱۹۹۲ء میں مجمع البحوث الاسلامی کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے۔

☆ اکتوبر ۱۹۹۲ء ''شریعت بل کا معرکہ'' کی اشاعت

☆ نومبر ۱۹۹۲ء ترکی کا سفر، تاریخی مقامات خلافت عثمانیہ کے آثار کا معائنہ۔

☆ دسمبر ۱۹۹۲ء بابری مسجد کے دلخراش سانحہ کے بعد ''متحدہ دینی محاذ'' کا قیام

☆ فروری ۱۹۹۳ء افغان مجاہدین کے باہمی گروپوں میں اختلافات ختم کرانے کے سلسلے میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے ہمراہ نمائندہ وفد میں ملک فہد بن عبدالعزیز کی دعوت پر حرمین شریفین کا سفر۔

☆ جولائی ۱۹۹۳ء پہلی اسلامک ایشیائی کانفرنس کولمبو (سری لنکا) میں شرکت

☆ جنوری ۱۹۹۴ء صاحبزادہ مولانا حامد الحق کی تقریب شادی خانہ آبادی

☆ ۵راپریل ۱۹۹۴ء امام حرمین شیخ صالح بن حمید اور شیخ عبداللہ الزائد (سابق چانسلر مدینہ یونیورسٹی) مولانا سمیع الحق سے ملاقات کے لئے دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری۔

☆ ۲۷ر مئی ۱۹۹۴ء صاحبزادہ خزیمہ سمیع کی پیدائش۔

☆ اگست ۱۹۹۴ء سینٹ میں ناموس صحابہ واہل بیتؓ بل پیش کیا۔

☆ ۲۴ر مارچ ۱۹۹۵ء کو "ملی یکجہتی کونسل" کی بنیاد آپ نے رکھی اور تاریخی و متفقہ ۱۷ر نکات پر مشتمل ضابطہ اخلاق مقرر کیا، جس سے فرقہ واریت اور دہشت گردی نے دم توڑ دیا۔

☆ ۲۱ر اگست ۱۹۹۶ء میں آپؒ علماء، مشائخ، جمعیت کے اہم رہنما اور پاکستان کے نامور صحافیوں کے ہمراہ قندہار پہنچے جہاں پر تحریک طالبان کی سپریم قیادت نے استقبال کیا جس میں امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کے علاوہ پانچ صوبوں کے والی اور دیگر اہم ارکان حکومت بھی موجود تھے۔

☆ ۱۹۹۶ء میں مولانا شہیدؒ نے صاحبزادہ مولانا راشد الحق کی کوششوں سے ایوان شریعت ہال (جدید دارالحدیث) کی تکمیل فرمائی اور طلبا کو نئی عمارت میں منتقل کیا گیا۔

☆ دسمبر ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم حقانیہ کے پچاس سال مکمل ہوئے اور صاحبزادہ مولانا راشد الحق سمیع کی اس تاریخی تقریب میں درس نظامی سے فراغت کی دستار بندی کی گئی۔

☆ جولائی ۱۹۹۷ء شیخ اسامہ شہیدؒ سے ملاقات کے لئے افغانستان کا سفر کیا۔

☆ ۱۹۹۷ء امیر المومنین ملا محمد عمرؒ سے وفد کے ہمراہ ملاقات

☆ اگست ۱۹۹۷ء دورہ یورپ

☆ دسمبر ۱۹۹۷ء اصفہان کانفرنس میں شرکت سے انکار

☆ ۱۹۹۷ء ایران کا سفر اور عالمی وحدت اسلامی کی کانفرنس میں میثاق وحدت پیش کیا۔

☆ مئی ۱۹۹۸ء ہمشیرہ (شاہدہ بی بی) کا داغ مفارقت

☆ ۱۵ر ستمبر ۱۹۹۸ء سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے خلاف فتویٰ جاری کیا اور فرمایا اس سے قوم غلامی کی زنجیروں میں جکڑ جائیں گے۔

☆ ۱۷ر اگست ۱۹۹۹ء اسلام آباد میں تحفظ جہاد اور مجاہدین کانفرنس کا انعقاد

☆ نومبر ۱۹۹۹ء امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کو دارالعلوم کی سالانہ تقریب ختم بخاری و دستار بندی کے موقع پر اعزازی سند سے نوازا گیا نیز انہیں "شمس الاسلام" کا لقب بھی دیا۔

☆ جنوری ۲۰۰۰ء کو سفر جزیرہ مالٹا

☆ جنوری ۲۰۰۰ء کو سفر دبئی

☆ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۰ء کو بیٹی (عمیرہ بی بی) کی پیدائش

☆ ۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء بروز جمعہ دوسرے صاحبزادے مولانا راشد الحق مدیر ''الحق'' کی شادی

☆ ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء جہاد افغانستان کے تحفظ کے لئے دارالعلوم حقانیہ میں متحدہ اسلامی کانفرنس کا انعقاد جس میں ۳۵ مختلف جماعتوں نے شرکت کی۔

☆ ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء کو ''دفاع افغانستان و پاکستان کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا جسکے آپ چیئرمین مقرر ہوئے

☆ ۲۲ فروری ۲۰۰۱ء کو ''دفاع پاکستان وافغانستان کونسل'' کا اہم اجلاس واہم فیصلے۔

☆ ۱۹ اپریل ۲۰۰۱ء مجاہد کبیر شیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات، اہم امور پر تبادلہ خیال، شیخ نے حضرت مولانا شہیدؒ کو اپنا قلم بھی دیا، اسی دن امیر المومنین ملا محمد عمرؒ سے بھی ملاقات ہوئی، جس میں مولانا شہیدؒ کے ایک سوال کے جواب میں امیر المومنین نے فرمایا کہ مولانا سمیع الحق صاحب! آپ ہمارے علمی و روحانی استاد بھی ہیں اور سیاست میں بھی ہمارے استاد ہیں۔

☆ مئی ۲۰۰۱ء کو دورہ یمن

☆ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۱ء آمر جنرل مشرف کے سامنے امریکہ نواز پالیسیوں کے خلاف دوٹوک موقف کا اظہار

☆ ۱۵ نومبر ۲۰۰۱ء کو جنرل پرویز مشرف کے حکم سے نظر بند ہوئے

☆ نومبر ۲۰۰۱ء کو سفر حرمین شریفین

☆ مارچ ۲۰۰۲ء کو ''فتاویٰ حقانیہ'' کی ترتیب واشاعت

☆ مئی ۲۰۰۳ء پریٹوریہ جنوبی افریقہ کا سفر آٹھویں فقہی کانفرنس میں شرکت

☆ اگست ۲۰۰۳ء کو آپ کے درس ترمذی کے افادات ''اسلام کا نظام اکل وشرب'' کی ترتیب واشاعت

☆ نومبر ۲۰۰۳ء کو آپ کی علمی، سیاسی، تحقیقی اور ادبی تقاریر کا مجموعہ ''خطبات حق'' کی ترتیب واشاعت

☆ ۱۹ جنوری ۲۰۰۴ء بروز پیر مولانا شہیدؒ کی زوجہ اور مدیر ''الحق'' کی والدہ (بی بی امینہ) کا سانحہ ارتحال

☆ مئی ۲۰۰۴ء میں ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے ایران کا سفر کیا۔

☆ مئی۲۰۰۴ء کو آپ کے جہاد افغانستان، عالم اسلام اور تحریک طالبان کے حوالے سے مغربی ممالک کے صحافیوں کو دیئے گئے انٹرویوز پر مشتمل تاریخی کتاب "صلیبی دہشتگردی اور عالم اسلام" کی اشاعت

☆ اکتوبر۲۰۰۴ء کو طرابلس، لیبیا میں مرحوم کرنل قذافی کی مدعو کی گئی اسلامی کانفرنس میں شرکت۔

☆ ۲۶ فروری/۲۰۰۵ء میں دوحہ قطر کی عالمی کانفرنس میں شرکت اور صدارتی خطاب فرمایا

☆ ۱۴/دسمبر۲۰۰۵ء انٹرنیشنل ادارہ سالٹ کے سربراہ ڈاکٹر اینڈریو کی دارالعلوم آمد اور مولانا سمیع الحق سے تفصیلی ملاقات

☆ اپریل/۲۰۰۵ء کو جرمنی کا دورہ

☆ ۱۵/اپریل/۲۰۰۵ء دورہ یورپ کے دوران جرمنی سے بیلجئیم برسلز پہنچے تو وہاں پوری حکومت الرٹ تھی، مولانا سے ایئرپورٹ پر پوچھ گچھ کی اور وہ انہیں ڈی پورٹ کرنا چاہتے تھے مگر سینٹ کے شرکاء نے احتجاج کیا اور سارے وفد سمیت وطن واپس جانے کی دھمکی دی جس کی وجہ سے انہیں ۲۴ گھنٹے کا وقت دیا گیا، مولاناؒ کی بیلجئیم آمد سے قبل یورپی اخبارات نے انہیں "بابائے طالبان" قرار دیا تھا

☆ ۱۴/جنوری ۲۰۰۶ء کو حج سے واپسی پر دوسرے دن ۱۵ جنوری کو جاپان کا سفر کیا۔

☆ ۲۲ جنوری/۲۰۰۶ء وفد کے ہمراہ دورہ کوریا

☆ ۲۴ جنوری ۲۰۰۶ء کو بیٹی کی رخصتی (زوجہ مولانا عرفان الحق)

☆ ۷/اپریل ۲۰۰۶ء کو لیبیا، سعودی عرب اور امارت کے طویل سفر پر روانہ

☆ ۱۳/جون ۲۰۰۶ء کو ایران کا سفر

☆ ۱۳/دسمبر ۲۰۰۶ء انٹرنیشنل کانفرنس میں شرکت کے لئے استنبول (ترکی) کا سفر

☆ مارچ ۲۰۰۷ء سابق وزیراعظم نواز شریف کی لندن میں منعقدہ آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی دعوت اور برٹش ہائی کمیشن اسلام آباد، ہوم آفس لندن کی طرف سے اسلام آباد میں سفارتکاروں کی مولاناؒ کی رہائش گاہ آمد اور برطانوی حکومت کی طرف سے آپؒ پر پابندی کا خط جس میں پابندی کی وجہ طالبان، جہاد افغانستان کی حمایت بتائی گئی۔

☆ ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء برطانوی وزارت داخلہ نے ان کے اسلام، جہاد مجاہدین اور مغربی دہشت گردی

پر تنقیدی خیالات اور بریڈفورڈ یونیورسٹی میں مسلمانوں سے جرات مندانہ خطاب اس میں برطانیہ ومغرب کی دوغلی پالیسیوں کو کھل کر بیان کرنے کو بنیاد بنا کران پر تاحیات برطانیہ داخلے پر پابندی لگادی

☆ اپریل ۲۰۰۷ء ''زین المحافل شرح شمائل'' کی ترتیب واشاعت

☆ اگست ۲۰۰۷ء سفر زاہدان ایران

☆ اگست ۲۰۰۷ء سفر حرمین شریفین

☆ ۲۶/اکتوبر ۲۰۰۷ء دختر نیک اختر کی رخصتی (زوجہ سلیمان داؤد)

☆ نومبر ۲۰۰۷ء سفر حرمین شریفین

☆ جنوری ۲۰۰۸/ء اہم دینی شخصیات کی دعوت پر جنوبی افریقہ کا سفر، کیپ ٹاؤن ڈربن اور جوہانسبرگ کا دورہ اور علماء سے ملاقاتیں

☆ فروری ۲۰۰۸/ء کو دورہ سری لنکا

☆ ۶/مئی ۲۰۰۸ء دورۂ تہران اور بین الاقوامی کانفرنس سے خطاب فرمایا

☆ ۲۹ جون ۲۰۰۸ء سینٹ کے ممبران کے ہمراہ ویت نام، آذر بائیجان اور ترکی کا دورہ کیا۔

☆ ۶/جولائی ۲۰۰۸ء دورہ آذر بائیجان اور آذر پارلیمنٹ سے خطاب

☆ ۲۹ نومبر ۲۰۰۹ء کرنل معمر قذافی کے خصوصی نمائندے اور خارجہ سیکورٹی کے سربراہ نے مولانا سمیع الحق سے ملاقات کی۔

☆ فروری ۲۰۱۰/ء کو سفر لیبیا

☆ ۱۹/اگست ۲۰۱۱ء کو مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) کی سب سے بڑے توسیعی پروگرام کے سنگ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقریب میں شرکت کی اس تقریب میں سعودی عرب کے مقتدر سیاسی، قومی، علمی اور روحانی اہم شخصیات تو مدعو تھے مگر سعودی عرب سے باہر عالم اسلام اور عالم عرب کی شخصیات میں سے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس تاریخی ومبارک تقریب میں شرکت سے نوازے گئے اور دوسری شخصیت عالم عرب اور مصر کے معروف محقق، مفتی، عالم، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تھی۔

☆ ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۱ء امریکہ کی دھمکیوں کے جواب میں اسلام آباد میں سرکردہ افراد کی مجلس مشاورت میں

شرکت اور ''دفاع افغانستان کونسل'' کو ''دفاع پاکستان'' کے نام سے بحال کرنے کا فیصلہ

☆ ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۱ء صاحبزادہ اسامہ سمیع کی شادی خانہ آبادی

☆ مارچ ۲۰۱۲ء کو اساطین علم وادب ، علماء ومحدثین ، اہل علم ، دانشور ، سیاسی زعماء ، حکمران ، جرنیل اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں شخصیات کے مکتوبات بنام مولانا سمیع الحق شہیدؒ ''مکاتیب مشاہیر'' (سات جلدوں) کی ترتیب واشاعت

☆ جولائی ۲۰۱۲ء میں سنن ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات پر مشتمل ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال'' کی ترتیب واشاعت

☆ اگست ۲۰۱۲ء میں سفر حرمین شریفین

☆ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو سفر حج

☆ اگست ۲۰۱۳ء میں سفر حرمین شریفین

☆ ۹/جولائی ۲۰۱۳ء پاکستان میں امریکی سفیر رچرڈ اولسن نے سفارتی عملہ کے ارکان اور درجنوں سیکورٹی گارڈز کے ہمراہ مولانا شہیدؒ سے انکی رہائش گاہ بحریہ ٹاؤن اسلام آباد پر ملاقات کی ، مولانا شہیدؒ نے پاکستان افغانستان اور عالم اسلام کے بارے میں دوٹوک انداز میں اپنا موقف پیش کیا۔ مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع نے ترجمانی کے فرائض سرانجام دیئے۔

☆ جنوری/۲۰۱۴ء طالبان پاکستان اور حکومت کے درمیان مذاکراتِ امن میں سفارت

☆ ۲۹/اپریل ۲۰۱۴ء امریکی صدر بارک اوبامہ کے خصوصی ایلچی مسٹر رشاد حسین نے حضرت شہیدؒ سے ان کی رہائش گاہ راولپنڈی میں ملاقات کی۔

☆ ۲۲/مئی ۲۰۱۴ بروز جمعرات کو دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ ومشائخ کے ہمراہ عظیم الشان جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر شیخ محسن رفاعی کے ذریعے شام سے لائے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے فیض حاصل کرتے ہوئے ، جبل اُحد اور مقامات مقدسہ کے تبرکات بنیاد میں رکھے گئے اور زمزم کے پانی کے کنستر بنیادوں میں ڈالے گئے۔

☆ ۱۵ جون/۲۰۱۴ء حکومت نے قبائل میں ٹی ٹی پی کے خلاف فوجی آپریشن اچانک شروع کردیا کا آغاز کیا تو مولانا شہیدؒ نے مذاکرات سے علیحدگی کا اعلان کیا۔

☆ ۲۴ جولائی ۲۰۱۴ء حضرت شہیدؒ کے معتمد خاص اور داماد الحاج شفیق الدین فاروقیؒ کا سانحہ ارتحال

☆ اگست ۲۰۱۴ء میں حضرت شہیدؒ نے دارالعلوم کے منبر ومحراب سے مشاہیر امت نے جو خطبات دیئے انہیں مولانا شہیدؒ نے ''خطبات مشاہیر'' کے نام سے ترتیب دے کر اسے شائع فرمایا۔

☆ ستمبر ۲۰۱۴ء میں سفر حج

☆ مئی ۲۰۱۵ء امام کعبہ شیخ خالد الغامدی کی مولانا شہیدؒ سے ملاقات

☆ ۲۶/جولائی ۲۰۱۵ء اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ سعودی عرب کے زیر انتظام منعقدہ کانفرنس میں شرکت، عمرہ کی ادائیگی اور اہم شخصیات سے ملاقاتیں۔

☆ ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء حضرت مولانا شہیدؒ کے رفیق شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا سانحہ ارتحال

☆ اگست ۲۰۱۶ء اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ سعودی عرب کے زیر انتظام منعقدہ کانفرنس میں شرکت، عمرہ کی ادائیگی، امام کعبہ شیخ صالح ابن حمید اور دیگر اہم شخصیات سے ملاقاتیں۔

☆ ۶/اکتوبر ۲۰۱۶ء ''دفاع پاکستان کونسل'' میں شامل جماعتوں کے سربراہی اجلاس کی صدارت

☆ ۲۱/اکتوبر ۲۰۱۶ء چوہدری نثار علی خان (وزیر داخلہ) سے ملاقات اور مذہبی رہنماؤں کو فورتھ شیڈول میں ڈالنے اور ان کے شناختی کارڈ بحال کرنے پر تفصیلی تبادلہ خیال

☆ ۲۰/نومبر ۲۰۱۶ء ''تحفظ حرمین شریفین کانفرنس'' اسلام آباد میں شرکت اور خطاب

☆ ۲۲/نومبر ۲۰۱۶ء میانمار، اراکان، روہنگیا اور برما کے وفد کی حضرت مولانا شہیدؒ سے ملاقات، وہاں کے حالات سے آگاہ کیا مولانا نے ہر محاذ پر آواز اٹھانے کا وعدہ کیا۔

☆ ۲۸/نومبر ۲۰۱۶ء دفاع پاکستان کونسل کا سربراہی اجلاس لاہور حضرت مولاناؒ کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں سندھ اسمبلی کی غیر اسلامی اور غیر آئینی بل کو واپس لینے کا مطالبہ کیا اور سندھ اسمبلی کے اس اقدام کو قرآن وسنت اور آئین سے غدار قرار دیا۔

☆ ۲۱/دسمبر ۲۰۱۶ء کو سابق افغان صدر اشرف غنی کے خصوصی نمائندہ اور پاکستان میں متعین افغان سفیر ڈاکٹر حضرت عمر ضاخیل وال نے اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحقؒ سے ملاقات کی اور افغان امن پر دو گھنٹے تک مختلف امور پر بحث کی۔

☆ ۱۲؍جنوری ۲۰۱۷ء افغان سفیر ڈاکٹر عمر ضاخیل وال دوبارہ اکوڑہ خٹک آئے اور حضرت مولاناؒ سے دونوں ممالک کے دوطرفہ تعلقات اور پائیدار امن کے قیام پر بات کی اس دوران افغانستان کے صدر اشرف غنی نے بھی فون پر حضرت مولانا سے خصوصی گفتگو کی۔

☆ ۱۵؍فروری ۲۰۱۷ء اسلام آباد میں ''دفاع پاکستان کونسل'' کے زیر اہتمام آل پارٹیز کانفرنس کی صدارت

☆ ۲۶؍فروری ۲۰۱۷ء افغان مہاجرین کے مرکزی کمیٹی کے ۲۵ رکنی وفد کی مولانا سمیع الحقؒ سے دارالعلوم حقانیہ میں ملاقات، مہاجرین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے آواز اٹھانے کا مطالبہ

☆ ۷؍مارچ ۲۰۱۷ء رابطہ عالم اسلامی کی سہ روزہ کانفرنس (مکہ مکرمہ) میں شرکت، عالم اسلام کے اہم علماء ومشائخ سیاسی قائدین، ائمہ حرمین شریفین اور سعودی اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں

☆ مارچ ۲۰۱۷ء ''دارالعلوم حقانیہ اور ردقادیانیت'' کی ترتیب واشاعت

☆ ۲۶؍مئی ۲۰۱۷ء کو جہاد اور دہشت گردی کے بارے میں ایوان صدر میں منعقدہ علماء کانفرنس سے جاری اعلامیہ پر شدید تحفظات اور دستخط سے انکار۔ امریکہ افغانستان کے ایماء پر حکومت پاکستان نے ''پیغام پاکستان'' کے نام سے ایک سرکاری فتویٰ مرتب کیا، جس پر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مرتے دم تک دستخط کرنے سے انکار کیا اور اپنا جراتمندانہ منفرد موقف صدر، وزیر اعظم سے لے کر چیف آف آرمی سٹاف اور ملک کے بڑے بڑے اداروں کے سربراہان تک کے سامنے پیش کیا اور اداروں کے سربراہوں کے اصرار کے باوجود مرتے دم تک اس پر دستخط نہیں کئے۔

☆ ۱۸؍جولائی ۲۰۱۷ء افغانستان کے سفیر عمر ضاخیل وال کی حضرت مولانا سے ان کی رہائش گاہ پر تیسری مرتبہ تفصیلی ملاقات اور قیام امن کے موضوع پر تبادلہ خیال

☆ جولائی میں حضرت شہیدؒ کی مرتب کردہ ''دعواتِ حق'' خطبات شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی دوبارہ چار جلدوں میں اشاعت

☆ ۲۱؍جولائی ۲۰۱۷ء مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن الشیخ ڈاکٹر ایاد الشکری کی دارالعلوم آمد، عشاء کی امامت اور حضرت مولاناؒ سے ملاقات

☆ ۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۷ء افغان سفیر عمر زاخیلوال اور نائب سفیر زردشت کی مولانا سمیع الحقؒ سے

ملاقات، افغان سفیر نے امن کے سلسلہ میں مولاناؒ کی کوششوں کو سراہا۔

☆ ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء امام کعبہ شیخ صالح بن حمید کی حضرت مولاناؒ سے اسلام آباد میں ملاقات اور فیصل مسجد میں شیخ کی امامت میں مغرب کی نماز کی ادائیگی

☆ ۲۲/نومبر ۲۰۱۷ء شیخ الازہر ڈاکٹر محمد طیب صاحب کی دعوت پر جامعۃ الازہر مصر تشریف لے گئے، مجمع الفقہ الاسلامی کے زیر انتظام عالمی اسلامی کانفرنس میں شرکت اور عالم اسلام کی معروف شخصیات سے ملاقاتیں

☆ ۲۲ فروری ۲۰۱۸ء ایف آئی سی ہسپتال میں دل تکلیف کے باعث داخل ہوئے اور دو دن بعد آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ ہسپتال حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔

☆ ۵ مارچ ۲۰۱۸ء کو ڈاکٹروں کی مستند ٹیم نے پانچ گھنٹے کا طویل آپریشن کیا جو بحمداللہ کامیاب ہوا

☆ یکم اکتوبر ۲۰۱۸ء افغان حکومت کے اعلیٰ سطحی سرکاری وفد جس میں افغانستان کی تمام طالبان مخالف سیاسی و عسکری تنظیموں کے اہم نمائندے و سفارتکار شامل تھے نے مولاناؒ سے ملاقات اور افغان امن کے سلسلے میں ثالث بننے کی پیشکش کی

☆ اکتوبر ۲۰۱۸ء وزیراعظم پاکستان عمران خان کو آسیہ معلونہ کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کیا

☆ یکم نومبر ۲۰۱۸ء اکوڑہ خٹک اور چارسدہ میں ''تحفظ ناموس رسالتﷺ'' کے جلوس سے تاریخی خطاب

☆ ۲/نومبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بعد از نماز عصر اپنے گھر بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں بیدردی سے شہید کئے گئے

☆ ۳/نومبر ۲۰۱۸ء بروزہ ہفتہ بعد از نماز ظہر آپ کے نماز جنازہ میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی اور اپنے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت شہیدؒ نے ماشاء اللہ چالیس سے زائد بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی، (سب سے پہلے ۱۹۶۴ء میں حرمین شریفین تشریف لے گئے، اسکے بعد زندگی کے اکثر ماہ وسال میں درجنوں عمرے ادا کئے، کئی مرتبہ بیت اللہ شریف اور مواجہہ شریف کے اندر داخلے کی سعادت حاصل ہوئی، بعض غیر ملکی اسفار جیسے سوڈان، نائیجیریا، موریطانیہ، مالی، برازیل، سکاٹ لینڈ، ہالینڈ، جرمنی، فرانس، سوئیڈن، ڈنمارک، سوئٹزرلینڈ، سنگاپور، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیاء، تاجکستان، ازبکستان، وغیرہ کے اسفار کے مستند ماہ وسال معلوم نہ ہوسکے۔ یہاں ریکارڈ پر لانے کیلئے ان ممالک کے نام لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر ماہنامہ ''الحق''

شہید اسلام و پاکستان حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی شہادت کا ذمہ دار کون؟ تین برس گزرنے کے بعد بھی قاتلوں کی عدم گرفتاری؟

لاؤ تو قتل نامہ میرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

والدی الکریم، مجاہد اسلام، بطل حریت، مدبر ملت، سفیر امن شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے المناک سانحہ کو تین سال مکمل ہونے کو ہیں لیکن ان کو شہید کرنے والے ظالم قاتلوں کا سراغ آج تک نہ مل سکا اور حکومت و مقتدر ادارے چپ سادھے ہوئے ہیں اور وہ روایتی مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہیں ......

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

یہ بات ہر ذی شعور پاکستانی پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ نے ہمیشہ اس مملکت کے نظریہ کے دفاع کی جنگ لڑی اور اس ملک کی جغرافیائی و نظریاتی سالمیت کی بقاء کے لئے آخر دم تک یہ بوڑھا جرنیل مشرقی و مغربی محاذوں پر ڈٹ کے کھڑا رہا، چاہے وہ افغانستان میں عالمی استعمار اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کی مسلسل مخالفت ہو یا پھر ''دفاع پاکستان'' کے سیاسی پلیٹ فارم کی صورت میں ہندوستان کا مسلمانوں و کشمیریوں پر مظالم اور ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرنا ہو، الغرض انہوں نے ہمیشہ اس ملک میں اسلامی نظریات اور جغرافیائی سرحدات کے تحفظ کی بات کی اور اپنے آپ کو اس ملک کے ایک مخلص مجاہد و سپاہی کے طور پیش کیا اور جب بھی ملکی سرحدات خطرے میں پڑیں تو حضرت مولانا شہیدؒ ہمیشہ صف اول میں سینہ تان کر کھڑے نظر آتے، ہر ملکی اور بین الاقوامی فورم پر پاکستان کے بقاء کی جنگ لڑی اور ہمیشہ اپنے ہزاروں شاگردوں، کارکنوں اور لاکھوں

عقیدتمندوں کو پاکستان سے وفاداری کا درس دیتے رہے، حضرت مولانا شہیدؒ کی ذات گرامی سطحی قسم کے اختلافات اور مسلکی وفروعی جھگڑوں سے پاک رہی، وہ ہمیشہ ملت اسلامیہ کے وسیع تر مفادات واتحاد کا سوچتے تھے۔

مولانا شہیدؒ امریکہ اور عالم کفر کی ظالمانہ پالیسیوں کے عمر بھر نقاد رہے اسی وجہ سے ہمیشہ دل دشمناں میں آپ کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ روسی اور امریکی سامراج کے خلاف عمر بھر دارالعلوم حقانیہ کے منبر سے لے کر جہاد افغانستان کے گرم محاذوں اور سیاسی پلیٹ فارمز سے لے کر ایوان بالا تک اور دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان رسالے ''ماہنامہ الحق'' کے ادارتی صفحات کے ذریعے ہر جگہ ان کے خلاف نبرد آزما و برسر پیکار رہے، آپ حقیقت میں جدوجہد آزادی کے علمبردار اور قافلہ حریت کے سپہ سالار تھے اور یہاں تک کہ زندگی کے آخری ماہ وسال میں آپ کا شوق شہادت اور بھی بڑھ گیا تھا اور بالآخر اپنے خون کا نذرانہ بھی بارگاہ ایزدی میں فدایانہ طور پر پیش کر دیا۔

قبائے نور سے سج کر لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ حق میں کیسے سرخ رو ہو کر

لیکن ایک بار پھر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قدر عظیم خدمات کے باوجود اس عظیم ہستی کے دن دھاڑے قتل اور اس کے بعد اداروں کی عدم دلچسپی اور خاموشی و پراسراریت نا قابل فہم ہے، آخر کیوں تین سال بعد بھی ان سفاک قاتلوں کا کوئی سراغ، کوئی نشان نہ لگایا جا سکا، اگر پاکستان کے مخلص کمانڈر اور محافظ کی شہادت میں بیرونی اسلام و پاکستان دشمن قوتیں ملوث ہیں جیسا کہ شہادت کے تیسرے روز ہم ورثا کو بریف کیا گیا تھا تو اس کا سرکاری طور پر اعلان کیوں نہیں کیا گیا؟ اوران ظالم دشمن ممالک سے اس ظلم عظیم پر باز پرس یا احتجاج کیوں نہیں کیا گیا؟ زمینی حقائق اور معروضی حالات کے تناظر میں یہ بات خارج از امکان نہیں کہ حضرت مولاناؒ کی شہادت کے اصل قاتل اور بھیانک سازش کو تیار کرنے والے اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی عناصر ہوں کیونکہ ان کی نظروں میں حضرت مولاناؒ کی ذات شروع ہی سے کھٹکتی تھی، شیخ اسامہ بن لادنؒ کو ایبٹ آباد جیسے حساس ترین فوجی شہر میں امریکہ نے کمانڈو آپریشن کے ذریعے شہید کیا، اسی طرح والد صاحب کے قتل میں بھی سی آئی اے، را اور خصوصاً این ڈی ایس وغیرہ پر زیادہ شبہ ہے۔ دشمن موقع کی تلاش میں تھا کہ حضرت مولانا شہیدؒ کو اپنے راستے سے ہر حالت میں ہٹائے تاکہ افغانستان میں اپنے مستقبل کے خطرناک منصوبوں کی تکمیل اور مذاکراتی عمل میں حضرت مولاناؒ اپنے شاگردوں کی سیاسی رہنمائی نہ کرسکیں، (یہ سوال بہت معنی خیز

ہے کہ اکثر تحریک طالبان کے ساتھ گفتگو وشنید و مذاکرات کے دوران عالمی قوتیں اور طاقتور حلقے کیوں اچانک بڑے واقعات کرا دیتی ہیں اور پھر پاکستان میں ہی ہمیشہ ہر نازک وحساس موقع پر آخر کیوں بڑے حادثے رونما ہوجاتے ہیں؟

زندگی میں ابا جان شہیدؒ نے سینٹ آف پاکستان کے فورم پر برملا اپنے دشمنوں کے عزائم کے بارے میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا کہ ''پاکستان میں امریکیوں کے ہاتھوں کوئی بھی شخص محفوظ نہیں، وہ ہر جگہ اپنے مخالفین کو مار سکتے ہیں۔'' سینٹ میں ۱۴/اگست ۲۰۰۷ء کو لال مسجد اور امن عامہ کی صورت حال پر بحث کے دوران مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: ''ہم پر پرائی جنگ مسلط کردی گئی ہے ہم پرائی آگ کو اپنے گھر میں لے آئے ہیں انہوں نے سرحدات کی حدود کو پامال کیا ہے امریکی برملا کہہ رہے ہیں کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں یہ حق ہے کہ مزاحمتی تحریکوں کا نام جہاں بھی سنیں گے ہم پاکستان میں خود کارروائی کریں گے، ان کی طرف سے یہ نیا خطرناک موقف آیا ہے۔ اس صورتحال میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اس پرائی جنگ سے کیسے نکلیں؟ ہم یہاں امن وامان کی صورتحال پر بحث کرتے ہیں، خدا گواہ ہے کہ بیس کروڑ عوام میں ایک فرد بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا اور حقیقت میں نہ وہ محفوظ ہے، سڑک پر جاتے ہوئے کسی بھی وقت آپ قتل ہوسکتے ہیں۔ کہیں جلسہ ہو رہا ہے، کسی جگہ مجمع ہے اور کوئی بازار سودا سلف کے لیے جاتا ہے اس کے پرخچے اڑ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہم کیسے امن وامان کی جزئیات پر بحث کریں''

چونکہ والد صاحبؒ عالمگیر شخصیت کے مالک تھے، آپ کی تحریک طالبان افغانستان اور عالم اسلام میں اثر انگیزی اور اہمیت کے پیش نظر آپ عالمی قوتوں کی نگاہوں میں کھٹکتے تھے، کافی عرصے سے آپ بین الاقوامی مخالف خفیہ ایجنسیوں اور ممالک کی ہٹ لسٹ پر تھے۔ دشمن انہیں دیگر عالمی مسلم مخالف رہنماؤں کی طرح اپنے لئے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے، اسی لئے انہیں بھی وہ راستے سے ہٹانے کی کافی عرصے سے کوششوں میں تھے۔ جیسا کہ انہوں نے جنرل ضیاء الحق، صدر صدام حسین، صدر کرنل قذافی، شیخ اسامہ بن لادن، نصیر الدین حقانی، طالبان کے سابق امیر ملا اختر منصور وغیرہ سمیت سینکڑوں رہنماؤں کو شہید کیا گیا۔

جب بھی افغان حکومت یا طالبان کے مابین مذاکرات ہو رہے ہوں یا ہونے والے ہوں تو عین اسی موقع پر کوئی نہ کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے مابین ایک بار پھر وسیع خلیج حائل ہوجاتی ہے اس کی واضح مثال ۱۱/جنوری ۲۰۱۶ کو مری میں چار فریقی

گروپ کے اجلاس کے بعد افغان طالبان کے امیر ملا محمد عمرؒ کی وفات کی خبریں منظر عام پر آنا اور اسی سال ۱۸ رمئی کو اسلام آباد میں ہونے والے مذاکراتی عمل کے چند گھنٹوں بعد بلوچستان کی حدود میں ڈرون حملے میں طالبان کے امیر ملا اختر منصورؒ کی شہادت کس بات کی طرف اشارہ ہے۔؟

امریکہ و عالم کفر نے ہی شہید شیخ اسامہؒ، امیر المومنین ملا اختر منصورؒ، اسلام آباد میں جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانیؒ کے بڑے صاحبزادے نصیر الدین حقانیؒ اور دیگر عالمی اسلامی رہنماؤں کے قتل کی طرح حضرت والد صاحبؒ کو بھی نشانہ بنایا اور آپ کی شہادت اور جانکاہ حادثہ پر واشنگٹن، دہلی اور خصوصاً کابل وافغانستان میں مخالفین و بدبختوں نے شہادت کے دن اور کئی روز تک اسی طرح کا معاملہ ومظاہرہ کیا جس طرح سیدنا امیر حمزہؓ کی شہادت کے بعد کفارِ مکہ و ہندہ بنت عتبہ نے جشن منایا تھا اور اس نے تمسخر، استہزاء اور فخریہ متعصّبانہ اشعار پڑھے تھے۔اس سے قبل شیخ اسامہ بن لادنؒ کی شہادت اور امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کی وفات کی خبروں پر جشن منایا اور سڑکوں پر رقص کیا، ان وحشی نما متعصب، نفرت وعداوت سے بھرے ہوئے نام نہاد قوم پرستوں نے اُسی بربریت، سفاکیت اور جاہلیت کی تاریخ دوہرائی تھی اور اپنے مکروہ دل کی بھڑاس نکالی تھی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دوسرے سیاسی تجزیہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ اگر بین الاقوامی ایجنسیاں حضرت مولاناؒ کے قتل میں ملوث نہیں تو پھر ان کا قاتل پاکستان کے اندر ہی کوئی ہوسکتا ہے؟ تو کیا پاکستان کے دفاعی اور تفتیشی ادارے اتنے کمزور ہیں کہ وہ اتنے بڑے عالم دین اور بین الاقوامی شخصیت کے قاتلوں کا سراغ تین سال تک نہ لگا سکیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قاتل بیرونی قوتیں ہیں تو وہ بھی معلوم نہ ہوسکیں اور اگر داخلی قوتیں ہیں تو اس کی ڈھونڈ بھی نہ لگائی جاسکی؟ اگر اس ظلم عظیم پر خاموشی یا ظلم پسندی حکومت کی پالیسی ہے تو پھر اس عظیم سانحہ پر پُراسراریت اور عدم توجہی سے تو یہی تاثر ابھرتا ہے کہ یا تو ریاست حسب سابق بیرونی قوتوں وقاتلوں کے دباؤ میں ہے (دیگر ہائی پروفائل کیسز کی طرح یہ کیس بھی حکمرانوں کی مصلحتوں، مجبوریوں اور عالمی سازشوں کی نذر ہوگیا) یا خود اس کے کسی طاقتور فرد یا ادارے نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بربریت کا نشانہ بنایا ہے۔آخر اس ملک کے عظیم عالم اور مدبر سیاستدان کی شہادت میں ملوث عناصر کو بے نقاب کرنے میں تفتیشی ادارے کیوں کامیاب نہیں ہو پا رہے؟ حکومت پاکستان اور تفتیشی اداروں کیلئے یہ ایک سوالیہ نشان ہے کہ کیا دیگر

مشاہیر علماء وزعماء کی شہادتوں کی طرح والدی المکرّم کا یہ واقعہ شہادت بھی پر اسرار ہی رہے گا؟ یہ حکومت پاکستان اور متعلقہ اداروں کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اب تک حضرت شہیدؒ جیسے محبّ وطن عظیم پاکستانی سیاستدان کے قاتل گرفتار نہ ہوئے اور شاید ان سفاک قاتلوں کا صبح قیامت تک کوئی سراغ نہ مل سکے گا؟ جیسے کہ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق شہید اور جنرل اختر عبدالرحمٰن وغیرہ کو راستے سے ہٹایا گیا تھا اور اُن کی شہادت کی تحقیقات بھی تیس برس بعد بھی سامنے نہ آسکیں اور نہ ہی سابق وزیراعظم لیاقت علی خان اور وزیراعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات بھی چودہ برس بعد بھی واضح ہوسکیں۔

ہم نے شروع دن ہی سے پولیس و دیگر تحقیقاتی ٹیموں کیساتھ اس سلسلے میں بھرپور معاونت کی ہے اور برادر محترم مولانا حامد الحق صاحب نے اپنی ایف آئی آر میں بھی اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ ''حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتل اور بھیانک سازش کو تیار کرنے والے اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی ممالک وعناصر ہیں کیونکہ ان کی نظروں میں شروع دن ہی سے حضرت مولاناؒ کی ذات اور دارالعلوم حقانیہ کی حیثیت کھٹکتی تھی، قتل میں براہ راست ان کے شہریوں اور ایجنٹوں نے حصہ لیا ہے۔اب حکومت پاکستان، وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ کو حضرت مولاناؒ کی شہادت پر ان قوتوں کے خلاف ہر سطح پر مؤثر آواز اٹھانی چاہیے، آخر حضرت مولاناؒ جیسے محبّ وطن، عظیم پاکستانی سیاستدان کے قاتلوں کی عدم گرفتاری یا اس پر مضبوط اسٹینڈ نہ لینا کس بات کی غمازی ہے؟'' آپ شہیدؒ عمر بھر مملکت پاکستان کے نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کے عظیم سپہ سالار اور جرأتمند رہنما تھے۔ کیا زندہ قومیں اپنے ہیروز کو یونہی فراموش کردیتی ہیں؟ ہم نے اپنے طور پر مسجد کے منبر سے لیکر پارلیمنٹ تک اور وہاں سے پاکستان کی عدالتوں اور مقتدر حلقوں کے تمام چھوٹے بڑے افسران، وزیروں، مشیروں حتیٰ کہ وزیراعظم پاکستان ،صدر پاکستان اور آرمی چیف ودیگر اداروں کے سربراہوں سے انصاف کے حصول کیلئے ملاقاتیں کیں لیکن ان تین سالوں میں ہماری ساری کوششیں اور مظلومانہ صدائیں صدا بصحرا ہی ثابت ہوئی ہیں، مقتدر شخصیات نے واضح طور پر ہمیں اور علماء کے نمائندہ وفد کو بتادیا کہ ''حضرت مولاناؒ کا قتل بھی ''اندھا قتل'' ہے (اِسے ''اندھا قتل'' قرار دینا ناقابل فہم ہے حالانکہ اُن دنوں اس کے عالمی وقومی محرکات سب پر واضح تھے۔ادارہ) جس طرح کہ امریکی صدر جان ایف کینیڈی اور پاکستان کے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں کے قاتل اوراس کی سازش کرنے والے سامنے نہ آسکے ، بدقسمتی سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتل بھی اب تک نہ مل سکے ہیں، ہماری ''تفتیش'' تو جاری ہے۔'' لیکن عملی طور پر تحقیقات کا نتیجہ آج بھی صفر بٹہ صفر ہے، نہ اصل

قاتل تلاش کئے جاسکے، نہ سازشی عناصر کا کچھ معلوم ہوا نہ منصوبہ ساز و ماسٹر مائنڈ سامنے آ سکا۔ اس تمام تکلیف دہ مجرمانہ صورتحال پر ہمارا اب بھی یہی موقف اور مطالبہ ہے کہ حضرت مولانا شہیدؒ کے قاتلوں کو اب تک کیوں نہ گرفتار کیا جاسکا؟ قاتلوں کی عدم گرفتاری و عدم دلچسپی ملک وحکومت کیلئے ایک سوالیہ نشان رہے گا

نہ مدعی نہ شہادت حساب پاک ہوا یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا

یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ حضرت اباجی شہیدؒ کی شہادت کی طرح اس سے قبل پاکستان میں متعدد مذہبی و سیاسی رہنماؤں کے اصل قاتل اور ماسٹر مائنڈ آج تک سامنے نہ آ سکے، ہم نے پہلے دن ہی سے اپنے شہید والدؒ کی المناک شہادت پر بھرپور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، ہم نے اپنے عظیم والد مرحوم کے قتل کا مقدمہ اور معاملہ حکمرانوں کی عدمِ دلچسپی و سرد مہری کے بعد سب سے بڑے منصف خداوند ذوالجلال والاکرام اور عَزِيْزٌ ذُوْانْتِقَامٍ کی بڑی عدالت میں پیش کردیا ہے، وہی ان ظالموں، قاتلوں اور کافروں سے انتقام کے لئے کافی ہے۔ ان شاء اللہ قاتل جتنے بھی طاقتور اور خودمختار ہوں اس خونِ ناحق کے مہلک اثرات سے اپنا دامن محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور ایک نہ ایک دن ضرور خداوند جبار وقہار کے حضور انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

ہائے افسوس و صد افسوس! دیگر سیاسی زعماء، مشاہیر اور خصوصاً علمائے کرام کے قتل عام کی طرح ہمارے والد صاحبؒ کا قتل بھی پراسرار اور ''اندھا'' ہی رہ گیا اور قاتلوں کا کوئی سراغ نہ ملا اور ریاست کے ذمہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا۔

ہماری لاش پہ ڈھونڈو نہ انگلیوں کے نشاں
ہمیں خبر ہے عزیزو! یہ کام کس کا ہے

سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ جو حضرت والد صاحبؒ کے بہت مخلص اور قدردان دوستوں میں سے ہیں انہوں نے بھی اپنے مضمون میں واضح طور پر لکھا ہے کہ ''مولانا سمیع الحق کے قاتل شاید ہی کبھی گرفتار ہوں''

جب تک جارح امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر مسلط و قابض رہے گا تو اس خطے میں قیام امن کا حقیقی خواب پورا نہیں ہوسکتا۔ تحریک طالبان، سابقہ افغان مجاہدین وغیرہ مل کر امریکہ کو افغانستان سے نکال باہر نہ کریں اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوگا۔ آپ کے ایسے جرات مندانہ بیانات کو امریکہ، نیٹو اور اشرف غنی حکومت اپنے مفادات کے لئے ایک ضرب کاری سمجھے جاتے تھے۔

بہرحال! حضرت والد شہیدؒ ملک وملت کا ایک بڑا سرمایہ تھے، ظالم حکمران اور ارباب اختیار نے ان کی دینی وملکی خدمات کی کوئی قدر نہ کی، اللہ تعالیٰ نے حسب تمنا آپ کو ۸۲۔۸۳ برس کی عمر میں شہادت سے نوازا۔ طویل العمری اور علالت کے باوجود آخر تک آپ صاحب فراش بننے پر آمادہ نہ تھے، آپ نے زندگی بھر جس مقصد کیلئے جدوجہد کی اس مقصد کا اختتام ان کی شہادت پر ہونا ان کا مقدر ٹھہرا تھا، وہ رخصت ہوتے ہوئے بھی علمی، دینی، صحافتی، سیاسی و دینی مدارس اور ملک کے تحفظ کی جدوجہد کے راستے سے علیحدہ نہ ہوئے اور اسی راستے میں اپنی جاں نثار کر کے رخصت ہوئے لیکن ان کی شہادت سے پاکستان اور امت مسلمہ ایک عظیم عالم دین، مدبر سیاستدان اور صاحب بصیرت مفکر شخصیت سے محروم ہوگئی۔ ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

پروفیسر سیف اللہ خالد نے کیا خوب لکھا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی پاکستان کے دفاع کے لئے کیا خدمات تھیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر بھارت اور افغانستان میں جشن منائے گئے، خوشی ومسرت کے شادیانے بجائے گئے۔ خاص کر بھارتی میڈیا کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ جن بھارتی چینلز پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا گیا، ان میں را کی سرپرستی میں چلنے والا چینل ڈی این اے نیوز پیش پیش تھا۔ اس چینل نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو ایک بڑے دشمن کی موت قرار دیتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ افغانستان میں بھارت کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کے ایک بڑے منصوبہ ساز تھے۔

مولانا محمد منصور احمد کا کہنا ہے کہ ''حضرت شیخ سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت جن حالات میں ہوئی، ان کی نزاکت سے ہر شخص باخبر ہے، پورا ملک اعلیٰ عدلیہ کے ایک مشکوک فیصلے اور اس کے بعد حکومتی ایوانوں سے بلند ہونے والی دھمکی آمیز آوازوں کی وجہ سے افراتفری کا شکار تھا، وقتی جذباتیت پر مشتمل ایک نعرہ بھی جلتی پر تیل کا کام کر سکتا تھا اور پھر کراچی سے خیبر تک جو کچھ ہونا تھا، اس کا تصور کر کے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اہل وطن ماضی کے وہ دردناک مناظر ابھی تک نہیں بھول سکے جو مختلف لوگوں نے اپنے اپنے مفادات کیلئے پیش کیے تھے۔ جلاؤ گھیراؤ اور تباہ کن فسادات تو بہت بڑی بات ہے جب شہادت سے اگلے روز صوبہ خیبر پختونخوا کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ بلکہ پاکستان کے عظیم ترین جنازوں میں سے ایک بڑا جنازہ اکوڑہ خٹک کی سرزمین پر ادا کیا گیا جس میں حضرت شیخ شہید کے لاکھوں متعلقین پروانوں کی طرح شریک تھے تو دنیا نے دیکھا کہ کوئی تنکا گرا اور نہ ہی کوئی گملا ٹوٹا، جب لاکھوں لوگ اپنے شیخ کی تعلیمات کے مطابق پرامن طور پر منتشر ہو رہے تھے تو

کتنے ہی وطن دشمن لوگوں کے خواب چکنا چور ہو رہے تھے اور ان کے ارمان خاک میں مل رہے تھے۔ یقین جانیں اس ملک کا سب سے وفادار اور خیر خواہ یہی دینی طبقہ ہے''

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خون جن کا حرم سے بڑھ کر

اسی طرح حضرت والد صاحبؒ کی شہادت سے ایک ماہ قبل افغان حکومتی وفد کی اسلام آباد میں ان سے اہم ملاقات اور آنے والے مذاکرات میں قائدانہ کردار ادا کرنے کی درخواست، پھر امریکہ و طالبان مذاکرات اور ماسکو کانفرنس کے اہم موڑ پر حضرت والد صاحب کو شہید کرنا اِن دونوں واقعات سے حضرت والد صاحب کی شہادت کا پورا پس منظر و پیش منظر واضح ہو جاتا ہے۔

ایک بھارتی جرنیل نے ٹوئٹ کرتے ہوئے افغان انٹیلی جنس کو پاکستان میں بہت بڑے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے پر مبارکباد پیش کی ،اسی طرح ہندوستان بھی حضرت والد صاحب شہید کو علامہ پروفیسر حافظ سعید کا قریبی ساتھی سمجھتا تھا اور دفاع پاکستان تنظیم کی سربراہی بھی ہندوستان سے ہضم نہیں ہو رہی تھی اسی لئے بھارت کا سابق آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ پاکستان اور اس کی اہم شخصیات کو ''ٹھونکنے'' کے لیے ہمیں اپنی منصوبہ بندی کرنا ہوگی اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہیں کے لوگوں کو استعمال کرنا چاہیے۔مولانا شہید کے قتل کا قندہار کے جنرل رازق کاری ایکشن بھی اکثر تجزیہ نگار بتاتے ہیں۔

افق کی سرخ قبا سے سراغ ملتا ہے
ہمارا خون ستاروں میں جگمگائے گا
ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

بہرحال! شہادت کی موت ایک عظیم سعادت اور شرف ہے اور پھر جن کی ساری عمر یہی تمنا اور آرزو ہو کہ موت آئے تو شہادت کی آئے اور جو سالہا سال کتاب ''المغازی'' کا درس دینے والا اور مجاہدین کا استاد اور مربی ہو وہ کیسے شہادت کی سعادت سے محروم رہتا۔ لہٰذا آرزوئے شہادت برآئی اور مقام شہادت پا کر ابدی حیات پا گئے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

ضبط وترتیب: مولانا حزب اللہ جان حقانی

مولانا سمیع الحقؒ کا شہادت سے دوروز قبل تاریخی اور جراتمندانہ خطاب

توہین رسالتؐ اور آسیہ ملعونہ کی رہائی کے فیصلے کے خلاف اکوڑہ خٹک میں منعقدہ احتجاجی مظاہرے سے فکرانگیز تقریر

یکم رنومبر ۲۰۱۸ء کو بعد از نماز ظہر دارالعلوم حقانیہ سے توہین ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ ملعونہ کی رہائی کے خلاف احتجاجی مظاہرہ ریکارڈ کیا گیا جسمیں جامعہ حقانیہ کے اساتذہ کرام اور طلبائے کرام اور علاقے کے عوام نے شرکت کی، جلسہ سے دیگر علماء نے بھی خطابات کئے، آخر میں شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے ایک تاریخی اور ولولہ انگیز خطاب کیا جو بعد میں لکھا گیا۔ قارئین یہ نکتہ ذہن میں رکھیں کہ یہ بیان احتجاجی جلسے سے کیا گیا ہے، اسلئے اسکو سمجھنے کیلئے کامل توجہ اور بیدار ذہنی کی ضرورت ہے مزید یہ کہ حتی الوسع وہی الفاظ نقل کئے گئے ہیں، تاہم چند مقامات پر تحریری تقاضوں کی وجہ سے زبان کو نرم کیا گیا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اس جلسہ کے دوسرے دن تنگی چارسدہ میں بھی ایک شہید کے تعزیتی پروگرام میں ولولہ انگیز خطاب کیا تھا، ان دونوں مجاہدانہ وجراتمندانہ تقاریر کے بعد دوسرے ہی دن جمعہ کو راولپنڈی (بحریہ ٹاؤن) میں انہیں اپنے ہی گھر کے اندر شقی القلب اور بدبخت درندوں نے شہید کردیا۔ (ادارہ)

آپ ہیں شہر کے قاضی تو گزارش سن لیں میں ہوں حساس میری عمر گھٹا دیجئے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین امابعد

میرے قابل احترام عزیز طلبہ، اساتذہ کرام اور معزز حاضرین!

آج ہم سب ایک ایمانی جذبے کے اظہار کیلئے یہاں مظاہرہ کررہے ہیں، آج پاکستان کی تاریخ میں ہمارے لئے ایک سیاہ دن ہے کہ ایک گستاخ رسول کے لئے ہمارے حکمرانوں اور ہماری عدالتوں نے غیرت وننگ وناموس نبوت کو نظرانداز کرکے ایک گستاخ عورت کو باعزت بری کردیا اور اس کی عزت کی خاطر اپنی عزت خاک میں ملا دی، ہمارے لئے انتہائی افسوس اور شرم کا مقام ہے، ہمارے جذبات اور صرف ایک مظاہرے سے ہماری ذمہ داری پوری

نہیں ہوسکتی جب تک ہم ان گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سزا نہیں دلوائیں گے اور انہیں کیفر کردار تک نہیں پہنچائیں گے تو ہم بری الذمہ نہیں ہوں گے۔

آسیہ ملعونہ کی رہائی کا فیصلہ ایک اہم دن پر کیوں؟

آج کسی نے بتایا کہ اپنے وقت کے بہت بڑے غازی اور ناموس رسالتؐ پر قربان ہونے والے غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کو بھی اسی دن شہید کیا گیا، یہ غالبًا جان بوجھ کر اس فیصلے کا اعلان اسی دن پر ہورہا ہے گویا ابھی تک ان سے غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کا وجود برداشت نہیں ہوتا، کفار سے ان کی غیرت ہضم نہیں ہوتی، ایک ہندو (راجپال) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو پورے ہندوستان میں تحریک چلی، راجپال ایک ہندو خبیث آدمی تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پمفلٹ لکھے اور گستاخانہ مواد شائع کیا تو پورے ہندوستان میں آگ پھیل گئی۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جوشِ خطابت کی صفت سے نوازا تھا، وہاں جلسہ منعقد ہورہا تھا اور اسی ناموسِ رسالتؐ پر حضرت شاہ صاحب تقریر فرمارہے تھے ایسی کیفیت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کیلئے شاہ صاحب نے حاضرین سے پوچھا کیا قربانی دوگے؟ جس کے پاس جتنا سونا تھا یا روپے یا جو کچھ بھی تھا وہ سب لاکر سٹیج پر جمع کردیا، وہاں جلسے میں ایک سائیڈ پر عورتیں بھی جمع تھیں، ان میں سے ایک کی گود میں بچہ تھا، اس نے بچہ اٹھایا اور سٹیج پر شاہ صاحب کے قدموں میں پھینک دیا کہ یہ بچہ میں ناموسِ رسالتؐ پر قربانی دینے کیلئے پیش کررہی ہوں اور میں حضورؐ کی ناموس کی خاطر بچہ قربان کرنے کیلئے حاضر ہوں، پھر دیکھتے ہی دیکھتے سٹیج چھوٹے بچوں سے بھر گیا۔

غازی علم الدینؒ کی قربانی اور شہادت

اسی سٹیج اور اسی جلسے میں ایک شخص تھا، ایک ان پڑھ، ایک اُمّی قسم کا نوجوان تھا، وہ غیرت ایمانی سے سرشار ہوکر جلسے سے نکلا اور سیدھا بازار گیا اور وہاں سے خنجر خریدا اور جاکر راجپال خبیث کو اس کی دوکان میں ڈھیر کردیا اسی وقت اس کا کام تمام کردیا، اسی نوجوان، جو بظاہر ایک آوارہ قسم کا لڑکا تھا اس کا نام تھا ''علم الدینؒ'' وہ ایک ترکھان کا بیٹا تھا، اس کا والد عام گمنام ترکھان تھا، اس نوجوان نے جاکر ناموس رسالتؐ پر غیرت کا مظاہرہ کیا اور اس گستاخ

راجپال کو ختم کر دیا، پھر انگریز ہر حالت میں علم الدینؒ کو سزا دینا چاہتے تھے، اس سزا کے خلاف پورے ہندوستان میں جلوس نکلے، مظاہرے ہوئے۔ اس وقت علامہ محمد اقبال اور محمد علی جناح سمیت چوٹی کے سب وکلاء اس کے دفاع کے لئے میدان میں آئے اور وہ مسلمانوں کی طرف سے غازی علم الدینؒ کی وکالت کر رہے تھے لیکن جبریت سے کون مقابلہ کرسکتا ہے؟ آخر کار غازی علم الدینؒ کو پھانسی پر چڑھا کر شہید کر دیا گیا، علامہ اقبال بہت دن تک روتے رہے کہ تو شعر وشاعری میں لگا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کچھ قصیدے پڑھتا ہے ''یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے'' لیکن ترکھان کا بچہ ہم سب پر بازی لے گیا، آج بھی اس کو غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ کے نام سے عالم اسلام یاد کرتا ہے۔

امت مسلمہ کو صلاح الدین ایوبیؒ کی ضرورت

اس دن کا انتخاب بھی گویا اس میں کوئی اشارہ ہے، کاش! عالم اسلام میں کوئی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسا ہوتا، آج مسلمانوں کو سلطان صلاح الدین ایوبی کی ضرورت ہے، ہمیں ان بے غیرت اور بے حمیت حکمرانوں کی ضرورت نہیں ہے، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ صلیبی جنگوں کی وجہ سے تاریخ میں مشہور ہیں، اس وقت تمام عالم کفر، تمام انگریز، یہود وغیرہ استعماری طاقتیں جتنی ہیں وہ اس وقت اسلام کے خلاف ہیں، عیسائی سلطنتیں سب ایک ہوگئیں ہیں، اسی لئے اسکو صلیبی کروسیڈ کہتے ہیں۔

اُن تمام افواجِ کفر کا کمانڈر چیف رچرڈ تھا، اس گستاخ نے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی اور بے ادبی کے جملے کہے، جب سلطان صلاح الدین ایوبی کو یہ بات پہنچی وہ اُس وقت غصے اور جذبات میں پاگل سا ہوگیا اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جیسے ایک عورت کا اور کوئی نہ ہو، صرف ایک جوان بیٹا ہو اور وہ بھی قتل ہو جائے تو اس عورت کی جو حالت ہوگی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی ایسی حالت بن گئی تھی اور اس نے قسم کھائی کہ میں جب تک (اس گستاخی کا) بدلہ نہ لوں تو میں پکے گھر میں نہیں جاؤں گا، میں غسل نہیں کرونگا، میں نئے کپڑے نہیں پہنوں گا اور کسی پختہ عمارت کے سائے میں بھی نہ بیٹھوں گا ان پر ایک جنون کی سی حالت طاری تھی، وہ اس حالت میں رات کو نکلتا تھا۔

ابن کثیرؒ لکھتا ہے کہ آسمان کو دیکھتا تھا، روتا تھا، چاند سے باتیں کرتا تھا اور ستاروں سے

کہتا تھا وا محمداہ! وامحمداہ! ...... وا اسلاماہ! واسلاماہ! ساری رات اسی درد وکرب اور چیخ و پکار میں گزار دیتا تھا، کئی مہینے ہوئے کبھی گھر میں داخل نہیں ہوا، بیوی بچوں سے نہیں ملا اور دیوانوں کی طرح جنگلوں، صحراؤں میں پھرتا تھا اور آسمان سے، زمین سے اور ستاروں سے باتیں کرتا تھا کہ یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملہ ہوا ہے، یا اللہ! کس طرح رچرڈ کو گرفتار کیا جائے، بالآخر وہ بے غیرت ملعون گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا کہ خبردار! اس کو کوئی کچھ نہ کہے، اس کو حفاظت سے رکھو اور اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ میں خود آتا ہوں سلطان صلاح الدین آئے اور تلوار نکالی کہ ھا! انا انتصر محمداصلی اللّٰہ علیہ وسلم! اے ملعون! میں اپنے نبی کا انتقام لے رہا ہوں اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

توہین رسالت کا قانون اور شریعت میں اس کی سزا

توہین رسالت کا باقاعدہ قانون، ۱۹۸۴ء میں نافذ العمل ہوا، ہم نے صدر ضیاء الحق کو مجبور کیا کہ توہین رسالت کی سزا کیلئے آئین سازی کریں، اس وقت مجلس شوریٰ تھی تو انتہائی جدوجہد کی بدولت توہین رسالت کا یہ آرڈیننس نافذ ہوا لیکن اس میں سزائے موت نہیں تھی، عمر قید تھی۔ سارا سال قانون مرتب ہوا لیکن گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا عمر قید تھی تو پھر ہم نے شور مچایا کہ یہ سزا (عمر قید) نہیں ہے، گستاخ رسول کی سزا سزائے موت ہے، اس پر پوری امت متفق ہے گویا گستاخ رسول کو معاف نہیں کیا جاسکتا گستاخ رسول کی توبہ بھی قبول نہیں، اگر وہ ہزار مرتبہ توبہ کرلے لیکن یہ سزا اس کو دنیا میں دی جائے گی۔

الصارم المسلول علی شاتم الرسول علامہ ابن تیمیہؒ کی بہت قیمتی کتاب ہے، ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن علامہ ابن تیمیہؒ نے تو اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے کو جیل میں نہیں ڈالا جائے گا، ایک مرتبہ جب جرم توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب کرلیا میرے خیال میں شرک سے توبہ کرلی تو معاف ہوجاتا ہے لیکن یہ سزا ایسی ہے جس کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت عام لوگوں کی معافی کا اعلان کردیا، ابوسفیانؓ کو معاف کردیا اور سخت ترین اسلام کے دشمنوں کو معافی دے دی، فتح مکہ کے موقع پر ایک بدبخت آدمی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا، قصیدے پڑھتا تھا، کنجریاں بلوا کر

نچوا تا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گیت گا تا تھا، اس کا نام ابن خطل تھا، اب ابن خطل پریشان ہوا کہ آج تو میری شامت آگئی تو گیا اور خانہ کعبہ کے غلاف کے اندر گھس گیا اور اپنے اوپر خانہ کعبہ کا غلاف ڈال لیا، صحابہ کرامؓ نے کہا هذا ابن خطل !متعلق باستار الكعبة، کہ جی ! ابن خطل تو خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے چھپ گیا ہے، معافی مانگ رہا ہے اور رو رہا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاقتلوه پردے کے نیچے قتل کردو اس کو! خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے!! خانہ کعبہ امن کی جگہ ہے اور مسجد حرام من دخله کان آمنا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گستاخ کو امن نہیں دیا خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے اس کا سر قلم کردیا۔

توہین رسالتؐ کے قانون اور آئین سازی میں علمائے کرام کا کردار

ہم نے کوشش کی کہ یہ سزا اس آئین میں شامل ہوجائے تو پھر صدر ضیاء الحق یہ مسئلہ شریعت بینچ میں لے گیا اور اس پر ہزاروں علماء پیش ہوتے رہے، کراچی سے بھی آتے تھے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے صاحبزادے حضرت مفتی رفیع عثمانی، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا عبدالرزاق اسکندر اور پورے ملک میں علماء پیشی میں آئے تھے، الحمدللہ پھر شریعت بینچ میں ہم نے مقدمہ جیتا اور توہین رسالتؐ کی سزا بحال کردی گئی کہ توہین رسالتؐ کی سزا سزائے موت ہے، آج پورا یورپ یہ برداشت نہیں کررہا سب کچھ برداشت کررہا ہے، یہ اتفاقی بات نہیں ہے، ختم نبوتؐ کا قانون اور توہینِ رسالتؐ کی سزا یہ مغرب سے ہضم نہیں ہورہی ہے بہرحال! یہ سزا معاف کرنا توہین رسالتؐ ہے۔

امریکی سفارت کار کا مطالبہ

کچھ عرصہ پہلے مجھے پتہ چلا کہ امریکی سفارتخانے کے اہم سفارت کار مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، یہ دو سال پہلے کی بات ہے اور وہ مجھ سے ملے تو میں نے معلوم کرنا چاہا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ صدر اوبامہ ملائیشیا آیا ہوا تھا اور اس نے اپنے ساتھ آئے ہوئے امریکن کا ایک وفد پاکستان بھیجا ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں، لیکن ہمیں آپ سے ملنے کا ٹائم معلوم نہیں ہے، میں نے کہا کہ بالکل ملنے آجائیں اگر وہ اکوڑہ خٹک آنا چاہے یا اسلام آباد میں میرا گھر ہے پنڈی میں! انہوں نے کہا پنڈی ہمارے لئے زیادہ بہتر ہے تو امریکی سفارت کار اور امریکی وفد میرے پاس راولپنڈی (بحریہ ٹاؤن) گھر آئے، اوبامہ کے بھیجے ہوئے اہلکار دو گھنٹے تک میرے ساتھ بیٹھے

رہے، اب میں حیران تھا کہ یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ اورامریکہ کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے؟ پھر خیال آیا کہ شاید افغانستان یا طالبان کے مسئلہ پر حسب معمول بات کریں گے کیونکہ اس طرح کے لوگ آتے رہتے ہیں، دو گھنٹے کے بعد ادھر یہ ظاہر ہوگیا کہ ہمیں اوبامہ نے بھیجا ہے کہ یہ دو چیزیں پاکستان کے آئین سے نکلوا دیں اور توہین رسالتؐ ایکٹ کوختم کریں تو میں نے اِن سے کہا کہ ہم نے تمام انبیاء علیہم السلام کے وقار اور عزت اور عظمت کیلئے یہ قانون بنایا ہے یہ قانون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، حضرت عیسٰی علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام کیلئے ایک ہی قانون ہے لانفرق بین احد من رسلہ پھرانہوں نے کہا یہ قانون انسانی حقوق کے خلاف ہے، میں نے کہا اربوں مسلمانوں کی دل آزاری اوراُنکے دیگر شعائر کی توہین کرنا، یہ انسانی حقوق نہیں ہیں؟ بہرحال! اس وقت اس مسئلے کی اتنی اہمیت ہے کہ اوبامہ مشن بھیجتا ہے یہاں پاکستان کے لوگوں کو قائل کرانے کیلئے، توہین رسالتؐ ایکٹ کی وجہ سے، ہم نے تو ظلم نہیں کیا، ہم نے تحفظ دیا ہے عیسائیوں کو، یہودیوں کو اورغیر مسلموں کو اورامریکہ کہتا ہے کہ ایسی فضا بناؤ کہ یہ توہین رسالتؐ ایکٹ ختم ہوجائے۔

کیونکہ یہ بار بار کہتے تھے کہ لوگ اس ایک ایکٹ کو غلط استعمال کرتے ہیں، ہم نے کہا لوگوں کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ توہین رسالتؐ کرنے والے کو خود سزا دیں اور اس کا سر قلم کریں تو ہم نے کہا یہ باقاعدہ قانون اور آئین ہے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت نہیں کیا جائے گا، ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر مقدمہ درج کروائے گا اور اس سے مدد لے گا اور وہ اسے گرفتار کرے گا اور کوئی اسے کچھ نہیں کہے گا، یورپ والوں سے یہ بھی ہضم نہیں ہورہا۔

توہین عدالت کیلئے چیخ وپکار کرنے والے اب توہین رسالتؐ کے مسئلہ پر خاموش

بہرحال! جو عدالت اپنی معمولی بات پر توہین عدالت !! توہین عدالت !! کے نعرے بلند کرتے رہتی ہے کہ ہماری توہین ہوگئی اپنی توہین کی ان کو بڑی فکر ہوتی ہے اورلوگوں کو بلاتی ہے اور ذلیل کرتی ہے کہ تم نے توہین عدالت کی ہے لیکن توہین رسالتؐ ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے؟ میں کہتا ہوں، ان ججوں نے آئین سے غداری کی ہے، آئین کی خلاف ورزی کی ہے اوران ججوں نے رسالتؐ کی توہین کرکے اصل میں آئین سے بغاوت کی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ان توہین رسالتؐ کرنیوالے ججوں کو نہ صرف یہ کہ معطل کیا جائے بلکہ وہ آئین کا جو دفعہ ہے توہین رسالتؐ کا،

جس کی سزا قتل ہے، وہ سزا ان ججوں پر نافذ کی جائے۔ جب تک ان ججوں کو توہین رسالتؐ کی سزا نہ ہو، تب تک یہ نہیں سدھریں گے، یہ ثاقب نثار بدبخت انسان تھا، اس نے بڑا نام کمایا تھا، اور بڑے بڑے ظالموں کے خلاف بڑے سخت اقدامات کر رہا تھا، بڑے بڑے چوروں کو پکڑ رہا تھا، وزراء کو پکڑ رہا تھا، تو ہم نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے گویا فرشتہ بھیجا ہے لیکن وہ فرشتہ نہیں دشمن نکلا، اس بدبخت نے اپنی ساری نیک نامی پر پانی ڈال دیا اور اس نے اپنا سب کچھ برباد کر دیا، آپ دیکھیں گے کہ اس کے ریٹائر ہونے کے بعد اس کا کوئی نام بھی نہیں لے گا۔

مقتدر حلقوں سے کھری کھری اور دوٹوک باتیں

یہ صورت حال ہے آپ نے ابھی مولانا یوسف شاہ سے سنا کہ میں عمران خان سے پچھلے دنوں ملا تو ملاقات میں پہلی بات ایجنڈے پر میں نے یہی رکھی تھی کیونکہ اِن دنوں آسیہ کو چھوڑنے کی بات چل رہی تھی تو میں نے اس سے کہا کہ آسیہ کو چھوڑنے کا مسئلہ کیا ہے؟ وہ پریشان سا ہو گیا اور کوئی خاص وضاحت نہیں کر رہا تھا وہ گومگو میں تھا، میں نے کہا ایسا کرو گے تو تمہاری حکومت اللہ تعالیٰ چھین لے گا۔ نواز شریف نے راتوں رات ممتاز قادری کو پھانسی دی، حالانکہ پورا ہندوستان اور پاکستان اس کو چھڑوا رہا تھا لیکن وہ نواز شریف مرزائیوں سے زیادہ اس مسئلہ میں خطرناک ہو گیا تھا۔ یہ ہمارا بدقسمت ملک ہے کہ جو بھی آتا ہے ہم پچھلے کو دعا دیتے ہیں اس شخص (نواز شریف) کو کوئی پرواہ نہیں تھی، امریکہ کی غلامی میں ہمیں ایسا پھنسوا دیا کہ راتوں رات ممتاز قادری کو اس نے پھانسی پر لٹکایا تو میں نے یہ سارا قصہ عمران خان سے ڈسکس کیا، میں نے عمران خان کو نواز شریف کا اگلا پچھلا قصہ بھی سنایا کہ دیکھو! اب جو بھی ہو ڈٹ جاؤ! دباؤ میں مت آؤ۔

سامعین! اب ہمارے اوپر ججوں کی طرف سے جو ایک عذاب آیا ہے، پوری ملت اسلامیہ پر ایک غلط فیصلہ مسلط کیا، اس لئے ان ججوں کو سزا دی جائے اور میں تو کہتا ہوں کہ عمران خان ڈٹ جائے، ان ججوں کو معزول کر دے یا یہ فیصلہ واپس دلوائے، اگر ایسا نہیں کرتا تو میرا یقین ہے کہ اس کی بھی ذلت کے دن آ گئے ہوں گے، اللہ اس کو بھی نواز شریف کی طرح نکالے گا اور تمام پارلیمنٹ کے ممبران بھی صبح سے پریشان ہیں اور صبح سے اسی مسئلہ پر وہاں تقریریں ہو رہی ہیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

دوسرا باب

سیرت وکردار، اوصاف وکمالات

- ...... علم وحلم کا ایک سمندر، محاسن ومحامد کا جامع انسان
- ...... گلستان ہزار رنگ کی دلآویز داستان
- ...... شش جہت کی طرح مختلف الجہات شخصیت
- ...... خداداد کمالات، یگانہ مزاجی اور طبعی خصوصیات
- ...... صبر وتحمل اور حیرت انگیز قوتِ برداشت کا مظہر
- ...... مکارِم اخلاق کی رعنائی ودلربائی
- ...... حکمت وتدبیر اور استقامت کا ایک نمونہ
- ...... جلال و جمال اور کمال کا حسین امتزاج

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِکارواں کے لئے

....

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
صدر وفاق المدارس پاکستان

عظیم شخصیت، عظیم خدمات، عظیم کارنامے

- ...... شہادت میں اسلاف کی سنت سے نوازے گئے
- ...... محبوب کی جدائی کا صدمہ
- ...... ہر کام میں میرے پیش رو
- ...... مولانا شہیدؒ کے ساتھ رفاقت کے ایام اور ان کی سادہ طرز زندگی
- ...... مولانا شہیدؒ کی عظیم الشان علمی کاوش تفسیر امام لاہوری

کریم ابن کریم، محبوب و محبّ صمیم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بے پناہ صلاحیتیوں سے نوازا ہے اس بارے میں قلم خامہ فرسائی سے عاجز ہے
ع قلم ایں جارسید و سر بشکست ......ان کی ذات علم و دانش اور بصیرت و حکمت کا ایسا متنوع گلشن ہے جس کی رنگینی اور بوقلمونی کی منظر کشی سے خود کو بے بس پاتا ہوں، مولانا نے دینی علوم کیساتھ عصر حاضر کے جدید علوم اور نت نئے حوادث اور مسائل بالخصوص معاشی و اقتصادی میدانوں میں بھی جدید روشن خیال طبقہ میں علمی فتوحات کے جھنڈے لہرا دیئے ہیں۔ اسلامی علوم پر دسترس، تحریر و تقریر، تصنیف و تالیف، ادب و انشاء کا یہ شہسوار آسمان علم و فضل پر کمندیں ڈال چکا ہے اور عصر حاضر میں شیخ الاسلام کا لقب آپ ہی پر صادق آتا ہے (حاشیہ از قلم مولانا سمیع الحق شہیدؒ: ''مکتوبات مشاہیر'' ج ۳، ص ۵۴۵)

عم محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، نائب صدر دارالعلوم کراچی مختصر دورہ پر ۱۹؍ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تعزیت کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کی، اور اپنے دیرینہ دوست کی قبر پر جذباتی بھی ہوئے، اسکے بعد دارالعلوم حقانیہ کے طلبا سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے ''ایوان شریعت'' ہال میں ہمارے خاندان، بھائیوں، اساتذہ وطلباء سے تعزیتی خطاب فرمایا، شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب کا یہ خطاب چھوٹے بھائی صاحبزادہ مولانا اسامہ سمیع نے محفوظ کر کے اسے خصوصی نمبر کیلئے مرتب کیا یہ اہم اور جامع پر مغز خطاب پیش خدمت ہے۔ (مدیر راشد الحق سمیع)

حضرت والا مولانا انوار الحق صاحب شیخ الحدیث اور مہتمم دار العلوم حقانیہ، میرے عزیز بھتیجو مولانا حامد الحق صاحب، مولانا راشد الحق صاحب، اسامہ وخزیمہ اور میرے عزیز طالبعلم ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ۱۹۵۶ سے لے کر آج ۲۰۱۸ء تک ۶۲ سال کی اس طویل مدت میں کتنی بار دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اللہ تعالیٰ نے حاضری کی سعادت عطا فرمائی ہے، اس کی تعداد مجھے یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ یہاں پر حاضری ہوئی اور ہر حاضری کے موقع پر ہمارے سب کے بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب قدس اللہ سرہٗ یہ شفقت فرماتے تھے اور طلبائے کرام سے کچھ باتیں کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور پھر بعد میں میرے انتہائی مکرم اور بھائی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جن کو آج رحمہ اللہ کہتے ہوئے دل کھٹکتا ہے، ان کا بھی معمول تھا کہ جب بھی میری حاضری ہوتی تو مجھے حکم دیتے کہ طلبا سے خطاب کرو تو نہ جانے کتنی بار اللہ تعالیٰ نے اس درس گاہ میں طلبا سے بات کرنے کا موقع دیا۔

محبوب کی جدائی کا صدمہ

لیکن آج جب مجھ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ میں آپ سے خطاب کروں تو میری زبان اور میرا ذہن ایسا کرنے سے بند ہو چکا ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں آپ حضرات سے کیا کہوں؟ اس سے پہلے بارہا یہاں اسی حال میں اس طرح مجھے آپ حضرات سے بات کرنے کا موقع ملا تو میرے برابر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ تشریف فرما ہوتے تھے اور ہم آپس میں بیٹھ کر اپنے ماضی کی یادوں کو تازہ کیا کرتے تھے یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت ہے کہ دو محبت کرنے والے ایک ساتھ موجود نہیں ہوتے بلکہ کسی نہ کسی کو اپنے محبوب کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

ہر اہم کام میں میرے پیش رو

اللہ تعالیٰ نے انکو میرے لئے ہر کام میں پیش رو بنایا تھا وہ مجھ سے پہلے درس نظامی سے فارغ ہوئے، مجھ سے پہلے انہوں نے ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا کیا، مجھ سے پہلے انہوں نے تجدد اور جدت پسندی کے خلاف ''الحق'' کے ذریعے قلمی جہاد شروع کیا، ہر کام میں وہ میرے پیش رو تھے تو اللہ تعالیٰ نے پاس بلانے میں بھی ان کو میرا پیش رو بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شہادت کا وہ مقام عطاء فرمایا میں سوچتا تھا کہ آج کی دنیا میں اگر کوئی شخص کسی پر حملہ آور ہوتا ہے، قاتلانہ حملہ کرتا ہے تو عام طور پر اس میں گولیوں کا استعمال ہوتا ہے، بارود کا استعمال ہوتا ہے، آج کی دنیا میں چاقو اور خنجر کا استعمال شاذ و نادر ہوتا ہے، اگرچہ اس کا تصور کرتے ہی ہمارے کلیجے پھٹتے ہیں کہ ہمارے محبوب کے ساتھ کیسا سلوک ہو چکا ہوگا؟

مولانا کی شہادت سنت اسلاف کی طرز پر

اس سلوک کے ہوجانے کے بعد میں کچھ یوں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے دل میں شہادت کا جو جذبہ اور اس کی جو تڑپ تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ طریقہ عطا فرمایا جو ہمارے اسلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہوتا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح شہید کئے گئے اور پتہ نہیں کتنے ہمارے اسلاف اس طریقے سے شہید کئے گئے ورنہ آج گولیوں سے اور بموں سے لوگوں کو شہید کیا جاتا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو یہ سنت بھی اسلاف کی عطا فرمائی، ان کو اس بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا ہے کہ اس سے آج ہمارا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔

مولانا کی حیات وخدمات مشعل راہ

ان کی حیات و خدمات کا ایک مجلس یا ایک تحریر میں احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو کہ انہوں نے حضرت کی سوانح ان کی زندگی میں مرتب کی اور مجھے امید ہے کہ ان کے جانشین ان کی حیات و خدمات کو مزید تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس طرح پیش کریں گے کہ ہم سب کیلئے مشعل راہ ہو (ان شاءاللہ) لیکن میں ایک بات آپ حضرت سے کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے الفاظ نہیں مل رہے، مجھے اسلوب نہیں مل رہا مجھے مضامین نہیں مل رہے کہ کیا بات کروں؟ لیکن ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دین کی بنیادی اساس اخلاص اور للّٰہیت ہے کہ آدمی جو کام کرے اللہ کیلئے کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کیلئے کرے، اللہ کے دین کیلئے کرے، شہرت اور جاہ پسندی سے محفوظ رہے اور اپنی خواہشات کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے اوپر قربان کرے۔

مولانا مرحوم کی سادہ طرز زندگی

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی درجات بلند فرمائے آخری بار جب میری حاضری ہوئی تو میں ان کے گھر پر گیا تو مجھے ان کے غسل خانے میں جانے کی ضرورت پیش آئی جب ہم دونوں ان کے ذاتی کمرے میں گئے، ان کی خواب گاہ میں جانے کا اتفاق ہوا تو پتہ چلا کہ وہ کس قسم کی سادہ زندگی گزار رہے تھے اگر چاہتے تو اپنے لیے خزانے جمع کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کو سجا لیا تھا اور اسی وجہ سے ان کی سادہ سی زندگی سے اللہ تعالیٰ نے وہ کام لیا جو بارگاہ الٰہی میں نہایت مقبول نظر آتا ہے اور اللہ نے ان سے جو کام لیا میں خود اس کا عینی گواہ ہوں بعض کاموں میں مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی رفاقت کا بھی موقع نصیب فرمایا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ رفاقت کے ایام

جب ۱۹۷۳ء کا آئین بن رہا تھا اس وقت دستور کا جو مسودہ پیش ہوا تھا اس کی ترمیمات کیلئے حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ اس وقت اسمبلی کے ممبر تھے، اصل میں تحریک تو مولانا سمیع الحق کی تھی لیکن حضرت والا نے مجھے حکم دیا کہ تم چلے آ ؤ! مل کر اس دستور کے اندر ترمیمات کو تیار کریں گے تو میں نے مولانا سمیع الحق صاحب کو اس وقت لکھا تھا کہ آپ نے اچھی ترکیب ملاقات کرنے کیلئے پیدا کی ہے۔ چنانچہ میں یہاں آیا اور ایک عرصہ دراز تک ہم ساتھ مل کر کام کرتے رہے ترمیمات کرتے رہے پھر حضرت والا کی طرف سے وہ ترمیمات پیش ہوئیں اس وقت جو ترمیمات تیار کی تھیں اس میں بعض منظور بھی ہوئیں اور بعض رد بھی ہوئیں لیکن پاکستان کو اسلامی راہ پر گامزن کرنے کے لیے ان کی جدوجہد اس وقت سے جاری تھی بلکہ اس سے پہلے سے جاری تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے کسی قدر ان کے ساتھ شامل ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔

مولانا سمیع الحق شہید کیساتھ بے تکلف دوستانہ

جب ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اس وقت ضرورت پیش آئی کہ قادیانیوں اور مرزائیوں کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے کوئی بیان تیار کیا جائے تو حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے مولانا سمیع الحق صاحب اور مجھ ناکارہ کو اس خدمت کیلئے طلب کیا تو کئی ہفتوں تک ہم ساتھ رہے اور اس خدمت کے اندر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی رفاقت کی سعادت نصیب فرمائی اور نہ جانے اس ۶۲ سال کے دور میں کتنے واقعات تھے اور کتنی ہمارے درمیان بے تکلفی کے مراسم تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا ہی خوش مزاج بنایا ان کی ہر محفل کشت وزعفران ہوا کرتی تھی اور جب میں یہاں آ رہا تھا تو دوران سفر ذہن میں واقعات کی ایک فلم چل رہی تھی میرے سامنے کہ کس طرح ان علاقوں میں ایک ساتھ ہوتے تھے۔

تفسیر امام لاہوریؒ ایک عظیم الشان خدمت

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے آخر میں ایک تو ''دفاع پاکستان کونسل'' کے ذریعے پاکستان کے دفاع کی عظیم خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی لیکن اس سے بھی زیادہ عظیم خدمت وہ تھی جس میں وہ آخر وقت تک مشغول رہے یعنی تفسیر قرآن، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ۲۷ پارے ان کے مکمل ہو چکے تھے، اگرچہ آخر کے ڈھائی تین پاروں کی تفسیر مکمل کرانے سے رہ گئی (گو کہ انہوں نے

حضرت لاہوریؒ سے اپنی کاپی میں اس وقت قلمبند کر لئے تھے اور اُسی کاپی سے موتمر کی ٹیم اسے مرتب کر رہی ہے) اور مجھے اس موقع پر اپنے والد ماجد حضرت مفتی شفیعؒ کی ایک بات یاد آ رہی ہے، حضرت والا میرے والد ماجد'' معارف القرآن'' کی تفسیر لکھ رہے تھے اور اس طرح لکھ رہے تھے کہ عمر کا آخری زمانہ تھا اور بیمار بھی تھے اور عام طور پر پلنگ پر ہی رہتے تھے اور وہیں تفسیر لکھتے تھے اسی دوران ان کو دل کا شدید دورہ پڑا اس وقت تک وہ سورہ حم سجدہ تک پہنچے تھے اور جب دل کا شدید دورہ ہوا تو انہوں نے مجھے وصیت فرمائی کہ اگر میں پورا نہ کر سکا تو باقی تم پورا کر لینا، اس موقع پر ایک جملہ حضرت والد نے فرمایا جب پہلے مجھے موت کا خیال آتا تھا تو یہ تمنا ہوتی تھی کہ موت کچھ اور آگے چلی جائے اس لئے کہ میں قرآن مجید کی تفسیر کی تکمیل کروں لیکن بعد میں فرمایا کہ میں نے سوچا کہ اب میری وہ تمنا بھی نہیں رہی اس لئے کہ قرآن مجید تکمیل کرنے کی چیز نہیں ہے زندگی اس پر ختم کرنے کی چیز ہے، قرآن ختم ہونے کی چیز نہیں ہے زندگی اس پر تکمیل کرنے کی چیز ہے، اس لئے اگر اس کی تکمیل سے پہلے مجھے موت آ جائے تو مجھے کوئی صدمہ نہیں ہوگا اس لئے کہ میں نے زندگی اس پر ختم کی

زندگی کی تکمیل قرآن حکیم پر

آج پھر مجھے یہ جملہ یاد آ رہا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو یہ توفیق بھی عطا فرمائی کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور اس تفسیر میں اپنی زندگی ختم کردی یہ شہادت کا مرتبہ اور شہادت بھی سنت اسلاف والی اور تفسیر قرآن لکھتے ہوئے اس میں زندگی ختم کی ،ابھی مجھے میرے بھتیجے اسامہ سمیع بتا رہے تھے کہ جب دل کا دورہ ان کو ہوا تھا تو اس وقت بھی طبیعت جب تھوڑی سازگار ہوتی تو وہ تفسیر لکھنے میں مصروف ہو جاتے تھے، مسودہ منگوا کر اُس میں مصروف رہتے تھے میں نے اپنے والد ماجد کو اسی طرح دیکھا، دل کے دورے کے دوران جب طبیعت تھوڑی سنبھلتی تھی تو تفسیر میں مشغول ہو جاتے تھے اس کا مطلب یہ ہے زندگی اس پر ختم کریں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی توفیق عطا فرمائی اور یہ شاید زندگی میں ان کا سب سے بڑا اعزاز ہے جو اللہ تعالی نے ان کو دیا ہے کہ تفسیر میں قرآن کریم میں زندگی ختم کردی اللہ تعالی ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

مومن کیلئے عارضی جدائی

میرے عزیز طالب علمو! دنیا تو آنی جانی ہے کسی شخص کو بھی دنیا میں رہنا نہیں ہر ایک کو جانا ہے اور ہر ایک کا وقت مقرر ہے وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا لہٰذا جو بھی دنیا سے رخصت ہو ہمارے

پاس اس کی مشیت کے سامنے سر جھکانے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کے لئے ایک عجیب تسلی کا سامان رکھا ہے جو شخص یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اس کا کوئی عزیز اگر رخصت ہوجائے تو اس کے پاس تسلی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا لیکن جو یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے اتنے تسلی کے سامان اللہ نے پیدا فرمائے ہیں پہلی بات تو یہ کہ ایک مومن کا ایمان ہے کہ اس کی جدائی دائمی نہیں ہوتی وہ عارضی ہوتی ہے اور اللہ ایمان اور عمل صالح کیساتھ اس دنیا سے رخصت فرمائے تو وہاں ان سے ملاقات ہوگی اور ہمیشہ کیلئے ہوگی اس میں کبھی جدائی نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی مانع ہوگا، یہ جدائی ہماری عارضی ہے، یہ ہمیشہ کیلئے نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایمان اور عمل صالح کیساتھ رخصت ہوں تو وہاں کی ملاقات یہاں کی ملاقات کا ایک ہی درجہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ اللہ وہ ہمیں عطا فرمائے تو یہ ایک تسلی کا سامان ہے جیسے کوئی سفر پر جاتا ہے تو لمبے سفر پر بھی چلا جاتا ہے، جدائی کی جو مدت ہے اس کا بھی پتہ نہیں سال ہے دو سال ہے مہینہ ہے دو مہینے کوئی پتہ نہیں ہے کچھ بھی ہوسکتا ہے لیکن بالآخر یہ جدائی ختم ہوتی ہے۔

جدائی کے اندر بھی ربط اور تعلق کے کھلے راستے: ایصال ثواب اور دعائے مغفرت

اس جدائی کے اندر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے ان کے ساتھ تعلق رکھنے کے جو راستے رکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اس جدائی کے اندر بھی ہمارا ربط ان کے ساتھ برابر ہوتا ہے ایصال ثواب کے ذریعے، دعائے مغفرت کے ذریعے، حدیث میں آتا ہے جو بندہ اپنے وفات یافتہ شخص کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے یا ایصال ثواب کرتا ہے تو فرشتے اس کے ایصال ثواب کو ایک تحفہ کی شکل میں اس کے پاس لے جا کر پیش کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے تحفہ بھیجا ہے اور وہ اس پر خوش ہوتا ہے تو اس کو اس طرح تحفوں کے پیکٹ کے پیکٹ ہم بھیج سکتے ہیں، اس کیلئے ربط ہمارا قائم ہے، تیسری بات یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت بڑا راستہ کھول رکھا ہے کہ ان کے حسنات کے جو نقوش قدم ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اگر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے تو ہمارے لئے ایک عظیم مشعل راہ بھی ہے، ایک عظیم راستہ بھی ہے، ایک عظیم چراغ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی صورت میں عطا فرمائے گا۔

اعمال کی درستگی اور اخلاص

میرے عزیز دوستو! بس ہمیں اسکی فکر کرنی چاہیے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور اس میں اگر ہم نے اپنے اعمال کو درست کرلیا اخلاص پیدا کرلیں اور جو کام ہو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ صدمہ عارضی صدمہ ہے اور اس کے بعد ایک ایسی خوشی آنے والی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ جو کبھی ختم نہیں ہونے والی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے جیسا کہ پہلے عرض کیا تھا میں اپنے آپ کو آج عاجز پا رہا ہوں کوئی بات کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں لیکن یہ بزرگوں سے سنی ہوئی چند باتیں میں نے عرض کردی ہیں، میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند فرمائے ،ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے ورثا اور انکے جانشینوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی جدوجہد کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اور دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ مزید دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آپس میں شیر وشکر ہوکر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ان کے آباؤاجداد کی روحیں خوش ہوں اور اس مرکز دین سے اسلام کی روشنی چار دانگ عالم تک پہنچے۔

اجازت حدیث

پہلے کی طرح آج بھی یہ فرمائش ہے کہ میں دورہ حدیث کے طلباء اور طالبات کو اجازت دوں ، سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس کا اہل تو نہیں ہوں تو تعمیل حکم کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب بھی ہمیشہ ارشاد فرماتے تھے جب بھی میں حاضر ہوتا تھا تو فرمائش کی تعمیل کے لئے تو میں آپ حضرات کے سامنے حدیث المسلسل بالاولية پڑھتا ہوں اور اس کے بعد ان شاء اللہ دوسری مرویات کی اجازت بھی دوں گا۔

حدیث مسلسل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء یہ حدیث مسلسل بالاولية ہے میں اپنے ساتھیوں کو اس کی اجازت دیتا ہوں اور اس کے علاوہ مجھے جو مرویات مختلف شیوخ سے حاصل ہیں پاکستان ہندوستان اور عرب ممالک کی ان تمام مرویات کی میں آپ حضرات کو اجازت دیتا ہوں اور ان کی اسانید کا مجموعہ ان شاء اللہ عنقریب شائع ہونے والا ہے وہ آپ تک پہنچ جائے گا اللہ ہم سب کو حدیث کے فیض سے بارآور فرمائے (وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين)

مولانا سید محمد ارشد مدنی
سربراہ جمعیت علمائے ہند

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: چند یادیں

امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت، ملت اسلامیہ کے قائد، اکابرین دیوبند کے عملی ورثہ کے امین، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نوراللہ مرقدہ کے جانشین، ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ عرصہ دراز سے رشتہ ءالفت ومحبت میں بندھے رہے (ادارہ)

مجھے جہاں تک یاد ہے کہ میرے زمانہ طالب علمی میں شاید ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء میں مولانا سمیع الحق صاحب مرحوم سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی، جب وہ مولانا نافع گل صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا عبداللہ کاکاخیلؒ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے، مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ دہلی کے کسی صاحب سے مولانا نافع گل صاحبؒ کا تقسیم ملک سے پہلے کوئی ذاتی معاملہ تھا، جس کے سلسلے میں انہوں نے اپنے بیٹے کو بھیجا تھا چونکہ یہ حضرات ہندوستان سے بالکل ناواقف تھے اس لئے یہ دونوں پہلے دیوبند آئے پھر مولانا نافع گل صاحبؒ میرے ساتھ دہلی گئے، راستے میں اپنے بزرگوں سے وابستہ مولانا محمد نبیہ صاحب خان جہاں پور میں رہتے تھے، مولانا نافع گل صاحب کے حکم کے بموجب میں پہلے ان کو لے کر خانجہاں پور گیا مولانا محمد نبیہ صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے، ان کے بہنوئی میاں سید ہادی حسن صاحب ہی وہ بزرگ تھے جو ریشمی رومال لے کر ہندوستان آئے تھے، اس لئے ہمارے سب بزرگوں سے اس خاندان کا بہت گہرا تعلق رہا ہے اوراب تو ہماری رشتہ داریاں بھی ہوگئی ہیں، یہاں سے فارغ ہوکر پھر ہم لوگ دہلی روانہ ہوئے، وہاں چند روز قیام کے بعد یہ دونوں حضرات پاکستان چلے گئے اور میں دیوبند آ گیا۔

یہ میری مولانا سمیع الحق صاحب مرحوم سے پہلی ملاقات تھی، اس کے بعد عام طور پر مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر وہاں ملاقات ہوتی تھی کیونکہ زمانہ طالب علمی میں پاکستان سفر کا موقع نہیں ملا تھا، اس لئے ملاقات کا بھی کوئی موقع میسر نہیں ہوا، بعد میں دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت مولانا عزیر گل صاحبؒ سے ملاقات کی جائے لیکن دونوں ملکوں کے تعلقات کی خرابی کی وجہ سے ویزا ملنا بہت

مشکل تھا،حسن اتفاق کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک سفر میں حضرت مولانا یوسف بنوری صاحبؒ سے ملاقات ہوگئی، مولانا موصوف سے اپنے اس قلبی داعیہ کا ذکر کیا تو مولانا کے اصرار نے راستہ کھول دیا اور یہ طے پایا کہ میں پی آئی اے سے سفر کروں جو کراچی میں اترتا ہو، مولانا بنوری مرحوم مجھے وہاں اتارلیں گے اور میرا ویزا حاصل کر کے مولانا عزیرگل صاحب کے گاؤں (میاں گانو کلے) تک سفر کا بندوبست کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، مولانا مرحوم نے مجھ کو کراچی میں اتارلیا، میں پانچ سات دن مولانا کے در دولت پر رہا، تاآنکہ ویزا حاصل کر کے مولانا جمیل شہیدؒ کے ساتھ میں حضرت مولانا عزیرگل صاحبؒ کے در دولت پر پہنچا اور شرف ملاقات حاصل ہوا، راستے میں اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق صاحب اوران کے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اور نوشہرہ کے مولانا مجاہد خان صاحب مرحوم اور پشاور میں مولانا ایوب جان صاحب مرحوم سے شرف ملاقات کا موقع ملا، یہ میری مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے دوسری ملاقات تھی پھر میں کوشش کرتا تھا کہ بار بار مولانا عزیرگل صاحبؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا کروں، جب کبھی بھی جانا ہوا تو مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے بے تکلف ملاقات ہوتی تھی، کبھی کبھی خط وکتابت بھی ہوئی۔

حضرت مولانا عزیرگل صاحبؒ کے انتقال کے بعد یہ آمد ورفت کا سلسلہ ختم سا ہی ہوگیا، گویا کہ مولانا سمیع الحق صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کا ذریعہ بھی باقی نہ رہا، یہاں تک کہ قضاء وقدر کا فیصلہ سامنے آیا اوراچانک مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی انتقال کی خبر آ گئی، ان سے بے تکلفی اوراچھے خاصے قدیم تعلقات کی بنیاد پر ان کی رحلت کا مجھے بہت دکھ ہوا کیونکہ میں ان کو حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کا جانشین سمجھتا تھا، یہ الگ بات ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سیاست سے بہت دور تھے، اگرچہ حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے مولانا کو الیکشن میں کھڑا کر کے پارلیمنٹ میں پہنچا دیا تھا مگر پھر بھی امر واقع یہی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب علمی اور عملی ہی آدمی تھے اور ایک فرشتہ صفت انسان تھے اور آج کل کی سیاسی زندگی سے مولانا کی پاکیزہ زندگی کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ دوسری طرف مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے سیاست میں قدم رکھا اور آگے بڑھتے چلے گئے بہرحال! جو بھی کیا انہوں نے اپنے ملک کے مفاد کیلئے کیا، یہاں تک کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ فقیر دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے اور مدرسے کو جس کی ابتدائی ترقی درحقیقت ان کے والد بزرگوار اور فرشتہ صفت انسان حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی مرہون منت ہے قائم ودوائم رکھے اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے اخلاف کی نگہبانی فرمائے۔ (آمین)

مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند ہندوستان

ایک بلند مقام، فعال اور ہمہ گیر شخصیت

مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مدظلہ، جامعہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور استاد حدیث کے منصب پر فائز ہیں، فقیہ الامت مفتی محمد الحسن گنگوہیؒ کے اجل خلفاء میں سے ایک ہیں، اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والے مدبر، باصلاحیت، بیدار مغز اور حساس شخصیت کے مالک ہیں، حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، بہترین واعظ وخطیب، شریف الطبع، کریم النفس، مسلک دیوبند کے محافظ وترجمان، درس وتدریس کی صلاحیتوں سے مالا مال جامع شخصیت ہیں۔(ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کا واقعہ اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا بہت صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا شہیدؒ کے خاندان اور ادارے کی پوری پوری حفاظت فرمائے اور ترقیات عطا فرمائے اور جو خسارہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرمائے اور تمام کارکنان کے درمیان اساتذہ، ملازمین، طلباء سب کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے لئے محبت واحترام عطا فرمائے اور ملکی حالات کو درست فرمائے (آمین)

اب یہ معلوم ہوکر قلبی مسرت ہوئی کہ عالم اسلام کے عظیم رہنما حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شخصیت اور خدمات پر ماہنامہ ''الحق'' خصوصی اشاعت کا اہتمام کررہے ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بلاشبہ اپنے دور میں ایک بلند مقام کے حامل، فعال اور ہمہ گیر شخصیت تھے، وہ محدث جلیل حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ جیسے علمی وروحانی رہنما کے فرزند ارجمند تھے جو یقیناً ایک سعادت تھی لیکن حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس غیر اختیاری سعادت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی جہد مسلسل اور بے شمار کارناموں سے تمام میدانوں میں اپنے والد گرامی کے سچے جانشین ثابت ہوئے اور خدمت دین وملت کے مزید میدانوں میں اپنی مساعی جمیلہ کے نقوش چھوڑے، پھر خالق کائنات نے ان کو شہادت کے عظیم شرف سے سرفراز فرما کر ان کیلئے دائمی سعادت ثبت فرمادی۔ ایسی شخصیات ہر دور میں گنی چنی ہوتی ہیں اور ان کے نقوش حیات میں بعد والوں کے لئے رہنمائی ہوتی ہے، اس لئے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی کے سوانح کو محفوظ کرنا ان کے متعلقین کی ذمہ داری تھی، آپ قابل مبارکباد ہیں کہ آپ کے ہاتھوں یہ ذمہ داری پوری ہوتی جارہی ہے، اس کیلئے آپ سبھی لوگوں کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس اشاعت کو قبول عام عطا فرمائے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنو

عظیم القدر دینی وملی شخصیت

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب مدظلہ،ممتاز عالم دین،مفکر اسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندویؒ کے بھانجے ہیں، ہندوستان کے جید علماء ومفکرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، عربی اور اردو کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور پندرہ روزہ مجلّہ ''تعمیر حیات'' کے سر پرست، رابطہ ادب اسلامی ریاض، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن اساسی بھی ہیں،اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،دارالعلوم دیوبند، دینی تعلیمی کونسل، دارالمصنفین اعظم گڑھ،آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامک سٹڈیز وغیرہ کے سر پرستوں میں شامل ہیں، حالاً آپ عالم اسلام کے بڑے علمی ادبی مرکز ''ندوۃ العلماء'' کے ناظم یعنی سربراہ ہیں۔مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ،ادارہ ''ندوۃ العلماء''اور آپ کے تمام خاندان کے ساتھ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا بہت زیادہ گہرا تعلق رہا،آپ دونوں بزرگ غالبًا دو تین مرتبہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور ہمیں عزت افزائی کا موقع فراہم کیا، حضرت علی میاںؒ خصوصیت کے ساتھ حضرت والد ماجد صاحب مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بہت پیار ومحبت سے نوازتے اور ان کی صلاحیتوں کے معترف تھے اسی طرح راقم ناکارہ کے ساتھ بھی حضرت علی میاںؒ نے اپنی پاکستان آمد (اکتوبر ۱۹۹۷ء) کے موقع پر بہت شفقت فرمائی جو میری زندگی کا حاصل اور خلاصہ ہے،اسی طرح مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ بھی حسب سابق اپنی بے پایاں شفقتوں اورعنایتوں سے اس ادنیٰ طالب علم کونوازتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس عظیم خانوادہ اور عالم اسلام اور برصغیر کے ممتاز علمی ،ادبی، دینی اور روحانی مرکز کو دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم حقانیہ کی طرح ہمیشہ قائم ودائم وسرسبز شاداب رکھے آمین۔(مدیر راشد الحق سمیع)

یہ برصغیر (جو پاکستان اور ہندوستان پر مشتمل ہے) پہلے ایک تھااوراس کے مختلف حصوں کی عظیم شخصیتیں برصغیر کی عظیم شخصیتیں سمجھی جاتی تھیں اور ان سے رہنمائی ملتی تھی اور مختلف طریقہ سے ملکی آزادی کے لیے کوشاں بھی تھیں، خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اوران کے

رفقاء اور تلامذہ ومسترشدین پیش پیش تھے۔ اس محترم جماعت میں اکورہ خٹک کے معروف عالم دین مولانا عبدالحق حقانی بھی تھے، تقسیم ملک کے بعد دونوں ملکوں کے مرکز عمل الگ ہوگئے لیکن مولانا عبدالحق حقانی کا ہندوستان کے علماء ومشائخ اور اس کے مرکز اسلامی دارالعلوم دیوبند سے گہرا تعلق رہا اور اس کے طرز پر ''اکوڑہ خٹک'' میں ''دارالعلوم حقانیہ'' کی بنیاد ڈالی اور اس کو ترقی دے کر پاکستان کا بڑا دارالعلوم بنا دیا جو پشاور کے حدود میں ہونے کی وجہ سے پاکستان کے طالبان علم ودین کا مرکز بنا۔ ان کو امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بڑی عقیدت ومحبت تھی کہ برصغیر میں انگریزی استعمار کے خلاف اولین کوشش کا آغاز جس تحریک نے کیا وہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک تھی، ان کا اور ان کی جماعت کا قیام اکوڑہ خٹک میں بھی رہا تھا اور ان کی جماعت کے متعدد افراد نے وہاں شہادت بھی پائی تھی۔

مولانا سمیع الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر دینی وملی شخصیت حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے صاحبزادہ اور جانشین تھے اور ''دارالعلوم حقانیہ'' کے ان کے بعد سرپرست وذمہ دار تھے۔ انہوں نے تعلیم وتدریس اور تربیت واصلاح کے عمل کے ذریعہ بھی خدمت کی، یہ تعلیم وتربیت قوموں کے جاننے کا بڑا ذریعہ ہے اور اسے علوم کی ترقی وکامیابی کا ذریعہ کہتے ہیں، جیسا کہ ہمارے اس ملک میں بھی مدارس اور جامعات اور ان کے سربراہوں کی کوششوں سے دین کی اشاعت ہورہی ہے اور اس کو ترقی مل رہی ہے، پاکستان میں بھی مدارس اور جامعات کے قیام سے دین اور علم دین کو ترقی دینے والے افراد پیدا ہوئے۔ ان میں مولانا سمیع الحق حقانیؒ کا نام امتیازی حیثیت رکھتا ہے جو اپنی زندگی ملی کارگزاری میں صرف کرکے سیادت کے مقام کو پہنچے، لیکن انہوں نے اپنی تعلیمی اور دینی کوشش سے موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لیے اچھی مثال پیش کی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قربانیوں کو قبولیت عطا فرمائے۔

ان کے دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے ملاقات کا موقع نہیں ملتا تھا، اس لیے ان کے مجلّہ اور دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ''الحق'' کے ذریعہ ملاقات ہوتی تھی جس میں ہمارے ندوہ کے متعلقین وفرزندوں کے مضامین اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین ومقالات شائع کرنے کا اہتمام کرتے تھے اور یہ مجلّہ برصغیر کے اہم اور وقیع مجلات میں سے ایک ہے،

جسے اب ان کے صاحبزادہ مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب نکال رہے ہیں۔

۱۹۹۷ء میں لاہور پاکستان میں رابطہ ادب اسلامی عالمی نے حرمین شریفین کے سفرناموں سے متعلق ایک عظیم کانفرنس کا انعقاد کیا اور اس میں پاکستان کے صدر فاروق احمد لغاری نے بھی شرکت کی تھی، کراچی، پشاور، لاہور اور دوسرے مقامات سے اہل قلم واہل علم بڑی تعداد میں شریک ہوئے تھے، اس میں ہمارے ہندوستان کا بھی ایک موقر وفد تھا جس میں دینی مدارس کے فضلاء واہل علم وقلم اور مصنفین کے علاوہ جامعات ویونیورسٹیوں اور علمی وتحقیقی اداروں کی شخصیتیں بھی تھیں، دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک، نوشہرہ) کا بھی وفد مولانا سمیع الحق حقانی کی سرپرستی میں آیا تھا اور بڑے تعلق اور عقیدت کے ساتھ حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان کے افراد اور ندوۃ العلماء اور اس کے لوگوں سے ملاقات کی اور اکوڑہ خٹک آنے کی دعوت دی جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی صحت کی کمزوری کے باعث قبول نہ کی جاسکی۔ جب ماہانہ ''الحق'' میں ان کے صاحبزادہ مولانا راشد الحق حقانی نے ان جذبات وعقیدت کو موثر انداز میں تحریر کیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے بھی ملاحظہ فرمایا تھا اور خوشی کا اظہار کیا تھا۔

ماہنامہ ''الحق'' حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ کے متعلق اور پھر اکیسویں صدی کے چیلنجز اور دیگر کئی اہم شخصیات اور موضوعات پر متعدد وقیع اشاعتیں سامنے لاچکا ہے اور یہ مجلّہ دعوتی، فکری، علمی، تحقیقی واصلاحی مضامین و مقالات اور نئے حالات میں رہنمائی کرنے والی نگارشات پیش کرنے میں اچھی شہرت رکھتا ہے۔ اب وہ ''شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نمبر'' سامنے لا رہا ہے، جس پر ہم اس کے فاضل مدیر مولانا راشد الحق سمیع حقانی اور ادارہ کے لوگوں کو تہنیت پیش کرتے ہیں اور اس کے زیادہ سے زیادہ نافع ہونے کی دعا کرتے ہیں اور حضرت مولانا سمیع الحق حقانیؒ کا ادارہ ومجلّہ پر حق بھی بنتا ہے۔ آپ عظیم مجاہد، سیاسی رہنما، محدث، مفسر، ادیب، مصنف اور محقق ہونے کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کے اعلیٰ ذمہ دار اور ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر اعلیٰ وسرپرست اور جمعیت علمائے اسلام کے امیر اور سینیٹ کے بھی رکن رہے تھے اور ایک صحافی کے طور پر بھی ان کو شہرت ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

دینی غیرت وحمیت کے پیکر خوش مزاج عالمِ دین

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ، پاکستان کے مایہ ناز مفتی، اپنے والد معظم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی وراثت ''دارالعلوم'' کراچی کو اپنے عظیم بھائی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے ساتھ مل کر چار چاند لگادئے ہیں، مایہ ناز مصنف، جید مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین منتظم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ (ادارہ)

آج ہم بہت بڑے غم سے نڈھال ہیں، ہمارے بہت پُرانے ساتھی جناب مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا، اناللّٰہ وانا الیہ راجعون مولانا مرحوم اکوڑہ خٹک کے مدرسے دارالعلوم حقانیہ کے رئیس بھی تھے، شیخ الحدیث بھی تھے، ان سے ہمارا بہت پُرانا تعلق تھا، بلکہ انکے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے بھی ہمارا بہت پُرانا تعلق تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بھی شاگرد رشید تھے، انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی تھی اور پھر وہیں مدرس بھی ہوگئے تھے، بہت سے علماء نے ان سے اس وقت وہاں علم حاصل کیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے اکوڑہ خٹک میں مدرسہ قائم کیا، اس وقت پورے مغربی پاکستان میں صرف تین دینی مدرسے تھے، ایک مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں، اس کے بانی بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، ایک مدرسہ ٹھیڑی ضلع خیر پور سندھ میں تھا اور ایک مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تھا، باقی تمام مدارس ان کے بعد قائم ہوئے، خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم کراچی وغیرہ، یہ سب مدارس اس خاندان کی دین اسلام اور خاص طور پر مدارس کے میدان میں بہت پرانی خدمات ہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے ہمارا دوستانہ تعلق تھا، ۱۹۵۴ء میں سب سے پہلے اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ اکوڑہ خٹک میں میری حاضری ہوئی، حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ہمارے والد صاحبؒ کی آمد پر بہت شاندار انتظامات کئے تھے، والد صاحبؒ کا وہاں قیام ہوا، درس ہوا، بیان ہوا، اس وقت سے ہمارے تعلقات مولانا سمیع الحق صاحبؒ

سے چلے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اُردو کا بڑا اچھا ادیب بنایا تھا، اس کی شہادت ان کا مشہور رسالہ ماہنامہ ''الحق'' دیتا ہے، وہ خوش گوار مزاج اور خوش مذاق آدمی تھے، مجلسی باتیں ان کی بڑی مزے دار ہوتی تھیں، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ بار بار ان کے مدرسے میں حاضری ہوئی، ایک مرتبہ وفاق المدارس کی مجلس شوریٰ یا عاملہ کا اجلاس تھا جس میں وہاں مجھے جانا ہوا، یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے، اس وقت حضرت مولانا عبدالحقؒ حیات تھے، حضرتؒ بہت ہی شفقت فرماتے تھے، وہاں میں حاضرا ہوا اور وہاں الحمدللہ میرا بیان بھی ہوا۔

ہمارے ان کے ہاں آمدورفت رہتی تھی، وہ بھی دارالعلوم میں تشریف لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی جذبات اور دینی غیرت وحمیت سے نوازا تھا۔ میرا ان سے پرانا تعلق اس طرح کا رہا ہے کہ برسہا برس سے روزانہ بلا ناغہ میں ان کا نام لے کر دعا کرتا رہا ہوں۔ بہت سے حضرات کا میں نام لے کر روزانہ دعا کرتا ہوں ''مناجات مقبول'' پڑھ کر یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! یہ ساری دعائیں میرے لئے بھی قبول فرمالیجئے! اور فلاں فلاں کے حق میں بھی قبول فرمالیجئے! ان میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا نام بھی بلا ناغہ شامل ہوتا تھا۔ مولانا عبدالحقؒ اور ان کے گھر والوں کے لئے بھی دعا کرتا تھا۔ الحمدللہ آج بھی میں نے دعا کی ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ دعا کرتا رہوں گا۔ جس ظالمانہ انداز سے ان کو شہید کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے دل بہت زخمی ہیں، آج ہم نے اپنے جامعہ دارالعلوم کراچی میں اسباق بند کر کے ان کے لئے دعائیں کی ہیں، ختم قرآن بھی ہوا، ختم خواجگان بھی ہوا، ختم آیت کریمہ بھی ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بخاری شریف کے پانچ ختم ہوئے کیونکہ ختم بخاری کے بعد بھی دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں، بزرگوں کا بھی یہ معمول رہا ہے، الحمدللہ ان کے لئے خوب دعائیں ہوئی ہیں، ان کے لئے تو ان شاء اللہ بہت بڑی بشارت ہے، اللہ نے ان کو اپنے راستے میں شہادت سے سرفراز فرمایا ہے۔ دشمنوں نے ان کو اسلام دوستی اور اسلامی جذبات کی وجہ سے شہید کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے خاندان کو، تمام متعلقین کو، شاگردوں کو اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین عطا فرمائے۔

ان کا اصل میدان علمی تھا، درس وتدریس ان کا مشغلہ رہا، قال اللہ وقال الرسول کے وہ اُستاذ رہے، شیخ الحدیث بھی رہے، اصل میدان ان کا مدرسہ تھا، سیاست میں بھی انہوں نے کام کیا ہے، ان کی جماعت بھی ہے، اس میدان میں بھی ان کی خدمات گراں قدر ہیں لیکن یہ ان کا ثانوی کام تھا، اصل کام ان کا علمی اور دینی تھا، درس وتدریس کا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام نیک کاموں کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کو درجات عالیہ سے نوازے۔ (آمین)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن

امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان

فعال و متحرک شخصیت

- ...... مولانا سمیع الحق کا خون اپنی منزل کی طرف تحریکوں کو آگے بڑھائے گا
- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کا سانحہ تاریخ کا بہت بڑا سانحہ ہے۔

(حاشیہ از مدیر الحق) قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے تعارفی حاشیہ میں حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی تاریخی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' میں یوں رقمطراز ہیں: ''حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کے ہونہار فرزند رشید تقریباً نو برس تک تحصیل علم کیلئے حقانیہ میں قیام رہا، اللہ نے ذہانت و فطانت کیساتھ بلاغت و فصاحت سے اظہار مافی الضمیر اور اپنے موقف کی تائید و ترجمانی اور زمانہ شناسی کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے، سیاسی میدانوں میں ان کی ''فتوحات'' پیش قدمیاں اور پس پائیاں ہمیشہ زیر بحث رہیں مگر ہمیں ہر حال میں ''حقانی'' ہونے کی وجہ سے عزیز ہیں اور حقانی برادری کے ایک فردِ فرید ہونے کے ناطے ہمیشہ اپنے ہی لگتے ہیں، مروجہ جمہوری اور سیاسی شاطرانہ ستم ظریفیوں کی وجہ سے جمعیت کے راستے دو ہو گئے اور اکابر جمعیت اور مشائخ امت کے پرزور اصرار اور ان کے حکم کی تعمیل پر راقم کو ناتواں کندھوں پر یہ بوجھ اٹھانا پڑا مگر حقانی دور کے قرب و اُنس میں کمی محسوس نہ ہوئی'' (مکاتیب مشاہیر: ج ۵، ص ۱۱۳۸)

مندرجہ بالا سطور میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے متعلق جن پاکیزہ خیالات اور اپنے برادرانہ ومحبانہ دوطرفہ تعلقات کا ذکر فرمایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان کس قدر گہرا اخوت ومحبت کا تعلق اختلاف رائے کے باوجود آخر دم تک قائم رہا، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کی ذات گرامی میرے لئے کسی بھی طور پر ایک مشفق ومہربان چچاجان سے کم نہیں، بچپن ہی سے مجھ پر بہت زیادہ شفقت ومحبت فرماتے چلے آرہے ہیں، ایم ایم اے دور میں کے پی کے حکومت کے وزیراعلیٰ جناب اکرم خان درانی کو انہوں نے ہمارے سامنے یہ فرمایا کہ ''ان کے والد صاحب کے ساتھ سیاسی اختلاف رائے وغیرہ

اپنی جگہ ایک الگ معاملہ ہے لیکن مولانا حامد الحق حقانی اور راشد الحق یہ دونوں میرے بھتیجے لگتے ہیں، ہماری جمعیت اور ان دونوں کے مجوزہ ترقیاتی منصوبوں میں آپ کوئی فرق نہ برتیں اور ان کے ساتھ عزت و اکرام کا خصوصی معاملہ فرمایا کریں۔'' اسی طرح حضرت والد صاحبؒ کی شہادت کے بعد آپ متعدد بار دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور آپ نے بھرپور انداز سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے تعزیتی کلمات سے ہمارے زخموں پر مرہم رکھا، دارالعلوم اور اسلام دشمن قوتوں کو دستار بندی کے موقع پر دارالعلوم ہی کے اسٹیج و منبر سے آپ نے یہ پیغام دیا کہ ''میرا تعلق بھی دارالعلوم حقانیہ سے ہی ہے، یہیں سے فارغ التحصیل ہوں اور حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے بہت ہی پرانا و دیرینہ تعلق رہا ہے، میں نے سوچا کہ اس دفعہ طلباء و فضلاء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جدائی پر افسردہ ہوں گے، میری شرکت سے ان کی ڈھارس بندھ جائے گی اور ان ''قوتوں'' کو بھی یہ پیغام دوں کہ جامعہ حقانیہ و خانوادہ حقانی، حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے بعد اکیلا اور کمزور نہیں بلکہ تمام امت، قوم اور جمعیت علمائے اسلام ان کی پشت پر کھڑے ہیں۔'' دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فاضل و فرزند رشید حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم اس وقت پورے ملک میں مذہبی و سیاسی جماعتوں کے مسلّم رہنما ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی متعدد بے مثل خوبیوں وصفات سے نوازا ہے، آپ سیاسی و علمی قابلیت، بے مثل قادر الکلامی اور عقل و برہان کی اوج ثریا پر فائز شخصیت ہیں۔

حضرت والد ماجدؒ کی شہادت کے بعد اگر میرے بس و دائرہ اختیار میں ہوتا تو میں حضرت حسنؓ کی اتباع کرتے ہوئے سیاسی اختلاف رائے کے دائرے و تفریق کو بالائے طاق رکھ کر باہمی فکری وسیاسی ہم آہنگی کو ہی ترجیح دیتا کیونکہ یہ بزرگوں کی ایک دیرینہ ،تشنہ آرزو رہی ہے، اس آرزو کی تکمیل و شرح کا عنوان ''صلح'' سے زیادہ معنی خیز کوئی نہیں باندھا جاسکتا۔ بقول غالب

آزاد رو ہوں میرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پھر بڑے بزرگوں کی ''شکر رنجی و رنجش'' میں چھوٹے بھتیجوں کا کیا لینا دینا۔

عجیب اس سے تعلق ہے کیا کہا جائے
کچھ ایسی صلح نہیں ہے کچھ ایسی جنگ نہیں

اتفاق واتحاد میں مسلک دیوبند کی مضبوطی، دینی ملکی سیاست میں علماء کی بھرپور کامیابی اور عالمی و بیرونی دشمنوں سے ملک اور دین ومسلک کی حفاظت کا راز مضمر ہے۔ (مدیر راشد الحق سمیع)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کا یہ سانحہ تاریخ کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے اور جس سفا کیت اور ظلم کیساتھ ظالموں نے انکی جان لی ہے، یقیناً آج پورے ملک کا علمی و دینی حلقہ سوگوار ہے، یہاں سے میرا تعلق طالبعلمی کے زمانے سے ہے، آٹھ سال میں دارالعلوم حقانیہ کا طالب علم رہا ہوں، آج میں جو کچھ بھی ہوں اس دارالعلوم حقانیہ کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہے، اللہ رب العزت اس ادارے کو مزید ترقی سے سرفراز فرمائے اور مولانا انوار الحق صاحب دامت برکاتہم پر اس وقت دارالعلوم کی بہت بڑی ذمہ داری آئی ہے، مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے صاحبزادوں مولانا حامد الحق صاحب اور مولانا راشد الحق صاحب پر ذمہ داریاں آ گئی ہیں چونکہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ ایک مشنری انسان تھے، وہ اپنے اغراض و مقاصد کیلئے ہر محاذ پر کوشاں رہے اور علمی و سیاسی میدان میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے اور اب اس حوالے سے انکی جو ذمہ داری تھی وہ اب ان پر عائد ہے، اللہ اُن کے پورے خاندان کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نقش قدم پر چلنے کو آسان فرمائے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے لوگ دنیا میں آتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دنیا میں رہنے کیلئے نہیں آیا کرتے بالآخر سفر کرتے ہیں لیکن زندگی کا ایک مشن وہ ایک امانت ہوتی ہے وہ امانت بعد کے لوگوں کو حوالہ کر کے چلے جاتے ہیں، یقیناً یہاں صدمے کا ماحول بھی ہے لیکن ایک علمی ماحول ہے اور علماء کا طبقہ قرآنی تعلیمات سے خوب واقف ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ نے قرآن میں فرمایا: أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ(ال عمران:١٤٤) یقیناً لوگ دنیا سے جاتے ہیں انبیائے کرام علیہم السلام بھی دنیا سے چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا سے پردہ فرمایا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم مایوس ہوکر بیٹھ جائیں لہٰذا یہ مشن جاری رہیگا اور وہ اہداف جو ہمارے اکابرین اور اسلاف نے ہمارے لئے متعین کئے ہیں ان مقاصد واہداف کے حصول کیلئے جدوجہد کا سلسلہ برقرار رہے گا اور ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرمائیگا اور یہ خون جو بہا ہے رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہ خون اپنی منزل کی طرف تحریکوں کو آگے بڑھائے گا اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ ان شاء اللہ یہ سلسلے جاری رہیں گے۔ ہماری تو پوری زندگی موت و حیات میں گزر رہی ہے، ادارے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ ہم نے قیام امن کیلئے قربانیاں دی ہیں لیکن جب ایسے واقعات رونما ہوجاتے ہیں تو ان کے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، ہماری کوشش یہ ہوگی، کہ ہم قوم کو امن بھرا پاکستان اور ماحول مہیا کریں، اللہ تعالیٰ مولانا سمیع الحق شہید کے خاندان والوں کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ یہ علمی و سیاسی سلسلہ اور یہ دینی علوم اور دینی سیاست کا یہ سارا سلسلہ جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو اور ہماری مشکلات کو آسان فرمائے۔ (آمین)

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
صدر وفاق المدارس پاکستان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ عالمگیر دینی شخصیت

- ...... ہمہ گیر بلند افکار اور امن پسندی وملکی سلامتی میں قائدانہ صلاحیت کا مظہر
- ...... اسلامی فکر وفلسفہ پہ ان کی عمیق نظر ہوتی تھی
- ...... اکابر کے مزاج ومشرب کے مطابق اسلامی نظریات کو بانگ دہل بیان کرنا

حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندرؒ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں تکمیل علم کے بعد جامعۃ اسلامیہ مدینہ منورہ اور لیبیا کی اسلامی یونیورسٹی وغیرہ سے علمی استفادہ وڈاکٹریٹ کیا، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۸۳ھ میں پہلے سفرحج کے سلسلہ میں جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں قیام جامعہ اسلامیہ کے ابتدائی دور کے پاکستانی طلبہ کے بیچ میں مولانا عبدالرزاق اسکندرؒ کے علاوہ مولانا عبداللہ کاکاخیل مرحوم، شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ یہ سب ساتھی وہاں تھے مولانا شہیدؒ دوڈھائی مہینہ ان کی رفاقت میں رہے اور وہاں کے بعض اہم اساتذہ کے دروس سے استفادہ کا موقع بھی ملا، حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندرؒ حسن خلق اور نجابت وشرافت کے پیکر تھے، آپ کا اس وقت سے حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا ان سے دوستی ورفاقت کا مضبوط رشتہ استوار رہا، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کے بعد جامعہ بنوری ٹاؤن کا اہتمام بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہوا اور گزشتہ کچھ برسوں سے آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر کے عہدے پر متمکن رہے۔ دورانِ طالب علمی راقم نے آپ سے عربی کی معروف کتاب الطریقۃ العصریہ پڑھی، آپ بڑے ہی شفیق اور مہربان استاد تھے۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم کے درجات بلند فرمائے۔ افسوس! کہ اس خصوصی نمبر کی اشاعت سے قبل ہی حضرت الاستاذ بھی اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں انہیں جگہ نصیب فرمائے آمین۔ (مدیر)

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ایک عالمگیر دینی شخصیت تھے، مولانا شہیدؒ کی شہادت سے دل غمگین اور رنجیدہ ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے میرا تعلق نصف صدی سے زائد عرصہ تک انتہائی دیرینہ رہا، کئی اسفار میں ان کی ہمراہی بھی رہی، ان کو ہمہ وقت دین، ملک وملت کے لئے فکرمند پایا، مولانا شہیدؒ معروف علمی خاندان کے سرخیل تھے، برصغیر کے معروف علمی مرکز جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم واستادالحدیث تھے اورعلوم وفنون کی دنیا میں بہترین مدرس تھے۔

دینی امور کی انجام دہی میں احسن ومنظّم انداز

آپ کے والد محترم استاد المحدثین حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا ہمارے شیخ ومربی محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے دین وعلم کی نسبت سے برسوں کا تعلق رہا، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ارتقائی عمل میں دونوں شیوخ کا کلیدی کردار بھی رہا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی اپنے والد کے قائم کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اپنے والد کی حیات میں ان کی نیابت میں روح رواں رہے اوراپنے والد کی معاونت کرتے ہوئے وفاق المدارس سمیت دیگر کئی اہم دینی امور کی انجام دہی کا فریضہ جس احسن ومنظّم انداز میں ادا کیا، وہ ان ہی کا خاصہ رہا، ۱۹۸۸ء میں حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد جامعہ حقانیہ کی شوریٰ نے ان کو مسندِ اہتمام کیلئے منتخب کیا تو اپنی جماعتی مصروفیت اورایوان بالا کی رکنیت کے ساتھ ملک بھر میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد سمیت کئی دیگر امور کی انجام دہی کے باوجود اپنے والد کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری میں کوئی کمی نہیں آنے دی بلکہ اس عظیم مرکز علم کو خوب سے خوب ترقی کی جانب گامزن کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ مضبوط علمی استعداد کے حامل

مولانا سمیع الحق شہیدؒ مضبوط علمی استعداد کے ساتھ تقریر وتحریر میں بھی کمال رکھتے تھے، اردو، پشتو، سمیت عربی اورفارسی پہ عبور ہونے کے ساتھ ادیبانہ صلاحیتیں بھی تھیں میں نے مختلف اسلامی ممالک کے اسفار میں مختلف زبانوں میں جامع مانع اورمؤثر انداز میں دینی افکار کو بیان کرتے ہوئے مولانا شہیدؒ کو دیکھا، اسلامی فکر وفلسفہ پہ ان کی عمیق نظر ہوتی تھی عالمی سطح پر اپنے اکابر کے مزاج ومشرب کے مطابق اسلامی نظریات کو ببانگ دہل بیان کرنا بھی ان کا وصف تھا، ہر محاذ پہ جرأت

وشجاعت اور دلیری کے ساتھ اہل حق کی ترجمانی میں بھی ان کو امتیاز حاصل رہا، ان کے رشحات قلم سے کئی شاہکار تصانیف وتالیفات موجود ہیں دین کے اس شعبہ میں ان کی کارکردگی کو بھی پرکھا جاسکتا ہے۔

دینی مدارس کے تحفظ میں قابل رشک کردار

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مدارسِ دینیہ کے تحفظ وتشخص کیلئے ہر سطح پر جو بہترین کردار ادا کیا وہ انتہائی قابل رشک رہا، وفاق المدارس العربیہ کے معاملات میں ان کی ترجیحات سے بھی سب واقف ہیں ملک میں فرقہ وارانہ سازشوں کو ناکام بنانے میں اتحاد ویکجہتی پہ مبنی سوچ کو فروغ دینے میں جس طرح مثبت کردار ادا کیا یہ ان کی شخصیت کے ہمہ گیر بلند افکار اور امن پسندی وملکی سلامتی میں قائدانہ صلاحیت کا مظہر تھی، یقیناً مولانا شہیدؒ کا وجود امت کیلئے وحدت کی علامت تھا، ان کی زندگی قابل رشک تو شہادت بھی باسعادت رہی، شہادت سے کچھ قبل ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پہ ان کی زندگی کے آخری خطاب سے ان کی عقیدت کا مظہر ومرجع اور ختامہ مسک کا مصداق آج تک ہمارے سامنے ہے، جس سے ان کی باکمال حیات کا خلاصہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے سامنے رکھ کر ان کو اس پیرانہ سالی میں شہادت سے سرفراز فرما کر باکامران اپنے پاس بلالیا۔

مولانا شہیدؒ کے کارناموں کی قبولیت

اللہ تعالیٰ نے ان کے کارناموں کو جو قبولیت عطا فرمائی وہ ان کے جنازہ کی مقبولیت سے بھی دیکھا جاسکتا ہے، ان کے برادر حضرت مولانا انوارالحق حقانی مدظلہ (نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ومہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) ان کے صاحبزادگان مولانا حامد الحق حقانی وشاگرد رشید مولانا راشدالحق سمیع حقانی سمیت دیگر اہل خانہ سے دلی تعزیت کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام لواحقین، متعلقین ومحبین کو صبر عطا فرمائے اور ان کے وسیع علمی ودینی امور کو ہمیشہ جاری رکھنے کا سبب بنیں اور ان کے تلامذہ سمیت ہر صاحبِ ایمان سے ان کے حق میں دعاؤں کے اہتمام کی درخواست ہے، اللہ ان کی مظلومانہ شہادت کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے سرفراز فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی
ڈربن جنوبی افریقہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: ایک متاثر کن شخصیت

- ...... بے حد متاثر کن شخصیت، رونقِ محفل اور مرکزِ توجہ ہوا کرتے تھے۔
- ...... عالمی میڈیا کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔
- ...... بین الاقوامی سیاست کے علم نے ان کو دوسرے علماء سے ممتاز کر دیا
- ...... انگریزی کتاب کا تعارف نومسلم خاتون صحافی Ivonne Ridley (مریم) نے لکھا۔

مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی مدظلہ، حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے قابل فخر فرزند ارجمند، دانشور، ادیب وخطیب، بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے خصوصی تعلق خاطر تھا، پاکستان جب بھی تشریف لاتے تو حضرت مولانا شہیدؒ سے ملاقات کا اہتمام کرتے، وقت نکال کر جامعہ حقانیہ تشریف لاتے، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ قومی وملی اور عالمی صورت حال پر مذاکرہ اور مشاورت کرتے، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی تاریخی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' جب مکمل ہوکر پریس بھیجنے کیلئے تیار ہوگئی۔ موصوف تشریف لائے دیکھ کر بہت خوش ہوئے، حضرت مولاناؒ کی جرأت کو سلام کیا، کتاب کی اشاعت کو وقت کی ضرورت قرار دیا اور حضرت مولاناؒ کی کتاب کا نام تجویز کرنے پر تحسین وتصویب فرمائی۔ (ادارہ)

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف — اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی
خنجر پہ کوئی داغ نہ دامن پہ کوئی چھینٹ — تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

یہ تو یاد نہیں کہ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات کب ہوئی؟ مگر اتنا ضرور یاد آتا ہے کہ ۱۹۹۹ء سے کافی پہلے اسلام آباد میں برادر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری مرحوم (ڈائریکٹر تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی) کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ صرف میرے نام اور والد ماجد (علامہ سید سلیمان ندویؒ) کی نسبت سے واقف تھے۔

باہمی تعارف اور ملاقاتوں کا آغاز

میں ان کے نام و کام دونوں سے واقف تھا ملاقات بڑی خوشگوار رہی ان کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحقؒ کی نسبت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور جامعہ اکوڑہ خٹک سے خوب واقف تھا اور خود مولانا کی سیاسی، مذہبی، تعلیمی اور جامعہ اکوڑہ خٹک سے منسلک خدمات سے بھی واقف تھا اس ملاقات کے بعد پھر مولانا سے مختلف اوقات اور جگہوں پر ملاقات ہوتی رہی، ہر ملاقات بڑی خوشگوار رہی۔

متأثر کن شخصیت

مولانا شہیدؒ کی تاریخی اور سیاسی معلومات بڑی متاثر کن تھیں، بین الاقوامی سیاست کے علم نے ان کو دوسرے علماء سے ممتاز کر دیا تھا پھر ایک وقت آیا جامعہ میں میری حاضری کا موقع بھی ہاتھ آ گیا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا انتقال ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو پیش آیا تو میں کراچی میں تھا اس کے بعد اگر میری یاد صحیح ہے تو ۲۰۰۰ء میں اسلام آباد میں حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ کی یاد میں ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔

مرکزِ توجہ

جب میں جلسہ میں شرکت کیلئے پہنچا حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی وہاں پر رونقِ محفل تھے اور مرکزِ توجہ بھی تھے اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اصرار کیا کہ ان کے مدرسے میں حاضری دوں مولانا از راہِ عنایت خاص طور سے مدرسہ سے کار کا انتظام کر کے جامعہ اکوڑہ میں پہلی حاضری کا موقع مہیا فرمایا جامعہ حقانیہ میں میری حاضری اور اساتذہ سے ملاقات بڑی خوشگوار رہی۔

حقانیہ میں پہلی بار حاضری اور ملاقات

حضرت نے مجھے اساتذہ اور طلباء سے خطاب کا حکم دیا جامعہ حقانیہ پر بین الاقوامی سیاسی حالات کا اس وقت دباؤ بھی تھا چنانچہ اس زمانے کے حالات کی مناسبت سے ''اساتذہ اور طلباء سے کیا توقع کی جائے'' اور کس طرح اپنے آپ کو علمی اسلامی لحاظ سے زمانہ کے تقاضوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ کے موضوع پر کچھ عرض کیا دوپہر کے کھانے کا بڑا نفیس انتظام فرمایا خود مولانا نے اپنے صاحبزادوں کا تعارف کرایا اور صاحبزادوں نے بھی حضرت مولاناؒ کی طرح میرے استحقاق سے زیادہ احترام کیا مجھے اس کا بخوبی اندازہ تھا کہ میرا یہاں اکرام اور میرے ساتھ انکا معاملہ میرے والد ماجد رحمہ اللہ کی نسبت سے تھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ بین الاقوامی اوراشاعتی اداروں کا مرکز بن گئے

مجھے دراصل افغانستان میں جہاد طالبان کے بارے میں اصل حقیقت جاننے اور سمجھنے کی تمنا تھی، مولانا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا تھا مولانا نے صحیح صورتحال سے مطلع کیا طالبان کی جہادی مساعی اور طالبان کے چند افراد کی جامعہ حقانیہ سے فراغت کے رشتہ کو مغربی دنیا نے جامعہ حقانیہ سے منسلک کر کے جامعہ کو بھی ملوث کرنے کی کوشش کر رہے تھے، چنانچہ بین الاقوامی اشاعتی اداروں کے نمائندگان اوراخباری نمائندوں نے جامعہ پر یلغار شروع کردی اور مولانا ان کے توجہ کا مرکز بن گئے۔

بین الاقوامی میڈیا سے بہت خوبی سے مقابلہ کیا

دہشت گردی کی تمام صفتوں سے جامعہ کوملوث کرنے کی مہم کی جانے لگی، مولانا نے بہت خوبی کے ساتھ اس مہم کا مقابلہ کیااورمولانا نے اس کا کوئی اثر قبول نہیں کیا، پاک راجہ پاک والا معاملہ تھا،اس سلسلے میں مولانا نے بہت سارے اخبارات کے اوراشاعتی اداروں کے نمائندوں کو اپنا نقطہ نظر بڑی خوبی سے بیان کیااوراصل حقیقت کے انکشاف کیلئے تحریری طور پر کوشش کی اور ایک کتاب طالبان کے جہاد افغان سے متعلق تحریر کی، جوبھی انٹرویو دیئے ان کو کتابی شکل میں بھی منتقل کر دیا، کتاب کاعنوان انگریزی میں یہ ہے (AfghanTaliban war of Ideology Struggle for Peace) یعنی افغان طالبان کی نظریاتی جنگ اور انکی مساعی کی اصل حقیقت واضح کی اس کتاب کے آغاز میں مولانا نے صحیح طور پر جامعہ حقانیہ کی تاریخ اوراپنے والد ماجد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اوراپنی اوراپنے خاندان کے کوائف کوتفصیل سے بیان کیا ہے۔

نومسلم مریم نے مولانا سمیع الحق کی کتاب کا دلچسپ تعارف لکھا

دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ اس کتاب کا تعارف ایک ایسی خاتون شخصیت نے تحریر کیا، جنہوں نے افغان جہاد اورطالبان کاعلم براہ راست تجربہ کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا یعنی خاتون صحافی Ivonne Ridley جن کو افغانستان میں مہینوں تک قید میں رکھا گیا تھا ان کے ساتھ افغانستان میں جس طرح اسلامی آداب کیساتھ برتاؤ کیا گیا اس کا نتیجہ ان کے قبول اسلام کی شکل میں ظاہر ہوا پھر انہوں نے اپنے قید افغانستان کی داستان اپنی کتاب طالبان کے ہاتھوں میں(In the hand of Taliban) میں بیان کی اور اپنا اسلامی نام مریم رکھا۔

میری پہلی حاضری کے بعد مولانا سے ملاقات ہوتی رہی اور پھر جامعہ حقانیہ کی زیارت کا

دوسری بار موقع ملا جنوری ۲۰۱۸ء میں اسلام آباد میں تھا اور بین الاقوامی اسلامی جامعہ میں میری کسی محاضرہ کی تفصیل کا علم ان کو اخبارات سے معلوم ہوا تھا انہوں نے اپنے صاحبزادے مولانا راشد الحق سمیع کے ذریعے کسی طرح میرا پاکستان کا فون نمبر حاصل کیا اور بجا شکایت کی کہ آپ پاکستان آتے ہیں اور اطلاع نہیں کرتے، آپکے چلے جانے کے بعد مجھے علم ہوتا ہے میں نے معذرت پیش کی اور تلافی مافات کے طور پر جامعہ میں حاضری کا وعدہ کرلیا، چنانچہ حسب معمول اپنے صاحبزادے مدیر ''الحق'' کے ذریعہ میرے لئے کار کا انتظام فرمایا اور اسی طرح جامعہ کی زیارت کا پھر قیمتی موقع حاصل ہوا۔

علماء اور طلباء کس طرح رجال العصر کا کام انجام دیں سکیں گے؟

حسب معمول انہوں نے حکم دیا کہ اساتذہ اور طلباء میں خطاب کیا جائے چنانچہ میں نے پاکستان کے علمی و اسلامی حالات کے تناظر میں خطاب کیا کہ کس طرح فارغین طلبہ و اساتذہ رجال العصر کا کام انجام دے سکیں گے؟ ایک عرصہ سے میرا خیال ہے کہ مدارس کو اپنی تعلیمی نظام اور مناہج تعلیم میں زمانہ حال کے تناظر میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے یعنی اصل علوم قرآن پاک، حدیث اور فقہ میں مہارت کے علاوہ ایسے علوم کا بھی اضافہ کیا جائے اور نصاب میں داخل کیا جائے جس سے متخرجین حالات حاضرہ کا صحیح طور پر مقابلہ کرسکیں سیرت کا مطالعہ بحیثیت فن کے اور اسلامی تاریخ اور عالم جدید تاریخ اسلام کے سیاسی نظام کو فن کی حیثیت سے مدارس کے نصاب میں جگہ دیجائے اور اس کیلئے ایسے اساتذہ کا اہتمام کیا جائے جو اسکو پڑھا سکیں، اسی طرح طالبعلم کیلئے عربی کے علاوہ انگریزی کا بھی انتظام کیا جائے، اسی طرح فقہی مسالک اربعہ کے اصول پرخاص طور پر توجہ دی جائے تاکہ جدید مسائل کا حل پیش کیا جا سکے اور تخصص جس بھی فقہی مذہب میں چاہیں کریں اور اسی طرح مذاہب اربعہ کے اصول کے ذریعے استنباط میں آسانی ہوگی، آج کا انگریزی خواں طالبعلم اسلام کے عقائد و عبادات کا علم رکھتا ہے لیکن یہ بھی مغربی علوم کی یلغار میں گم نہ ہوتو کمزور ضرور ہو جاتا ہے۔

پاکستانی ارباب مدارس سے دردمندانہ اپیل

مدارس کے ذمہ داران سے پاکستان میں کئی بار عرض کیا کہ اگر مدارس کے نصاب میں تبدیلی کا شور ہے تاکہ جدید زمانہ کے مسائل سے واقف ہوں تو آپ حضرات! انگریزی جامعات میں نصاب کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ اور قیام پاکستان کے نظریہ سے ہم آہنگ کرنے کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ مگر میری آواز صدا بہ صحرا ہی رہی۔

جامعہ حقانیہ کا خوشگوار ارتقاء

جامعہ حقانیہ میں اس دوسری حاضری میں خوشگوار ترقی عمارتی اور روحانی دونوں ہی میں نظر آئی خاص طور پر مسجد کی توسیع کا کام بہت زور وشور سے جاری تھا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس علمی و روحانی مینار کو یوں ہی روشن رکھے جس طرح اس کے بانی رحمہ اللہ چاہتے تھے۔

ضیافت میں مہمان کی چاہت اور مزاج کو ملحوظ رکھتے تھے

اس کے بعد حسب معمول مولانا نے اور ان کی تمام ہی صاحبزادگان نے پر تکلف دو پہر کے کھانے کا اہتمام کیا، حسب معمول مولانا اور ان کے صاحبزادوں کو بھی یہ علم تھا کہ میرا معمول دو پہر کے کھانے میں عام طور پر صرف پھل کھانے کا ہوتا ہے اسلئے اس کا بھی انتظام کیا حسب معمول مولانا سے دلچسپ گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا میں خاص طور سے افغانستان کے اندرونی حالات کے جاننے کا مشتاق تھا، مولانا نے خاصی تفصیل سے وہاں کے حالات بیان فرمائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے فضل وتقدم کا اعتراف

دوران گفتگو اچانک مولانا نے میری عمر پوچھی میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ علم وفضل میں بڑے ہیں، پہلے اپنی عمر ظاہر کریں چنانچہ مولانا نے انکشاف کیا کہ انکی پیدائش ۱۹۳۶ یا ۱۹۳۷ء کی ہے، میں نے اپنی تاریخ پیدائش بتائی تو پتہ چلا کہ عمر میں مَیں ان سے بڑا ہوں، اس پر قہقہہ پڑا تو میں نے فوراً اس حقیقت کا اظہار کیا کہ مولانا اپنے مشاہدات تجربات اور مذہبی و دنیاوی اور سیاسی امور میں مجھ سے کہیں آگے ہیں اور مجھے ان تمام میدانوں میں فضل کا اقرار ہے یہ پرتکلف مجلس بالآخر اختتام کو پہنچی اور پھر اسلام آباد کیلئے میری روانگی ہوئی، میں اس رخصت کے بعد کچھ دن پاکستان میں قیام کر کے جنوری کے آخر میں حسب معمول جنوبی افریقہ واپس آ گیا، جہاں میرا ایک طویل عرصہ سے مستقل قیام ہے۔

ماہنامہ ''الحق'' سے خصوصی اشتغال

جامعہ حقانیہ کے کوائف کا علم اس مجلّہ سے ہوتا رہتا ہے یہ مجلّہ کبھی آتا ہے اور کبھی ڈاک کی نذر ہوجاتا ہے خود مولاناؒ پاکستان کی سیاسی اسلامی اور تعلیمی کوائف کا عملی تجربہ رکھتے تھے جمعیت علمائے اسلام کے صدر کی حیثیت سے پاکستان کی سیاسی حالات اور اس کے رُخ عملی کا تجربہ براہ راست رکھتے تھے پاکستان کی اسمبلی اور سینٹ کے ممبر کئی بار رہ چکے تھے اسکے علاوہ جامعہ حقانیہ کے مہتمم ہونے

کے علاوہ شیخ الحدیث کی حیثیت سے طلباء کی تعلیم و تربیت کا اہتمام رکھتے تھے، مدرسہ کے امور اور اسکی دیکھ بھال میں ان کے فرزندوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ تھا اور ہے اور صحیح معنوں میں یہ سب مولانا کے دست راست رہے ہیں۔

شہداء بالاکوٹ کی زیارات پر حاضری کی خواہش

میں نے مولاناؒ سے خواہش کی تھی کہ میں سید احمد شہید رحمہ اللہ کی نسبت سے بالاکوٹ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں مولاناؒ نے مجھ سے وعدہ لیا کہ میں ۲۰۱۹ء میں مارچ، اپریل یعنی گرمی کے موسم میں دوبارہ حاضر ہوں تو وہ مجھے بالاکوٹ لے جائینگے اور یہ کہ جب بھی میرا پاکستان آنا ہوا کرے تو میں انکو مطلع کروں گا اور پھر ان شاء اللہ ضرور حاضری ہوگی...... ع اے بسا آرزو کے خاک شد

مولاناؒ کی شہادت فضل وکمال کا ماتم

۲ نومبر ۲۰۱۸ء کی شام کو اچانک خبر ملی کہ مولانا کو کسی بدبخت نے راولپنڈی میں چھریوں سے زخمی کر کے شہید کر دیا، مولانا تو شہادت پا کر اللہ تعالیٰ کے یہاں سرخرو ہو گئے لیکن بدبخت قاتل نے تو اپنے لئے جہنم کا پروانہ حاصل کر لیا قلب و دماغ پر بجلی گر گئی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یقین نہیں آتا کہ ان سے کسی کو ذاتی پرخاش یا دشمنی ہوگی ایسی باغ و بہار شخصیت سے کسی فرد کو عداوت یا مخاصمت سیاسی سازش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، بہ ظاہر تو عداوت کا تصور بھی نہیں ہوسکتا قاتل کو یقیناً مولانا کے پروگرام کا علم تھا ورنہ راولپنڈی میں ان کے مکان تک رسائی کیسے ممکن ہوسکی، بقول شاعر:

دیکھا جو تیر کھاکے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

پاکستان میں جتنے بھی سیاسی قتل ہوئے لیاقت علی خان سے لے کر ضیاء الحق تک ان کے قاتل کا پتہ آج تک نہیں چل سکا، سیاسی قتل میں بیرونی طاقتوں کا ہاتھ رہا ہے مولانا رحمہ اللہ کے قتل و شہادت کے مرتکب کا حال بھی معلوم نہ ہوگا بقول مشہور شاعر کلیم عاجز:

خنجر پہ کوئی داغ نہ دامن پر کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کروہو

اس حادثہ نے قلب و دماغ کو شدید محرومی کا شکار کر دیا، جانا تو سب ہی کو ہے مگر کچھ حادثہ

انتقال ایسا ہوتا ہے کہ انکی محرومی کا احساس اس لیے شدید ہوتا ہے کہ جو کرسی خالی ہوتی ہے اسکے جلد بھرنے کا امکان بھی بظاہر کم ہوتا ہے مولانا کا حادثہ شہادت دراصل فضل وکمال کا ماتم ہے اخلاق و شرافت کا ماتم ہے میری دانست وتجربہ میں بہت کم ایسے علماء ہیں جن کو بین الاقوامی اور قومی سیاست کا صحیح علم ہو جتنا مولانا کو تھا۔

صاحبزادوں سے توقعات اور امیدیں

مجھے امید ہے کہ ان کے صاحبزادگان (جن کی تعلیم وتربیت مولانا نے کی ہے اور اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے زیرسایہ جامعہ حقانیہ میں تعلیم وتربیت کا تجربہ عملی طور پر حاصل کیا ہے) جامعہ کو اس طرح مل کر سنبھالیں گے جس طرح مولانا رحمہ اللہ نے خود کیا، ان کے صاحبزادوں میں سے ہر ایک کا عملی تجربہ ہے، مولانا شہیدؒ نے اب جو امانت اپنے صاحبزادوں کے حوالے کی ہے وہ اسی طرح ان کی فکر کرینگے جس طرح مولانا نے اپنے سینہ سے لگا کر خدمت کی اور جامعہ کو عالمی بامِ شہرت عطا کی۔

مولانا شہیدؒ کے ساتھ گزری ہوئی خوشگوار ساعتیں ہی اب یادوں کے خزانہ میں جمع ہیں بالاکوٹ جانے کا وعدہ ہمیشہ مجھے ان کی یاد کو زندہ کرے گا، مولانا شہیدؒ ایک ایسی شخصیت تھیں جن کی گفتگو اور نشست سے اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی، میں مولانا سے مختلف سوالات کر کے جواب مانگتا تھا اور وہ خندہ پیشانی سے اطمینان بخش جواب دیتے تھے، انہوں نے جس طرح اپنے والد ماجد کی امانت کو سینے سے لگا کر اللہ کی نصرت سے اس کی ترقی اور مدرسہ کی علمی و روحانی ترقی بالآخر اپنا خون دے کر اور سینچ کر اپنی بعد کی نسل کے حوالہ کیا ہے، اب ان کے صاحبزادگان سے توقع ہے کہ وہ اپنے شفیق والد ماجد کی یاد تازہ رکھنے کیلئے اسی ہمت سے اس وراثت کی نگہبانی کریں گے جس طرح ان کے والد ماجد رحمہ اللہ نے کی اب ان کے جدامجد رحمہ اللہ اور والد ماجد کی امانت ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے اپنے سینہ سے لگا کر رکھیں گے، مولانا رحمہ اللہ کی شہادت سے میرا جامعہ اور وابستگان جامعہ سے تعلق ختم نہیں ہوا، ان شاء اللہ بشرط حیات ان کے صاحبزادوں سے تعلق قائم رہے گا اور ان سے مل کر مولانا کے فراق ابدی کے غم کو ہلکا کرسکوں گا مولانا تو گئے اب ان کی یاد باقی رہے گی اور مولانا کو جامعہ کے وابستگان اور انکے احباب ان کے حادثہ سے انتقال کو کبھی نہ بھول سکیں گے جگر کا یہ شعر مولانا پر صادق ہے......

جان کر من جملہ خاصان مے خانہ مجھے　　　مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

مولانا محمود اسعد مدنی
ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند، نئی دہلی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ
دین وسیاست کے ہر دو میدانوں میں اپنا کردار نبھا گئے

- ...... وہ فکری الحاد اور نظریاتی گمراہیوں کا بھی مسلسل تعاقب کرتے رہے
- ...... اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھایا
- ...... دین وسیاست کے ہر دو میدانوں میں اپنا کردار پیش کیا
- ...... ایک کامیاب مدرس اور محدث
- ...... آپ کی ساری زندگی تدریس وتعلیم میں گزری

حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے پوتے، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے فرزند، جید عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے ہونہار فاضل، جمعیت علمائے ہند کے سیکرٹری جنرل اور قائم مقام صدر، ہندوستان کی مذہبی ودینی سیاست کے روح رواں۔ ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۲ء تک بھارتی پارلیمان کے معزز رکن رہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بلند پایہ مذہبی اسکالر اور محقق تھے، حضرت مولانا مرحوم کے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا شمار برصغیر کے جید علمائے دین میں ہوتا تھا، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے اور وہ میرے والد جانشین شیخ الاسلام فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے استاد تھے اوران دونوں بزرگوں (حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ) کے درمیان محبت پر مبنی والہانہ ومخلصانہ تعلق تھا، تقسیم وطن کے بعد جب دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کا رشتہ ٹوٹ گیا توانہوں نے اکوڑہ خٹک میں ممتاز دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی، جہاں مسند حدیث پر

بیٹھ کر ہزاروں تشنگان علوم کو چشمہ فیض سے سیراب کیا، ان کی جہد وعمل کی روایات ، تاریخ کا مایہ صدافتخار حصہ ہیں، ان کا قائم کردہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ برصغیر کا ایک اہم ادارہ گردانا جاتا ہے، جہاں حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم نے تعلیم حاصل کی اور پھر یہاں کے مدرس اور مہتمم بن کر اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھایا اور دین وسیاست کے ہر دو میدانوں میں اپنا کردار پیش کیا۔

حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم کی زندگی کا ایک دائرہ یہ ہے کہ وہ ایک کامیاب مدرس اور محدث تھے ، ان کی ساری زندگی تدریس وتعلیم میں گزری اور ہزاروں طلبہ وعلماء نے ان سے استفادہ کیا، ان کی جدوجہد کا ایک دائرہ صحافت اور تصنیف وتالیف کا تھا، جس کا انہوں نے ماہنامہ ''الحق'' سے آغاز کیا اور دینی لٹریچر میں مختلف حوالوں سے قیمتی اضافہ کرتے چلے گئے ،وہ فکری الحاد اور نظریاتی گمراہیوں کا بھی مسلسل تعاقب کرتے رہے۔

خاکسار کو حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم سے نیاز مندی تھی اور ان کی شفقتوں اور دعاؤں سے مستفید ہوتا تھا ، جب نومبر ۲۰۱۸ء میں حضرت مولانا مرحوم کی شہادت کی جانکاہ خبر موصول ہوئی تو کافی قلق ورنج ہوا، خیر موت تو ایک برحق چیز ہے اوراللہ کے نیک بندوں کے لئے اپنے حبیب سے وصال کا ایک پل ہے،اس لئے صبر واستقامت کے ساتھ صراط مستقیم پر چلنا ہی کسی بھی اولاد کیلئے اپنے والد کو بہترین خراج عقیدت ہے ، جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے ،دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو جوار رحمت میں جگہ دے ، اوران کے ورثاء کو ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

یہ جان کر قلبی اطمینان ہوا کہ حضرت مولانا انوارالحق صاحب (مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ) مولانا مرحوم کے صاحبزدگان مولانا حامد الحق حقانی (نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ) مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب (مدیر ماہنامہ ''الحق'') حضرت مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر ایک خصوصی شمارہ شائع کرنا چاہتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے امت مسلمہ کیلئے خیر وفلاح کا کام لیتا رہے ، اسی طرح حضرت مولانا مرحوم کے دوسرے صاحبزادے مولانا اُسامہ سمیع صاحب اورمولانا خزیمہ سمیع صاحب کو حق تعالیٰ عزم وجزم اور ہمت وحوصلے سے نوازیں اورامت مسلمہ کی سربلندی کا ذریعہ بنائیں (آمین یارب العالمین)

مولانا محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مولانا سمیع الحقؒ ایک عہد ساز شخصیت

مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہجامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل و مہتمم، وفاق المدارس العربیہ کے جنرل سیکرٹری، عظیم خطیب، داعی، مبلغ، ادیب و مصنف اور ذمہ داران دینی مدارس کی قیادت کی سعادت سے بہرہ ور ہیں، آپ ادب و دین کا مرقع، آغاز کار سے علم حدیث کے تدریسی شغل کے باعث فن حدیث کے نباض، زبان و بیان میں پیچ نہ قلم میں خم، چہرہ مہرہ سادگی اور شرافت اور سعادت و دیانت کی دلآویز داستان، معیاری نگارشات، مختصر، جامع، مؤثر رشحات قلم اور پُر مغز مقالات کے نثر نگار ہیں، بلاشبہ وہ اپنے وقت کے عظیم خطیب ہونے کیساتھ ساتھ صاحبِ قلم فرمانروا بھی ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے بڑے مخلصانہ و برادرانہ تعلقات اور محبت تھی، ان کے حین حیات میں بارہا جامعہ حقانیہ تشریف لاتے رہے اور یہاں کے تاریخی اجتماعات سے خطاب بھی فرماتے رہے، قدرت نے انہیں غیر معمولی دل و دماغ عطا کئے ہیں۔ پیش نظر تحریر بھی ان کی ایسی ہی نادر صلاحیتوں کا شاہکار شذرہ ہے۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحقؒ بھی بالآخر جام شہادت نوش کر گئے، دکھ ہے اور بے حد ہے، یادیں ہیں اور بے حساب ہیں سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا لکھیں اور کیا کہیں؟ ایک بوڑھا جرنیل جس کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، کوئی ایک شعبہ اور کوئی ایک جہت نہیں بلکہ مولانا سمیع الحق نے ہمہ جہت خدمات سرانجام دیں، درس و تدریس کو دیکھ لیجئے کہ ڈھیر سارے مشاغل، آئے روز کے اندرون و بیرون ملک اسفار، حالات کے نشیب و فراز اور زندگی کے مختلف مراحل میں عشروں سے مولانا سمیع الحق جامعہ حقانیہ کے دارالحدیث میں مسند تدریس پر رونق افروز نظر آتے تھے، اگر انہوں نے زندگی میں اور کوئی خدمت نہ بھی سرانجام دی ہوتی تو محض یہی ایک خدمت کافی تھی کہ وہ عشروں سے درس حدیث دے رہے تھے اور ان سے بلاواسطہ اور بالواسطہ کسب فیض کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں ہے، کیا پاکستان اور افغانستان اور کیا دنیا کے دیگر خطے جہاں جانا ہوتا ہے جامعہ حقانیہ کے فضلاء اور مولانا سمیع الحق کے تلامذہ گرانقدر خدمات سرانجام دیتے نظر آتے ہیں پھر مولانا کی محض تدریس ہی نہ تھی بلکہ اہتمام و انصرام میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔

مولانا سمیع الحق کی وسعت ظرفی

جامعہ حقانیہ جیسی عظیم درسگاہ کو انہوں نے خون جگر دے کر سینچا، ان کی سیاسی سرگرمیوں، ان کے تنظیمی مشاغل، بدلتے ہوئے حالات کی گرمی سردی کچھ بھی تو اس درسگاہ پر اثر انداز نہ ہو سکا، اتنے بڑے ادارے کی ضروریات کا بندوبست ہی کارے دارد مگر آفرین ہے کہ مولانا نے اسے عمر بھر بڑی کامیابی سے نبھایا۔ جامعہ حقانیہ کی کامیابی میں مولانا سمیع الحقؒ کی وسعت ظرفی کا بڑا دخل تھا، آپ کیسے کیسے اہل فن چن کر لائے، کیسے کیسے اساطین علم کو جامعہ حقانیہ سے وابستہ کیا اور کھل کر کام کرنے کا موقع دیا جامعہ حقانیہ کے مشائخ، اساتذہ حتی کہ طلبہ میں بڑی تعداد ایسی تھی جن کے نظریات و افکار حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے مختلف اور تنظیمی اور جماعتی وابستگی بھی مولانا سمیع الحقؒ سے جدا تھی لیکن مولانا نے تعلیمی اور انتظامی معاملات میں اپنی پسند ناپسند، اپنے افکار و نظریات اور اپنی تنظیمی و جماعتی ترجیحات سمیت کسی چیز کو آڑے نہ آنے دیا اور ہمیشہ جامعہ حقانیہ کا گلشن سرسبز و شاداب رہا، آباد رہا اللہ رب العزت تا ابد آباد رکھیں۔ (آمین)

تصنیف و تالیف کے شہسوار

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تصنیف و تالیف کے حوالے سے ماہنامہ ''الحق'' سے جو سفر شروع کیا اس کا بھی ایک پورا جہان آباد کیا، ہم نے تو ابتداء میں مولانا سمیع الحق کو ماہنامہ ''الحق'' میں ہی دیکھا، قلم پر کیا گرفت تھی، حالات پر کیسی نظر تھی اور علمی طور پر کیا رسوخ تھا اور پھر اکابر کی نسبت و صحبت نے ان کے اندر کے قلم کار کو کندن بنا دیا تھا، مولانا سمیع الحقؒ کا قلم یوں تو تاریخ کے ہر موڑ پر اپنی جولانیاں دکھاتا نظر آتا ہے لیکن ۱۹۷۴ میں قادیانیت کے حوالے سے قومی اسمبلی میں جو محضر نامہ پیش کیا گیا اس پر علمی و تحقیقی حوالے سے اس عہد کے جن چند باہمت نوجوانوں نے شبانہ روز محنت کر کے پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ان میں مولانا سمیع الحقؒ پیش پیش تھے، مولانا سمیع الحقؒ کا یہ کمال تھا کہ وہ دوسروں سے لکھوانے اور پھر اسے چھپوانے میں خاص مہارت رکھتے تھے چنانچہ ماہنامہ ''الحق'' کی پرانی فائلیں اور خاص نمبر اٹھا کر دیکھ لیجئے! مولانا کا یہ کمال جا بجا نظر آئے گا۔

موتمر المصنفین ایک عظیم ادارہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا یہ بھی کمال تھا کہ وہ اہل زبان نہ ہونے کے باوجود بہت شستہ اور نستعلیق اردو لکھتے تھے اور اس سے بھی بڑا کمال یہ کہ وہ کوئی برگد کا ایسا درخت نہ ثابت ہوئے جس کے سائے

تلے کوئی اور درخت پروان ہی نہ چڑھ پاتا، آپ نے موتمر المصنفین کی بنیاد ڈالی اور کیسے کیسے ہیرے تراشے، صرف مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا مفتی غلام الرحمٰن، حافظ راشد الحق سمیع کی تحریری و تصنیفی خدمات کو ہی سامنے رکھیے! تو مولانا سمیع الحقؒ کی تصنیفی و تالیفی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ کا ایک منفرد کارنامہ

مولانا سمیع الحقؒ کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے علمی ذخیرہ سنبھال کر رکھا اور صرف سنبھال کر ہی نہ رکھا بلکہ اسے سجا کر اور چھپوا کر امت کے سامنے پیش بھی کر دیا اس حوالے سے مشاہیر کے خطوط و پیغامات اور مراسلات پر مولاناؒ نے جو کام کیا وہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد کارنامہ ہے، مولانا سمیع الحقؒ کی تصنیفی و تالیفی زندگی میں جو سب سے اہم بات تھی وہ یہ کہ انہوں نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا ابھی آخری عمر میں انہوں نے جس کام کا بیڑہ اٹھایا تھا اسی کو دیکھ لیجئے کہ امام التفسیر حضرت شیخ لاہوریؒ کے تفسیری نکات اور ترجمہ ڈھونڈنے سے نہ ملتا تھا حالانکہ وہ ایک تاریخی ورثہ اور علمی ذخیرہ تھا مولانا سمیع الحق نے اسے جس انداز سے سجا سنوار کر اور عام فہم بنا کر امت کے سامنے پیش کرنے کا عظیم منصوبہ شروع کیا تھا وہ جب منظر عام پر آئے گا تب خبر ہوگی کہ مولانا سے اللہ نے کتنا عظیم کام لیا۔

دو عظیم منصوبوں کی تکمیل کی خواہش اور تمنا

آخری عمر میں مولانا سمیع الحقؒ سے جب بھی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے دو منصوبوں کا بطور خاص تذکرہ کیا، ایک امام لاہوریؒ کے تفسیری نکات پر تحقیقی اور اشاعتی کام کا اور دوسرا جامعہ حقانیہ کی عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا، مولانا کی دلی خواہش تھی کہ یہ دونوں کام مکمل کرنے کی انہیں مہلت مل جائے اگرچہ یہ دونوں کام سو فیصد تو ان کی زندگی میں مکمل نہ ہو پائے تاہم ان پر زیادہ کام ہو گیا اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے (آمین)۔

مولانا سمیع الحقؒ کے صدقات جاریہ کی ایک کہکشاں

ابھی مولاناؒ پر لکھنے بیٹھا ہوں تو یادوں کی ایک بارات چلی آ رہی ہے اور کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں مگر لکھتے ہوئے سب سے زیادہ دل و دماغ پر جو بات غالب ہے وہ یہ کہ مولاناؒ نے اپنی آخرت کیلئے کیا کیا زاد راہ ساتھ لے لیا اور کیسے کیسے کارنامے اور صدقات جاریہ ہیں ان کے نامہ اعمال میں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی کسی کے پلے ہوتا تو بہت تھا مگر مولانا سمیع الحقؒ کی

حیات مستعار میں تو صدقات جاریہ کی ایک کہکشاں ہے جگمگ کرتی کہکشاں ،اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں۔

جہادافغانستان کے ماسٹر مائنڈ

مولانا سمیع الحقؒ کی تحریکی زندگی بھی ایک مکمل داستان ہے، گزشتہ چارعشروں کی ہرتحریک میں مولانا سمیع الحقؒ ''گھنٹہ گھر''دکھائی دیتے ہیں،سب تحریکوں کو ایک طرف رکھیے! صرف جہاد افغانستان کی بات کیجیے تو مولانا سمیع الحقؒ اس کے صحیح معنوں میں''ماسٹر مائنڈ'' نظر آتے ہیں،اس تحریک جہاد جس نے دوسپر پاورز کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا، اس کے''جی ایچ کیو'' کوسلیس زبان میں مولانا سمیع الحقؒ اوران کی درسگاہ کہا جاسکتا ہے،مولانا سمیع الحقؒ اگرچہ عسکری دنیا کے آدمی نہ تھے لیکن عسکری میدانوں کے لئے جس فکری،علمی، اخلاقی، نظریاتی کمک کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب مہیا کرنے کا ڈپومولانا اوران کے رفقاء کے پاس تھا اورکمال یہ کہ حالات کے جبر نے مولانا سمیع الحقؒ کے لہجے کے بانکپن کوکبھی متاثر نہیں ہونے دیا اورانہوں نے کمال استقامت اور پامردی سے جہاد، مزاحمت، آزادی اور پاکستان وافغانستان کے دفاع کی جنگ لڑی اورآخرتک سرینڈر نہ ہوئے۔

مولانا مرحوم سے محبت واحترام کا رشتہ

ہمارا مولانا کے ساتھ ہمیشہ بہت محبت اوراحترام والا رشتہ رہا،صرف مولانا ہی نہیں بلکہ ان کے پورے خاندان کے ساتھ دیرینہ اورمحبت وخلوص سے لبریز مراسم رہے،مولانا سمیع الحقؒ نے ہمیشہ مدارس کے کاز کیلئے بےلوث تعاون فرمایا، جب بلایا چلے آئے، جب ضرورت پڑی کندھے سے کندھا ملائے دکھائی دیئے،انہوں نے مولانا انوار الحق کوتو گویا وفاق المدارس کیلئے وقف کر رکھا تھا، جب بھی خیبر پختونخواہ کی طرف سفر ہوا جامعہ حقانیہ ضرور حاضری ہوتی اورمولانا کی میزبانی،خلوص،شفقت اورمحبت کے کتنے زمزمے بہتے نظر آتے،اللہ کرے علم وعمل اورخلوص ومحبت کے یہ زمزمے سدا بہتے رہیں،مولانا سمیع الحق کی سیمابی طبیعت،ان کی زندگی بھر کی ریاضت اور جدوجہد کے بعد جچتی تو ان کے ساتھ شہادت کی موت ہی تھی لیکن سفاک اور درندہ صفت قاتلوں کی سنگدلی پراورمولانا کی جدائی پردل خون کے آنسورورہا ہے۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزادمرد تھا

مولانا نور عالم خلیل امینیؒ
مدیر ''الداعی'' واستاد عربی دارالعلوم دیوبند

مولانا سمیع الحق شہیدؒ صاحب نظر دانشور

- ...... برصغیر کے علماء وقائدین ملت کے درمیان ممتاز شان اور الگ پہچان
- ...... علم وفضل ،تقویٰ وصالحیت ،سیاست وقیادت کے میدان میں سرگرم عمل
- ...... علمی کمال کے ساتھ سیاست وقیادت کی سرگرمیوں میں کامیاب وبامراد
- ...... سیاستداں کے ساتھ باکمال محدث، دیدہ ورمفسر، صاحب نظر محقق
- ...... سازش ہائے عالم سے باخبر رہنما دانشور
- ...... اردو زبان کے صاحب اسلوب نثر نگار ومصنف

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحبؒ، ہندوستان میں عربی زبان وادب کے مشہور ادیب ومصنف تھے، دارالعلوم دیوبند کے عربی مجلّہ ماہنامہ ''الداعی'' دیوبند کے مدیر اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند کے استاد عربی ادب کے طور پر ذمہ داریاں انجام دیتے رہے، مولانا مرحوم عربی اور اردو کے تقریباً ایک درجن سے زائد مقبول ترین کتابوں کے مصنف ہیں، اس کے علاوہ مولانا کے عربی واردو میں پانچ سو سے زائد مضامین ہند وبیرون ہند کے مختلف رسائل واخبارات میں شائع ہوچکے ہیں۔ زیرنظر مضمون آپ نے حضرت شہیدؒ کی خدمات کے حوالے سے خصوصی نمبر کیلئے بیماری کے باوجود کچھ عرصہ قبل ارسال کیا تھا۔(ادارہ)

اس راقم عاجز وآثم کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ترجمان رسالہ ''الحق'' کا حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر خصوصی نمبر شائع ہونے جارہا ہے،اس ناچیز سے پہلے بھی اور تازہ خط مورخہ ۲۲ر ستمبر ۲۰۲۰ کے ذریعے بھی جو ای میل کے ذریعے اسے ملا، حضرت مولانا پر

مضمون یا تاثر لکھ بھیجنے کی شدید خواہش کا اظہار کیا گیا، لیکن دو مرکزی وجھوں سے یہ راقم اس کارِ خیر میں شریک نہ ہو سکا۔

☆ کثرت امراض کی وجہ سے حد درجہ ذہنی پژمردگی جس کی بناء پر کوئی کام بالخصوص تحریری کاوش جس میں ذہنی شفافیت کی بہ طور خاص ضرورت ہوتی ہے، صحیح ڈھنگ سے راقم سے انجام پذیر نہیں ہو پاتی۔

☆ حضرت مولاناؒ پر لکھنے والے بہت سے حضرات جو اس راقم سے زیادہ اچھا لکھنا جانتے ہیں نیز حضرت مولاناؒ کو بھی مجھ سے بہ درجہا بہتر طور پر قریب سے جانتے ہیں لکھ چکے ہوں گے یا اب لکھ رہے ہوں گے، اس لئے راقم کا ان پر لکھنا تحصیل حاصل جیسا لگتا ہے اور یہ پیچیدہ کام ہے۔

اسی لئے اس وقت بھی صرف اس چند سطری تاثر پر اکتفا کرتے ہوئے، وہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے صاحبزادوں اور دارالعلوم حقانیہ کے ذمہ داروں سے، بے حد معذرت خواہ ہے، والعذر عند كرام الناس مقبول۔

حضرت مولانا سمیع الحقؒ (پ: ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء شنبہ: ۱۵ر شوال ۱۳۵۶ھ، ش: جمعہ، ۲۳ر صفر ۱۴۴۰ھ، ۲ر نومبر 2018ء) برصغیر میں علماء وقائدین ملت کے درمیان اپنی ممتاز شان اور الگ پہچان رکھتے تھے کہ ان میں علم وفضل اور تقویٰ وصالحیت کے ساتھ ساتھ، سیاست وقیادت واجتماعی خدمت کے میدان میں نتیجہ خیز طور پر، سرگرم عمل رہنے کی بھرپور اور ثمر آور صلاحیت تھی، اسی لئے خدا کی توفیق سے انہوں نے دین وملت اور تعلیم وتربیت نیز تالیف وتحریر وتحقیق اور تقریر وخطابت کی خدمات کے میدانوں میں جس طرح پوری زندگی اپنے آپ کو متحرک رکھا، یہ ان کا امتیاز رہا اور کوئی دوسرا ان کی ہمسری نہ کر سکا، اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمتوں کو شرف قبولیت سے نوازا اور انہیں شہادت کی موت سے بہرہ ور کیا، جس بیدردی وسنگ دلی سے انہیں شہید کیا گیا، اس کے مرئی ومسموع منظر کو دیکھ کر اور سن کر ہر غیرت مند مسلمان کا کلیجہ منہ کو آ گیا تھا، آج بھی اس واقعے کے تصورِ محض سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن ان کی مظلومیت کے بہ قدر اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور انبیاء وشہداء وصدیقین کے ساتھ ان کا حشر کرے گا۔

علمی کمال کے ساتھ سیاست وقیادت کی سرگرمیوں کو جمع کرنا اور دونوں میدانوں میں کامیاب

وبامراد رہنا انتہائی مشکل کام ہے کیونکہ اول الذکر میدان سکون وعافیت اور گوشہ نشینی کا متقاضی ہوتا ہے، جبکہ ثانی الذکر میدان تمام تر جلوہ آرائی ،ہجوم آمیزی، ہل چل خیزی کا ہے،حضرت مولانا نے دونوں میدانوں میں اپنے بے شمار کارناموں کے ذریعے امت وملت کو فائدہ پہنچایا اور اپنی عظمت و یکتائی کے انمٹ نقوش جبیں کائنات پر ثبت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے رب کے سامنے سرخرو ہوئے۔

وہ مدت مدید تک دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم رہے جس کو ان کی سعی بے پناہ ومشکور کی وجہ سے عالمی شہرت وعزت ملی، کئی دہائیوں تک اس کے شیخ الحدیث وسربراہ وسرپرست سب کچھ رہے، حتیٰ کہ وہ اوران کی بھاری بھرکم شخصیت دونوں مترادف ہوگئے تھے، اسی کے ساتھ وہ دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر، متحدہ مجلس عمل کے بانی، متحدہ دینی محاذ کے بانی اوردو میقاتوں میں ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۱ تا ۱۹۹۷ء اپنے ملک کے ایوان بالا کے رکن رہے، انہوں نے اسلام کی سربلندی، مسلمانوں کی عظمت کی بحالی اوران کے اتحاد واتفاق واشتراک وتعاون باہمی کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کرسکتے تھے۔

وہ سیاستداں وسیاستراں رہنے کے ساتھ ساتھ ، باکمال محدث، دیدہ ورمفسر، دانشور وصاحب نظر وسازش ہائے عالم سے باخبر عالم ،مصنف تو تھے ہی وہ اسی کے ساتھ اردو زبان کے صاحب اسلوب نثر نگار تھے، وہ اپنے رسالے ''الحق'' میں اپنی یادداشت کے سیریل کو جس خوبصورتی، چاشنی، سلاست اور ادبی تراوش کے ساتھ پیش کرتے تھے،اس سے ان کی تحریری شناخت غیر معمولی طور پر اجاگر ہوئی۔ان کی عوامی وسیاسی نیز ان کی دینی وعلمی تقریریں بھی ان کی شخصیت کی نمایاں پہچان رہیں، جن کے ذریعے انہوں نے بہت سے معرکے سر کئے، ملت اور امت کے ڈھیر سارے مسائل حل کئے اورداخلی وخارجی سطح پر دین وملت کے لئے بڑے بڑے اکتسابات کئے اورعلمائے دین وداعیان حق کی باشعور وبیدار مغز ٹیم تیار کی ، جودین ودعوت وقیادت اورتعلیم وتربیت وتالیف وتصنیف کے میدانوں میں دادِعمل دے رہی ہے اور ان شاء اللہ دیتی رہے گی۔اس طرح انہوں نے بے شمار ایسے کارنامے انجام دیئے جوان کی نیک نامی ہی کا ذریعہ نہیں بنے بلکہ اللہ کی رضا اور مرنے کے بعد ان کے لئے تا حشر صدقہ جاریہ بنے رہیں گے۔حضرت مولانا کے تذکرے سے ان کے کارناموں کو محفوظ ومنشور کرنے سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قارئین ان سے واقف ہوکر ان کے لئے بے پناہ دعائیں کرتے رہیں گے، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ نسل حاضر ونسل مستقبل کیلئے یہ محفوظ کردہ کارنامے لائحہ عمل اورنقش راہ ثابت ہوں گے اور جولوگ ان کی حفاظت اور بقاء کا ذریعہ بن رہے ہیں ان کیلئے یہ صدقہ جاریہ ہوں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

جناب سراج الحق

امیر جماعت اسلامی پاکستان

ایک مشن، نظریہ اور جہد مسلسل کا نام

محترم جناب سراج الحق صاحب، جماعت اسلامی پاکستان کے امیر، سادہ مزاج اور مسلسل متحرک رہنے والے سیاسی لیڈر ہیں، آپ متحدہ مجلس عمل کے دور حکومت میں صوبہ خیبر پختونخوا کے وزیر خزانہ بھی رہ چکے ہیں اور سینٹ آف پاکستان کے معزز رکن بھی ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ آپ کا دیرینہ تعلق تھا، مختلف تحریکات میں مولانا شہیدؒ کے ساتھ آپ شانہ بشانہ رہے۔ جامعہ حقانیہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر تعزیتی ریفرنس اور اسلام آباد کنونشن سنٹر منعقدہ ۲ رنومبر ۲۰۱۹ء میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کانفرنس میں آپ کے خطابات سے چند اقتباسات نذر قارئین ہیں۔ (ادارہ)

معزز و قابل احترام بھائیو! آپ لوگوں کی مجلس اور چہروں کو دیکھ کر ایک اطمینان ہوتا ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے لاکھوں شاگرد اور ورثاء موجود ہیں، شہید کبھی مرتا نہیں لیکن نبوت کے بعد شہادت وہ عظیم مرتبہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کو بھی اس عظیم مرتبے سے نوازا، سورج غروب ہوسکتا ہے لیکن شہید نہیں مرتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتی ہے۔

لنا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء
فان الشمس تطلع بعد فجر
وشمس طالع بعد العشاء

آج چودہ سو سال گزر گئے لیکن اس سورج کی روشنی آج بھی برقرار ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ کرنیں آج بھی اسی طرح روشن ہیں جو چودہ سو سال پہلے روشن تھیں اور یہی معجزہ ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جنازے میں جب ہم شریک ہوئے تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ:

ٹوٹ کر سورج کی طرح کرنیں پریشان ہوگئیں
ایک ہی لمحے میں کتنی صدیاں پنہاں ہوگئیں

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک مشن، ایک نظریے اور جہد مسلسل کا نام ہے اور وہ دنیا میں اور خصوصاً پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے خواہاں تھے، بہت کم ایسی شخصیات ہوتی ہیں کہ جو بیک وقت مصنف بھی ہو، عالم بھی، مدرس و مقرر بھی ہو اور سیاسی لیڈر بھی ہو، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی ان میں سے ایک تھے۔ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جس مشن پر تھے وہ ہم سب کا بھی ہے اور وہ ہے اسلامی نظام کا قیام اور ان شاء اللہ یہ ہو کر رہے گا اور جس نے ہماری دھرتی پر قبضہ کیا ہے، ان کو شکست ہوگی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے میراث میں کتاب چھوڑی ہے، مدرسے کو چھوڑا ہے، ان شاء اللہ ہم ان اداروں کی حفاظت بھی کریں گے اور ان کے مشن کیلئے کام بھی کریں گے، ہم حکومت کے عہدیداران جو یہاں پر موجود ہیں ان سے امید رکھتے ہیں کہ وہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور یہ بہت ضروری کام ہے کیونکہ عالم کفر آپ کی شہادت پر خوشی منا رہا ہے لہٰذا مسلمانوں کی اطمینان وخوشی کیلئے قاتلوں کو سزا دیں، میں مولانا حامد الحق کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اکیلے نہیں ہیں ہم سب ان کے ساتھ ہیں۔

....

میرے انتہائی قابل احترام بھائیو! اللہ ذوالجلال کا حکم ہے کہ جو اللہ کے راستے میں مر جائے اس کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر آپ کو اس کا شعور نہیں ہے اور ہمیں یقین ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب اللہ کے راستے میں شہید ہو گئے ہیں اور آج ان کی شہادت کو دو سال ہو گئے ہیں، ہم ان کی یاد میں اس مجلس میں شریک ہیں، افسوس ہے کہ اس تحریک انصاف کی حکومت میں وہ پہلی مظلوم شخصیت ہیں جو سیاسی شخصیت ہونے کے علاوہ مجاہد ہستی، ایک عالم دین اور عالم اسلام کے ایک عظیم رہنما بھی تھے اور تحریک انصاف کا نظریہ یہی تھا اور عمران خان صاحب اور ان کے دوست یہی کہا کرتے تھے جب کوئی شخص مر جائے، دن میں مارا جائے یا رات میں جب تک اس کے قاتل کو گرفتار نہ کیا جائے تو حکومت وقت ہی قاتل ہے تو دو سال ہو گئے ہیں اور مولانا سمیع الحق صاحب کے قاتل گرفتار نہ ہو سکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ حکومت ہی اس کی ذمہ دار ہے۔ اس وقت پاکستان ایک اندھا کنواں بن گیا ہے جہاں لوگ دن دہاڑے مارے جاتے ہیں اور پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس نے مارا ہے؟ یہاں لیاقت علی خان کا حادثہ ہوا، ضیاء الحق صاحب شہید ہوئے، حکیم سعید صاحب شہیدؒ، مفتی شامزئی

صاحبؒ ،ڈاکٹر نذیر صاحبؒ ، مولانا جھنگوی صاحب شہیدؒ کے علاوہ کئی دیگر شخصیات قتل کی گئیں لیکن آج تک ان کا پتہ نہیں چل سکا کہ قاتل کون ہے؟ اس لئے کہ یہ ایک اندھا کنواں ہے اور اس میں جو بھی گر جائے پتہ نہیں چلتا ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عالم دین بھی تھے، ایک بہترین لکھنے والے، بہترین مقرر اور اپنے وقت کے عظیم مجاہد، پاکستان اور افغانستان میں اسلامی خلافت کے علمبردار تھے اور ان کی دوستی بھی اور ان کی دشمنی بھی، ان کی محبت اور ان کی مخالفت ،صرف اسلام ہی کی بنیاد پر تھی، ان کی اپنی ذات کے حوالے سے کسی کیساتھ دشمنی نہیں تھی، اسلام کا دشمن انکا دشمن اور اسلام کا دوست ان کا دوست تھا۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو

رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

میرے بھائیو! مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی جدوجہد کے نتیجے میں افغانستان میں نیٹو افواج کے مقابلے میں طالبان منظّم ہو گئے اور اب ہمارے لئے اور آپ سب کیلئے یہ خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان غریبوں اور فقیروں (طالبان) کو، امارت اسلامیہ کے وارثین کو ایک بار پھر فتح سے نوازا اور ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد افغانستان میں ایک بار پھر امارت اسلامی کی حکومت ہو گی اور میں جانتا ہوں کہ آس پاس بہت سارے ممالک اسی کوشش میں ہیں کہ دوحہ قطر کے مذاکرات ناکام ہو جائیں، طالبان اور امریکہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ ناکام ہو جائے، وہ ان سازشوں میں مصروف ہیں اور ان سازشوں کا جو سرغنہ ہے وہ انڈیا ہے، وہ کسی قیمت میں بھی نہیں چاہتا کہ افغانستان میں ایک بار پھر اسلامی نظام کا نفاذ ہو جائے لیکن ہم پاکستان کے لوگ دوحہ قطر مذاکرات کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور پاکستان کی حکومت سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ انڈیا کی ان سازشوں کو ناکام بنا دیں اور خود افغان عوام کے حق میں بھی یہی بات ہے کہ اب وہاں جنگ کے بجائے امن قائم ہو، امریکا وہاں سے واپس جائے اور افغانستان پر افغانوں کی حکومت قائم ہو اور اس جدوجہد میں ہم افغان عوام کے ساتھ ہیں۔
حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا مشن بھی یہی تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو، پاکستان کے پڑوس افغانستان میں بھی اسلامی نظام ہو، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا نظریہ اور نام ان شاء اللہ زندہ رہے گا۔

پروفیسر حافظ محمد سعید
امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان

عظیم خانوادہ کے عظیم انسان کی عظیم خدمات

- ...... اللہ نے ان کی دین کیلئے محنتیں قبول فرمائی ہیں
- ...... پارلیمنٹ میں ہمیشہ حق کی آواز بلند کی
- ...... مولانا کا دل ہمیشہ سب کیساتھ دھڑکتا تھا
- ...... اس قدر عظیم انسان کا کوئی متبادل ممکن نہیں

پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب، ''جماعت الدعوۃ'' کے بانی، ہر لحاظ سے ایک بڑا نام، آپ مظلوم کشمیریوں کے حوالے سے عالمی استعمار بالخصوص بھارتی سرکار کی آنکھوں کا کانٹا، (ان دنوں قید و بند کی آزمائشوں سے گزر رہے ہیں) اس کے علاوہ علمی وصحافتی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں، آپ کی سرپرستی میں کئی دینی مجلّات شائع ہوتے رہے، اسی طرح پاکستان ودیگر مسلم ممالک میں فلاح انسانیت کے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں، عرصہ دراز سے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سیاسی ونظریاتی جدوجہد بالخصوص ''دفاع پاکستان کونسل'' وغیرہ میں ہم سفر واہم رفیق کار رہے۔ (ادارہ)

یہ انتہائی تکلیف دہ خبر ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو آج جمعہ کی شام نہایت بہیمانہ طریقے سے شہید کیا گیا اور چھریوں کے مسلسل وار کر کے ان کو موت کے گھاٹ اتارا گیا، اس پر بس ہم ایک ہی بات کہتے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون للّٰہ ما اخذ وللّٰہ ما اعطیٰ فکل شی عندہ باجل

مسمی اللہ تعالیٰ نے مولانا کو شہادت کی موت عطا فرمائی، یہ ہمیشہ سے ان کی سب سے بڑی خواہش رہتی، اللہ سے دعائیں کرتے، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے ان کی دین کیلئے محنتیں قبول فرمائی ہیں اسلئے اللہ نے ان کو شہادت کی نعمت عطا فرمائی لیکن واقعہ جس قدر تکلیف دہ ہے اس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں ہے،(اللّٰہ اکبر)۔

اسلام دشمنوں اور پاکستان دشمنوں کی مولانا شہیدؒ کے خلاف سازشیں

مجھے یقین ہے کہ میرا رب قاتلوں کو ضرور سامنے لائے گا کہ یہ کیا سازش تھی؟ اس سازش میں کون کون شریک ہے؟ یقینی بات ہے کہ مولانا کی پوری زندگی کا کردار اسلام کی خدمت اور پاکستان کی خدمت، اسلام کا دفاع اور پاکستان کا دفاع، یہ ہمیشہ انکی زندگی کا سب سے بڑا پہلو رہا ہے،ان کے خاندان کی بہت زیادہ خدمات ہیں، یہ بہت عظیم انسان تھے، اس عظیم خاندان سے اللہ تعالیٰ نے اس خطہ برصغیر میں دین کا عظیم کام لیا اور مولانا نے جہاں دینی طور پر خدمات پیش کیں اور ایک بہت بڑے دینی جامعہ کیلئے جس قدر محنت شاقہ سے ذمہ داریاں نبھائیں، اسی قدر مولانا کا سیاسی کردار اس ملک میں ہمیشہ سے بہت اہم رہا ہے، پارلیمنٹ میں بھی گئے، ہمیشہ حق کی آواز بلند کی اور ملک کے کونہ کونہ میں گئے اور جا کر ہمیشہ اسلام اور پاکستان کے دفاع کی بات کی، وہ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو بہت کھٹکتے تھے اور ہمیشہ ان کے خلاف سازشیں ہوتی رہتی، مجھے وہ ہر دل کی بات کہہ دیا کرتے تھے،مشورہ کیا کرتے تھے اور ہمیشہ مجھ سے یہ کہتے تھے کہ میرے خلاف بڑی گہری سازشیں ہوتی ہیں اور اسلام دشمن اور پاکستان دشمن میرے پیچھے رہتے ہیں۔

قاتلوں کو بے نقاب کیا جائے

میرے بھائیو! آج تو پاکستان کے حالات ہی کچھ اس قسم کے ہیں کہ ہم سازشوں کے بھنور میں ہیں، پورا ملک اور جس سطح کے اوپر معاملہ چل رہا ہے مولانا کی اس حالت میں موت، شہادت کی موت جہاں ایک طرف ان کی شہادت ہمیں حوصلہ دے رہی ہے وہاں ان کی موت نے بہت بڑے بڑے سوال بھی کھڑے کر دیئے ہیں لیکن اس موقع پر ہم سوائے دعا کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ ان کی شہادت کو قبول فرمائے اور جو سازشیں ہوئیں اللہ تعالیٰ ان کو جلد بے نقاب کرے اور ان سازشیوں کو

اللہ تعالی کیفر کردار تک خود پہنچائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اپنے ولیوں کا بدلہ خود لیتا ہے تو ہم آج کس سے مطالبہ کریں؟ یہ تو بڑی پریشان کن باتیں ہیں لیکن بہرحال ہمارا ایک نظام ہے اور اس نظام کے تحت ہم یہ کہتے ہیں کہ حکومت پاکستان کو اور ذمہ داران کو چاہیے کہ اس مسئلہ کو ہمیشہ کی طرح غفلت کا شکار نہ ہونے دیں۔ مولانا کے خلاف اس سازش کو واضح کریں، قاتلوں کے چہرے کو نمایاں کریں ،فوری طور پر انہیں گرفتار کیا جائے اور مجھے یقین ہے کہ اگر پوری سنجیدگی کے ساتھ حکومت قاتلوں تک پہنچے کی کوشش کرے تو وہ ان شاء اللہ ضرور پہنچ جائے گی، اس سے ملک کا بھی فائدہ ہوگا اور ان سازشیوں کیلئے رعب بھی لگے گا،اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں یا اللہ! ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرما۔

عالم اسلام کے لئے دھڑکتا دل بند کردیا

ان کی جماعت اور اسلامیان پاکستان کو میں تو پورے پاکستان کو ہی مولانا کی جماعت سمجھتا ہوں بلکہ پاکستان کے ساتھ افغانستان کے لوگوں کو مولانا کی جماعت کہتا ہوں بلکہ پاکستان اور افغانستان کے ساتھ یعنی ہند کے مسلمان ہوں یا عالم اسلام میں ہر جگہ بسنے والے ہوں،مولانا کا دل ہمیشہ سب کے ساتھ دھڑکتا تھا، جب بھی دنیا میں کوئی بھی مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کی بات سنتے تو وہ سب سے پہلے مجھ سے رابطہ کرتے اور یہ کہتے کہ ہمیں اس کے ازالہ کی کوشش کرنی ہے، کشمیر کا مسئلہ اٹھے، یا برما کے مسلمانوں پر ظلم ہو یا دنیا میں افغانستان کے اندر جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے، ہمیشہ ان کا دل مسلمانوں کے ساتھ دھڑکتا تھا اور وہ دھڑکتا دھڑکتا دل شاید اب کسی ظالم نے اسکو بند کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ ان قاتلوں سے نمٹے اور اللہ تعالی مولانا کی شہادت کو قبول فرمائے۔

اس قدر عظیم انسان کے بارے میں ہم یہ کہیں کہ انکا کوئی متبادل ممکن ہوگا تو شاید یہ مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اس کا ازالہ فرما، مولانا کی جگہ دفاع پاکستان کونسل میں اور ان کے دینی ادارے میں اور ان کی دینی اور سیاسی خدمات میں یا اللہ ان کا نعم البدل اس ملک اور اس قوم کو عطا فرما (آمین)

مولانا محمد احمد لدھیانوی
سربراہ اہل سنت والجماعت پاکستان

صداقت شعار، علم کے پہاڑ، انکساری کے پیکر

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا خون ریاست پاکستان پر قرض ہے
- ...... بڑے بڑے ایوانوں میں رہ کر بھی اپنے نظریات اور مقاصد سے پیچھے نہ ہٹے
- ...... مولانا کی سیاست کا مرکز و محور ہمیشہ اسلام کا عادلانہ نظام رہا
- ...... وہ چھوٹوں کو بڑا بنانے کا ہنر جانتے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب مدظلہ ایک عالم باعمل، ایک مجاہد و درویش خدامست، ایک تجربہ کار دانشور قومی رہنمار، ایک پرخلوص اجتماعی شعور کو اُجاگر کرنے والے، ایک رجل عظیم، ایک دور اندیش فردِ فرید، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مخلص رفیق کار، جان نثار، وفادار اور ان کے فلسفۂ جہاد کے علمبر دار ہیں۔ حضرت شیخ شہیدؒ کی شہادت کے موقع پر تین روز تک جامعہ حقانیہ میں قیام رہا۔ ان کا ذیل کا مختصر بیان ایک بہت بڑی تاریخی کتاب کا متن ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ نے وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیلہ پر علمائے حق کو سرفراز فرمایا ہے، جو ساری زندگی دین حق کے پرچار میں لگے رہتے ہیں، انہی خوش نصیب افراد میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید تھے، ان کی شخصیت کئی صفات کا مجموعہ تھی، وہ دینی جماعتوں کے لیے نواب زادہ نصر اللہ کی سی حیثیت رکھتے تھے، جب چاہتے تمام مسالک کی تنظیموں بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو ایک میز پر جمع کرلیا کرتے، وہ پاکستان میں شریعت کے نفاذ کے خواہاں تھے اور اپنی سیاسی زندگی کے دوران اس مقصد کے لئے کوشاں رہے، وہ اپنے مدرسہ میں سالانہ ختم بخاری کے موقع پر فراغت پانے والے اپنے تلامذہ سے بھی پاکستان کے ساتھ وفاداری کا باقاعدہ حلف لیا کرتے اور جہاد تو پوری

دنیا میں ان کی پہچان تھا، وہ ہمیشہ جہاد کو ہی مسلم امہ کے مسائل کا واحد حل قرار دیا کرتے جبکہ قلم و قرطاس سے تو اس قدر لگاؤ تھا کہ خود ہی فرمایا کرتے تھے:

چند اوراق کتب، چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

محبّ وطن

مولانا سمیع الحقؒ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۷ء کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، آپ کے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا شمار برصغیر کے چند جید علماء میں ہوتا ہے، مولانا عبدالحقؒ نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی، جہاں سے ہر سال ہزاروں علمائے کرام و حفاظ عظام فارغ ہوکر علمی و قلمی اور عسکری میدانوں میں مصروف ہیں۔ مولانا سمیع الحقؒ پاکستان سے بے حد محبت کرتے تھے، ان کے قول و فعل سے آج تک کبھی یہ شائبہ تک نہ ہوا کہ انہوں نے ملکی سالمیت کے خلاف کوئی قدم اٹھایا ہو، یا ایسا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہو، پاکستان میں دہشت گردی کی ہمیشہ مذمت کی اور واضح الفاظ میں کہا کرتے کہ وطن عزیز میں دہشت گردانہ کارروائی کرنے والے اسلام کے بجائے کسی اور ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔

سفیر امن

آپ کے امن کے علمبردار ہونے کا یہ واضح ثبوت تھا کہ امریکا ہو یا افغانستان، امن کے قیام کے لیے ہمیشہ مولانا کی خدمات حاصل کیا کرتے تھے، شہادت سے چند روز قبل بھی افغان حکومت کا وفد مولانا سے ملاقات کر کے گیا تھا۔ امریکا کی جانب سے جب پاکستان کی حدود کی مسلسل خلاف ورزی بڑھی اور ڈرون حملے کیے جا رہے تھے، تو اس وقت مولانا پیرانہ سالی کے باوجود میدان میں نکل آئے اور دفاع پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم سے پورے ملک میں قوم کو بیدار کر کے میدانوں میں نکال لیا، ملکی سیاست میں بھی ہمیشہ ان کا کردار اہم رہا، بڑے بڑے ایوانوں میں رہ کر بھی اپنے نظریات اور مقاصد سے پیچھے نہ ہٹے، ملک میں نفاذ شریعت کا معاملہ ہو یا مذہبی جماعتوں کے اتحاد کا، فرقہ واریت کے خاتمے کی بات ہو یا دہشت گردی سے نجات کی بات مولانا نے ہمیشہ قائدانہ کردار ادا کیا، مولانا کی سیاست کا مرکز و محور ہمیشہ اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ رہا۔

جمہوری اتحاد اور متحدہ دینی محاذ

۱۹۸۸ء کے انتخابات سے قبل اسلامی جمہوری اتحاد قائم ہوا، اس اتحاد کے قیام میں مولانا سمیع الحق کا کردار اہم تھا، جس کا صدر غلام مصطفیٰ جتوئی اور جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحقؒ کو مقرر کیا گیا، بعدازاں جماعت اسلامی کے اتحاد میں شامل ہونے پر اپنا عہدہ جماعت اسلامی کو دے دیا اور خود نائب صدر بن گئے، الیکشن کے بعد مولانا سمیع الحقؒ نے اس اتحاد کا صدر بننا تھا، نواز شریف نے مولانا سمیع الحقؒ سے صدارت مانگی اور کہا کہ مولانا! میں شریعت بل منظور کر کے ملک بھر میں اسلامی نظام نافذ کروں گا۔

اس درویش صفت انسان نے اسلامی جمہوری اتحاد کی صدارت نواز شریف کو سونپ دی، بعدازاں شریعت بل کے ساتھ نواز شریف نے جو حشر کیا، اس پر مولانا سمیع الحقؒ آخر دم تک کہتے رہے کہ نواز شریف کو اسلامی جمہوری اتحاد کا صدر بنانا میری سیاسی غلطی تھی، مولانا سمیع الحقؒ متحدہ مجلس عمل کا حصہ بھی رہے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ اس اتحاد کا مقصد اسلام کے بجائے اسلام آباد ہے تو اپنی راہیں جدا کر لیں اور دوبارہ اس میں شامل ہونے کو گناہ کبیرہ گردانتے رہے۔ ۲۰۱۳ء کے الیکشن میں متحدہ دینی محاذ (جس کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ تھے) کے تحت میں نے بھی الیکشن لڑا۔

مولانا سمیع الحقؒ صداقت شعار، پروقار، علم کے پہاڑ اور انکساری کے پیکر تھے

مولانا سمیع الحقؒ بڑے آدمی ہونے کے باوجود ہمیشہ کسر نفسی اختیار کرتے، ان میں خاصیت تھی کہ وہ چھوٹوں کو بڑا بنانے کا ہنر جانتے تھے۔ جب بھی جامعہ حقانیہ جانے کا شرف ملتا تو مجھے حکم دیتے کہ دورہ حدیث کے طلبہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، ان کو بیان کریں، یہ میرے لیے سعادت ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ آخر وقت تک تصنیف و تالیف سے وابستہ رہے، چند ماہ قبل جب دل کی بیماری لاحق ہوئی، ہسپتال میں عیادت کے لیے گئے تو اس وقت بھی مولانا امام التفسیر حضرت شیخ لاہوریؒ کے تفسیری نکات پر تحقیقی اور اشاعتی کام سرانجام دے رہے تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ آخر وقت تک حق گوئی کا مجسمہ بنے رہے، بلاخوف و خطر حق بات کہہ دیا کرتے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا میرے ساتھ انتہائی شفقت اور محبت والا تعلق تھا، میں جب بھی انہیں اپنے پروگرام کی دعوت دیتا تو فوراً قبول کرتے اور پروگراموں میں ہماری سرپرستی

کرتے نظر آتے۔ جب آسیہ مسیح کے متعلق فیصلہ آیا، ملک بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی، میں نے اسلام آباد میں جمعہ کو احتجاج کا اعلان کیا، جمعرات کو مولانا سید یوسف شاہ سے رابطہ کیا اور کہا کہ جمعہ کو حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو بھی پروگرام میں لائیں، مولانا صاحب نے جمعہ کو سفر کرنے کے بجائے اسی وقت سفر شروع کیا، عشاء کے بعد مجھے پیغام بھیجا کہ میں اسلام آباد پہنچ گیا ہوں، کل آپ کے پروگرام میں شرکت کروں گا۔

توہینِ رسالت ﷺ پر بے چینی

جمعہ کو ٹیلی فون اور راستے بند ہونے کے سبب حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ پروگرام میں شرکت نہ کر سکے اور مغرب کے وقت افسوسناک اطلاع ملی کہ ظالموں اور درندہ صفت جانوروں نے ۸۲ سالہ بزرگ کو چھریوں کے وار کرکے شہید کر دیا، یہ خبر میرے بلکہ عالم اسلام کے لیے قیامت سے کم نہ تھی۔ مولانا سمیع الحق شہید کے جنازہ نے امام احمد بن حنبلؒ کے قول کو سچ ثابت کر دکھایا کہ ہمارے جنازے ہماری حقانیت کی دلیل ہوں گے۔

حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی ایسے موقع پر شہادت جب ملک بھر میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بے چینی کی کیفیت تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ نہ جانے اب اس ملک و قوم پر کیا گزرے گی، اس سے قبل جب بھی کسی بڑی ہستی کو قتل کیا گیا، اس کے بعد ملک بھر میں ہنگامے، قتل وقتال اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا جاتا رہا، لاکھوں افراد نے جنازہ میں پرامن طریقے سے شرکت کرکے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گزاری زندگی پر مہر ثبت کر دی کہ ہم وطن عزیز سے محبت کرنے والے ہیں۔

حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد تین دن میں نے جامعہ حقانیہ میں گزارے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بعد مولانا انوار الحق کو جامعہ حقانیہ کا مہتمم اور مولانا حامد الحق کو نائب مہتمم اور جمعیت علماء اسلام کا امیر منتخب کیا گیا۔ مولانا شہیدؒ کی شہادت پر جن غیرملکی قوتوں نے جس انداز سے خوشی کا اظہار کیا اور جشن منایا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قاتل کون سی قوتیں ہیں؟ مولانا کا خون ریاست پاکستان پر قرض ہے، یہ قرض قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر اتارا جا سکتا ہے۔

سینیٹر جناب راجہ ظفر الحق
چیئرمین پاکستان مسلم لیگ (ن)

نفاذ اسلام میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

جناب راجہ ظفر الحق صاحب، ممتاز قانون دان، دینی اور آئینی امور پر عبور رکھنے والے اور مشکل مسائل پر اپنے مافی الضمیر کی مؤثر ترجمانی کرنے والے انسان ہیں، قادیانیت کے عدالتی تعاقب میں مؤثر کام کیا، صدر ضیاء الحق شہید کے دور میں ان کے مؤثر ترجمان رہے اور اسلامائزیشن کے سلسلہ میں مجلس شوریٰ اور سینیٹ میں حضرت مولانا شہیدؒ کے ساتھ شانہ بشانہ رہے، اس دور میں وفاقی وزیر اطلاعات ومذہبی امور بھی رہے ۔وزیر اعظم جونیجو کے مشیر اور نواز شریف کے دور میں سینیٹ میں حضرت مولانا شہیدؒ کے ساتھ رہے۔مؤتمر عالم اسلامی پاکستان کے انچارج ہیں اور بین الاقوامی اہم اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں......(ادارہ)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی شہادت سے دو یوم قبل ایک خط اور پھر ٹیلیفون کے ذریعے مطلع فرمایا کہ وہ وفاقی مجلس شوری، (جس کے وہ مقتدر رکن تھے) کی کم و بیش تین سال کی کارروائی (جس میں بلاشبہ انکا بھرپور کردار رہا تھا) کو ایک کتابی شکل دے رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ اس کتاب کی تقریظ تحریر کر دوں (چونکہ مجلس شوری کے زمانے میں میرے پاس دو محکمے یعنی وفاقی وزیر برائے اطلاعات ونشریات اور وفاقی وزیر برائے مذہبی امور تھے) میں حیران ہوا کہ اتنی مصروفیات کے باوجود مولانا کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ اس دور کی کارروائی منضبط کر سکیں لیکن اس کے پیچھے نفاذِ شریعت کیلئے ان کا قلبی لگاؤ، علم اور بصیرت، جو انہیں ورثہ میں ملی تھی، اس کا بھرپور استعمال تھا۔ اس خط کے دو روز بعد ایک ایسا سانحہ پیش آ گیا جس نے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے لیے دردِ دل رکھنے والے ہر شخص کو شدید دکھ میں مبتلا کر دیا۔ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے اکوڑہ خٹک حاضری دی تو ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل رنجیدہ، لاکھوں افراد ایک دوسرے سے گلے مل کر رو رہے تھے۔

وفاقی مجلس شوریٰ کا بنیادی مقصد نفاذِ شریعت کے عمل کو مستحکم اور تیز رو بنیادوں پر استوار کرنا

تھا، علمائے کرام میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور قاضی عبد اللطیف صاحب مرحوم کی مشترکہ کوششیں سرفہرست رہی ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت کا قیام اور دائرہ اختیار، قانون شہادت، قانونِ شفعہ، قصاص و دیت کا قانون، نظام تعلیم، قراردادِ مقاصد کو مؤثر بنانے کے لیے آئینی ترامیم، آٹھویں آئینی ترمیم کے تحت قانون سازی، نظام زکوٰۃ اور نظام صلوٰۃ کا استحکام، رجال کار یعنی عدلیہ اور پولیس کے حاضر سروس افسران کی شرعی قوانین میں تربیت کا نظام، یہ وہ چند موضوعات ہیں جن کے بارے میں مولانا شہیدؒ نے اپنے ساتھیوں سے مل کر نفاذ شریعت کے لیے ٹھوس اقدامات تجویز فرمائے جن میں سے اکثر پر عمل درآمد بھی ہو گیا تھا۔

وفاقی مجلس شوریٰ کے ارکان میں دو طبقات بڑے واضح تھے۔ ایک وہ جو شریعت کے احکامات پر مکمل نہ صرف ایمان رکھتے تھے بلکہ اس کے پیچھے حکمتِ خداوندی اور تعلیم نبویؐ سے بخوبی واقف تھے اور دلائل کے ذریعے دنیا کے دیگر نظام ہائے باطلہ کے مقابلہ میں ان کی برتری ثابت کرتے تھے۔ دوسرا وہ طبقہ تھا جو کہ استعماری نظام سے متاثر تھے لیکن کوئی کمیٹی ہو یا مکمل ایوان ان دو طبقوں میں دلائل کے انبار لگ جایا کرتے تھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ استعماری نظام کے حامیوں کی تعداد کم ہوتی گئی اور سارا ایوان اسلامی قوانین اور فقہ کا حامی ہوتا گیا۔ دلائل کی اس کشمکش میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار قائدانہ معیار کا ہوتا تھا۔ یہ طریقہ کار ارشاد خداوندی کے عین مطابق تھا، جس کی وجہ سے وہ بدمزگیاں جو عموماً اسمبلی کے اجلاسوں میں ہوا کرتی ہیں اس کا سامنا مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں نہیں کرنا پڑا۔ سورہ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (النحل: ۱۲۵)
>
> ''(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔''

اللہ کریم اپنے دین کے خود محافظ ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور ان کے درجات میں بلندی عطا فرمائیں۔

مولانا زاہد الراشدی
سرپرست الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: زندگی کے مختلف پہلو

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ عظیم باپ امام اہل سنت مولانا سرفراز صفدرؒ کے بڑے صاحبزادے، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث، ملکی اور عالمی سیاست کے منجھے ہوئے تجزیہ نگار، شریعت کونسل کے چیئرمین، فکری و دینی اور دعوتی حوالے سے عالمِ اسلام کی متاعِ عزیز، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے سیاسی آغازِ کار کے قریبی ساتھی، قلم کاری کے بے تاج بادشاہ، متعدد رسائل و جرائد کے نامہ نگار اور کئی قومی اخبارات کے کالم نگار، ان کا ہر تجزیہ بے لاگ، ان کا ہر تبصرہ حقیقت پر مبنی اور ان کی تجاویز قوم وملت کے مستقبل کا کامیاب لائحہ عمل، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے متعلق ان کی تحریر ایک عینی شاہد عدل کی صداقت بھری شہادت ہے، (ادارہ)

دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کے مہتمم مولانا محمد ایوب خان ثاقب نے ۵رنومبر ہفتہ کو ظہر کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے ایک سیمینار کا اہتمام کیا جس میں مختلف اصحاب علم وفکر کے ساتھ میں نے بھی کچھ گزارشات پیش کیں، ان کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہماری ملی و دینی جدوجہد کی تاریخ کے ایک مستقل باب کا عنوان ہیں اور ان کی خدمات کا اس مختصر گفتگو میں تفصیلی تذکرہ ممکن نہیں ہے، البتہ چند باتیں عرض کر دیتا ہوں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات کے مختلف پہلو ہیں جن میں سے ہر ایک پر کام کی ضرورت ہے اور ان کے تلامذہ و رفقاء کو اس کی کوئی صورت نکالنی چاہیے، مثلاً ایک پہلو یہ ہے کہ وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند و جانشین ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی، سیاسی و تحریکی جدوجہد کے رفیق کار بھی رہے ہیں، ان میں سے ایک دو کا مثال کے طور پر ذکر کر دیتا ہوں کہ

دستور کی تیاری میں دستور ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے حضرت مولانا عبدالحق کا بڑا حصہ ہے اور وہ دستور ساز اسمبلی کے حاضر باش اور متحرک ارکان میں سے تھے اور انہیں ہوم ورک اسٹڈی، لابنگ اور فائل ورک کے شعبوں میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا تعاون حاصل تھا۔ اسی طرح تحریک ختم نبوت کے دوران پارلیمنٹ میں ارکان اسمبلی کو قادیانیت کے مسئلہ پر بریفنگ، دلائل اور ضروری علمی مواد فراہم کرنے والے حضرات میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اور مولانا عبد الرحیم اشعر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد مولانا شہیدؒ کی جدوجہد کا ایک بڑا باب شریعت بل کی جدوجہد ہے جو انہوں نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور میں مولانا قاضی عبد اللطیف کے ساتھ مل کر سینٹ آف پاکستان میں پیش کیا اور اس کے لیے پارلیمنٹ کے ساتھ ساتھ عوامی اور علمی محاذوں پر بھی جدوجہد کو منظم کیا، یہ تینوں محاذ الگ الگ تھے اور تینوں شعبوں میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار قائدانہ رہا ہے، جبکہ اس میں مجھے بھی ان کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔

عوامی سطح پر ''متحدہ شریعت محاذ'' قائم کر کے تمام مکاتب فکر کو شریعت بل کی حمایت میں منظم کیا گیا جس کی قیادت حضرت مولانا عبد الحقؒ، مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ، مولانا معین الدین لکھویؒ، مولانا وصی مظہر ندویؒ، مولانا قاضی عبد اللطیفؒ، قاضی حسین احمدؒ اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسے سرکردہ بزرگوں نے کی۔ شریعت بل کے مسودہ کو سب علمی، پارلیمانی اور سیاسی حلقوں کے لیے قابل قبول بنانے کی محنت ایک مستقل جدوجہد کی حیثیت رکھتی ہے جو ان سب نے مل کر کی، جبکہ عوامی محاذ پر پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر عوامی مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ملک بھر سے علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے کارکن ہزاروں کی تعداد میں اسلام آباد میں جمع ہوئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تگ و تاز کا ایک بڑا دائرہ جہاد افغانستان بھی ہے جس کیلئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک بلاشبہ علمی وفکری بیس کیمپ ثابت ہوا۔ دارالعلوم حقانیہ کو دارالعلوم دیوبند ثانی کہا جاتا ہے جو میرے خیال میں اس حوالہ سے درست ہے کہ جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا کے سنگم اکوڑہ خٹک میں بیٹھ کر حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ نے دارالعلوم دیوبند کے فیضان کو وسطی ایشیا کی ریاستوں تک پہنچایا جبکہ روسی استعمار کے خلاف جہاد افغانستان کو علمی وفکری پشت پناہی مہیا کی،

میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ جب روسی استعمار نے افغانستان کو اپنے اثر و رسوخ کے دائرہ میں شامل کرنے کیلئے فوجیں اتاریں اور اس کے عسکری تسلط کے خلاف علماء افغانستان نے جہاد کا اعلان کیا تو پاکستان میں انہیں علماء کے حلقہ میں سب سے زیادہ تین بزرگوں کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہوئی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ پاکستان میں جہاد افغانستان کے پشتیبان بنے اور اسے مکمل سپورٹ فراہم کی۔ اس سارے عمل میں مولانا سمیع الحقؒ کا کلیدی کردار رہا ہے اور انہوں نے نہ صرف علم وقلم کے ذریعے بلکہ تحریک و سیاست اور رائے عامہ کو منظم و ہموار کرنے میں بھی مسلسل محنت کی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جدوجہد کے صرف چند پہلوؤں کا میں نے ذکر کیا ہے ورنہ تدریس وتعلیم اور صحافت بھی ان کا مستقل دائرہ کار تھا اور کسی شعبہ میں ان کی خدمات دوسرے شعبہ سے کم نہیں ہیں۔ اصل ضرورت دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی اس محنت اور کردار کو تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ کرنے کی ہے جس پر ان کے متعلقین کو توجہ دینی چاہیے۔

آج کل ایسے کاموں کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عنوانات اور دائروں کا تعین کر کے فاضل علمائے کرام اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ وطلبہ کو مقالات کے لیے تیار کیا جائے، ان کی رہنمائی کی جائے اور انہیں ضروری مواد فراہم کیا جائے تاکہ ایم فل یا پی ایچ ڈی کے مختلف مقالوں کی صورت میں اس علمی، فکری، سیاسی اور تحریکی جدوجہد کو منظم طور پر تاریخ میں محفوظ کیا جا سکے۔

مولانا محمد ایوب خان ثاقب کو اس سیمینار کے انعقاد پر مبارکباد دیتے ہوئے اس میں شرکت کا موقع دینے پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے درجات جنت میں بلند سے بلند تر فرمائیں اور ان کے سلسلہ خیر کو ہمیشہ جاری رکھیں (آمین)

کبھی ان کا نام لینا کبھی ان کی بات کرنا
مرا ذوق ان کی چاہت میرا شوق ان پہ مرنا

جناب اعجاز الحق
سربراہ پاکستان مسلم لیگ (ض)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: مراسم وتعلقات

برادرِمکرم جناب اعجاز الحق صاحب شہید اسلام سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم اور عالم اسلام کے عظیم ہیرو کے لائق اور قابل فخر فرزند اور مسلم لیگ (ض) کے سربراہ ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ انہیں اپنا چھوٹا بھائی اور مخلص دوست سمجھتے تھے اور آپ کو ہر اہم دینی وسیاسی امور میں ساتھ رکھتے تھے، خاص طور پر دفاع پاکستان کونسل کے علاوہ دفاع افغانستان کونسل میں بھی شامل رکھا۔انہوں نے بھی حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو اپنا بزرگ ،پیشوا اور مخلص سرپرست سمجھا،آخر تک دونوں حضرات میں باہمی محبت والفت کا رشتہ استوار رہا۔اب بھی برادرم اعجاز الحق صاحب ہماری بھرپور سرپرستی اور رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔(مدیر راشد الحق سمیع)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا میرے والد گرامی جنرل ضیاء الحق شہیدؒ سے بہت گہرا تعلق تھا،اس نسبت سے اور خصوصی طور پر ۱۹۸۸ء سے لیکر اور اب تک تیس سال کا عرصہ گزرا ہے ،ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے، والد کی حیثیت سے میرا بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ بہت ہی قریبی تعلق رہا، اتنا قریبی تعلق رہا کہ شاید پاکستان میں میرا کسی اور سے اتنا قریبی تعلق رہا ہو اور اتنا راز ، اتنا پیار اور اتنی محبت کا رشتہ شاید کسی اور کے ساتھ نہیں تھا۔

جب دل میں کوئی بات آتی یا کوئی مشاورت کرنی ہوتی یا کوئی بات منوانی ہوتی تو مولانا صاحب سے وہ بات کرتے ،اسی طرح ملک و بیرون ملک سیاسی وحکومتی امور کے حوالہ سے سفر کرنا ہوتا تو ان کے ساتھ ہی ہمرکاب ہوتا اور ایک خاندان کے حوالے سے ان کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ تھا اب ان کے سانحہ وفات سے اتنا بڑا صدمہ ملا ہے جو کہ نا قابل برداشت ہے اور اُن کے جانے سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا، میرا نہیں خیال کہ کوئی اور اس کو پُر کر سکے گا۔

پاکستان کے مذہبی دائرہ، سیاسی دائرہ کے اندر اور اس کے بعد پھر جہاد افغانستان، اس کے بعد دفاع پاکستان کے حوالے سے ہم دونوں ایک دوسرے کے بڑے قریب رہے اور بہت بڑا کام کیا، مولانا شہیدؒ ہمارے چیئرمین تھے، خاص طور پر حافظ سعید صاحب اور مولانا شہیدؒ اور دیگر علمائے کرام جو دفاع پاکستان کے اراکین تھے، جب بھی دفاع پاکستان کے حوالے سے کوئی بھی بات ہوتی تھی تو مولانا شہیدؒ پیش پیش ہوتے، دفاع پاکستان کے حوالے سے اور پھر جہاد افغانستان میں ان کا جو کردار تھا اور جامعہ حقانیہ کا جو کردار ہے وہ نا قابل فراموش ہے، ماشاء اللہ، افغانستان کے جہاد کے ساتھ ایک تاریخ رقم ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی حفاظت کی اور مجاہدین کی بھی بڑی مدد کی، اس حوالے سے مولانا صاحب کا بڑا کردار ہے۔

اب مولانا حامد الحق صاحب، مولانا راشد الحق صاحب اور دیگر جو ورثاء ہیں ان پر بڑی ذمہ داریاں ہیں، مولانا انوار الحق صاحب (جو یہاں تشریف فرما ہیں) مولانا شہیدؒ کے بھائی اور ہمارے بزرگ ہیں، ان پہ بھی سب سے بڑی ذمہ داریاں ہیں کہ مولانا شہیدؒ کے نظریہ کو لے کر آگے چلیں اور ان شاء اللہ ہمارا ان کے خاندان کے ساتھ اور مولانا شہیدؒ کے ساتھ جو تعلق رہا ہے وہ قائم ودائم رہے گا اور پھر مولانا حامد الحق بھائی میرے ساتھ اسمبلی میں بھی اکھٹے رہے اور اس کے علاوہ بھی الحمدللہ ہمارا بڑا دلی رشتہ اور رابطہ ہے، ان شاء اللہ اس کو لے کر ہم آگے چلیں گے۔

شہادت اللہ تعالیٰ نے اُن کو میرے عظیم شہید والد جنرل ضیاء الحق مرحوم کی طرح دی ہے اس سے بڑا کوئی رُتبہ نہیں اور ہم حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس حادثہ کی تہہ تک پہنچا جائے اور معلومات بھی کی جائیں جو بھی اس سازش میں ملوث ہے اس کو کیفر کردار تک پہنچائے، اس کی تہہ تک جانا ضروری ہے کہ یہ کس کی سازش تھی؟ کون کون اس میں ملوث ہے؟ کن اسباب کی بنیاد پر حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو شہید کرادیا گیا، کس ملک نے یہ سارا کھیل کھیلا؟ جہاد سے وابستگی کی وجہ سے، مجاہدین کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے؟ یا آسیہ کیس کی وجہ سے؟ جو بھی وجوہات تھیں سامنے آنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ (آمین)

جناب محمد عبداللہ گل
چیئرمین تحریک نوجوانان پاکستان

ایک جید عالم اور عظیم مجاہد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک فرد کا نام نہیں بلکہ ایک ہمہ شخصیت ہیں جنھوں نے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کو اپنی تقاریر وتحاریر کا موضوع بنایا، وہ افغانستان میں امارت اسلامیہ طالبان کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کی کھلے طور پر حمایت کرتے تھے، انہوں نے ایک موقع پر کہا ان کو صرف ایک سال دیجئے اور وہ سارے افغانستان کو خوشحال بنا دیں گے سارا افغانستان ان کے ساتھ ہوگا، ایک بار امریکی چلے جائیں تو یہ ایک سال کے اندر اندر ہوگا، جب تک وہ وہاں ہیں، افغانوں کو اپنی آزادی کے لیے لڑنا ہوگا، انہوں نے کہا، یہ آزادی کے لیے ایک جنگ ہے اور یہ تب تک ختم نہیں ہوگی جب تک بیرونی لوگ چلے نہ جائیں۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پاکستان سے مذہبی اختلاف مٹانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جیسا کہ وہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین بھی تھے۔

انہوں نے سیاست بھی کی وہ اٹھارہ سال تک سنیٹر بھی رہے۔ جنرل ضیاء الحق شہید کی وفاقی مجلس شوریٰ کے معزز و متحرک رکن بھی رہے اور اس دوران اسلامی آئین سازی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی بھرپور حمایت کرتے تھے جیسا کہ ان کا کہنا تھا ''کشمیر جہاد سے ہی آزاد ہوگا یہ مسئلہ کشمیر بات چیت سے حل ہونے والا نہیں ہے، ایک وقت آئے گا جب ہر مسجد میں ایک جنرل جائے گا اور لوگوں کی منتیں جہاد کیلئے کرے گا، اس لیے آج ہی اسے غنیمت جانو۔'' اس کے علاوہ انھوں نے اپنی پوری زندگی اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی، کیا عجب بات ہے، ۸۲ سالہ بوڑھا شخص جس سے پورا انڈین میڈیا تنگ تھا، جب ان کو ظالموں نے شہید کیا تو انڈین میڈیا کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ جیسا کہ مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں۔ ''ہم کیا ہمارے جیسے کئی مصور اس آزادی کیلئے قربان اسی طرح یہ ہی ماننا تھا مولانا سمیع الحق کا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو دشمن طاقتوں نے شہید کر کے ملک پاکستان کو ایک عظیم عالم سے محروم کرنے کیلئے کیا۔'' عالم کی موت عالم کی موت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں انکی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

جلال و جمال اور کمال کا حسین اِمتزاج

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو مرحوم لکھتے ہوئے دل بیٹھنے لگتا ہے۔ انہیں زندگی میں عزت و شہرت، مقبولیت و محبوبیت، اعلیٰ منصب، قومی قیادت اور ملی سیادت سب کچھ ملا لیکن انہیں جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے نسبت اور خدمت پر غیر معمولی فخر تھا۔ اسی چیز نے انہیں عالمگیر عظمت کا مالک اور دوسری طرف ملت کا مسیحا اور غم خوار بنا دیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زندگی کے اتنے پہلو ہیں کہ انہیں قلم بند کرنا ناممکنات میں سے ہے، اس عبقری انسان کے لئے تو بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ''جامع الصفات اور مختلف الجہات'' تھے، وہ علمی اقدار اور ادبی لطافتوں سے لدے ہوئے تھے۔ وہ جب بات کرتے تو پھولوں کی بارش ہوتی، تقریر کرتے تو لذت و حلاوت سے طبیعت سیر ہوجاتی، مشورہ کرتے تو نگاہِ التفات میں مساوات ہوتی۔ برتری اور کہتری کے حلقہ سے بہت بلند تر تھے، اساتذۂ کرام، طلباء اور غیر تدریسی عملہ حتیٰ کہ چپڑاسی اور مالی وغیرہ کی باتوں کو بھی پوری توجہ سے سنتے اور ہر شخص کی دلجوئی کے لئے اس کی سطح کے مطابق ضرور کچھ کہتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہر طرح کی محفل مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی باتوں، محبتوں اور شفقتوں سے زعفران زار بنی ہوئی ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور ملک بھر کے دینی مدارس کے طلبہ کو ان کے واقعات سے حیاتِ تازہ ملتی ہے، شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اشجار و احجار بھی اس عظیم الشان اِنسان کے حق میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ ان کے اُٹھ جانے سے یہاں کا ذرہ ذرہ اداس ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ برصغیر کے لئے ایک اعلیٰ دماغ، ملک و ملت کے لئے قیمتی اثاثہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، دینی مدارس اور حقانی برادری کے لئے ایک سہارا تھے۔ مجھے ۱۹۷۵ء سے نومبر ۲۰۱۸ء تک انہیں بہت قریب سے دیکھنے، استفادہ و مطالعہ کرنے اور خدمت و رفاقت کے مواقع ملے جن لوگوں کو حضرت شہیدؒ کے ساتھ ساتھ رفاقت و خدمت، تلمذ و استفادہ اور چند لمحے قربت کی سعادت حاصل ہوئی، ان کی رعنائی گفتار کی داستانیں سبھی کو ازبر ہوگئی ہیں، وہ جہاں جاتے جس محفل میں

ہوتے ہر شخص ان پر نچھاور ہوتا تھا ہر شخص ان کی پُرمزاح اور پُر بہار باتیں سننے کے لئے ہمہ تن گوش بنا ہوا ہوتا تھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے دینی مدارس، مذہبی قوتوں اور اسلامی جماعتوں سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے نہایت پُراعتماد انداز میں جواب دیا کہ خدا کا شکر ہم ملک میں عزت کی زندگی گذار رہے ہیں، ہمیں ملکی سیاسی قیادت کے ساتھ رہنے کے گر معلوم ہیں بالخصوص ان کا یہ ارشاد سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ اسلام اور علومِ نبوت مطابقت (Adjustment) کی تعلیم دیتے ہیں دوسروں کے جذبات کی قدر پر اُکساتے ہیں۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اس حوالے سے گفتگو پر بھی مولانا سمیع الحقؒ کو اپنی باتوں میں حد درجہ ایقان و اطمینان تھا، انہوں نے فرمایا: دارالعلوم حقانیہ سمیت تمام دینی مدارس اور وفاق المدارس بڑے پرسکون ماحول میں چل رہے ہیں اور اِن شاء اللہ تائید ایزدی سے چلتے رہیں گے۔ دینی مدارس کے تئیں ناپاک عزائم رکھنے والوں کو اکابر علمائے دیوبند کے اخلاص نے ہمیشہ شکست دی ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی گفتگو سب کے جذبات، عزائم حوصلوں اور توقعات کی ترجمانی ہوا کرتی تھی۔ شاید جگر مرحوم نے اپنے شعر میں مولانا شہیدؒ کے جذبات ہی کی ترجمانی کی ہے......

جان کر منجملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

نظر وفکر میں اسمع، علم ونسبت میں سمیع، ان گنت محاسن و مکارم کے مخزن، کمالات و جمالات کے منبع، فراست وخردمندی میں ممتاز، سیاست و ذکاوت میں عدیم المثال، ایک جلیل القدر محدث، عالمی شہرت یافتہ مجاہد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نامِ نامی اور مقامِ عالی سے کون واقف نہیں، ان کی عظمت و رفعت، اہتمام و خدمت، تصنیف و تالیف، تحریر وتقریر، فرقِ باطلہ کا تعاقب، نفاذِ شریعت کی جدوجہد، معرکۂ شریعت بل کے مؤسس و بانی اور ان کی ہمہ جہتی خدمات کو ہزاروں سلام، حضرت کی شہادت کو تین سال مکمل ہونے کو ہے یہ موقع خالی خامہ فرسائی، لفاظی، جوش وجولانی کا نہیں یعنی محض آپ کے خصائص حمیدہ وصفات کمالات کا ذکر کرکے نثری مرثیہ خوانی کا وقت نہیں کیونکہ حضرت شہید ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقری شخصیت کا تقاضا ہے کہ ان کے قرآن وحدیث، فقہ وتاریخ، فلسفہ وعقیدہ میں عصری اور نئی وراثتوں کی کما حقہ حفاظت کی جائے، آپ کے سیاسی وقائدانہ بصیرت

افروز ذخائر کو محفوظ کیا جائے، آپ کا تصنیفی، تالیفی اور قلمی وہ سارا مواد جو طبع نہ ہوسکا، اس کی طباعت کا انتظام کیا جائے، آپ کے سیاسی وبصیرت افروز ذخائر کو محفوظ کیا جائے مثلاً آپ کا تصنیفی وتالیفی وہ مواد جو تا ہنوز طبع نہ ہوسکا، تفسیر امام لاہوریؒ اور ''الحق'' کی خصوصی اشاعت کی طرح ان کی طباعت کا بھی انتظام کیا جائے، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو آپ کے خوابوں اور خطوط کے مطابق پروان چڑھایا جائے۔ ''مکاتیب مشاہیر کے بقیہ حصے شائع کئے جائیں۔ آپ کی اس ہمت و جرأت اور ثابت قدمی کی اس روایت کو جو بڑے'' بڑے صبر آزما حالات سے پھر نبرد آزما ہوکر بھی جس نے ہار نہ مانی، باقی وسلامت رکھا جائے، آپ سے وابستہ حلقہ احباب، متوسلین، اربابِ علم و دانش سے محبت و دلجوئی، مہر وفا کا معاملہ کیا جائے، برصغیر کے سینکڑوں رسالوں میں بکھرے ہوئے ہزاروں مضامین کو مرتب و مجتمع کیا جائے، عبادات و معاملات، فرائض ومستحباب، دعوتِ حق وتبلیغ دین حنیف میں خدا ترسی جیسی صفات سے خود کو متصف کیا جائے۔ وعلیٰ ہذا اس قسم کے نقوش و آثار کو اپنانا اپنی طرف سے کسی بھی بڑی سے بڑی ہستی کے لئے بہترین خراجِ عقیدت ہوتا ہے اور ان کی روح کے لئے سکون اور ناتمام خوابوں کی عملی تعبیر بھی بلکہ برزخی زندگی کے لئے اعلیٰ قسم کا صدقہ جاریہ ہے۔

صبر وتحمل اور برداشت کے پہاڑ

جامعہ دارالعلوم حقانہ کی ترقی وکمال، وسعت، محبوبیت ومرجعیت اور مرکزیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کے مؤسس و بانی کی طرح مہتمم ثانی شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی اپنے والد کے حینِ حیات ان کی سرپرستی اور نگرانی میں جامعہ حقانیہ کے اہتمام وانتظام کی ذمہ داریاں نبھانے لگے، انہیں اللہ نے زیرکی ودانائی، حکمت ومصلحت، صبر وتحمل اور بھرپور قوتِ برداشت سے نوازا تھا، وہ سیاسی اُمور کی طرح جامعہ حقانیہ کے انتظامی اُمور، تعلیمی اُمور اور تربیتی معاملات میں بھی اپنے احباب، اساتذہ اور انتظامیہ کے نہ صرف یہ کہ نقد و جرح، تنقید اور اختلاف کو بڑی خندہ پیشانی سے سنتے تھے بلکہ بسا اوقات اپنی رائے بھی واپس لے لیتے تھے، وہ نہ تو کسی بات کو ''اَنا'' کا مسئلہ بناتے تھے اور نہ تنقید کرنے والے کو اپنے طعن وتشنیع اور عتاب کا نشانہ بناتے تھے۔ میں نے بارہا یہ بھی دیکھا کہ جامعہ کے بعض مشائخ اور اساتذہ اور انتظامیہ کے بعض ذمہ داروں کے جارحانہ رویے کے مقابلہ میں مولانا سمیع الحق آخری دم تک مصلحانہ اور حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کئے رکھتے اور یہ بھی دیکھا کہ مولانا کا موقف، حق اور ہدف درست ہوتا تھا مگر وہ نظام کے قائم رکھنے اور کام کے چلتے رہنے اور کسی بڑے حادثہ کے رونما ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر دوسرے فریق کی بات مان لیتے بلکہ ادارے کے تحفظ و

بقا اور استحکام کیلئے اس کے مدعی بن جاتے تھے۔ان کا یہ ارشاد میں نے اُن سے بارہا سنا ''چلتی گاڑی سے ڈرائیور کو اُتارنا حماقت ہے''۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ بعض بڑے اکابر اساتذہ نے دارالحدیث میں دورانِ درس مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سیاسی اُمور میں ہدفِ تنقید بنایا، درس و بیان کی موج مستی اور طلبہ کی سیل بیکراں کی اپنے اساتذہ کی بات سننے کی فطرت و عادت کے پیش نظر انکی زبان سے ایسے الفاظ بھی سرزد ہوتے رہے جو بے ادبی وغیرہ کے زمرے میں آتے مگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ایک مہتمم کی حیثیت سے کبھی بھی جامعہ کے کسی بھی ملازم کی ایسی حرکات کا نہ تو نوٹس لیا نہ ان سے شکایت کی، نہ کسی کے ذریعہ انہیں آئندہ درست رہنے کا پیغام بھیجا اور نہ حقانیہ سے انہیں رخصت کر دینے کی دھمکی دی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ سنی کو اَن سنی کر دیا، کسی کی تنقید اور نقد و جرح کو اپنی توہین، اَنا اور عزتِ نفس کا مسئلہ نہیں بنایا، ایسے لوگ اگلے روز مولانا سے ملے یا کسی مجلسِ مشاورت میں سامنا ہوا، انہیں کبھی یہ احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ مولانا انکی ان بے ہودہ حرکات سے باخبر یا کبیدۂ خاطر ہیں۔اساتذہ کی مجلسِ مشاورت میں یہ منظر بھی دیکھا کہ بعض اساتذہ جو حضرت کے تلامذہ بھی ہیں اور حضرت ہی کے انتخاب سے انکی تقرری بھی ہوئی ہے دورانِ مشاورت بعض اُمور میں انکا طرزِ گفتگو ناقدانہ اور جارحانہ ہوجاتا ہے، بعض کی آواز کی گھن گرج سے حد درجہ ناشائستگی چھلک پڑتی تھی مگر مولانا شہیدؒ کے چہرہ پر مسکراہٹ، لب ولہجہ میں وقار و متانت، طرزِ خطاب میں ''عزیز''، ''پیارے'' اور ''محترم مولانا صاحب'' کے الفاظ اور گفتگو میں حد درجہ نرمی، محبت اور کمال شفقت ٹپکتی تھی۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو آفاقیت، وسعت، عظمت اور ترقی و کمال کی معراج دلانے میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی طرح ان کے جانشین اور ان کے علوم و معارف کے امین مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا صبر و ثبات بھی مدارس کے اربابِ اہتمام کے لئے لائق صد رشک ہے۔مولانا کو اجتماعی اور جماعتی زندگی میں جو تکلیفیں، مزاحمتیں اور مخالفتیں پیش آئیں کمال درجۂ صبر اور تسلیم و رضا کے ساتھ برداشت کرتے چلے گئے اور کسی بھی مرحلے میں آپے سے باہر نہیں ہوئے، بے صبری کا اظہار نہیں کیا، حکمت و مصلحت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے پایا، آپ مولانا کے تمام سوانح پڑھتے چلے جایئے، زندگی کے ہر موڑ پر انہیں پرکھتے اور ٹٹولتے چلے جایئے اس مردِ حق نے پامردی، جواں مردی، حکمت و دانائی، مصلحت و صلح جوئی اور استقامت کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جو بہت سے اہل ایمان، اور مدارس کے اربابِ اہتمام کے لئے تقویتِ قلب کا سبب اور ترقی و کمال کا لائحۂ عمل بنا اور جب شہیدؒ تک حضرت کے سوانح کو سامنے رکھ کر اجتماعی کاموں میں ان کے قائم فرمودہ نشانِ راہ پر چلا جاتا رہے گا ترقی وکمال کے راستے کھلتے چلے جائیں گے (ان شاء اللہ)

میرے شیخ کی طبعی افتاد

اِجتماعی نظام اور ایک بڑے جامعہ کے جماعتی کام میں کارکنوں، خدام طلبہ، اساتذہ اور ملازمین سے ان کی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق نباہ کرنا ادارے کے سربراہ کی ذمہ داری ہوتی ہے میں نے اس حوالے سے بھی اپنے شیخ کو بہت قریب سے دیکھا۔ایک روز دفتر اہتمام میں خدام اور کارکنوں کی تنبیہ جاری تھی، متعلقہ ذمہ داری کے اُمور میں کارکنوں نے غفلت برتی ہوگی۔مولانا حبیب اللہ حقانی اس مجلس کی روئیداد کا ایک منظر یوں بیاں کرتے ہیں کہ:''ابھی ایک لمحہ قبل کسی حوالے سے کارکنوں کی غفلت اور تساہل پر میرے استاذ غصہ میں تھے اور ابھی اسی لمحے فوری طور پر اتنا شاندار ادبی شہ پارہ تحریر فرمایا۔حقانی صاحب نے کہا: میرے استاذ کا طیش وجلال بھی اختیاری ہوتا ہے نہ آپے سے باہر ہوتے ہیں، نہ بے نقط سناتے ہیں نہ ذہن غائب ہوتا ہے، ایک ہی لحہ میں جلال بھی اور اسی وقت جمال بھی اس جلال کے عالم میں فون آتے ہیں، سیاسی زعماء سے رابطہ بھی اور اپنے خدام اور طلبہ سے دارالعلوم کے حوالے سے ضابطہ بھی اور یہ میرے استاذ کی طبعی افتاد ہے'' (ساعتے بااہل حق،ص:۲۹۵)

باعثِ راحت وسکون

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا علمی شغف، کتابی شوق اور قلم وادب کے حوالے سے ذوق کا کیا عالم تھا۔''ساعتے بااہل حق'' اس کا شاہد عدل ہے، علماء، احباب، ادباء، اربابِ فضل وکمال اور اہل علم وقلم کے ساتھ نشست و مذاکرے میں حضرت الشیخ کی طبیعت میں بڑا نشاط آجاتا تھا، احقر سے بھی حضرت کو تعلق خاطر اور مشفقانہ تعلق ہے، اس میں بھی شاید سب سے بڑی وجہ علم وقلم اور کتاب ومطالعہ کا دخل ہے،''ساعتے بااہل حق'' میں اس نوعیت کا ایک واقعہ منقول ہے کہ:''تلہ گنگ کے مہمان (مولانا سعید شہید اور ان کے رفقاء) جو مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی معیت میں حاضرِ خدمت ہوئے تھے انہیں جلدی تھی اور وہ بار بار رخصت واجازت لینا چاہتے تھے۔شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق ہر بار انہیں ٹالتے رہے اور فرماتے رہے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کئی روز کے بعد آئے ہیں، جب یہ آجاتے ہیں تو ہماری باہمی علمی، قلمی اور ادبی اور کتابی ذوق کی باتیں ہوتی ہیں۔میرے طبعی اضمحلال، سیاست و ہنگامے اور اسفار و اعذار سے مرجھائی طبیعت میں نکھار آجاتا ہے اور مجھے ان کی آمد سے راحت اور سکون ملتا ہے۔فکر و ذہن اور خیالات میں علمی، کتابی اور مطالعاتی بہاریں آجاتی ہیں۔آپ کا اصرار نہ ہوتا تو میں انہیں اس قدر جلدی جانے کی اجازت نہ دیتا''۔(ساعتے بااہل حق ص:۲۹۶)

پیر اعجاز احمد ہاشمی

مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان

خوش مزاج، نرم گو، مصلح جو شخصیت

- ...... میرے دیرینہ دوست اور ساتھی
- ...... پاکستان اور افغانستان دونوں ممالک کے لئے عظیم نقصان
- ...... چندماہ قبل دل کے آپریشن کے بعد وہ نئے عزم کیساتھ کام کرنے کیلئے تیار تھے

محترم جناب پیر اعجاز احمد ہاشمی صاحب، جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر، متحدہ مجلس عمل پاکستان کے نائب صدر، پاکستانی سیاست میں عرصہ دراز سے فعال اور متحرک رہے، اتحاد امت کی جدوجہد میں ہمیشہ پیش پیش رہے، اصول پسند شخصیت کے حامل سیاستدان ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ کئی اہم ملکی تحریکات میں اکٹھے رہ کر اپنی خدمات پیش کرتے رہے۔(ادارہ)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ میرے دیرینہ ساتھی اور دوست تھے، ان کی وفات پر دلی صدمہ پہنچا ہے، ہمارا تعلق ضیاء الحق مرحوم کے زمانے سے شروع ہوا اور پھر رابطے مسلسل بڑھتے رہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک کے جید عالم تھے، مدرسہ حقانیہ کے مہتمم آپ ہی تھے، مولانا عبدالحقؒ کی وفات کے بعد ان کا مدرسہ آپ نے ہی سنبھالا، ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری میں مولانا عبدالحقؒ نے کلیدی کردار ادا کیا اور ۱۹۷۳ء کے آئین پر عمل درآمد کے لئے بھرپور کوششیں کیں، آپ تین مرتبہ سینیٹر منتخب ہوئے، جہاد افغانستان کے آغاز کے وقت انہوں نے پاکستان میں دفاع افغانستان کی تنظیم بنائی، افغانستان پر امریکی کنٹرول قائم ہونے کے بعد دفاع افغانستان تنظیم کو دفاع پاکستان تنظیم میں بدل دیا۔ جس میں تقریباً تمام دینی جماعتوں کے سربراہ شریک تھے، مولانا نورانیؒ اور دیگر اکابرین بھی ان کے شریک کار تھے، مولانا عبدالستار نیازیؒ، قاضی حسین احمد بھی شریک سفر تھے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مذہبی ہم آہنگی سے ''ملی یکجہتی کونسل'' کے پلیٹ فارم سے اسلام آباد میں ایک اجلاس طلب کیا، جس میں ''ملی یکجہتی کونسل'' کے قیام کے لئے اسی اجلاس میں منشور اور دستور کی تیاری کا کام شروع ہوا، تنظیم سازی کے بعد مولانا شاہ احمد نورانیؒ کو صدر اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا، نائب صدور میں قاضی حسین احمدؒ، پروفیسر ساجد میر، علامہ ساجد نقوی شامل تھے، یوں انہوں نے تمام رہنماؤں کو آپس میں شیر و شکر کیا۔

اس کے علاوہ اس وقت جمعیت علمائے اسلام کے دو حصے ہو چکے تھے، ایک جماعت کے قائد مولانا فضل الرحمٰن اور دوسرے گروپ کی قیادت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پاس تھی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ خوش مزاج، نرم گو، مصلح جو اور گہری سے گہری بات نرم لہجے میں کہنے کے عادی تھے، انہوں نے کبھی کسی سے الجھاؤ پیدا نہیں کیا اور نہ ہی تصادم کی پالیسی اختیار کی، انہوں نے پاکستان اور افغانستان کو قریب تر لانے کے لئے انتہائی کوششیں کیں، انہوں نے طالبان کو ایک جگہ بٹھانے اور مذاکرات کی میز پر لانے کی بھی مقدور بھر کوششیں کیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، انہوں نے ملکی بقاء کیلئے تگ و دو کی اور شاید اسی لئے دشمنوں نے انہیں شہید کیا۔

ایم ایم اے کے قیام کے وقت بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اہم کردار ادا کیا، ۶ جماعتوں کے اتحاد کے قیام میں ان کے کردار کو نظر انداز کرنا مشکل ہے، مشرف دور میں انہوں نے ایم ایم اے کو حکومت کا حصہ بنانے کی کئی کوششیں کیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے باقاعدہ طور پر حکومت میں شمولیت سے انکار کیا، حالانکہ عمومی تاثر یہ ہے کہ شاید ایم ایم اے اس زمانے میں حکومت کے ساتھ تھی جبکہ صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی، پچھلے دنوں انہوں نے افغان جدوجہد کے حوالے سے ایک کتاب لکھی جس کی تقریب پذیرائی لاہور میں منعقد ہوئی۔اس کتاب میں انہوں نے پاکستان کی حدود کو قائم رکھنے کے لئے اپنی کوششوں کا ذکر کیا۔

وہ اپنی ڈائری روزانہ باقاعدگی سے لکھتے تھے، انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ یہ ڈائری یکجا کر کے شائع کرنا چاہتے ہیں، (ماہنامہ ''الحق'' میں کئی برسوں سے یہ ڈائری ہر ماہ شائع ہو رہی ہے) اس ڈائری میں بھی ان کے بہت سے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ایم ایم اے کی بحالی کے اجلاس میں بھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ تشریف لائے اور تمام جماعتوں کے رہنماؤں نے انہیں احترام دیا مگر بدقسمتی سے بعض رہنماؤں کے اختلاف رائے کے باعث وہ اس اتحاد میں شریک نہ ہو سکے، لیکن

''دفاعِ پاکستان'' کے سلسلے میں وہ ایم ایم اے کے رہنماؤں کو ہمیشہ یاد فرماتے اور سب لوگ ان کے ساتھ اجلاس میں کھڑے ہوتے، انہوں نے ''ملی یکجہتی کونسل'' کے سیکرٹری جنرل اور ایم ایم اے کے نائب صدر کی حیثیت سے پورے ملک کے دورے کئے تھے، جس میں انہوں نے سب کو یکجہتی میں پرو دیا، ان کے بنائے ہوئے طور طریقے پر آج بھی مذہبی رہنما عمل کرتے ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ ذہنی طور پر عمران خان کے کچھ قریب ہو گئے تھے کیونکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے ساتھ ان کی فکری اور سیاسی ہم آہنگی ختم ہو چکی تھی، آئی جے آئی میں وہ نواز شریف کے ساتھ تھے اور آئی جے آئی کو اقتدار تک پہنچانے میں انہوں نے کردار ادا کیا تھا، مگر نواز شریف کی پہلی حکومت کے قیام کے بعد ان کے راستے جدا ہو گئے کیونکہ حکومت نے نفاذ اسلام کے بارے میں ان کی تجاویز اور مشوروں کو اتنی اہمیت نہ دی، یوں مولانا سمیع الحق شہیدؒ ''ملی یکجہتی کونسل'' اور پھر ''ایم ایم اے'' کے قریب تر ہوتے چلے گئے، آخری دنوں میں وہ عمران خان کے بہت قریب ہو گئے تھے اور عمران خان نے انہیں سینٹ کا ٹکٹ بھی دیا تھا مگر بدقسمتی سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سینیٹر منتخب نہ ہو سکے، کہا جاتا ہے کہ انہیں ہرانے کیلئے ان کے بعض سیاسی حریفوں نے زبردست جوڑ توڑ کیا اور پی ٹی آئی کے بعض اراکین کو خرید لیا تھا اور اسی سلسلے میں عمران خان نے کچھ ارکان کے خلاف کارروائی کا عندیہ بھی دیا تھا۔

آخری دنوں میں انہوں نے اپنے دل کا آپریشن بھی کروایا تھا اس روز بھی میری ان سے ملاقات ہوئی تھی، جس میں انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے تو اپنا دل چیر کے رکھ دیا ہے اور نیا نظام بھی قائم کر لیا ہے دل میں تو میں نے بھی انہی کے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تھا کہ اب آپ کا دل جوان ہے اب آپ سیاست میں بھرپور حصہ لیجئے! مگر بدقسمتی سے قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اور ایک محبِّ وطن سیاستدان، اعتدال پسند شخصیت، بقائے پاکستان کے لئے طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے والا رہنما ہم سے چھین لیا گیا، ان کی شہادت کا درد مجھے ہمیشہ یاد رہے گا، یہ میرا ہی نہیں بلکہ پاکستان اور افغانستان کا بہت بڑا نقصان ہے۔

تواضع کا پیکر گنوایا ہے ہم نے
تھی روح ان کی ذکر و قرآں اللہ اللہ

مولانا فضل الرحمٰن خلیل
سربراہ انصار الامہ پاکستان

دینی تحریکات کے روح رواں

مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب، جہاد افغانستان میں جدوجہد کرنے والی ایک تنظیم ''حرکۃ المجاہدین'' کے نڈر، بہادر، فعال اور سرگرم قائد ہیں، افغانستان اور کشمیر کی جہادی کوششوں میں معروف شخصیت کے طور پر گردانے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی بڑی گرانقدر خدمات ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریر وتحریر کی صلاحیتوں سے خوب نوازا ہے، آپ ''دفاع پاکستان کونسل'' وغیرہ میں حضرت مولانا شہیدؒ کے ہر دور میں رفیق سفر اور ان کے ساتھ ہر قسم کی جدوجہد میں شانہ بشانہ رہے۔ (ادارہ)

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب زندہ ہوتے ہیں تو اپنے دور پر حکومت کرتے ہیں اور جب اس دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو شخصیت ایسی پھیلتی ہے کہ اپنے دور سے نکل کر دوسرے ادوار پر محیط وبسیط ہو جاتی ہے، یوں وہ ایک لازوال و بے مثال حکایت و روایت بن جاتے ہیں اور موت کے بعد بھی اپنی عظمت وسطوت کے ساتھ آنے والی صدیوں میں زندہ رہتے ہیں، زندہ بھی کچھ اس طرح رہتے ہیں کہ زندہ انسانوں کو ان کے زندہ ہونے کا شدید احساس رہتا ہے، مجاہدِ دین وملت، مدبر سیاستدان، محافظ نظریہ پاکستان، استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شمار بھی انہی شخصیات میں ہوتا ہے گو کہ وہ اب ہمارے ساتھ نہیں ہیں لیکن ایام زندگی میں کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جب انہیں اپنے ساتھ نہ پایا ہو، شہید تو ویسے بھی زندہ ہوا کرتے ہیں اور اگر شہید سمیع الحق جیسا ہو تو صدیوں نہیں بھولتا۔

میرا مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ دیرینہ تعلق تھا، اس تعلق میں ان کی شفقت ومحبت کی مٹھاس مزید لطف پیدا کر دیتی تھیں، ان کی شخصیت سے لگاؤ فطری عمل تھا، بارعب چہرہ، سیاہ وسفید داڑھی، شگفتہ مسکراہٹ، باہمت بلند حوصلہ، مجاہدانہ چال، شیریں گفتار، سبک رفتار، رضائے الٰہی پر شاکر، صبر واستقامت کی علامت، علم وعمل کا یکساں امتزاج، فہم وفراست کی معراج، قوت فیصلہ،

مقصد کی لگن، زندگی کی پاکیزگی، دعوت تعقل وتفکر کی صلاحیت، خون دوڑا دینے والا تکلم، رگوں کو منجمد کر دینے والا غضب، حق پر مرمٹنے کی تمنا، باطل کے آگے نہ جھکنے والا سر، اکابر کے عشق ومحبت سے لبریز سینہ، جبیں پہ سجدوں کا تابندہ اور درخشاں آفتاب، ان تمام صفات کے حقیقی مجموعے کا نام سمیع الحق تھا۔

دینی تحریکات کے میدان ہوں یا پارلیمانی سیاست، تحفظ ختم نبوت کی بات ہو یا صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا دفاع، افغانستان کی تحریک ہو یا کشمیر کا محاذ، مجھے جو شخص صف اول میں نظر آتا تھا، تاریخ اسے سمیع الحقؒ کے نام سے جانتی ہے اور جانتی رہے گی، وہ سالار کارواں تھے، استاد، ادیب، دانشور، مدبر، مصلح، پرمغز اور بیدار دل شخصیت تھے۔ آپ نے جہاں اقتدار اور حرص کے پجاریوں کی ریشہ دوانیوں کے آگے پل باندھا، اپنے اور پرائے ذہنوں کو صاف کیا، وہی حوصلہ یقین اور راہِ مستقیم پر چلنے کی جرات و ہمت دلائی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک شخصیت کا نام نہیں تھا، سچ پوچھیے تو سمیع الحقؒ ایک انجمن کا نام تھا، سمیع الحقؒ ایک ادارے کے نام تھا، سمیع الحقؒ ایک تنظیم کا نام تھا، سمیع الحقؒ ایک صدا کا نام تھا، سمیع الحقؒ ایک للکار کا نام تھا، سمیع الحقؒ ایک بحرِ بیکراں کا نام تھا، جی ہاں! وہی بحرِ بیکراں جس سے آج بھی طالبان علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہورہے ہیں، انہوں نے ملک کے انتہائی پرآشوب دور میں بھی صدائے حق کو بلند رکھا، اللہ رب العزت نے اُن کی صدا میں ایسا رعب رکھا تھا کہ استعمار کی بڑی بڑی قوتیں ایک صدائے قلندر کے آگے ڈھیر ہوتی گئیں، قاتل نے یہ سوچ کر وار کیا کہ شاید یہ صدا دَب جائے گی مگر اس ناہنجار کو کیا معلوم کہ مولانا سمیع الحقؒ تو وہ صدا ہیں جسے قیامت تک چلنے والے ہوائیں گلی کوچوں میں پھیلاتی رہیں گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کے پسماندگان کو انہی کے طرز پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا شہیدؒ کے گلشن حقانیہ کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل ونہار

مولانا مفتی رضاء الحق
مدرس ومفتی دار العلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: خصوصیات وکمالات

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الہادیؒ کے قابل فخر فرزند ہیں، آپ ایک جید عالم دین اور محقق ہیں، کئی کتابوں کے مصنف، شاعر اور نامور ادیب بھی ہیں ''قرار دل'' ان کا شعری مجموعہ ہے، میدان تدریس کے بھی شہسوار ہیں، آپ ان دنوں بطور مدرس ومفتی دار العلوم زکریا، لینیشیا، جنوبی افریقہ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں (ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو دست اجل نے شہادت کی خلعت پہنا کر بتاریخ ۲ نومبر ۲۰۱۸ء ہم سے چھین لیا، حضرت مولانا مرحوم پیر جمال ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دریا کی مانند تھے جن کی ذات سے سینکڑوں نہریں اور ندیاں نکلی ہیں، ہزاروں مجاہدین نے ان کے پہلو میں پرورش پائی تھی، وہ ایک ایسی فیکٹری کی مانند تھے جس میں بجائے شمشیروں کے شمشیرزن بنتے تھے، وہ ایسی چٹان تھے جس سے ٹکرا کر باطل کا دماغ پاش پاش ہو جاتا تھا، ان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے فولاد کی طرح سختی، سمندروں کی طرح جوش، پہاڑوں کی طرح استقامت، ہمالیہ کی طرح بلندی اور آسمان کی طرح رفعت، زمین کی طرح تواضع، گلاب کی طرح خوشبو، درختوں کی طرح سایہ، گلاب کے پتوں کی طرح لطافت رکھی تھی۔ وہ دار العلوم حقانیہ کے بانی مبانی حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کے جانشین، ان کے باغ باغبان، ان کے منبر ومحراب کی رونق، ان کی خطابت کے وارث، ان کے مسند کی زینت اور ان کے فانوسِ ہدایت کی روشنی تھے، حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ دار العلوم دیوبند سے ۱۳۴۹ھ میں اب سے ۹۲ سال پہلے فارغ ہوئے تھے۔ ان کے ساتھیوں میں مولانا مسیح اللہ جلال آبادی، مولانا عبد الرشید محمود گنگوہی، مولانا عبد السلام فاروقی رحمہم اللہ جیسی شخصیات شامل تھیں اور پھر دار العلوم دیوبند میں مدرسِ حدیث رہ چکے تھے، تقسیم ہند کے بعد دار العلوم حقانیہ کی شکل میں انھوں نے جو درخت لگایا حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے اس درخت کو ایسا سدا بہار باغ بنایا جس کے پھلوں سے ملک بھر اور پڑوسی ممالک، بلکہ پوری دنیا شادکام ہو رہی ہے۔ انھوں نے اپنے والد صاحب رحمہ اللہ

کی وفات کے بعد دار العلوم حقانیہ کو ایسے بامِ عروج پر پہنچایا جس پر یہ شعر صادق آتا ہے......

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

اور آخر ناموسِ ختم نبوتؐ پر اپنی جان جانِ آفرین کے حوالہ کر کے ایثار اور قربانی کا نیا باب رقم فرمایا اور بزبانِ حال یوں گویا ہوئے ......

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے   یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اور اب ہماری آنکھیں افقِ علم و ادب کے تابندہ ستارے، حاکموں کے قصر اقتدار میں زلزلہ پیدا کرنے والے اور اسلامی انقلاب کے پر جوش داعی کے دیکھنے کے لیے ترس رہی ہیں، انھوں نے اپنے عاشقوں کو صحرائے اضطراب میں چھوڑ کر داعی اجل کی آواز پر لبیک کہا......

اے تماشا گاہ عالم روئے تو   تو کہا بہر تماشا می روی

جامع الکمالات و پروجاہت شخصیت

اللہ نے مرحوم کے قدموں میں استقامت، گفتار میں حلاوت، کردار میں غیرت، علم وقلم میں برکت رکھی تھی، پوری دنیا میں جہاں بھی مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے انہیں دیکھ کر مولانا مرحوم کے دل میں اضطراب، قلم میں حرکت، آواز میں قوت پیدا ہو جاتی تھی، مولانا جیسے جامع الکمالات اور پر وجاہت لوگ ناپید نہ ہوں تو خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ مولانا مرحوم عمر اور علم میں بندہ عاجز سے بہت بڑے تھے، میں جب جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک پاکستان (جو اب مرحوم ہو چکا ہے) میں پڑھتا تھا تو اس وقت مولانا مرحوم دار العلوم حقانیہ میں متوسطات پڑھانے کے ساتھ رسالہ ''الحق'' کی ادارت اور نظم وضبط سنبھالتے تھے، جب کبھی ان سے ملاقات ہوتی تھی، یا ان کو دور سے دیکھتے تھے تو ان کے رخِ پر رونق کی وجاہت و وقار اور سراپا جمال وجلال کا رعب دل پر پڑ جاتا تھا، ان کے سر پر افغانی دستار وعمامہ ایسا لگتا تھا جیسے خوبصورت پھول گلدان میں رکھا جائے، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو اللہ نے بے شمار خصوصیات اور مناقب سے نوازا تھا اور ان کے دینی کاموں میں عجیب برکت رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بے حد ذکاوت وذہانت سے نوازا تھا، ان کے ساتھ بزرگوں خصوصاً اپنے والد ماجد کی دعائیں شامل تھیں، انھوں نے خیر کے اعمال کے لیے توفیق کا حصہ وافر پایا تھا۔

مکتوبات وتبرکات کی حفاظت

میرے خیال میں ان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت بزرگوں کے مکتوبات وتبرکات کو

بحفاظت رکھنا تھا، جبکہ پختون قوم کو اس زمانے میں یعنی آج سے ساٹھ ستر سال پہلے مضمون لکھنے اور مکتوبات کو محفوظ رکھنے سے نہ رغبت تھی نہ دلچسپی لیکن اس زمانے میں حضرت مرحوم شہیدؒ نے ورق ورق کی ایسی حفاظت فرمائی جیسے کوئی اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہو۔

میں نے مولانا غلام حبیب صاحب چکوالی (خلیفہ خاص مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی نقشبندی رحمہ اللہ) کا بیان فرمودہ ایک واقعہ پڑھا ہے کہ دہلی میں ایک افغانی بزرگ تھے جو ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرے میں رہتے تھے اور اللہ اللہ کرتے تھے۔ ہمارے دوست محترم مولانا مفتی محمد فاروق میرٹھی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے ان بزرگ سے ملاقات کی تھی، ان کو اللہ نے کشف الامور سے نوازا تھا، ان کو بکثرت کشف ہوتا تھا، یاد رہے کہ کشف الامور، کشف الصدور، کشف القبور اور علمِ غیب نہیں لیکن کبھی کبھی اللہ بعض بندوں پر غیب کی بعض باتیں منکشف فرماتے ہیں، یہ حضرات ......

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کا مصداق ہوتے ہیں، مولانا غلام حبیب صاحب نے فرمایا کہ مولانا عبدالمالک نقشبندی رحمہ اللہ کی اولاد نہیں تھی، مولانا عبدالمالک نے ان بزرگ سے درخواست فرمائی کہ آپ میرے لیے اولاد کی دعا فرمائیں، انھوں نے فرمایا: ان شاء اللہ آپ کی اولاد ہوگی، ایک لڑکے کا یہ نام ہوگا، دوسرے کا یہ نام ہوگا، بچی کا یہ نام ہوگا پھر یہ ہوا کہ حضرت مولانا عبدالمالک کی پہلی اہلیہ سے اولاد نہیں ہوئی، انھوں نے سوات میں تقریباً ۷۶ سال کی عمر میں دوسری شادی فرمائی اور ان کے بطن سے اتنے بچے پیدا ہوئے جو اس بزرگ نے بتلائے تھے اور وہی نام رکھے گئے جو اس افغانی بزرگ نے بتلائے تھے، مولانا عبدالمالک نقشبندی رحمہ اللہ کے وہی دونوں صاحبزادے استاذ محترم مفتی محمد فرید زروبوی کے زیرِسایہ رہ کر دارالعلوم حقانیہ سے فارغ ہوئے۔

مولانا غلام حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے بار بار اس افغانی بزرگ کو ان کے پتے پر خیریت دریافت کرنے اور دعا کے لیے خطوط لکھے لیکن ان کی طرف سے جواب نہیں آیا، اس لیے کہ پختونوں کے مزاج میں خط کا جواب دینا اور خطوط لکھنا نہیں ہے، بندہ عاجز کہتا ہے کہ پرانے زمانے میں پختونوں میں خطوط لکھنے اور جواب دینے یا مراسلات کو محفوظ کرنے کا مزاج نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مولانا شہید مرحوم کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا اور انھوں نے ان مکاتیب کو کتابی شکل میں مرتب فرما کر اس خوان یغما میں دوسرے قارئین کو بھی شریک فرمایا۔

ایفائے عہد

مولانا مرحوم کی دوسری خصوصیت ان کی غیرت اور ایفائے وعدہ اور اپنے دوست واحباب کی خبر گیری، غمی وخوشی میں شرکت اور مشکل وقت میں دستگیری تھی، اگر کسی کا پھنسا ہوا مشکل مسئلہ قابلِ حل ہوتا تو مرحوم ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس کام میں تعاون فرماتے تھے۔

دوست آن باشد کہ گیرد دستِ دوست　　　　در پریشان حالی و درماندگی

قادیانیوں سے مسجد چھڑوائی

مجھے مولانا منظور چنیوٹی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا محمد الیاس چنیوٹی نے یہ واقعہ سنایا کہ جب مولانا منظور چنیوٹی کا انتقال ہوا تو ربوہ کے پروردہ قادیانی بدمعاشوں نے پولیس آفیسروں کے تعاون سے ہماری ایک مسجد پر قبضہ کیا، یہ مسجد ربوہ اور چنیوٹ کے درمیان میں پولیس سٹیشن کے ساتھ واقع تھی، مولانا الیاس نے کہا مجھے دوہری پریشانی ہوئی ایک والد صاحب کی وفات کا غم اور دوسری پریشانی قادیانیوں کا مسجد پر غاصبانہ قبضہ، میں پریشانی کے عالم میں اسلام آباد پہنچا، مختلف لیڈروں اور دینی رہنماؤں سے بات چیت کی اور ان کو صورت حال سے مطلع کیا لیکن بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، انہی دنوں میں میرے بھائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد الیاس سے کہو کہ مغرب کی طرف چلے جائیں! مولانا الیاس نے دل میں کہا کہ قبلہ اور مغرب کی طرف تو بہت سارے شہر اور گاؤں ہیں معلوم نہیں کہاں جاؤں؟ پھر اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اکوڑہ خٹک جاؤں، میں اکوڑہ خٹک آیا اور مولانا سمیع الحق صاحب کے بارے میں دفتر اہتمام میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ حضرت مولانا ایک اہم کام کے سلسلہ میں کابل تشریف لے گئے ہیں، میں نے دارالعلوم حقانیہ ہی سے فون پر مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ رابطہ کیا اور ان کو چنیوٹ اور ربوہ والی صورتِ حال سنائی، مولانا نے فی الفور فرمایا: آپ ٹھہر جائیں، میں کل ان شاء اللہ آ رہا ہوں، دوسرے دن مولانا پہنچ گئے اور فرمایا کہ ایک دو دن میں سینٹ کا اجلاس ہونے والا ہے، اس میں ہمارے بعض دوستوں کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف سے اچھے تعلقات ہیں، میں ان سے اس حوالہ سے بات کرلوں گا اور ان کو شہباز شریف کے پاس بھیج دوں گا، ایک دو دن کے بعد سینٹ کے اجلاس میں انہوں نے متعدد سینیٹروں کے سامنے یہ معاملہ رکھا، بعض سینیٹر جو شہباز شریف کے گہرے دوست تھے انھوں نے شہباز شریف کو اس معاملے کی نزاکت سمجھائی، انھوں نے فی الفور مسجد کے خالی کرانے اور مسلمانوں کے حوالے کرنے کا حکم صادر کیا، اللہ تعالیٰ نے مولانا

شہید کی محنت کا پھل بہت جلدی ظاہر فرمایا، ایسے بے شمار واقعات ہوں گے جن میں شہید مرحوم نے اہل حق کی حمایت فرما کر حق کو سر بلند کرنے کی کوشش فرمائی ہوگی۔

نامنظوری منظوری میں بدل گی

میں خود اپنا واقعہ قارئین کی نذر کرتا ہوں، چودہ پندرہ سال پہلے میرے بھائی مولانا انعام الحق نے حج کے لیے پیسے جمع کروائے، مگر ان کی حج کی منظوری نہیں آئی، ہم نے سوچا کہ معلوم نہیں آئندہ سال کچھ اور رکاوٹ نہ آجائے، اس لیے میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو ماجرا سنایا، مولانا نے فرمایا کچھ دیگر درخواستیں بھی میرے پاس موجود ہیں ایک دو دن میں مذہبی امور کے وزیر سے میری ملاقات طے ہے، آپ کی درخواست کو میں اوپر رکھوں گا، چنانچہ ایک ہفتہ میں الحمد للہ نامنظوری منظوری میں بدل گئی اور بھائی انعام نے آرام سے حج کیا۔

کمالات کا زینہ

ان کی ایک خصوصیت جو ہم نے قریب سے دیکھی وہ کم خوری تھی، بالکل کم کھانا تناول فرماتے تھے، اس کے باوجود چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا ہوتا تھا، جب ساؤتھ افریقہ تشریف لائے تو میں نے فون پر ان سے رابطہ کیا اور ایک وقت کھانے کی دعوت دی، انھوں نے فرمایا: فلاں دن دوپہر کا کھانا آپ کے ساتھ کھاؤں گا۔ مولانا وقت موعود پر تشریف لائے اور تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا، میں نے عرض کیا حضرت! آپ نے تو بس چند لقمے اٹھائے! فرمانے لگے: بس میرا کھانا اتنا ہی ہوتا ہے، غالبًا ان کی اچھی صحت کا راز بھی کم خوری تھا، ساؤتھ افریقہ کے بارے میں یہاں کے بعض احباب کہتے ہیں کہ ساؤتھ افریقہ اصل میں آؤ، پھر واور کھاؤ سے مخفف ہے لیکن فاقہ کشی اور کم خوری بہت سارے کمالات کا زینہ ہے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ تقدیم الطعام علی الصلاۃ کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے فاقہ کشوں کیلئے ہے، ہم جیسے بسیار خوروں کیلئے نہیں۔

کم فرصتی کی وجہ سے یہی چند سطور بندہ عاجز لکھ سکا اور خریداران یوسف میں اپنے آپ کو شامل کر لیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی شہادت کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے، اور دار العلوم حقانیہ کو جو ان کی محنت کا میدان تھا ہمیشہ روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور مرحوم کے پسماندگان کو اس المناک حادثہ پر صبر کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادوں کو خیر خلف للسلف کے رتبے پر فائز فرمائے، مرحوم کی اسلامی اور ملی خدمات وقبول فرمائے اور شہید مرحوم کو شہدا وصدیقین کی رفاقت نصیب فرمائے، آخر میں عربی کا وہ مشہور شعر لکھنے کو جی چاہتا ہے:

وما كان قيس هلكه، هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

مولانا قاضی فضل اللہ (امریکہ)

خداداد کمالات، یگانہ مزاجی اور طبعی خصوصیات

- ...... تلمذ واستفادہ، صحبت ورفاقت، مشاہدات وتاثرات
- ...... علمی عظمتیں، ادبی رفعتیں، اخلاقی اقدار، وسعتِ ظرفی
- ...... علم پروری اصاغر نوازی، تشجیعات وتحسینات، قومی وملی اور دینی خدمات

حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ذہین وفطین فرزند، فراغت کے بعد اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد وغیرہ سے ڈگریاں لیں، جمعیۃ طلبائے اسلام اور پھر جمعیت علمائے اسلام کے سرگرم رہنما رہے اور موضع صوابی (چھوٹالاہور) سے ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے، اِس وقت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کیلیفورنیا میں اہم دینی، دعوتی اور تصنیفی خدمات انجام دے کر اپنے مادرِعلمی حقانیہ کے علمی وروحانی فیض کو وہاں پھیلا رہے ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے تلمذ کے رشتے کو آخر تک خوب نبھاتے رہے اور ہمیشہ محبت ادب واحترام سے پیش آتے رہے، حضرت شہیدؒ بھی آپ کو خصوصی شفقت ومحبت سے نوازتے، اور آپ کی علمی استعداد وقادرالکلامی کے مداح تھے......(ادارہ)

ہمارا گھرانہ ایک کاشتکار لیکن مذہبی گھرانہ تھا، والد صاحب تو کاشتکار تھے البتہ دادا صاحب عالم تھے لیکن اپنی کاشتکاری کرتے اور مویشی پالتے تھے، ہمیشہ مجھے کہتے تھے کہ تم نے مولوی بننا ہے، والد صاحب کہتے تھے کہ پہلے اسکول پڑھیں اگرچہ خود وہ ایک دن بھی اسکول نہیں گئے تھے، مجھے اسکول میں بٹھایا بھی دادا صاحب نے اور وقتاً فوقتاً وہی خبر لینے بھی آتے تھے اس وجہ سے میرا تعلق دادا کے ساتھ گہرا تھا، وہ زیادہ تر مجھے دودھ پلاتے حتی کہ روٹی بھی دودھ کے ساتھ کھلایا کرتے اور کہتے تھے کہ تم نے مولوی بننا ہے لہٰذا چاہتا ہوں کہ تمہارا پیٹ اور معدہ زیادہ نہ پھولے کہ لوگ مولوی صاحبان کا تمسخر اڑاتے ہیں کہ کھاتے بہت ہیں۔

ابتدائے طالب علمی اور جامعہ حقانیہ سے محبت

بہر تقدیر! دادا صاحب علماء اور بزرگوں کے پاس لے جایا کرتے، دم کرواتے اور مجھے یاد ہے کہ اسکول جاتے وقت بھی میرے لئے تحنیک کرواتے یعنی علماء کا جھوٹا کھلاتے پلاتے، میٹرک کرنے کے بعد شش و پنج میں تھا کہ کالج جائیں یا کسی مسجد؟ کچھ دن کالج کے چکر لگائے نوشہرہ کالج جاتے وقت راستہ میں دارالعلوم حقانیہ نظر آیا تو دل چاہتا کہ ایک دن یہاں داخلہ لینا ہے، بس اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس زمانے میں تو مدارس کا رواج بہت ہی کم تھا، درس مساجد میں ہوا کرتے تھے، وقت کے ماہر علماء سے مختلف علوم وفنون کے درس لیے، کئی سال بعد تورڈھیر کے مدرسے میں داخلہ لیا اور کئی سال وہاں گزار کر دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ ویسے تو دارالعلوم حقانیہ کے سارے اساتذہ صرف علماء نہیں بلکہ اولیاء واتقیاء بھی تھے کہ ان کا نفس پر اتنا کنٹرول تھا کہ سبحان اللہ! اور ایک عالم کے ولی ہونے کے لئے یہی ضبطِ نفس ہی تو ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تو علم وعمل کا مجسمہ اور تواضع وانکساری کے پیکر تھے۔

ابتداء ہی سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے قریبی تعلق

ابتداء ہی سے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے قریبی تعلق رہا کہ ایک تو وہ زمانہ سیاست کا تھا اور وہ سیاست جس کو اسلامی بنانے کیلئے علمائے کرام کوشاں تھے یعنی وہ سیاست اسلامی تھی اسلام سیاسی نہیں تھا۔ آج تو بدقسمتی سے مذہبی لوگوں نے اسلام کو سیاسی بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ واپس اپنے صحیح ڈگر پر لے جائے اور دوسرا یہ کہ میں سارے اساتذہ کا درس اور ان کے امالی دوران درس قلم بند کرتا رہتا جس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے درس ترمذی و بخاری اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا درس شمائل ترمذی بھی شامل ہوتے۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ایک بار کہا کہ یہ کاپی دیدیں میں نے دے دی، کافی وقت اس کو دیکھتے رہنے کے بعد فرمایا ''ان شاء اللہ اس کو بعد میں کتابی شکل میں چھاپیں گے۔''

دینی کتب کی چوری قابل مواخذہ وگرفت

لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وفاق کے امتحان سے چند روز قبل کسی نے میرے ڈیسک سے وہ کاپی اٹھالی۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی کئی دن درس میں اس کے متعلق غصیلے انداز میں کہا کہ دین کا طالب ہو کے بھی یہ حرکت! اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے کئی دن تکرار کے ساتھ

اس کی واپسی کا کہا اور جب مایوس ہوئے تو فرمایا کہ دیکھئے! آپ کو غلط فہمی ہوئی کہ دینی کتب کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تو یہ گویا چوری نہیں۔ فرمایا ایک تو یہ کہ دینی کتب کی چوری پر صاحب علم کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا کہ بہ نیت انتفاع لے لی ہے تو شبہ پیدا ہو گیا اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں لیکن وہ چوری بھی ہے، حرام بھی ہے اور اللہ کے ہاں قابل مؤاخذہ و قابل گرفت بھی ہے اور فرمایا کہ جس بندے نے خود عملی محنت نہیں کی ہے تو وہ اس سے کیا استفادہ کر سکے گا یعنی وہ تو اس تعریف میں بھی نہیں آتا کہ پھر ہاتھ نہ کاٹا جائے اور فرمایا کہ اس سے تمہارا استفادہ (جب تک کہ اسکا استحلال نہ کروائیں) حرام ہے اور فرمایا کہ یوں تو آپ اس کا مطالعہ کر کے کامیاب بھی ہو جاؤ گے پھر مولوی بن کر کہیں خطیب یا معلم بنو گے تو یہ تو چوری کی کتاب پر مرتب ہے لیکن کسی نے نہیں دی۔

رشتہ تلمذ و رفاقت

بہر تقدیر! حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے استادی شاگردی کا رشتہ تو تھا ہی اس کے ساتھ ایک دوست اور رفیق ہونے کا بھی رشتہ تھا۔ یہ بھٹو صاحب کی حکومت تھی اور وہ تو جیسی تھی ویسی تھی کہ اپوزیشن کو برداشت ہی نہیں کرتے تھے لہٰذا اپوزیشن والے بھی مسلسل ایک مزاحمتی تحریک تھی، ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی جس میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ امیر تھے، اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ، مولانا مفتی محمود صاحبؒ اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کے ساتھ ساتھ مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور پروفیسر غفور احمد صاحبؒ و دیگر سرگرم رہے۔

مرزا قادیانی کے پوتے مرزا ناصر کو اسمبلی میں بلایا گیا۔ چودہ دن تک وہ اپنا مؤقف پیش کرتا رہا کہ ہم مسلمانوں سے علیحدہ کوئی قوم نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ پھر اسمبلی میں اکثریت تو ان لوگوں کی تھی جن کو دین کے حوالے سے بھی زیادہ علم نہیں تھا اور قادیانیت کے متعلق تو بالکل کورے تھے اور مرزا ناصر کو پگڑی، داڑھی، لاٹھی اور تسبیح سمیت دیکھ کر تو ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ مولوی بھی عجیب لوگ ہیں اب یہ فرشتہ صورت بندہ بھی کافر ہے؟ جس ممبر نے یہ بات کی اس کے قریب بیٹھے دوسرے ممبر نے اس سے کہا اور یہ جو مولانا عبدالحق صاحبؒ ہیں ان کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو اس ممبر نے کہا کہ وہ تو جبریل لگتے ہیں تو اس ممبر نے کہا کہ اچھا تو پھر یہ جبریل بھی کہتا ہے کہ یہ فرشتہ صورت بندہ کافر ہے تو اس ممبر نے کہا کہ پھر تو ہے جب وہ کہتا ہے۔

تعاقب قادیانیت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا کردار

قادیانیت کیا ہے؟اس کیلئے مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ دونوں رات بھر مرزا قادیانی کی کتابوں کو چھان کر اسمبلی میں بیٹھے علماء کو معلومات اور تحقیقات فراہم کرتے یعنی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی مساعی کا بہت بڑا حصہ ہے آپ نے امت پر احسان کر کے اس کاروائی کو کئی مجلّات میں چھاپا بھی ہے،اس تحریک میں ہم طلبہ بھی ساتھ تھے اللہ نے ہمیں بھی کچھ سعادت بخشی ، میں اس زمانے میں شعروشاعری کی طبع آزمائی کرتا تو ان جلسوں میں نظم کہتا رہتا،رات پھر دیر سے دارالعلوم واپس آجاتے ،مولانا سمیع الحق صاحبؒ اپنی قیام گاہ چلے جاتے اور ہم اپنے کمرے چلے جاتے،صبح پھر دروس کا سلسلہ ہوتا۔

متحدہ جمہوری محاذ سے تحریک ختم نبوت تک

دراصل اس تحریک ختم نبوت سے پہلے'' متحدہ جمہوری محاذ'' کے نام سے اپوزیشن ویسے بھی ایک تحریک حکومت کے خلاف چلا رہی تھی کہ درمیان میں ربوہ سٹیشن پر قادیانیوں کی غنڈہ گردی کا واقعہ ہوا اورانہوں نے کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کے ڈبے پر حملہ کردیا اوران کی ہڈیاں توڑ ڈالیں اور یہی واقعہ باعث تحریک ہوا،مولانا سمیع الحق صاحبؒ جمعیۃ علمائے اسلام کے ایک سرگرم کارکن ہونے کے ناطے محاذ کی تحریک میں ویسے بھی سرگرم تھے،بعد میں یہی متحدہ جمہوری محاذ پاکستان قومی اتحاد بن گیااورایک نشان پر نو جماعتوں کے اس اتحاد نے الیکشن لڑا جس میں مبینہ طور پر تاریخی دھاندلی کی گئی اور پھرایک زوردار تحریک چلی جس کو زوردار بنانے کے لئے ''نظام مصطفیٰ'' کا نام دیا گیااور پورے پاکستان کی جیلیں بھر گئیں کہ روزانہ کے حساب سے ہر جگہ جلسے جلوس ہوا کرتے تھے۔ایک ہزار یا اس سے کچھ اوپر لوگ شہید بھی ہو گئے ۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور قید و بند کی صعوبتیں

اس تحریک میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ بھی گرفتار ہوئے، میں تو کہیں جلسہ جلوس کر کے روپوش ہوجاتا لیکن دو مہینے بعد ایک جگہ پولیس ناکہ لگائے بیٹھی تھی اور پکڑا گیا،دوتین دن صوابی جیل میں رہا پھر وہاں سے عصر کے وقت ہری پور کیلئے روانہ کردیا گیا،رات کسی وقت جب ہری پور جیل پہنچا تو ڈیوڑھی ہی پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو دیکھا،فرمایا کہ مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ تمھیں لایا جارہا ہے تو میں تمہارے لئے کھڑا تھا اور کہا کہ اب تو کچھ آرام کرو پھر صبح جیل کے سٹیڈیم میں درس ہوتا ہے تو وہاں پر

آپ نے درس دینا ہے، پھر وہاں میں نے درس دیا پھر آپ نے ایک زبردست کھانے کا انتظام کیا تھا اور بھی کئی ایک قابل ذکر لوگ تھے پھر تو ساتھ رہے وقت گزرتا گیا۔

ایک رات حاجی فقیر محمد صاحب بٹگرام والے اور مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو نکالا گیا کہ ہزارہ والوں نے شاہراہ ریشم بند کردی ہے اور سڑکوں پر قافلے کھڑے ہیں چونکہ حاجی صاحب وہاں سے MNA منتخب ہوئے ہیں اور علاقہ میں علماء کی اکثریت دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل ہیں لہٰذا ان دونوں کو لے جارہے ہیں تاکہ یہ سڑک کھلوائیں۔ بعدازاں جنرل ضیاء الحق صاحبؒ کے دور میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ شوریٰ کے ممبر بنائے گئے جبکہ ہم تو ایم آر ڈی بنا چکے تھے اور جنرل صاحب کے خلاف تحریک چلا رہے تھے۔ پھر جماعت کے دو حصے بنے ایک میں مولانا درخواستی صاحبؒ کیساتھ مولانا سمیع الحق صاحبؒ تھے اور دوسرا ہمارا گروپ جس کے اول امیر تو مولانا سراج احمد دین پوری صاحبؒ تھے پھر مولانا حامد میاں صاحبؒ اور بعد ازاں مولانا عبدالکریم صاحبؒ بھیرہ شریف والے۔ ۱۹۸۵ء کے عام انتخابات جس کا ایم آر ڈی نے بائیکاٹ تو کیا تھا اور غیر جماعتی انتخابات ہوئے، جس سے ساری جماعتوں بالخصوص جمعیت کو ایک زبردست دھچکا لگا کہ ہر حلقے میں نئے چہرے منتخب ہوئے جن کا ۱۹۸۸ء کے انتخابات کیلئے ساری جماعتیں پھر منت سماجت کرتے رہے کہ ہمارا ٹکٹ لے لیں وہ ایک غلط فیصلہ تھا یعنی ایک سیاسی عمل سے لاتعلق رہنا۔

سیاسی اختلاف کے باوجود مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی وسعت ظرفی

بہرتقدیر! حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ اپنے حلقے سے منتخب ہوئے کہ انہوں نے تو منتخب ہونا ہی تھا اور پھر مولانا سمیع الحق صاحبؒ سینیٹر بن گئے، اس زمانے میں انہوں نے اور قاضی عبداللطیف صاحب نے ایک بل ''شریعت بل'' کے نام سے پیش کیا تھا، ہم چونکہ جنرل صاحبؒ کی حکومت کے خلاف تحریک چلا رہے تھے اور اسی کے زیرسایہ سینٹ میں یہ بل پیش ہوا تھا تو جس طرح ہر پارٹی کا اپنا ایک طریق کار ہوتا ہے ہم نے تو مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا تھا تو ہم اس بل کے خلاف بھی بولتے رہتے کہ یوں جنرل صاحب کو تقویت ملے گی، اس ساری مدت میں باوجود اختلافات کے میرے ساتھ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا، میں تو باقاعدہ صرف یہ نہیں کہ دارالعلوم آتا جاتا رہا وہاں پر بیانات بھی کرتا رہا اور ظاہر بات ہے کہ میں اولاً جمعیۃ طلباء اسلام کا اور بعدازاں جمعیۃ علمائے اسلام کا ذمہ دار تھا تو اپنی جماعت کی بات کرتا۔

ایک شام شیدو میں ایک جلسے سے فارغ ہو کر میں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے کہا کہ چلیں اکوڑہ چلتے ہیں رات کا وقت ہے، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے ملتے ہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت کبیدہٗ خاطر ہوں ہمارا تو سلسلہ سند حضرت سے چلتا ہے ہم گاؤں والے گھر میں گئے حضرت کو پیغام بھیجا فوراً بلاوا آیا پھر دیر تک حضرت رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے رہے، حضرت خود ہمیں میوہ کھلاتے رہے۔

اصاغر نوازی

امریکہ آنے کے بعد کبھی کبھار جب حالات صحیح تھے تو مدرسہ اور ارباب اہتمام کے ساتھ بہت رابطہ رہتا، جس پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ بہت دعائیں دیتے۔ مختلف حوالوں سے راقم کبھی خطوط بھی بھیجتا، آپ عموماً جواب بھی دیتے جو آج کے دور میں کسی کا ادب نہیں رہا کہ خط کا جواب دیں اور ساتھیوں سے بھی وہ تذکرہ کرتے کہ وہ ہمیشہ وہاں سے خط لکھ کر ہمیں یاد رکھتے ہیں، کئی ایک خط توانہوں نے ازراہ عنایت اپنی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' میں درج کیے ہیں جس کا میں اپنے آپ کو حقدار نہیں سمجھتا کہ میں تو مشاہیر میں سے ہوں نہیں بلکہ ایک گمنام اور بے بضاعت طالب علم ہوں بلکہ اب تو مولوی عباد اللہ نے بتایا کہ مولانا صاحبؒ نے تمہارے ایک دو خطوط کمپوزنگ کے لئے دئے ہیں کہ باقی کمپوزڈ ہیں ان خطوط کو ہم ایک مستقل اور الگ کتاب میں شائع کرنا چاہتے ہیں، میں نے کہا میرے خطوط! وہ تو اس قابل نہیں لیکن مولانا صاحبؒ واقعی اپنے تئیں کردار والے بندے تھے۔

امریکہ سے جب بھی جاتا تو درس یا بیان کیلئے دارالعلوم بلاتے اور خوش بھی ہوتے، دعائیں بھی دیتے اور اپنے صاحبزادوں، قریبی ساتھیوں اور طلبہ سے کہتے کہ دیکھو! قاضی صاحب کو ایک حلقہ میں لے کر ایوان شریعت دورہ حدیث تک لے جائیں تاکہ طلبہ ان کو زیادہ تنگ نہ کریں کیونکہ دارالعلوم کے طلبہ کا تو اپنا ایک ''پٹھانی مزاج'' اور ''انوکھی عقیدت'' ہے، میں ازراہ تفنن کہا کرتا ہوں کہ دارالعلوم تو افغانستان کی مانند ہے، افغانستان میں غیر ملکی یلغار کنندگان داخل تو آسانی سے ہوتے ہیں البتہ ان کا یہاں سے نکلنا پھر بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہر بار دارالعلوم میں درس وخطاب کرنے کے بعد باہر نکلنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے کہ طلباء کی ایک یلغار ہوتی ہے کوئی ہاتھ چوم رہا ہے تو کوئی کندھے یا پگڑی کے شملے کو ہاتھ لگا کر چومتا ہے، میں نے کہا دیکھو میں نہ حجر اسود ہوں نہ رکن یمانی کہ میری تقبیل یا استلام کیا جائے، کسی نے کہا کہ آپ بڑے عالم ہو تو میں نے کہا تمہاری غلط فہمی ہے، کہا بزرگ ہو، میں نے کہا امریکہ میں رہ کر بزرگی نہیں رہتی، مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے کہا یہ بتائیں یہ طلبہ کیوں

تمہیں اتنا چاہتے ہیں؟ میں نے ازراہِ مزاح کہا اس لئے کہ وہ مجھے مسلمان مانتے ہیں، کہا اور ہم؟ میں نے کہا وہ تو آپ خود ان سے پوچھ لیں! مولانا سمیع الحق صاحبؒ بڑے وسیع ظرف والے آدمی تھے، ایک بار میں نے کہا پاکستان سے واپسی پر امریکہ کی انٹیلی جنس مجھے جہاز سے لے جاتی ہے اور پھر سوالات پر سوالات کہ پاکستان میں کہاں کہاں جانا ہوا؟ میں نے کہا بہت ساری جگہوں پر، کہا اور دارالعلوم؟ میں نے کہا ہاں! پوچھا وہاں کیا ہے؟ میں نے کہا اساتذہ، طلبہ، داڑھیاں، پگڑیاں، تپائیاں اور کتابیں، انہوں نے کہا اور کچھ؟ میں نے کہا بلب اور راڈز اور میں نے کہا باہر درخت اور پودے وغیرہ وغیرہ، انہوں نے کہا تمہیں پتہ ہے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو کیا تمہیں سمجھ آ رہی ہے؟ میں نے کہا مولانا سمیع الحق صاحبؒ مجھے دارالعلوم دکھا تو لیتے ہیں کہ یہاں یہ تعمیر ہو رہی ہے یہاں یہ ہو رہا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن تم جس طرف اشارہ کر رہے ہو وہاں نہیں لے جاتے، حضرتؒ اس واقعہ اور مذاق پر ہمیشہ بہت ہنستے۔

میں مدینہ منورہ میں ایک بار مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں چل رہا تھا کسی نے پیچھے سے پکڑا دیکھا تو مولانا سمیع الحق صاحبؒ تھے، کہا یہاں بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ کہا کہ رات کو وہ تمہیں ڈھونڈ رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی بات کر رہے ہیں، میں نے کہا کون؟ فرمایا مولانا فضل الرحمٰن، میں نے کہا کہاں ہیں؟ فرمایا میرے ہوٹل میں تھے، میں نے انہیں دیکھا تو ان کے پاس آیا، علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا کہ آپ بھی اسی ہوٹل میں ہیں؟ تو مولانا نے کہا کہ اصل میں مَیں قاضی فضل اللہ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ اس ہوٹل میں ہیں؟ میں نے ان کو بتلایا کہا کہ نہیں یہاں تو ویسے اتفاقاً داخل ہوئے، وہ کسی استبرق یا سندس نامی ہوٹل میں ہیں لیکن وہ ہوٹل نہیں مل رہا، میں نے کہا وہ ہوٹل تو انہیں ملنا نہیں تھا کہ اس نام کا کوئی ہوٹل تو ہے ہی نہیں مدینہ منورہ میں۔ میں تو ''درۃ الاندلس'' میں ہوں۔

منکسر المزاجی

۱۹۹۵ء میں ایک بار میں، حافظ حسین احمد، صوبہ سرحد کے سابق گورنر شوکت اللہ اور ایک دو اور ساتھی حج میں ایک ساتھ تھے، مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے کہا تمہاری آواز تیز ہے تم دعائیں پڑھو ہم پیچھے پڑھتے رہیں گے یعنی اس میں تکبر نامی چیز تھی ہی نہیں بڑے منکسر المزاج انسان تھے۔

ایک بار جب دارالعلوم بیان کے لئے جا رہا تھا تو فون آیا کہ ذرا سویرے آؤ گھر پر بیٹھیں گے

بات ہوگی کھانا ہوگا، کئی ایک علماء کوبھی بلایا تھا، دسترخوان پر میرے سامنے ایک مستقل ڈونگہ رکھا گیا تو میں نے کہا کہ یہ کیوں؟ فرمایا مجھے پتہ ہے کہ آپ یہ فرنگی مرغ نہیں کھاتے تو تمہارے لئے دیسی مرغ کا انتظام کیا ہے، میں نے کہا کہ مجھے تو کبھی کھانے کا اتنا شوق نہیں ہوا۔فرمایا وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن آپ امریکہ سے ہیں اور امریکہ کو''خوش'' رکھنا ''مجبوری'' ہے۔میں نے کہا رغبۃً کہ رھبۃً ؟ فرمایا علامہ منذریؒ نے الترغیب والترھیب میں لکھا ہے بہرصورت! ان کیساتھ بات چیت کرنے میں لطف آتا۔

مرنجان مرنج شخصیت کے مالک

ایک بار پارلیمنٹ سے ہم ایک احتجاج کے حوالے سے نکلے اب مسئلہ تو یادنہیں کہ کیا تھا؟ مرحوم قاضی حسین احمد صاحبؒ بھی تھے مولانا سمیع الحق صاحبؒ تو مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے کوئی بات کی تو ہم ہنسے، قاضی حسین احمد صاحبؒ ہمارے بڑے تھے ایک ساتھ رہے تھے، تحریکات میں بھی اور جیل میں بھی، وہ بھی خوش مزاج آدمی تھے لیکن ایسے مواقع پر تو سنجیدگی کرنی چاہیے، کسی حد تک تو غضبناک دکھائی دینا چاہیے کہ ہم احتجاج کررہے ہیں انہوں نے تھوڑی سی خفگی کا اظہار کیا، مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے فرمایا کہ قاضی صاحب !اگر ہماری رونی یاڈراؤنی شکل سے مشکل حل ہونے والی ہے تو ابھی وہ شکل بنالیتے ہیں لیکن یہ تو ایک طریقہ ہے احتجاج کا اب رو دھو تو نہیں سکتے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے بعد واقعی دارالعلوم میں تعمیرات بھی بہت ہوئیں اور طلبہ کی تعداد بھی بہت بڑھی۔ایک بار مجھے فرمایا کہ آپ لوگوں کے دَور کے بعد دارالعلوم میں کافی ترقی ہوئی، میں نے کہا حضرت! ہمارے دور میں روحانی ترقی بہت تھی اور اب جو ترقی ہے وہ بھی ہمارے شیخ رحمہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، فوراً بھانپ گئے اور کہا کہ بالکل آپ نے صحیح کہا۔

بلند پایہ مدرس، کہنہ مشق ادیب

مولانا سمیع الحق صاحبؒ ایک مدرس عالم تو تھے ہی، جب بھی انہیں دیکھا بطور ایک مدرس کے دیکھا، ادب، فقہ، تفسیر اور حدیث کے عالی کتب کے مدرس تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ صاحب قلم بھی بہت اعلیٰ قسم کے تھے، ہم پشتونوں بلکہ ہر زبان کے حوالے سے یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ ایک چیز ایک زبان میں مذکر ہوتی تو دوسری میں وہی چیز مؤنث استعمال ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ ہر انسان کا متبادر فہم تو اپنی زبان کے حوالے سے ہوتا ہے جبکہ دوسری زبان کے لئے تو وہ ترجمہ کرتا ہے یعنی وہ بات کو سمجھتا ہے اپنی زبان میں اور پھر اس کو دوسری زبان میں استعمال کرتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں مذاق

ہمیشہ پشتونوں کا اڑایا جاتا ہے۔البتہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے حوالے سے یہ بات کچھ غلط سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ کی اردو زبان میں یہ سقم نہیں تھا۔وہ تو اردو زبان اہل زبان کی طرح لکھتے اور بولتے تھے۔

ندوی پاکستان

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ بطور ایک عالم اور ادیب کے مشہور تھے اپنے علمی ادب کی وجہ سے وہ ندوۃ العلماء کی پہچان بن چکے تھے تو ہم اپنی مجالس میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو استعارۃً ندوی صاحب کہتے یا ندوی پاکستان کہتے کہ وہ لکھتے ہیں مولانا ندویؒ کی طرح۔

محقق اور صاحب بصیرت نقاد

ماضی قریب میں آغا شورش کشمیری مرحوم جانے پہچانے ادیب،شاعر اور قلم کار تھے ایک بار انہوں نے اپنے رسالے میں غلام احمد پرویز کے متعلق تعریفی اور توصیفی کلمات لکھے تھے جس پر مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ''الحق'' کے اداریہ میں گرفت کی چونکہ آغا شورش کاشمیری قادیانیت کے خلاف ایک تیغ بے نیام اور مجاہد تھے ،مولانا سمیع الحق صاحبؒ اپنی اس تحریر میں ایک پیراگراف غلام احمد قادیانی کا پھر ایک پیراگراف غلام احمد پرویز کا لیتے اور موازنہ کر کے نتیجہ نکالتے اور پھر لکھا کہ اگر ہم تناسخ کے قائل ہوتے تو کہہ دیتے کہ غلام احمد قادیانی کی روح غلام احمد پرویز میں داخل ہو چکی ہے کہ وہ دونوں صرف ہم نام نہیں بلکہ ان کی فکر و ہدف بھی ایک ہی ہے، پھر لکھا لیکن شورش صاحبؒ! پتہ نہیں آپ تو غلام احمد قادیانی کے خلاف تیغ بے نیام ہیں کیوں غلام احمد پرویز کے حوالے سے آپ کے افکار مختلف ہیں؟ یا تو آپ نے اس کے دجل کا صحیح پتہ نہیں لگایا یا پھر آپ نے تسامح کیا اور بعد ازاں شورش نے اپنے افکار سے رجوع کیا اور لکھا کہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی زبان دانی اور علمی تحقیق نے میری آنکھیں کھول دیں حالانکہ شورشؒ آسانی سے ہار ماننے والے نہیں تھے کہ وہ تو احرار میں پھلے پھولے اور احراری تو بھٹی سے نکلے ہوئے لوگ تھے،مصائب و آلام تو ان کے لئے کچھ معنی نہیں رکھتے تھے لیکن مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی تحریر نے اس کو لاجواب کر دیا تھا اور جب تک مولانا سمیع الحق صاحبؒ ''الحق'' کا اداریہ لکھتے تھے بہت سارے ادیب ان کی تحریر سے معانی و مفاہیم کے بجائے اپنی زبان کی اصلاح کرواتے۔

فتنہ قادیانیت کے لئے تیغ و بے نیام

آپؒ کی شہادت سے ایک ڈیڑھ ماہ پہلے میں نے ایک تحریر لکھی تھی جب موجودہ حکومت نے ایک قادیانی کو اقتصادی کونسل کا ممبر لگوایا اور پھر انہیں فیصلہ تبدیل کرنا پڑا لیکن سوشل میڈیا پر اس پر بڑی لے دے ہوئی کہ کیا ہوا اگر وہ غیر مسلم ہیں فیلڈ کے تو وہ ماہر ہیں اور شاید وہ حضرات اخلاص سے ایسا کہہ رہے تھے اگر چہ کچھ جذباتی لوگ ان پر تبرا کر رہے تھے تو میں نے ایک مضمون لکھا ''یہ مسئلہ آخر ہے کیا؟'' اور اس میں واضح کیا کہ یہ مسئلہ کفر و اسلام کا نہیں بلکہ آئین اور وفا کا ہے ۔مولوی عباداللہ صاحب نے اس مضمون کے حوالے سے مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے بات کی انہوں نے کہا یہ بھجوا دو یہ تو اہم ہوگا۔مولانا صاحبؒ نے اس کو اپنے ذوق کے مطابق عنوانات بھی دیے بلکہ مضمون کے عنوان میں بھی ترمیم کی اور لکھا ''قادیانیت اور ختم نبوتؐ یہ مسئلہ آخر ہے کیا'' اور اسے ''الحق''میں چھاپا جس کو اللہ نے قبولیت دی فالحمد للہ۔

زہد اور للّٰہیت کے پیکر

اس بڑھاپے اور گوناگوں بیماریوں میں بھی آپ تدریس ،تحریر،تقریر،سیاسیات اور تحریکات میں سرگرم رہے،ایک بار جب میں پاکستان آیا تھا تو مغرب کے بعد عشاء کے قریب ہمارے ہاں تشریف لائے چونکہ چند ماہ پہلے والد صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی اور آپ جنازے پر نہ آسکے تھے کہ عمرے میں تھے، واپسی پر مجھے تعزیتی خط بجھوایا تھا لیکن پھر آئے اور فرمایا کہ تعزیت کی تاخیر پر معذرت خواہ ہوں، میں نے کہا کہ نہیں تعزیت تو آپ نے بھجوائی تھی، فرمایا خود آنا لازمی تھا، ہم نے فوراً کھانے کا انتظام کیا یہ دس محرم کا دن تھا تو کہا کہ ہم یہ فروٹ کھالیں گے اور چائے بھی پی لیں گے، میں نے کہا کھانا اور جب اصرار کیا تو فرمایا کہ کہنا تو نہیں چاہئے تھا لیکن آج پوری فیملی نے اور کل بھی محرم کے روزے رکھے تھے تو ابھی افطار اور کھانے کے بعد ہی آئے ہیں، میں نے کہا کہ آپ کی بیماریاں اور روزے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے تو میں نے سوچا کہ مولانا صاحبؒ وہ نہیں جو ظاہر کر رہے ہیں یہ تو زاہد اور عابد آدمی ہیں۔اللہ تعالیٰ شہادت کے عالی رتبے سے ایسے بندوں کو نوازتے ہیں۔

ہمہ جہت شخصیت

مولانا سمیع الحق صاحبؒ ایک ہمہ گیر اور متحرک شخصیت تھی،آپؒ کی شخصیت یوں سیماب

صفت تھی کہ وہ ہر میدان میں اپنا حصہ ڈالنا چاہتے تھے اور یوں متحرک تو کیا مضطرب رہتے ، بعض قریبی دوست یہ خیال کرتے کہ گویا استقامت نہیں لیکن یہی تو اصل استقامت تھی کہ دین آپ کا مطمح نظر تھا، آپ ایک جگہ تدریس میں مصروف ہوتے تو اسی ہی وقت اگر کہیں تقریر کی ضرورت ہوتی تو آپ فوراً روانہ ہوجاتے ، اس حوالے سے ایک بات عرض کروں کہ دارالعلوم کے سامنے ریل پٹڑی کے پار مقبرہ ہے، کبھی کبھار وہاں جنازہ ہوتا، وہ مجھے کہتے کہ چلو! جنازہ پڑھتے ہیں، جنازہ کے لئے گئے جنازہ پڑھایا، ہمارے ہاں دفن کے بعد قبر پر کوئی عالم کچھ بیان کرتا ہے ۔میت والوں سے کہا کہ ہم ابھی واپس آتے ہیں دوڑ کے مدرسے آئے شمائل ترمذی پڑھایا چالیس منٹ بعد پھر کہا کہ چلیں اب قبر تیار ہو چکی ہوگی ، دوڑ کے آئے قبر پر بیان کیا، پھر فرمایا کہ اب تمہارا کیا پروگرام ہے ؟ میں نے کہا اور تو کچھ نہیں بس جا کے مطبخ سے روٹی لینی ہے اور کھانی ہے اور ظہر کی نماز پڑھنی ہے، فرمایا ظہر کی نماز کے فوراً بعد نوشہرہ جانا ہے وہاں پر مظاہرے میں شرکت کرنی ہے، یہ مظاہرہ بلوچستان کے مولانا شمس الدین شہیدؒ کے قتل پر احتجاج کا مظاہرہ تھا، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تقریر کی، مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی تقریر کی میں نے ایک نظم پڑھی چونکہ دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کر چکے تھے لہٰذا وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے چونکہ میں تو بہت ہی کم عمر تھا لہٰذا میرے کمرے میں آئے اور کہا فکر کی کوئی بات نہیں اگر پکڑے گئے تو دونوں حضرت الشیخؒ کے ساتھ ہوں گے وہاں پڑھیں گے ۔

شہنشاہ تدریس

ذہانت تو اللہ تعالیٰ نے عظیم دی تھی ،شمائل ترمذی پڑھاتے جس کی لغات تو ماشاء اللہ بہت ہی عمیق لغات ہیں اس کی عجیب تحقیق کرتے ، فرمایا مدتوں مقامات اور دیگر کتب لغت پڑھائیں، کہا لغت اور زبان سیکھنی ہے تو شمائل کی احادیث سے سیکھ لی جائے ، مدتوں جلالین شریف اور ہدایہ بھی پڑھائی، ہمارے دور میں دورہ حدیث شریف میں شمائل ترمذی کے ساتھ موطائین اور سننین بھی آپ پڑھاتے رہے بعد میں تو ترمذی شریف جلد ثانی اور بخاری شریف کے کئی ابواب کا درس بھی دیتے رہے ۔

عظیم مصنف

آپؒ کے قلم سے ردّ قادیانیت کے حوالے سے جو عظیم شاہکار نکلا ہے اپنی مثال آپ ہے ۔ مشاہیر کے مکتوبات اور اس پر کچھ حواشی ،یعنی کتنے باذوق انسان تھے کہ سالہا سال کے مکتوبات محفوظ

کیے ہوئے تھے حتیٰ کہ اپنے خطوط بھی جبکہ اس زمانے میں فوٹوسٹیٹ بھی نہیں تھا زیادہ تر کاربن کاپی لیتے اور محفوظ کرتے۔شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے تفسیری نکات کو باقاعدہ تفسیری شکل دینے لئے تو دن رات محنت کی۔جس گھر میں شہید کیے گئے اس میں دل کے آپریشن کے بعد اس ضعف اور مرض کی حالت میں بھی اس تفسیر پر کام کرتے رہے۔

دوتمنائیں

دارالعلوم کے تمام تعمیری کام تو مثالی ہیں کہ آپؒ نے دارالعلوم کو کیا کیا وسعت دی لیکن سب سے زیادہ دارالعلوم کی زیر تعمیر عظیم الشان مسجد کی تکمیل تھی جو ہمارے شیخ رحمہ اللہ کے نام سے موسوم ہے فرمایا کرتے یہ دو کام اگر میری زندگی میں تکمیل تک پہنچیں،ایک تفسیر اور دوسری یہ مسجد تو بہت خوشی ہوگی اور خوشی خوشی اللہ کے پاس جاؤں گا،آپ کی وفات پر آپ کے تلامذہ،عقیدت مند،متعلقین اور خوشہ چین بزبان جگر مرادآبادی کہہ رہے ہیں......

رگ رگ میں اس طرح وہ سما کر چلے گئے　　جیسے مجھی کو مجھ سے چرا کر چلے گئے
میرے حیاتِ عشق کو دے کر جنون عشق　　میرے حدودِ شوق بڑھا کر چلے گئے
اپنے فروغ حسن کی دکھلا کے وسعتیں　　اک آگ سی وہ اور لگا کر چلے گئے
اب کاروبار عشق سے فرصت مجھے کہاں　　کونین کا وہ درد بڑھا کر چلے گئے
اب تھرتھرا کے رہ گئے لیکن وہ اے جگر　　جاتے ہوئے نگاہ ملا کر چلے گئے

خلاصہ کلام اینکہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ ایک مدرس عالم،ایک مفسرومحدث،ایک صاحب طرز ادیب،ایک صاحب قلم شخصیت ،ایک سیاسی رہبر اور ایک فکری مجاہد انسان تھے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور ان کی تمام خدمات جلیلہ کو قبولیت سے نوازے اور حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور آپ کے والد گرامی قدر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی میراث علمی،دارالعلوم حقانیہ اور آپ کی آل اولاد خصوصاً شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ،مولانا حامد الحق صاحب وبرادر عزیز مولانا راشد الحق سمیع صاحب ودیگر صاحبزادگان واساتذہ کرام کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے (آمین)

جناب لیاقت بلوچ
مرکزی رہنما جماعت اسلامی

اسلام کے نظریاتی وتہذیبی محاذ کے عظیم مجاہد

جناب لیاقت بلوچ صاحب سینئر سیاستدان ، دیانتدار پارلیمنٹیرین اور جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما ہیں، حضرت شہیدؒ سے دہائیوں پر محیط خصوصی عقیدت مندانہ، برادرانہ اور دوستانہ تعلق رہا، ہمیشہ اہم قومی وملی اور دینی پلیٹ فارموں پرمل کر کام کیا۔(مدیر)

یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ مبلغ اسلام معروف عالم دین اور آپ کے والد محترم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ظالموں کے حملے کی وجہ سے شہید ہوگئے (انا للّٰہ وانا الیه راجعون) مولانا سمیع الحق شہیدؒ آپ کے والد، گھر خاندان کے سربراہ اور عظیم دینی درسگاہ، دارالعلوم کے روح رواں تھے ہی لیکن حقیقت میں وہ تمام دینی قوتوں ، اتحاد امت اور اسلامی نظریاتی تہذیبی محاذ کے عظیم مجاہد رہنما اور شمشیر بے نیام تھے، مولانا شہید کے ساتھ عملاً تحریک ختم نبوت ، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک نفاذ شریعت ، شریعت بل ، پارلیمنٹ ، دفاع افغانستان پاکستان کونسل، ملی یکجہتی کونسل ، متحدہ مجلس عمل اور دفاع پاکستان کونسل کی سرگرمیوں میں بھرپور ساتھ رہنے کا موقع ملا، انتہائی ذہین ، زیرک، اسلامی قانون اورامت کے خلاف ہونے والی سازشوں اوراقدامات کو بہت گہرائی سے حقیقت پالینے کی خداداد صلاحیت رکھتے تھے ،اپنی محنت اخلاص نیت سے بے پناہ عزت واحترام کا مقام پایا۔

آپ شہادت کی موت کی تمنا رکھتے تھے، افغانستان اور جہاد کشمیر میں ناقابل فراموش رہنماء کردار تھا، اللہ نے شہادت کا رتبہ عطاء کردیا۔اس فانی دنیا میں رشتوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے اوران میں باپ کی شفقت ومحبت کا کوئی نعم البدل ملنا محال ہے، باپ اولاد کیلئے شجر سایہ دار ہوتا ہے اوراس کے جدا ہوجانے سے اس سایہ سے محرومی ہوجاتی ہے لیکن اللہ کے فیصلے پرراضی رہنا تو ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے، اللہ کی مشیت کے آگے انسان بے بس ہے اوراہل ایمان تو ہرحال میں راضی برضا رہتے ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی مساعی جلیلہ، حسنات اورنیکیوں کو شرف قبولیت بخشے ،انکی سیئات اور گناہوں سے درگذرفرمائے اورانہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،حق مغفرت کرے،شہادت کے عظیم موت کواپنی بارگاہ میں قبول کرے اللہ جملہ پسماندگان اوردیگر اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے۔(آمین)

حافظ عاکف سعید
امیر تنظیم اسلامی پاکستان

عظیم عالم دین، باصلاحیت سیاستدان

- ...... مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی اسلام کو سر بلند کرنے کی کوششوں سے تعبیر تھی
- ...... افغانستان کو اسلامی ریاست بنانے میں ان کی مخلصانہ محنت شامل رہی

جناب حافظ عاکف سعید صاحب، تحریک تنظیم اسلامی کے بانی، عظیم سکالر، نامور خطیب اور عصر حاضر میں قرآنی علوم وافکار کی ترویج واشاعت کی بے مثال خدمت کرنے والے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے فرزند ارجمند، تحریک تنظیم اسلامی کے موجودہ امیر اور سرپرست ہیں، دفاع پاکستان کونسل کی چالیس جماعتوں میں سے ایک جماعت آپ کی بھی تھی، جو مولانا شہیدؒ کے ساتھ شانہ بشانہ ہر محاذ اور ہر میدان میں پیش پیش رہے۔(ادارہ)

مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ ایک عظیم باپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے فرزند تھے، مولانا سمیع الحق حقانیؒ نے اپنے والد کے قائم کردہ دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم پائی، وہیں مدرس رہے اور والد کی وفات کے بعد ادارے کا انتظام وانصرام ان کے کندھوں پر آن پڑا، مولانا سمیع الحقؒ نے اس دارالعلوم کو اس قدر ترقی دی کہ مسلم ممالک کے طلبہ یہاں تعلیم کے لیے آتے تھے، ادارہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے دیوبند ثانی کا مقام حاصل کرلیا۔

ہمہ جہت شخصیت

مولاناؒ ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے، صاحب قلم وقرطاس تھے، جنہوں نے تیس سے زیادہ اسلامی کتب تصنیف کیں جن میں سے کچھ کتابیں چھ سات جلدوں میں بھی ہیں، آپ عالم اسلام کے

علمی حلقوں میں نہایت معروف تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جو پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں دینی تعلیمات کو عام کررہے ہیں۔

بلند پایہ عالم دین اور باصلاحیت سیاستدان

بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک باصلاحیت سیاست دان بھی تھے اور سیاسی میدان میں نمایاں مقام رکھتے تھے، وہ ایوان بالا یعنی سینیٹ کے معزز رکن تھے، جہاں انہوں نے سال ہا سال کی محنت اور جدوجہد سے شریعت بل منظور کروایا۔

ان کی زندگی اسلام کو سربلند کرنے کی کوششوں سے تعبیر تھی، ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ چلی تو آپ نے اس میں اہم کردار ادا کیا، اس سے قبل ردِقادیانیت میں ان کی قلمی اور آئینی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دے دیا گیا، اس طرح توہین رسالت کے قانون کے حق میں آپ کی جدوجہد قابل تحسین ہے۔

افغان مجاہدین اور مہاجرین کے استاد

آپ نے ہری پور جیل میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ افغان مجاہدین اور مہاجرین کے استاد اور قائد تھے۔ افغانستان کو اسلامی ریاست بنانے میں انکی مخلصانہ محنت شامل رہی چونکہ طالبان افغانستان کو ایک آزاد اسلامی ملک کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے اس لئے مغربی طاقتوں کے لئے وہ ناپسندیدہ تھے۔ مغرب میں حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ طالبان کے قائد کے طور پر مشہور تھے۔

اس ممتاز عالم دین اور بلند پایہ سیاست دان کو ۲ نومبر ۲۰۱۸ء میں ۸۳ سال کی عمر میں نامعلوم افراد نے انتہائی بیدردی سے شہید کر دیا، وہ اس وقت بھی اسلام کی سربلندی کیلئے مخلصانہ جدوجہد میں مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے اور جنت کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئر مین ورلڈ اسلامک فورم لندن

حمیت دینی سے سرشار، مسلک دیوبند کے ترجمان

مولانا محمد عیسیٰ منصوری مدظلہ کا تعلق ہندوستان کے ضلع گجرات سے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علم ودانش کے حامل، صاحب قلم ہیں، عالم اسلام کے اجتماعی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں، کافی عرصہ سے لندن میں مقیم ہیں، وہاں کے ایک اسلامی ادارے ورلڈ اسلامک فورم کے مؤسس اور چیئر مین ہیں، وہ اس وقت عالم اسلام کی ان چند ممتاز شخصیات میں سے ہیں جو مسلمانوں میں فکری بیداری اور عصر حاضر کا شعور اجاگر کرنے کیلئے ہمہ وقت متحرک رہتے ہیں، موصوف بزرگ عالم دین ہیں اور کئی نسبتوں کے امین ہے، حق گوئی وبیبا کی ان کا خاصہ ہے، ماہنامہ ''الحق'' کے اہم مضمون نگار حضرات میں سے بھی ہیں اور کئی علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، دیار غیر میں اسلام کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں...... (ادارہ)

حال ہی میں مولانا راشد الحق سمیع (صاحبزادے مولانا سمیع الحق شہیدؒ) سے اچانک فون پر گفتگو کی سعادت حاصل ہوئی تو مولانا نے فرمایا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر ایک ضخیم نمبر تیار کررہے ہیں، آپ بھی فوراً اپنے تاثرات ہمیں روانہ کردیجئے! انتظار رہے گا۔ بندہ چھ ماہ سے صاحب فراش ہے اور ذہن متعدد چیزوں میں الجھا ہوا ہے، بھارت میں جس طرح مسلمانوں کو جبراً ہندو بنانے کی کوششیں تیز تر ہوتی جارہی ہیں، اس لیے بندہ کئی ماہ سے ہندو مذہب تاریخ ،نفسیات (خاص طور پر مٹھی بھر تقریباً چار فیصد) برہمن کی اسلام دشمن کارستانیاں (جنہوں نے تقریباً ڈھائی ہزار سال سے ۹۵ فیصد آبادی کو غلام بنا رکھا ہے) ان موضوعات پر ریسرچ وتحقیق اور لکھنے میں مصروف ہے، اسی طرح حال ہی میں جس طرح اچانک امریکی صدر ٹرمپ کے ایماء پر متحدہ امارات کے اسرائیل سے کھلم کھلا سفارتی ،تجارتی ،ثقافتی تعلقات بحال کرکے عالم اسلام کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے اور اس کے نقش قدم پر تمام خلیجی ریاستیں سعودیہ سمیت قطار میں کھڑی ہیں، درحقیقت یہ تمام عرب ممالک خلافت عثمانیہ کے غداروں کی پشتنی اولاد ہیں یہ نہ صرف امریکی غلام ہیں بلکہ ان کے ہمیشہ دیرینہ تعلقات اسرائیل سے رہے ہیں، ان کربناک حالات میں جن اکابرین کی شدت سے یاد تازہ ہوتی ہے، ان

میں پاکستان کے سب سے پیشرو اور مقدم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحقؒ تقسیم ہند کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کے مقبول ترین اساتذہ میں سے تھے، تقسیم کے بعد حضرت مدنیؒ اور دیگر اکابرین نے آپ کو با اصرار پاکستان واپس بھیجا کہ وہاں اہل حق کے مسلک افکار ونظریات پر عملی ادارے اور عملی کام کے لئے جماعت سازی ہو سکے، یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ زندگی بھر اہل باطل کے خلاف چومکھی لڑائی لڑتے رہے، آپ نے ایک طرف اہل دیوبند کا مرکز کے طور پر عظیم الشان ادارہ (جامعہ حقانیہ) قائم کیا جو بجا طور پر پاکستان کا دیوبند کہلاتا ہے، دوسرے جولوگ ملک کو ترقی کے نام پر الحاد وزندقہ، بے حیائی اور اتاترک کی طرز پر لے جانا چاہتے تھے ان کے خلاف آپ نے ہرمحاذ پر کام کیا، آپ نے پارلیمنٹ میں بھی مسلسل اسلام کا کیس لڑا اور عوامی طور پر ایسا پریشر گروپ قائم فرمایا جس سے اسلام کے مخالفین ہمیشہ خائف رہے، بعد میں اور اکابرین بھی شریک ہوتے گئے جیسے حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور حضرت مفتی محمودؒ۔

شروع کی تقریباً نصف صدی میں آپ کا رسالہ ''الحق'' واحد رسالہ تھا جو ملک میں سب سے زیادہ کثیرالاشاعت وسیع المشربی کے ساتھ ہر ہر محاذ پر باطل تحریکوں اور افکار ونظریات کا مقابلہ کرتا رہا، آپ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا قلم پاکستان میں مسلک دیوبند کا ترجمان تھا، آپ اہم ترین علماء کے پیش رو رہے جو بیباکی کے ساتھ ہر موضوع پر کما حقہ بصیرت اور مکمل تحقیق اور موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر کے جواب دیتا، تمام اہم معرکے جیسے پارلیمنٹ میں اسلام اور مغرب زدہ لوگوں کا مسئلہ ہو یا قادیانیت کے خلاف ۷۴ء کا معرکہ ہو یا دین کی تعبیر وتشریح میں راہ اعتدال سے تجاوز کرنے والے فرقے یا افراد ہوں مولانا کا قلم ہر باطل کے خلاف شمشیر بران تھا۔

دوسری طرف آپ تمام ہی اکابرین سے یکساں تعلق بھی رکھتے، تمام مسالک کے علما ومشائخ اور تمام سیاسی رہنماؤں سے برابر رابطہ تھا، تیسری طرف وسعت ظرفی اتنی کہ ڈاکٹر جاوید اقبال مرحوم جیسے آزاد خیال بھی مولانا کی خدمت میں پہنچ کر بلاتکلف اپنے خیالات کا اظہار کرتے اور آپ سے متاثر ہوکر لوٹتے، حق گوئی کا یہ عالم کہ حکومت کا بڑے سے بڑا اہل کار حتی کہ ایوب خان اور مشرف کی خلافِ شریعت حرکات پر برملا ٹوک دیتے، یہ جامعہ کی خصوصیت رہی کہ کثرت سے افغانستان کے طلباء حصول علم کی خاطر آتے رہے اور یہ دونوں اکابر حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ درس حدیث کو روایتی انداز کے بجائے نفاذ اسلام اور اجتماعی طور پر پر شریعت کے احکام کے

اجراء پر ان کو متوجہ فرماتے ،افغانستان کے طلباء کی ذہن سازی اور کردار سازی میں سب سے زیادہ رول انہی دونوں بزرگوں کا رہا، یہ حقیقت اتنی روشن وعیاں ہے کہ مغربی طاقتیں بھی افغانستان کے اسلامی انقلاب کے ذمہ دار بجا طور پر انہی دونوں بزرگوں کو سمجھتی تھی۔

بندہ نے ۱۹۸۰،۹۰ء کی دہائی میں اپنی متعدد نگارشات ''الحق'' کو بھجیں مولانا راشد الحق سمیع دامت برکاتہم سے خط وکتابت بھی رہی، مولانا راشد الحق سمیع اس حقیر کے ساتھ اپنے بڑوں کا سا طرز اپناتے لیکن دونوں ملکوں کے سیاسی حالات اور مخابرہ کی مجبوریوں کی وجہ سے صرف ایک بار چند گھنٹوں کیلئے حاضری ہوسکی، جامعہ حقانیہ کی زیارت اور وہاں کے اساتذہ وطلباء کو دیکھ کر یہ احساس پختہ ہوگیا کہ یہی ادارہ پاکستان میں دیوبند اور اہل حق کا اصل جانشین ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا پاکستانی پارلیمانی گروپ کے ساتھ یورپ کے متعدد ملکوں کے ممبران پارلیمان کی درخواست پر یورپ تشریف آوری ہوئی ،مغرب کی اسلام دشمنی اور عداوت وتعصب دیکھئے! سب سے پہلے یورپ کے جس ملک (غالباً بلجئیم یا ہالینڈ) میں ایئرپورٹ پر حضرت شیخ الحدیث شہید کو روکنا بلکہ ڈی پورٹ کرنا چاہا لیکن گروپ کے سرکردہ جناب مشاہد حسین سید جیسے جرأت مند اور معاملہ شناس تھے، انہوں نے پوری جرات سے کام لیا اور ڈٹ گئے، حضرت شیخ الحدیث شہیدؒ کے بغیر ہمیں بھی آپ کی میزبانی قبول نہیں، ہم سب ہی واپس جاتے ہیں اس طرح انکو مجبوراً اجازت دینی پڑی، اس کے بعد جب یہ گروپ لندن پہنچا حضرت شیخ الحدیث کی ذرہ نوازی تھی کہ بندے کو فون کیا، بندہ اسی وقت تبلیغی مرکز کے امام مولانا عبدالحلیم اور چند علماء کے ساتھ حاضر خدمت ہوگیا۔حضرت شیخ الحدیث شہیدؒ ایسی محبت ،شفقت اور اپنائیت سے ملے حالانکہ صرف ایک بار اکوڑہ خٹک میں مختصر سی ملاقات ہوئی تھی، بندہ حضرت کے اخلاق فاضلانہ وکریمانہ سے بے حد متاثر ہوا، ہر صاحب ایمان سے ایسا تعلق آج کل بالکل ناپید ہو چکا ہے، آپ سے مل کر حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور مولانا منظور نعمانیؒ کی یاد تازہ ہوگئی۔وفد کا قیام لندن میں نہایت مختصر غالباً دو دن ہی تھا، حضرت شیخ الحدیث کی تشریف آوری کو غنیمت جان کر بندہ نے درخواست کی وفد کو واپس جانے دیں،حضرت والا ابھی برطانیہ کو مزید چند دن عنایت فرمادیں تاکہ اس ملک کے مسلمان خصوصاً برصغیر کے تینوں ملکوں کے ہم مسلک دیوبندی اور سرحد کے لوگ استفادہ کرسکیں اور ملک کے مختلف حصوں میں فورم کی طرف سے شایان شان پروگرامز ہوسکیں مگر برطانیہ کا صیہونی میڈیا حضرت شیخ الحدیث کی

منفی تصویر پیش کرنے کا موقع غنیمت سمجھ رہا تھا اور مشاہد حسین سید جیسے جرات مند، بیباک جو حضرت شیخ الحدیث کے مقام و مرتبہ اور خدمات سے کماحقہ واقف تھے اور اب تک پوری جرات سے مدافعت کر بھی رہے تھے غالبًا اسی خدشے کے پیش نظر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وفد کے ساتھ ہی لوٹ جانا مناسب سمجھا، اسی طرح اس ملک کے مسلمان اس عظیم ہستی کے فیوض و برکات اور آپ کے مجاہدانہ افکار و خیالات سے محروم رہ گئے۔

پھر اچانک حضرت شیخ الحدیثؒ کی شہادت جس مظلومانہ طریقے سے ہوئی اس پر بندہ عرصے تک حیران و مبہوت رہا، ایسی عظیم ہستی کی خود کی رہائش گاہ پر یہ حادثہ فاجعہ کیسے پیش آ سکتا ہے؟ کئی دنوں تک دل و دماغ پر یہ بات حاوی رہی، اس پر غور کرتا رہا، بندہ اس نتیجے پر پہنچا کہ حکومت کے تساہل بلکہ اندرونی تعاون کے بغیر یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا، افسوس کہ پاکستان پر روز اول سے ہی ایسے ٹولے کا تسلط و غلبہ ہے کہ ہماری کتنی ہی عظیم ترین شخصیات بلکہ خالص علمی (غیر سیاسی) مرنجان مرنج ہستیاں جیسے نیوٹاؤن کے مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مفتی جمیل شہیدؒ اچانک شہید کر دیئے گئے جب حقیقت سے پردہ اٹھا تو قاتل مخالف متعصب فرقے کے ہی نکلے جو پولیس میں بھرتی تھے۔

سندھ کے حالات پر بندہ جب کبھی غور کرتا ہے اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہاں کی صوبائی حکومت بھی در پردہ قاتل قوتوں کے ساتھ سازشوں میں شریک نظر آتی ہے اور علماء کے قاتلوں کو گرفتار کرنے میں مخلص نظر نہیں آتی۔ اب بات طویل ہوگئی، بندہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی شہادت کے پیچھے بھی انہی عناصر کو دیکھ رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کو پوری ملت کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے اور امت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور دونوں اکابرین کا لگایا ہوا گلشن (جامعہ حقانیہ) تا ابد پھلتا پھولتا رہے اور افغانستان صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بن کر ابھرے، علامہ اقبالؒ نے افغانستان کو ایشیا کا دل کہا ہے اور کہا ہے افغانستان کا امن ایشیا کا امن ہے اور فساد ایشیا کا فساد ہے۔ یہ چند سطور فوری طور پر دل میں آئیں اور حضرت شیخ الحدیثؒ پہ لکھنے کے صحیح حقدار وہی لوگ ہیں جو برسہابرس حضرت کے علوم و فیوض سے مستفید ہوتے رہے، یہ دور افتادہ آپ کے حکم کے مطابق اپنی انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوا رہا ہے، قلم برداشتہ یہ چند سطور حاضر خدمت ہیں۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

سینیٹر(ر) طارق چوہدری

انوکھی وضع کے نرالے آدمی

مولانا سمیع الحقؒ انوکھی وضع کے نرالے آدمی تھے۔ مرنجاں مرنج، بھولپن کے ساتھ سادہ وضع کے خوش طبع عالم دین، تقویٰ کے زعم میں مبتلا نہ علم و حکمت کے بوجھ سے کندھے جھکے ہوئے، شدید رنج ہو یا غصے کی حالت، ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی، پورے ملک بلکہ دنیا بھر میں ہزاروں طالب علموں نے ان سے براہ راست فیض حاصل کیا۔ ان کے عظیم المرتبت باپ مولانا عبدالحقؒ کے قائم کردہ ادارے (جواب مولانا سمیع الحقؒ کی ذمہ داری تھا) نے لاکھوں لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالیں، انہیں بالکل نئی طرز اور سمت پر مرتب کیا۔ اس تربیت پر اعتراض اٹھانے والوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں مگر لوگوں کی زندگیاں مرتب ہوئیں اس میں کوئی شک نہیں۔

مولانا سمیع الحق کے مزاج میں نرمی، گرمجوشی اور بے ساختہ پن تھا جو اجنبیوں کو بھی ان کی طرف راغب کرتا، ان کو دوست بنانے اور دوست بن جانے میں ملکہ حاصل تھا۔ دوستوں کو دیکھ کر کھل اٹھنے کا محاورہ تو سن رکھا تھا لیکن دوستوں کو دیکھ کر کھلتے اور کھلے رہنے کی تجسیم سمیع الحقؒ کی شکل میں دیکھی۔ وہ چپ رہتے تو بھی ان کی آنکھیں بولتی اور ہنستی بھی تھیں۔

ہوتا ہے راز عشق و محبت انہی سے فاش آنکھیں زباں نہیں ہیں مگر بے زباں نہیں

ان کی آنکھوں کی بولی اور ہنسی کا آہنگ بھی بلند تھا، ہر کوئی دیکھنے کے ساتھ سن بھی سکتا، ان میں حاسدوں کے لگائے زخم چھپانے کی خوبی تو تھی لیکن ذاتی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کا ہنر نہ تھا، سادہ اور خوش مزاج سمیع الحقؒ اپنے خیالات اور جذبات چھپانے کے فن سے نا آشنا تھے۔ دل کی بات ان کی آنکھوں میں ظاہر اور چہرے پر نقش ہوتی، بولتے تو وہی باہر آتا جو دل میں ہوتا۔ کدورت نہ تھی مگر دوستی اور دشمنی میں دوٹوک، دوعملی اور منافقت انہیں چھو کر نہ گئی تھی، مصنوعی سنجیدگی نہ جعلی تفکر، نہ زعم تقویٰ میں تیوری چڑھی ہوئی، عام آدمی کی عام سی زندگی ہنستی مسکراتی۔

مولانا زاہد تو تھے مگر خشک نہ تھے، ان کی مجلس پرلطف ہوتی، وہ اپنے ساتھ مؤدب شاگردوں کا گروپ لئے پھرنے کے عادی نہ تھے، صرف ایک آدھ ملازم ہی ان کے ہمراہ ہوتے، باڈی

گارڈز، سیکرٹریز اور پروٹوکول وغیرہ انہیں پسند نہیں تھے، مدرسے کے معاملات، طالب علموں کے مسائل، علاقے کی ترقی کے پروگرام، سینیٹ بزنس سے متعلقہ سوالات، قومی سیاست کے معاملات سب ان کی ایک ڈائری میں دھرے ہوتے، گفتگو برمحل، مدلل، مختصر اور دوٹوک۔مولانا سمیع الحقؒ سے پہلی ملاقات آج سے تینتیس برس پہلے مارچ ۱۹۸۵ء میں ہوئی، جب منتخب ہونے والی سینیٹ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ افغانستان کا مسئلہ، شریعت بل اور کشمیر کے بارے موقف میں ہم آہنگی کی وجہ سے ابتدائی ملاقات گہری دوستی میں بدل گئی۔

۱۶جولائی ۲۰۱۸ء کے انتخاب سے صرف ایک ہفتہ پہلے مولانا سے آخری ملاقات ہوئی، انتخابی جائزے اور پشاور میں ہارون بلور کی وفات پر فاتحہ خوانی سے واپسی پر براستہ جی ٹی روڈ لاہور کیلئے روانہ ہوئے، ڈیلی پارن کے حاجی اسلم اور خالد بھائی ہمراہ تھے، اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق سے ملاقات کیلئے ٹھہر گئے، خوش قسمتی سے مولانا مدرسے میں اپنے دفتر کے اندر موجود تھے، ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے گرمجوشی سے ملے۔ ان کا اصرار تھا کہ کھانا ساتھ کھائیں اور رات قیام بھی ہو، تاکہ کھل کے گپ شپ ہو سکے۔ چنانچہ ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ انتخاب کے بعد چند دنوں کیلئے امریکہ جانا ہے واپسی پر ان شاء اللہ حاضر ہوں گے، افسوس کہ ارادے ٹوٹ گئے، وعدہ وفا نہ ہوا اور مولانا سب کو اداس چھوڑ کر رخصت پر چلے گئے۔

مولانا سمیع الحقؒ کے والد مولانا عبدالحقؒ دیوبند میں تعلیم سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا اور مولانا عبدالحقؒ دیوبند کو خیر باد کہہ کر آبائی وطن اکوڑہ خٹک واپس آئے اور اسی جگہ مدرسہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی جہاں کبھی شہدائے بالاکوٹ کا پڑاؤ تھا، جامعہ شہدائے بالاکوٹ کے پہلو میں بننے والے اسلامی تعلیم کے اس ادارے کی قسمت میں تاریخ کے فیصلہ کن موڑ پر اہم کردار ادا کرتا تھا اور افغانستان میں کمیونسٹ یلغار کو روکنے کیلئے صف اول کے صف شکن مہیا کرنے کا فریضہ اس ہی کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔ مولانا عبدالحقؒ اپنے دور کے بڑے صاحب علم استاد اور باعمل صوفی تھے، انہیں سیاست سے کوئی رغبت نہ تھی لیکن ۷۰ کے انتخابات میں ابھرنے والی کشمکش کے دوران مفتی محمودؒ نے انہیں انتخاب میں حصہ لینے کی ترغیب دی، ان کا مقابلہ بہت بڑے اور مالدار قبیلے خٹک کے جناب اسلم خٹک سے تھا، اسلم خٹک پاکستان کی سیاست کا بہت بڑا نام تھے جبکہ مولانا عبدالحقؒ نے اپنی مسجد اور مدرسے سے کبھی باہر جھانک کر نہ دیکھا، انتخاب میں مولانا عبدالحقؒ بھاری اکثریت سے جیت گئے تو اسلم خٹک نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا، میں کسی بڑے سے بڑے لیڈر کو ہرا سکتا ہوں لیکن فرشتے

کا مقابلہ کون کرے؟ مولانا عبدالحقؒ کے مخالف بھی انہیں کامل ولی اور فرشتہ صفت گردانتے تھے۔ مولانا عبدالحقؒ نے اسمبلی میں قادیانی مسئلے کے حل کیلئے اہم علمی خدمات انجام دیں، پاکستان سے زیادہ افغانستان میں اسلام اور کمیونزم کی نظریاتی کشمکش کے دوران ان کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کرنے والے افغانیوں کا اہم کردار ہے، حقانی نیٹ ورک جس سے آج امریکہ لرزہ براندام ہے، انہی کی ضرب کاری نے روس کو افغانستان میں دھول چٹا دی۔

مولانا عبدالحقؒ کے بیٹے اور ہمارے دوست مولانا سمیع الحقؒ نے باپ کے مقدس مشن کو جاری رکھا اور قائم کردہ ادارے کے معیار اور کردار کو نہ صرف بنائے رکھا بلکہ اسے غیر معمولی وسعت دی۔ روس کی افغانستان آمد مولانا سمیع الحقؒ کے والد نے اپنے افغانی شاگردوں کو اپنے ملک واپس جانے اور آزادی کی جدوجہد کا حکم دیا تو بیٹے مولانا سمیع الحقؒ نے امریکہ کے افغانستان درآنے پر امریکہ کی کھل کر مذمت کی، پاکستان میں اس کے خلاف تحریک چلائی، افغانستان میں طالبان کی جدوجہد آزادی میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا، پاکستان میں ڈکٹیٹر مشرف سے ہرگز مرعوب نہ ہوئے، مولانا سمیع الحق کا موقف دوٹوک اور واضح تھا کہ افغانستان میں کمیونسٹ روس کی موجودگی پاکستان کیلئے جغرافیائی اور نظریاتی خطرہ تھی تو یہاں امریکہ کی موجودگی بھی پاکستان کیلئے اتنی ہی خطرناک ہے، چنانچہ ہمارے موقف اور طرز عمل میں یکسانیت ہونی چاہیے ہمیں امریکہ کو افغانستان سے بے دخل کرنے کیلئے ویسا ہی کردار زیبا ہے جو روس کے درآنے پر تھا، مولانا سمیع الحقؒ کا پارلیمنٹ میں بطور سینیٹر کردار بڑا متحرک اور جاندار تھا۔ وہ مباحث میں پوری تیاری کے ساتھ شرکت کرتے، شریعت بل تو خالصتاً ان کا اور ان کی جماعت کا کارنامہ ہے۔ پیپلز پارٹی کے مقابلے میں آئی جے آئی کا وہ اہم حصہ تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کے بیٹے حامد الحق اور بھتیجے عرفان الحق جو مولانا سمیع الحقؒ کے داماد بھی ہیں، ان دونوں کو جامعہ کا دورہ کرنے کیلئے ہمراہ بھیجا۔ ان کے چار سالہ نواسے سے بھی ملاقات ہوئی، مولانا حامد الحق نے جو ادارہ ہمیں دکھایا وہ ہمارے تصور اور خیال سے بھی بہت بڑا تھا۔ نئی تعمیرات اور وسعت میں اس نے کسی بھی سرکاری یونیورسٹی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ادارے کے تعمیراتی کام، تعلیمی سرگرمیاں، طالب علموں کی تعداد، مولانا کا درس و تدریس، سیاسی سرگرمیاں، ملی یکجہتی کونسل کا قیام اور ان کی تصانیف نے ہمیں ورطہ حیرت میں ڈال دیا، اس دھان پان مولوی کی ذات میں کیا کیا کمالات اور صفات پوشیدہ تھیں جو ہماری نظروں سے اوجھل رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شہادت کو ان کے لئے اور اچانک صدمے کو اقربا اور لواحقین کیلئے آخری زندگی میں بخشش کا ذریعہ بنائے، ان کی بہترین مساعی کو قبول فرمائے، بشری کمزوریوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد

خوبصورت انداز معاشرت وتربیت

باغ باغ ہونا اردو کا عام مستعمل محاورہ ہے بہت خوش ہونا بے انتہاء مسرتیں حاصل ہونا، یہ محاورہ اسکول کے زمانۂ تعلیم میں سنا بھی تھا اور استعمال بھی کرلیا کرتا تھا، ٹیچرز بھی سنتے اور طلباء بھی اسے بول لیتے تھے، کچھ لکھنے پڑھنے کی شُد بُد آئی تو یہ محاورہ پڑھنے میں بھی آیا اور لکھنے میں بھی آتا رہا لیکن اس کا صحیح معنی، اصل مفہوم اور مصداق اس کی حقیقت اور باطنیت سے صحیح معنوں میں آگاہ تب ہوا جب استاد مکرم مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے تلمذ، قربت، خدمت اور پھر مسلسل رفاقتِ کار کی سعادت حاصل ہوئی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ملاقات، استفادہ، صحبت، قربت اور حسنِ سماعت کا جو لمحہ بھی ملتا، ان سے مل کر باغ باغ ہونا ایک لازمی امر تھا، وہ شخصیت ہی سراپا باغ باغ تھی خود بھی ہمیشہ باغ باغ رہتے، ہر محفل میں بلکہ ہر آن چہچہانا اور مسکرانا ان کی طبعی افتاد تھی، میدانِ جہاد کی رزمگاہ ہو یا جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی درسگاہ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر کھیلتی رہتی تھی۔

خوبصورت انداز مخاطبت

ان کی محفل میں اضیاف ہوں، مشائخ ہوں، علماء ہوں، سیاسی زعماء ہوں، ممبران پارلیمنٹ ہوں یا وزراء، ان کا جاننے والا کوئی بھی کسی درجہ کا آدمی کیوں نہ ہو، اسے اسی وقت بھرپور توجہ سے سرفراز فرماتے، میں تو ایک ادنیٰ خادم ایک ادنی درجے کا ملازم تھا، شاگرد بھی اور کارکن بھی، واردین وصادرین کی کثرت تِل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی، کسی کونے کھدرے میں دبک کر بیٹھ جاتا، ان کی نظر پڑجاتی، دور سے اشارہ کرتے، فوراً اپنے قریب بلاتے، کارکنوں کو بٹھانے کا بتاتے اور اپنائیت کے اس انداز سے ملتے گویا آج میں ہی ان کا مہمان خصوصی ہوں اور عجیب تر بات یہ کہ اول ملاقات ہی میں کوئی خوبصورت سی بات ایسے خوبصورت انداز میں کہتے کہ ملنے والے کے تمام غم کافور ہوجاتے بلکہ اس کے تمام تر تفکرات اور ذہنی بوجھ سر سے اتر جاتے۔

مزاح ہوتو وہ بھی بے مثال

ایک صاحب جس نے تین شادیاں کر رکھی تھیں، مولانا اضیاف اور سیاسی زعماء میں گھرے ہوئے تھے ان کی آمد پر کسی نے کہہ دیا ''یہ صاحب'' چوتھی شادی کی تلاش میں ہیں، مولانا نے فرمایا چوتھی شادی کرنا جرم نہیں اور کوئی کمال بھی نہیں اپنے لئے سب کچھ کرلیں گے، کمال تو تب ہے کہ دوسرے احباب کیلئے چوتھی نہ سہی دوسری ہی کرادیں تب جانیں کہ واقعتاً وہ صاحب کمال ہیں۔اس پر ساری مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔

انہیں دقیانوسیت سے بَیر تھا

مولانا سادہ لباس، مولویانہ ملبوس کرتہ اور عمامہ میں ملبوس رہتے، ان کی علمی عظمت سیاسی مقام ومرتبہ اور مدرسانہ شان کے پیش نظر اجنبی قریب آتے مگر بات کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے، علمی دبدبہ، ادیبانہ شہرت، محدثانہ جلالتِ قدر، سیاسی مقام اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام کے تصور سے ذہن میں اجنبیت غالب ہوجاتی تھی، مغربی میڈیا اور عالمی اخبارات نے انہیں رجعت پسندی اور انتہاء پسندی کی سند دے رکھی تھی حالانکہ آپ جب اصل حقیقت پر غور کریں گے تو معاملہ بالکل بالعکس نظر آئے گا، مولانا حد درجہ وسیع الظرف اور وسیع النظر تھے، انہیں دقیانوسیت سے بَیر تھا، وہ چند لمحوں میں بس اپنے محبین، حاضرین اور والہین سے بے تکلف ہوجایا کرتے تھے۔

ہم کو آتا ہے ہنر دل میں اُتر جانے کا

حضرت کے دولت کدہ بیٹھک اور ان کے دفتر میں حقانیہ کے زمانۂ ملازمت میں ہر وقت آن جان رہتی تھی، جامعہ ابوہریرہ قائم ہوا تو حسب ضرورت حاضری ہوتی رہتی، ہفتہ میں دو مرتبہ کبھی تین مرتبہ اور کبھی ہفتہ اور کبھی دو ہفتے بعد، آخری صورت میں فرماتے کافی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی میرا جی چاہ رہا تھا کہ آپ سے ملاقات ہوجائے۔

ہم کہیں جائیں بنائیں گے جگہ اپنے لئے
ہم کو آتا ہے ہُنر دل میں اتر جانے کا

شادابی وبزلہ سنجی

مگر حضرت کا رویہ کسی بھی صورت میں متفاوت نہیں ہوتا تھا، طالب علمی کے زمانہ میں ہمہ

وقت حاضر باشی کے زمانے میں پھر جامعہ ابو ہریرہؓ کے قیام کے بعد کے زمانے میں جب بھی حاضر خدمت ہوتا مولانا اپنے قریب بٹھاتے ،شفقت فرماتے ، پیار محبت اور کمال توجہ سے نوازتے ، لطائف سناتے نہ اس میں ان کی محدثانہ شان آڑے آتی اور نہ ہی علم وفضل کی عظمتیں ، دیر تک بٹھاتے ، میں اٹھنے کا ارادہ کرتا حضرت سمجھ جاتے اور میری طلبِ اجازت کی بات سنی ان سنی کر دیتے اور طویل قصہ چھیڑ دیتے ، بلکہ ایسے عالم میں بھی زندگی کی شادابی اور بذلہ سنجی میں اضافہ ہوتا رہتا۔

ہر وقت کے حاضر باش خدام کا احترام

جب تک صحت ساتھ دیتی رہی بلکہ آپریشن سے پہلے تک خورد وکلاں اضیاف کو باہر تک چھوڑتے اور بعض حضرات کو گھر سے دور جی ٹی روڈ تک چھوڑنے جاتے ، اضیاف اور غیروں کی بات ہی کچھ اور ہے مجھ جیسے ہر وقت کے حاضر باش خادم کو بھی اسی عزت سے سرفراز فرماتے جو اکابر واعاظم کو دیا کرتے تھے۔

مجھے ان سے ملائے بغیر کیوں رخصت کر دیتے ہو

یہاں ایک واقعہ یاد آرہا ہے آپریشن کے بعد ہسپتال سے گھر آئے چلنا پھرنا بلکہ اٹھنا بیٹھنا بہت مشکل ہو گیا تھا ، میں درِ دولت پر حاضر ہوتا مخدوم زادگان مولانا حامد الحق حقانی اور مولانا راشد الحق سمیع حقانی ، مولانا اسامہ سمیع حقانی اور مولانا خذیمہ سمیع حقانی کبھی مولانا عرفان الحق حقانی سے ملاقات ہو جاتی ، میں خیر وعافیت پوچھ کر فوراً واپسی کر لیتا ، ایک روز معمول کے مطابق درِ دولت پر حاضر ہوا مخدوم زادہ مولانا راشد الحق سے ملاقات ہوئی ، خیر وعافیت دریافت کی اور واپسی کا ارادہ کیا ، مولانا راشد الحق نے فرمایا نہیں! آپ کو ہرگز واپس جانے کی اجازت نہیں ہے ، وہ تو آپ کے آنے پر خوش ہوتے ہیں ، انہیں آپ سے بے تکلفی ہے ، آپ کی بار بار کی آمد سے بہت خوش ہوتے رہے اور ہر بار فرماتے رہے ، مجھ سے ملاقات کئے بغیر کیوں رخصت کر دیتے ہو ، اب کی بار جب ان کی آمد ہو تو مجھ سے ضرور ملاقات کرانا ، مولانا راشد الحق نے بڑے والہانہ انداز میں مجھے روک لیا ، بیٹھک میں بٹھایا ، ابھی چند لمحے ہی گذرے تھے کہ حضرت شدید ضعف وعلالت کے باوجود گھر سے بیٹھک میں آئے ، تشریف فرما ہوئے ، چائے منگوائی ، شامی کباب بنوائے ، اپنے ہاتھوں سے مجھے کھلاتے اور خوش ہوتے رہے ، ان کی باتیں شروع ہوتیں تو بادِ بہاری کا لطف آتا ، بیماری میں بھی مولانا کی شگفتہ مزاجی نے شگفتگی وفرحت مالا مال کر دیا۔

محبتوں اور شفقتوں کا متلاطم سمندر

طویل نشست کے بعد احقر نے اجازت چاہی تو مشرقی اقدار اور اسلامی روایات کی پاسداری میں دروازے تک چھوڑنے کیلئے چل پڑے میرے اصرار اور منت پر بہت مشکل سے رک جانے پر آمادہ ہوئے، بات رخصت کے وقت دروازے تک چھوڑنے کی نہیں بلکہ اس کے پیچھے الفت ومحبت کا سمندر متلاطم ہے، اس میں ان کی بزرگی اور خوردنوازی کا احساس شامل ہے اور اس میں اپنے والد اور اکابر علمائے دیوبند اور اپنے ماضی کی تاریخ بھی مضمر ہے۔

خدام کے طبعی مزاح کو بھی ملحوظ رکھتے

یہ مولانا کی فطری نہاد تھی، طبعی تقاضا تھا اور میں اسے اپنی سعادت پر محمول کرتا ہوں کہ جمعہ کے روز حقانیہ جامع مسجد میں میرے خطبۂ جمعہ کے دوران حضرت مسجد کے بائیں (شمالی) دروازے سے داخل ہوتے اور دیوار کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ جاتے، بیان غور سے سنتے واپس جاتے ہوئے احباب سے کہتے، حقانی صاحب کا بیان سن کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے، کبھی اُن کو آتے ہوئے میری نظر پڑجاتی تو دیکھتے ہی میں خوش ہوجاتا جیسے عید کا چاند نظر آ گیا ہو مگر انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ سامنے سے آئیں اور میری تقریر بند ہوجائے میری عادت تھی کہ حضرت پر نظر پڑتے ہی اپنا بیان ختم کردیا کرتا تھا۔

دلجوئی کے گُر سے واقف تھے

مولانا کے تلامذہ، شاگرد، جماعتی کارکن اوران کے تمام رفقاءِ کار سب جانتے ہیں کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی تمام باتیں تفریحی انداز میں کہہ جاتے، دلجوائی اور دلنشینی کے گُر سے خوب واقف تھے اور دوران تقریر جب کبھی مولانا شہیدؒ کا انداز جذباتی ہوجاتا پھر تو خطابت کا حسن وکمال اور جمال ولطافت کا نہ پوچھئے گا افغان جہاد اور طالبان کا ذکر آتا تو آواز میں گرج، جلال اور رعب آجاتا۔ جلسوں اور اجتماعات میں بیان کے بعد عمائدین معززین علماء، طلبہ اور اساتذہ سلام ومصافحہ کرنے کیلئے ٹوٹ پڑتے، مولانا کی ایک خاص ادا یہ بھی تھی کہ کچھ نہ کچھ سب ہاتھ ملانے والوں سے کہتے چلے جاتے اور اکثر کچھ نہ کچھ ان سے بول کر حاضرین کو اپنے ساتھ بے تکلف کرادیتے۔

وحدتِ ملت کی فکر اور اتحادِ اُمت کی دعوت

اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پیکر خاکی میں متضاد اور باہمی مختلف نوعیت

کی صلاحیتیں جمع کر دی تھیں مجھے مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ایک جملہ یاد ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ: ''علم اور سیاست کو جمع کرنا آتش وپنبہ کو جمع کرنا ہے''، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے عمر کے آخری لمحات میں بھی آتش و پنبہ کے جمع کرنے کے باوجود علمی کام جاری رکھے اور تفسیر امام لاہوریؒ کے ۲۷؍پارے مکمل فرمالئے، ''حقائق السنن'' کی مزید تین جلدیں تیار کرائیں اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ واقعتاً ان گنے چنے افرادِ اُمت میں سے تھے جنہوں نے درس وتدریس، علم وتحقیق، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے انتظام واہتمام، تصنیف وتالیف، ادب وتنقید، سیاست، اصلاحِ انقلابِ اُمت، اتحاد و وحدت، اصلاح و دعوت اور اتحادِ ملت جیسے کاموں کے درمیان فاصلے سمیٹ لیے وہ پوری زندگی مسلک ومشرب اور ادارہ و جماعت کی حدبندیوں سے بالاتر ہوکر کلمۂ واحدہ کی بنیاد پر اتحادِ اُمت اور وحدتِ ملت کا پیغام دیتے رہے۔

نہد شاخ پُرمیوہ سر برزمیں

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اللہ پاک نے قوتِ گویائی اور تقریر وخطابت کا وافر ملکہ عطاء فرمایا تھا، ان کی زبان فصیح تھی، فن خطاب کا ملکہ تھا، ان کا علمی مقام، مدرسانہ شان اور محدثانہ جلالتِ قدر کا علمی آستانہ بہت اونچا تھا، انہیں قریب سے دیکھا، کھود کرید کر پرکھا شب وروز ان کے ساتھ رفاقت رہی، سفر وحضر کے مراحل میں قریب قریب اور ساتھ ساتھ چلتا رہا مگر کہیں سے بھی ان میں علمی نخوت کی بونہیں آئی بلکہ وہ حد درجہ شفیق، متواضع اور خلیق تھے اور اپنے عظیم والد کی طرح علماء، اولیاء اور اربابِ فضل وکمال کی محفل میں اسی طرح جھکے رہتے تھے، جیسے پھل دار درخت جھکا رہتا ہے وہ ع نہد شاخِ پُرمیوہ سر برزمین کا مصداقِ اتم تھے، علمی فضل وتفوق اور بلند پایہ سیاسی قد کاٹھ کے باوجود زندگی سادہ اور تکلف سے عاری تھی، خدمت خلق، ملک میں قیامِ امن، نفاذِ شریعت اور علم دین کی حفاظت واشاعت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ وہ نہ طرزِ کہن پر اَڑتے تھے اور نہ ہی تعمیر نو سے ڈرتے تھے اور نہ ہی نصاب و نظامِ تعلیم کے حوالے سے قصۂ قدیم و جدید میں اُلجھتے تھے، ملک میں امن، عدل اور نظامِ شریعت کے قیام واستحکام کے لئے شب وروز کوشاں رہتے تھے۔

دینی وسیاسی اور مذہبی جماعتوں میں یکساں مقبول ومحبوب

مولانا شہیدؒ، مرکز علم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام وانصرام کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں درجنوں اداروں کے سرپرست، معاون اور رُکن تھے۔ انہیں عرب اور خلیجی مما لک سمیت امریکہ،

برطانیہ، فرانس، بلجیئم، پیرس اور متعدد مغربی اور افریقی ممالک کے اسفار کرنا پڑے، وہ ملک و بیرونِ ملک کے بین الاقوامی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کرتے رہے۔ اُمت و ملت کے اتحاد اور غلبۂ شریعت کے حوالے سے ان کی نگاہ بہت تیز تھی، کسی بات کی تہہ تک پہنچنے اور معاملہ فہمی میں انہیں درک و کمال حاصل تھا، صلح صفائی کرنے، مختلف الخیال لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے، باہمی متضاد اور متحارب گروپوں کو وحدت کی رَسّی میں پرونے اور نزاعی مسائل کو حل کرنے کی خوش تدبیری سے خوب واقف تھے، موقع و محل کے اعتبار سے تقریر و تحریر اور گفتگو میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مؤمنانہ فراست، سیاسی بصیرت، تدبر، زمانہ شناسی اور قوم وملت کیلئے دردمندی اور فکرمندی مثالی تھی، ملک و ملت اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد اور قومی وملی مسائل سے گہری دلچسپی رکھتے تھے، جب بھی قومی اور ملی حوالے سے ملت کی کشتی گرداب میں پھنسی تو انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ ساحلِ مراد تک نکالنے کی سعی اور بھرپور کوششیں کیں، علمی و دینی اور ملی مسائل پر ان کی گہری نظر تھی اور زبان و بیان کی خوبی کے ساتھ ان مسائل کی تعبیر و تفہیم کی خداداد صلاحیت رکھتے تھے۔ قدیم و جدید طبقات، دینی و عصری تعلیم یافتہ حلقوں اور ملک بھر کی دینی و سیاسی اور مذہبی جماعتوں میں وہ یکساں مقبول و محبوب تھے، وہ ان تمام طبقات اور حلقوں میں ربط و ارتباط اور میل جول کیلئے ایک پُل کا درجہ رکھتے تھے۔

''حقائق السنن'' کی تالیف واشاعت کی مساعی

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ تقریباً چالیس سال سے دارالعلوم حقانیہ میں علوم و فنون اور تفسیر و حدیث کی اہم کتابوں کا درس دیتے رہے جبکہ دارالعلوم دیوبند کا زمانہ اس پر مستزاد ہے، جہاں علوم و فنون کی اعلیٰ کتابیں آپ کے ذمہ تھیں، اکابر کا جیسا معمول تھا حضرت شیخ رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث پڑھاتے وقت ترمذی شریف کو اپنے تفصیلی مباحث و تشریحات کا محور بنا لیا جس کو ہر سال آپ کے لائق اور فاضل تلامذہ بڑے اہتمام سے قلم بند کرتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل یہ ہوا کہ استاذ محترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ ادھر متوجہ ہوئے کہ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے درسِ ترمذی و بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے بھی محفوظ کر لیا جائے، چنانچہ ۱۳۹۵ھ اور ۱۳۹۶ھ ہر دو سالوں میں ریکارڈنگ کا انتظام رہا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہزاروں تلامذہ، علماء، فضلاء اور علمی حلقوں کے شدید اصرار، اشتیاق و انتظار اور خود استادِ محترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی

اس مسئلہ سے ہمہ وقتی دلچسپی، جذبۂ اشاعتِ علمِ حدیث اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے علوم و معارف کی تدوین و حفاظت اور افادۂ عام کے پیش نظر حضرتؒ کے اِن امالیٔ حدیث کے مسودات کی ترتیب و تہذیب و مراجعت و تخریج جیسے اہم اور کٹھن مراحل کو طے کرنے کا پروگرام ہمیشہ مدنظر رہا مگر مصروفیات دامن گیر رہیں۔

بالآخر اللہ کا نام لے کر مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے خود ان مراحل کے عبور کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور ۱۰رمحرم الحرام (یوم العاشوراء) کے مبارک دن دفتر ''الحق'' میں حضرت شیخ الحدیثؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے دیگر اکابر اساتذہ کو زحمت دے کر مسوداتِ ترمذی کی ترتیب و مراجعت کے کام کی افتتاحی تقریب منعقد کی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دُعائیہ کلمات کا افتتاحیہ تحریر فرمایا اور پھر تمام اکابر اساتذہ و مشائخ نے مل کر اس کام کے تکمیل کی دُعا کی مگر مولانا کے عزمِ صمیم رکھنے کے باوجود کثیر الانواع مشاغل اور گوناگوں ذمہ داریاں مثلاً دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی اُمور، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، ماہنامہ ''الحق'' کے علاوہ پارلیمنٹ کے اجلاسوں میں شرکت، علاقہ کے مسائل اور اس نوع کے مختلف النوع مشاغل اس کام کو ہمہ وقتی توجہ دینے سے مانع بنتے رہے تاہم حقائق السنن کی ترتیب و تالیف کے ولولے ماند نہیں ہوئے۔ بالآخر مجھے چکوال سے بلا کر دارالعلوم حقانیہ میں تدریس عنایت فرمائی اور ہاتھ میں قلم دے کر امالیٔ ترمذی کی ترتیب و تالیف کے کام پر لگا دیا جو ''حقائق السنن'' کی صورت میں منظر عام پر آچکی ہے۔

ایک دُعائیہ جملہ اور ''حدوثِ امر'' کی بشارت جو بہرصورت ظہور پذیر ہوا

ادھر احقر مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر چکوال میں درس و تدریس اور افتاء وغیرہ میں مشغول تھا، وہاں تعلیمی اور تدریسی ماحول کے باوجود دل اپنی مادرِ علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے وابستہ رہا۔ شیخنا المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ کی خدمت، بابرکت مجالس، حکمت بھرے ارشادات، شفقت بھری ہدایات، اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھا دینے اور بے چین و پریشان طبیعتوں کو اطمینان و سکون بخشنے والی نگاہیں اور دعائیں اس کے ساتھ ساتھ یہ آرزو اور خواہش کہ زندگی اور اس کی صلاحیتیں اپنے اکابر اساتذہ و مشائخ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی خدمت و سرپرستی میں خدمتِ دین میں صرف ہو، اور ہر قدم ان ہی کی رہنمائی میں اُٹھے، اس قسم کے احساسات اور جذبات تھے، جو ربّ العزت کی مستجاب بارگاہ میں دعاؤں کی شکل اختیار کرتے اور

مجیب الدعوات کے وعدہ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:۱۸۶) کی ابدی اور یقینی بشارت سے ڈھارس بندھی رہتی، کچھ ایسے جذبات میں ڈوب کر ایک مفصل عریضہ مخدومنا المحترم استاذی حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمت میں لکھا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''اطمینانِ خاطر جمع رکھیں اور اپنے کام میں پوری تندہی کے ساتھ لگے رہیں، اللہ تعالیٰ پریشانیاں دُور کر دے گا اور ان شاء اللہ اطمینانِ خاطر نصیب ہوگا لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا (الطلاق:۱) ''شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے''

مکتوبِ گرامی سے بڑا اطمینان حاصل ہوا، ''حدوثِ امر'' کی بشارت تھی، یقین تھا کہ اپنے استاذ کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں جس حدوثِ امر کی بشارت اور خوشخبری دی ہے اس میں بے پناہ خیر و برکت اور فلاح و بھلائی ہوگی، تاہم اس انتظار میں دل بے قرار تھا کہ حدوثِ امر کس صورت میں ہوگا اور کب ہوگا؟ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ استادِ محترم نے اپنے ہاں بلا لیا اور وہ عظیم الشان کام جس کو وہ خود مکمل کر رہے تھے میرے حوالہ کر دیا یعنی حضرتِ اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تقاریر ترمذی پر کام کرنے کی خدمت پر لگا دیا۔ ایسا مہتم بالشان علمی اور ذمہ دارانہ کام جو بڑے علم و فہم، حزم و احتیاط اور حد درجہ دیانت داری کا متقاضی تھا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اور کم علم کی استطاعت سے بہر حال باہر تھا۔ حکم ہوا تو پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ مولانا کی شفقت، اعتماد، حُسنِ ظن اور قدرت کی نیرنگی پر ورطۂ حیرت میں ڈوب کے رہ گیا......

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درختِ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان بہ چہ کارکشت ما را

مگر استادِ محترم مولانا سمیع الحقؒ نے خود اس کام میں مکمل شرکت و نگرانی اور ہمہ وقتی و ہمہ پہلو تعاون کا یقین دلایا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ احقر کا تعلیمی و مطالعاتی، علمی اور تحریری ذوق یہ سب ان ہی کی صحبت و معیت اور اس سے بھی قبل ان کے علمی صحیفۂ غرّاء ماہنامہ ''الحق'' کا مرہونِ منت ہے یہ ان کے لطفِ خاص اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دعاؤں اور شفقت کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک نے ایک بے مایہ طالب علم کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے امالی ترمذی کی ترتیب و مراجعت جیسے اہم اور کٹھن کام پر لگا دیا اور توفیق عطا فرمائی۔ اس کام میں ہر ہر لمحہ نہ صرف یہ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دُعائیں ساتھ رہیں بلکہ مولانا سمیع الحقؒ کے اصرار پر ضعف و علالت اور گوناگوں مشاغل و

عوارض کے باجود زیر ترتیب مسودہ کو سننے اور اس کی تصحیح واصلاح کرنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ الحمدللہ کہ مولانا شہیدؒ کی تحریک، نگرانی، سرپرستی اور بھرپور مخلصانہ تعاون سے یہ کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مادری زبان اگرچہ پشتو ہے مگر اُردو میں بھی انہیں اچھی خاصی مہارت حاصل تھی، ان کے بولتے ہوئے، بعض اوقات اگرچہ ان کے لب ولہجہ سے پشتو چھلک پڑتی تھی مگر جب اردو لکھتے تو مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی یاد تازہ کر دیتے تھے، ماہنامہ ''الحق'' کے اِدارتی کالموں پر مشتمل کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' اس کی شاہدِ عدل ہے۔ دینی مدارس میں ختم ہائے صحیح بخاری کی تقاریب میں انہیں آخری حدیث کا درس دیتے ہوئے سنا، اساتذہ وعلماء کہتے ہیں کہ ان کے درس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانونی الفاظ اور شرعی وفقہی اصطلاحات اور علمِ حدیث کے مباحث اور تدقیقات وتحقیقات پر ان کی گہری نظر تھی، وہ الفاظ کے حروف سے معانی کے گوہر نکالنے کا فن خوب جانتے تھے، ان کی طبیعت میں نکتہ رسی بھی ہے اور نکتہ سنجی بھی، وہ داد وتحسین اور صلہ وستائش کی تمنا اور کچھ حاصل کرنے کی آرزو سے بے نیاز ''مردِ مجاہد اور مردِ حقانی'' تھے............

کب چھپا سکتا ہے پیشِ ذی شعور
مردِ حقانی کی پیشانی کا نور

سرگرم زندگی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے نہایت ہی سرگرم زندگی گزاری اور تادم آخر ملت، اُمت، انسانیت، علم اور فروغِ علم کی خدمت کے لئے وقف رہے۔ وہ اس وقت بھی اسلامی نصاب ونظامِ تعلیم کے حوالے سے آزاد اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ جیسی مرکزی دینی درسگاہ کے عہد عروج میں تدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے، اہتمام وانصرام کی عمدہ ترین صلاحیتوں سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے عہد میں ذرّہ کو آفتاب بنا دیا اور اسے آفاقی شہرت اور مقبولیت عطاء کی، جامعہ حقانیہ کے مؤسس وبانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے زمانے میں دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد ۱۵۰؍تک پہنچ چکی تھی جبکہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے عہد میں گذشتہ کئی سالوں سے ہر سال ۱۵۰۰؍فضلاءِ دورۂ

حدیث کی دستار بندی ہوا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے تقریباً مسلسل ۳۵ر سال تک پارلیمنٹ میں نفاذِ شریعت کی جنگ لڑی اور اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔

رعنائی و دلربائی

۱۳ر مئی ۲۰۱۵ء...... جامعہ اشرفیہ باجوڑی گیٹ پشاور میں بالائی منزل میں مولانا سمیع الحقؒ تشریف فرما تھے، چاروں طرف علماء، اساتذہ، مشائخ اور صالحین کا ہجوم تھا۔ مولانا فضل غفور حقانی (ایم پی اے) بھی شریکِ محفل تھے، مجھے حضرت کے پاؤں دبانے کی سعادت حاصل تھی، حضرت اگرچہ بار بار بہ اصرار مجھے منع فرماتے رہے مگر میں پاؤں دبانے کو سعادت سمجھ کر خدمت میں لگا رہا، حضرت کے پاؤں ہاتھوں اور انگلیوں کی لطافت و نزاکت کا وہی عالم تھا جو حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ہوا کرتا تھا...... ع گویا پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے ......لوگوں کا رجوع، ہجوم، محبت، والہیّت اور وارفتگی کا بھی وہی منظر تھا جو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا احقر نے آخرِ عمر میں دیکھا تھا، بڑھاپے، علالت اور عوارض کے باوصف، چہرے کی رونق، حسن و جمال کا منظر اور گفتگو کے لب ولہجہ کا بانکپن بھی وہی تھا جو جوانی میں ہوا کرتا تھا۔ میں محوِ دید تھا، محوِ سماع بھی اور محوِ حیرت بھی، اس عالمِ حیرت میں شبلی نعمانیؒ کے اشعار گنگنانے لگا............

اسلاف کے وہ اثر ہیں اب بھی — اس راکھ میں کچھ شرر ہیں اب بھی
اس حال میں بھی روشن وہی ہے — دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے
اس جام میں ہے شراب باقی — اب تک ہے گہر میں آب باقی
گو خوار ہیں طرز و خُو وہی ہے — مرجھا گئے پھول، بو وہی ہے

تسامح وانتباہ، تربیت کا انوکھا انداز

اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے اخذ و استفادہ اور خدمت ومحبت کا بہت ہی قریبی تعلق رہا اور ۱۹۸۲ء میں جب دارالعلوم حقانیہ میں تقرری ہوئی پھر تو میرے تمام درسی و تدریسی اُمور، معاملات، خدمات، قلمی کاوشیں ان ہی کی رہنمائی، سرپرستی، مشاورت اور بھرپور نگرانی میں انجام دی جاتی رہیں، مولانا کے مزاج میں جمال کے ساتھ ساتھ جلال کا پہلو بھی چلتا رہا، ناموافق اور ناگوار اُمور میں بعض اوقات جلالی کیفیات غالب ہوجایا کرتی تھیں، عموماً اس کا اظہار بھی وہاں ہوتا تھا جہاں شدید ضرورت پڑتی تھی مگر جلال میں بھی جمال ان کے

کنٹرول میں ہوتا تھا، ابھی غضب، ابھی غصہ، ابھی طیش، اور اسی لمحہ اسی مغضوب کے ساتھ محبت، پیار اور بے تکلفیاں، مگر مجھے حضرت کے ساتھ طویل ملازمت، صحبت، خدمت، رفاقت میں کبھی بھی نگاہِ غضب تو بڑی بات ہے ''ترچھی آنکھ'' سے دیکھنے، تیور چڑھائے بات کرنے، منہ پھیرے ناراضگی کا اظہار کرنے یا کسی بھی بڑی سے بڑی غلطی اور کوتاہی پر کرخت لہجے اور بے رُخی گفتگو کا سامنا نہیں کرنا پڑا، یہ اُن کا بڑا پن تھا، وسعت ظرف، کمالِ شفقت اور عمدہ ترین تربیت کی محبت بھری ادائیں ہیں جو ہمیشہ یاد رہتی ہیں۔

ہاں! ایک مرتبہ مجھے ڈانٹا بھی گیا اور زبردست سرزنش بھی ہوئی، ہوا یوں کہ جب ''الحق'' چھپ کر آیا تو انتخابِ مضامین سے لے کر پروف ریڈنگ تک میں زبردست تساہل ہوا تھا جہاں سے بھی پڑھا جاتا اور جس صفحے پر بھی نظر پڑتی، مرتب کی غفلت، تساہل اور لاپرواہی کی غمازی ہوتی تھی، حضرت شہیدؒ کی شدید مصروفیت کی وجہ سے ''الحق'' کا تمام تر کام میرے ذمہ تھا، اگر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جگہ میں ہوتا تو خدا جانے ''مرتب'' کا کیا حشر کرتا مگر قربان جاؤں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی اداؤں پر، انہوں نے نہ تو مجھے اپنے ہاں بلایا اور نہ خود باز پرس کی، نہ ڈانٹا اور نہ کنایہ وطنز میں مجھے میری غیر ذمہ دارانہ حرکت پر کوسا، مجھے اپنی غلطیوں کا اندازہ نہیں تھا اور نہ مجھے اس سلسلہ میں پہلے سے کوئی آگاہی ہوئی تھی اور نہ میں نے خود اپنی غلطیاں محسوس کی تھیں۔

احقر ''الحق'' کے دفتر میں داخل ہوا، سلام کیا تو مولانا سمیع الحقؒ نے معمول کے مطابق بڑی خندہ روئی سے جواب دیا۔ چند لمحے بعد مولانا کے داماد اور ''الحق'' کے انچارج شفیق الدین فاروقیؒ نے مجھے اشارہ سے اپنے قریب بلایا میں ان کے میز کے قریب پہنچا تو وہ احتراماً کھڑے ہوگئے اور پوچھا: ''نیا الحق دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: ابھی دیکھ رہا ہوں''۔

فرمایا: اب کے بار بڑا عجیب کام ہوا ہے، ''الحق'' کے ہر صفحے میں کتابت کی غلطیوں کی بھرمار ہے، ادب واحترام اور شرم وحیاء سے وہ اپنی نگاہیں جھکائے ہوئے تھے، وہ نہ کہتے ہوئے بھی سب کچھ کہے جارہے تھے ہر مضمون کا کمزور معیار اور پروف کے ہر ہر صفحے کی غلطیوں کی نشاندہی کر رہے تھے، ان سے قدرے فاصلہ پر قریب میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ تشریف فرما تھے، میں سمجھ گیا مجھے جو کچھ کہا جارہا ہے وہ اُدھر اُن کو سنوایا جارہا ہے گویا وہ از خود نہیں کہہ رہے بلکہ کہلوایا جارہا ہے۔

مولانا شہیدؒ اضیاف کے ساتھ محوِ گفتگو بھی تھے، مہمانوں میں گھرے ہوئے تھے مگر کان اِدھر تھے جو کچھ اور جس انداز سے کہا جارہا تھا اُدھر وہ سب کچھ سنا جارہا تھا، شفیق بھائی نے دس پندرہ منٹ

لئے، میں پانی پانی ہوگیا، دل میں خیال آتا تھا ابھی مولانا نے تبصرہ کر دیا تو کیا بنے گا؟ مگر ان کے صبر وحوصلہ پر قربان، انہوں نے سب کوتاہیوں سے آنکھیں بند کرلیں، سنی اَن سنی کر دی، اشارۃً کنایۃً کسی بھی موقع پر کوئی تعریض نہیں کی مگر تربیت، تنبیہ اور سرزنش کا یہ انداز صرف ان کے ہاں دیکھا وہ اپنی اس صفتِ خاص میں ممتاز تھے جو قدرت نے انہیں ودیعت کر رکھی تھی۔

تربیت بھی اور تشجیع بھی

۱۹۸۵ء کے الیکشن میں شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ قومی اسمبلی کے اُمیدوار کی حیثیت سے نامزد ہوئے، الیکشن مہم شروع ہوگئی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ، خدام اور متعلقین کی جماعتیں کمپئین کے لئے تشکیل ہوئیں۔ مجھے استاذِ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے ساتھ لے لیا۔ جہانگیرہ میں جلسہ تھا جہانگیرہ کے علماء، عمائدین اور معززین مدعو تھے، رسمی کاروائی کے بعد شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کے اشارہ پر مجھے تقریر کے لئے بلایا گیا۔ احقر نے کوئی آدھ گھنٹہ بیان کیا، میرے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا خطاب تھا، انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز اِن الفاظ میں کیا:

> ''آپ حضرات نے مولانا عبد القیوم حقانی کا مفصل اور مدلل بیان سنا، مولانا حقانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلمیذ خاص اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور مدرس ہیں، مولانا حقانی کی طرح حضرت کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک اور بیرونِ ملک، دین اسلام کی خدمت اور علومِ نبوت کے فروغ میں مصروفِ کار ہیں''۔

بظاہر اگرچہ یہ چند جملے ہیں مگر میرے لئے کام' مشن اور اہداف کے حوالے سے بھرپور کام کی انگیخت کا ایک مؤثر وسیلہ بن گئے، میں نے چند جملے کیا سنے کہ اس کے بعد اپنے موضوع پر دلائل' خطاب کو مؤثر بنانے کے لئے مواد اور الفاظ و اشعار کے انتخاب میں شوق بڑھ گیا، اگلی تقریر اس سے بہتر ہوئی، پھر ہر تقریر پہلی تقریر سے بہتر بنتی رہی، میری تقریری صلاحیتیں متحرک ہوگئیں ۸۵ء کا الیکشن ختم ہوا تو میرا ایک اچھے خطیب کی حیثیت سے تعارف ہوگیا۔

کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں کہاں تلاش کریں
جس آدمی میں ہو ایثار آدمی کے لئے
یہاں تو پہلے ہی قحط الرجال تھا لوگو!
اُصول پوچھئے اب کس سے زندگی کے لئے

مولانا محمد کفیل شاہ بخاری

رہنما مجلس احرارالاسلام پاکستان

عظیم والد کی عظیم نشانی، علمی وسیاسی جانشین

مولانا کفیل شاہ بخاری صاحب، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خاندان کے ایک فعال وسرگرم عمل نوجوان مولانا سید ذوالکفل بخاری مرحوم کے بھائی ہیں اور ماہنامہ ''الاحرار'' اور ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کے ذریعہ قادیانیت کے تعاقب میں خاندانی مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگوں کی طرح انہیں جرات رندانہ سے نوازا ہے، ہر حساس مسئلہ پر آپ قلمی اور عملی طور پر متحرک رہتے ہیں۔حضرت مولانا شہیدؒ اور خاندان حقانی کے ساتھ شفقت ومحبت کا تعلق قائم رکھا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اس عظیم علمی وروحانی سیاسی خانوادے کی حفاظت فرمائے اور اس چشمہء حریت کو تاابد جاری رکھے۔(مدیر)

عظیم دینی ادارہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے عظیم والد محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کی عظیم نشانی اوران کے علمی وسیاسی جانشین تھے، مولانا کی شخصیت سے تعارف بچپن میں ان کے جریدے ماہنامہ ''الحق'' کے ذریعے ہوا، ان کی علمی تحریروں نے جہاں اہلِ علم کو متاثر کیا وہاں ہم جیسے طالب علم بھی متاثر اوران کے گرویدہ ہوئے، مولانا سے کئی مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا، سیاسی اجتماعات میں بھی اور دارالعلوم حقانیہ میں نجی مجالس میں بھی، وہ انتہائی خلیق اور ملنسار انسان تھے۔

آخری ملاقات

انہوں نے جامعہ حقانیہ میں آخری ملاقات میں فرمایا کہ میں تو درس وتدریس اور قرطاس وقلم کا آدمی تھا، دوست مجھے سیاسی میدان میں گھسیٹ لائے، سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے میرے کئی علمی

کام معلق ہوکر رہ گئے ہیں، میری خواہش ہے کہ سیاست سے جان چھڑا کر انہیں مکمل کروں، ''الحق'' کے اداریے، ''مکاتیب مشاہیر''، ''خطبات مشاہیر'' ان کا عظیم علمی ورثہ ہے، جن سے نژادِنو استفادہ کرتی رہے گی اور اپنے فکری راستوں کو اجالتی رہے گی۔

تفسیری افادات

آخری دنوں میں وہ شیخ التفسیر امام احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات مرتب فرما رہے تھے، جو تقریباً تکمیل کے مراحل میں تھے، امید ہے کہ آپکے جانشین مولانا راشد الحق سمیع ''موتمر المصنفین'' کی ٹیم کے ساتھ اسے جلد مکمل کروا کے مولانا شہیدؒ کی روح کو تسکین پہنچائیں گے۔

مولانا شہید کی شفقتیں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ سے بہت گہرا تعلق تھا، وہ جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسے میں تشریف لے جایا کرتے، جامعہ میں امیر شریعت کی ایک تقریر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے وہ تقریر مجھ سے منگوائی اور پھر اپنی کتاب ''خطبات مشاہیر'' میں شامل کی۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ جامعہ حقانیہ میں حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں سند حدیث اور اجازت حدیث عطا فرمائی۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کی محبت کو زندہ رکھا، وہ ابنائے امیر شریعت اور مجھ عاجز کو بھی اسی شفقت سے سرفراز فرماتے۔

مثالی صبر وحوصلہ

آخری ملاقات میں نماز ظہر جامعہ حقانیہ کی مسجد میں ان کے ساتھ ادا کی اور پھر وہ مجھے الوداع کرنے سواری تک آئے، یہاں تک کہ کار کا دروازہ خود کھولا، راقم تعزیت کے لیے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا تو حضرت مولانا شہیدؒ کے فرزندان مولانا حامد الحق، مولانا راشد الحق، آپ کے بھائی شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق آپ کے بھتیجوں، خاندان کے دیگر افراد، رفقاء واحباب اور طلباء کے مثالی صبر وحوصلہ کو دیکھ کر مجھے بھی حوصلہ ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور صبر پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین) اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قتل کا سراغ لگائے اور قاتلوں کو گرفتار کر کے عبرتناک سزا دے۔

مولانا محمد ازہر
مدیر ماہنامہ 'الخیر' ملتان

صبر و تحمل اور قوت برداشت کا مظہر

مولانا محمد ازہر صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل و استاذِ حدیث، ماہنامہ ''الخیر'' کے مدیر شہیر، ملکی اور قومی و ملی معاملات میں بڑے بیدار مغز، قادیانیت سمیت فرقِ باطلہ کے تعاقب میں تیغِ بے نیام، حکومت کے غیر شرعی اقدامات پر اِنتباہ و نکیر میں جری، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے محبت بھی ہے اور تعلقِ خاطر بھی، ماہنامہ ''الخیر'' کے ادارتی کالم میں جو لکھا برحق لکھا، ان کا تبصرہ و تجزیہ صرف ایک حقیقت پر مبنی تحریر ہی نہیں بلکہ ایک صداقت کا اظہار ہے جو حضرت شہیدؒ کی نسبی و روحانی اولاد اور تمام حقانیین کیلئے باعث صد افتخار ہے۔ مولانا محمد ازہر صاحب کی بے پناہ صلاحیتوں، متعدد اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کے حضرت مولانا شہیدؒ بھی بڑے قائل تھے اکثر زبان پہ آپ کی تحریرات اور مضامین کی تعریف جاری رہتی۔ (ادارہ)

ایشیاء کی عظیم یونیورسٹی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم، میدانِ جنگ کے سپہ سالار، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مدرس اور اُردو ادب کے مایۂ ناز صاحبِ طرز ادیب حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمہ جہت صفات و کمالات کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت ایک مدبر، سیاستدان، قابل ترین مدرس و شیخ الحدیث، بیدار مغز منتظم، بہادر جرنیل اور عربی، فارسی اور اُردو کے صاحب طرز انشاء پرداز تھے، مولاناؒ کے رواں دواں قلم نے دینی موضوعات کو عصر حاضر کی زبان میں اس سلاست و روانی سے تحریر کیا کہ پاک و ہند کے علمی و تحقیقی ہی نہیں ادبی و تخلیقی حلقوں میں بھی ان کا طوطی بولتا تھا۔

سیاسی حوالوں سے مولانا جداگانہ فکر و شناخت رکھتے تھے مگر انہوں نے کبھی اپنی سوچ دوسروں پر مسلط نہیں کی تھی۔ عموماً اِداروں کے منتظمین اس وقت تحمل و برداشت سے کام نہیں لیتے جب کوئی مدرس اُن کے اندازِ فکر یا سیاسی نظریات سے اختلافِ رائے کا اظہار کرے مگر مولانا شہیدؒ میں تحمل و برداشت کا یہ حیرت انگیز وصف تھا کہ انہوں نے سیاسی اِختلاف کے سبب کبھی کسی مدرس، ملازم یا

اپنے ماتحت کو جامعہ بدر نہیں کیا۔ سیاسی اختلاف کے باوجود حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب زیدمجدہم کے ساتھ محبت ورفاقت کا تعلق عمر بھر رہا۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے سیاسی نظریہ کے حامی مدرسین اب بھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں بلاشبہ اس حوصلہ اوراعلیٰ ظرفی کا کریڈٹ مولانا شہیدؒ کو جاتا ہے۔

مولاناؒ کو اُن کے گھر میں جس بیدردی سے شہید کیا گیا اُسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا وہ کم وبیش ساٹھ سال تک دینی خدمات انجام دیتے ہوئے خونِ شہادت سے سرخ پوشاک لے کر اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ......

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہوکر
وہ پہنچے بارگاہِ حق میں، کتنے سرخرو ہو کر

حضرت مولاناؒ کے دردناک سانحۂ شہادت پر قدرے تفصیل سے لکھنے کا ارادہ تھا مگر ماہنامہ ''الخیر'' کی طباعت آخری مراحل میں تھی اسی دوران میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زیدمجدہم نے ''مولانا سمیع الحقؒ ایک عہد ساز شخصیت'' کے عنوان سے ایک جامع مضمون تحریرفرمایا، اس مختصر مضمون میں مولانا شہیدؒ کے کمالات اور دینی علمی، تدریسی، جہادی، سیاسی اور ملی خدمات کا احاطہ اس جامعیت سے کیا گیا ہے کہ سرِ دست کسی مفصل مضمون کی بجائے اسی مضمون کو کلمۃ الخیر کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کو درجاتِ عالیہ اور اپنا قربِ خاص نصیب فرمائے۔(آمین)

وہ کسی کی انجمن ہو وہ کسی کی بادشاہی
یہی بانکپن رہے گا یہی اپنی کجکلاہی
جو تمہارے عہد میں ہے کسی دور میں نہیں تھی
یہ خرد کی تیز دستی یہ جنوں کی بے پناہی
میرے حق میں دوستوں کا یہی فیصلہ ہے عاجزؔ
کہ گناہ سے ہے بڑھ کر تیرا جرم بے گناہی

مولانا انیس الرحمٰن ندوی
فرقانیہ اکیڈمی، تعمیر فکر، بنگلور (انڈیا)

عمل پیہم کا ایک نادر نمونہ

مولانا ڈاکٹر انیس الرحمٰن ندوی صاحب ہندوستان بنگلور کے مشہور عالم دین ومحقق اور ماہنامہ ''الحق'' کے خصوصی واہم ترین مضمون نگار حضرت علامہ شہاب الدین ندوی صاحبؒ کے قابل فخر فرزند ارجمند ہیں، آپ ایک جید عالم دین، مصنف، ومحقق ہیں، ماہنامہ ''تعمیر فکر'' (اردو انگریزی) کے مدیر اعلیٰ، فرقانیہ اکیڈمی کے روح رواں ہیں سینکڑوں اہم موضوعات ومباحث پر ان کی کتابیں، مقالات ومضامین شائع ہو چکے ہیں......(ادارہ)

---

۲ نومبر ۲۰۱۸ء کی شب پاکستان سے یہ اندوہناک خبر موصول ہوئی کہ عالم ربانی، محدث جلیل اور بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین حضرت مولانا سمیع الحق حقانیؒ کو بعض نامعلوم حملہ آوروں نے شہید کر دیا إنا للہ وإنا إلیه راجعون مولانا مرحوم نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف کی ہوئی تھی جو یقیں محکم اور عمل پیہم سے عبارت تھی، آپ کی شہادت دنیا کے اس حصہ میں احیاء واقامتِ دین کے ایک دور کا خاتمہ ہے، شہادت کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۸۲ سال تھی، اس پیرانہ سالی میں آپ کو جام شہادت نصیب ہونا آپ کے کام اور مشن کے عند اللہ مقبول ہونے کی ایک علامت بھی ہے، آپ کی دینی وملی خدمات کا دائرہ ہمہ گیر تھا اور آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، آپ بیک وقت ایک کامیاب استاذ، مربی، محدث، مصنف، محقق اور ممبر پارلیمان تھے، دنیا آپ کو ''فادر آف افغان جہاد'' کے نام سے بھی یاد کرتی ہے کیونکہ سرکردہ افغان مجاہدین کی جماعت آپ کے مدرسہ دار العلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل تھی۔

فراغت کے بعد آپ دار العلوم حقانیہ ہی میں درس وتدریس کی خدمات پر مامور ہو گئے۔ علم حدیث آپ کا خاص موضوع تھا، اس کی درس وتدریس میں آپ نے جدت وندرت پیدا کی، آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد شیخ الحدیث اور دار العلوم حقانیہ کے اہتمام کے مراتب پر فائز ہوئے، اسے نیک نامی اور شہرت کی اونچی بلندیوں تک پہنچایا اور آخری دم تک یہ خدمات انجام دیتے

رہے اور جانشینی کا حق ادا کرتے رہے۔ دینی و تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے سیاسی وسماجی میدانوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۹۸۳-۱۹۸۵ کے درمیان آپ مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے، اس کے بعد ۱۹۸۵، ۱۹۹۱ اور ۲۰۰۳ میں کل تین مرتبہ آپ پاکستانی پارلیمنٹ کے ایوان بالا (سینٹ) کے رکن منتخب ہوئے، جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان میں شرعی اصلاحات کی دفعات کی تدوین میں آپ پیش پیش رہے اور پھر رد قادیانیت اور ختم نبوت کی تحریکات میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، دینی، تعلیمی، وسیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ اعلیٰ درجہ کا علمی و تحقیقی ذوق رکھتے تھے، لہٰذا اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے لئے آپ نے ایک طرف ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء کیا جس کا شمار صف اول کے علمی مجلّات میں ہوتا ہے تو دوسری طرف تصنیف وتالیف کے لئے ''مؤتمر المصنفین'' نام سے ایک الگ ادارہ قائم کیا، جہاں سے اب تک کئی قیمتی کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن میں ''فتاویٰ حقانیہ''، ''خطباتِ مشاہیر'' اور ''مکتوبات مشاہیر'' قابل ذکر ہیں۔

والد ماجد حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندویؒ کے مولانا مرحوم، آپ کے والد محدث جلیل حضرت مولانا عبد الحقؒ اور آپ کے خانوادے سے خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت والد ماجدؒ کے تحقیقی مضامین ومقالات کی مولاناؒ کافی پذیرائی فرماتے اور پاکستان میں آپ کے مضامین ومقالات کی سب سے زیادہ اشاعت کا سہرا آپ کے مجلّہ ''الحق'' کے سر ہے۔ راقم الحروف کے ساتھ بھی حضرتؒ کا شفقت اور لطف وکرم کا معاملہ رہا۔ آپؒ نے راقم کے بھی معتد بہ مضامین ماہنامہ ''الحق'' میں شائع فرماتے ہوئے راقم کی ہمت افزائی کی۔

آٹھ دہائیوں پر مشتمل دینی، ملی، سماجی، سیاسی، علمی وتحقیقی خدمات سے پُر زندگی گزار کر آپ اپنے رب کے حضور پہنچ چکے ہیں، آپ کی ساری زندگی عمل پیہم کا ایک شاندار نمونہ رہی، آپ کی حیات وخدمات پر یہ چند سطور بالکل ناکافی ہیں۔ ان کو مکمل طور پر قلم بند کرنے کے لئے یقیناً کئی کتابیں درکار ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی شہادت سے پیدا ہوئے فجوہ کو پُر فرمائے؛ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے؛ آپ کے قائم کردہ اداروں کے فیض سے بندگان خدا فیضیاب ہوں اور وہ اپنے بانی مولانا عبد الحقؒ کے حق میں تا قیامت صدقہ ء جاریہ بنیں۔

رحمه الله رحمة واسعة، وأدخله فی فسیح جناته

مولانا ڈاکٹر محمد اَسعد تھانوی
مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر

عظیم مجاہد عظیم رہبر

مولانا ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی صاحب، مولانا محمد احمد تھانویؒ سکھر کے فرزند اکبر حضرت تھانویؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور مدرسہ اشرفیہ سکھر اور ماہنامہ ''الاشرف'' کراچی کے مدیر، جمعیۃ علماء اسلام (س) سندھ کے امیر اور حضرت شہیدؒ کے انتہائی قریبی باوفا اور مخلص دوستوں میں سے ہیں، آپ مجلس ائمہ مساجد کے صدر اور پاکستان کے ممتاز مذہبی سکالر، صاحب اسلوب مصنف ہیں، جامعہ کراچی سے مولانا قاسم نانوتویؒ کی دینی علمی خدمات پر مقالہ لکھ کر انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی......(ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مرحوم کے اچانک شہید ہونے کی اطلاع ملی تو میں اپنے بیٹے حافظ احمد مجتبیٰ تھانوی کے ساتھ پشاور اور پھر وہاں سے گاڑی کے ذریعے اکوڑہ خٹک، نماز جنازہ میں شرکت کے لیے نکلا تو پشاور سے اکوڑہ خٹک تک مختلف لوگ موٹر سائیکل، کار اور ویگنوں وغیرہ میں کثیر تعداد میں نماز جنازہ کے لیے جا رہے تھے ۔میری کچھ طبیعت خراب تھی تو میں نماز جنازہ میں شرکت اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بھائی حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور دیگر لوگوں سے تعزیت کر کے پشاور واپس آیا اور پھر ایک روز کے بعد کراچی پہنچ گیا تو کئی لوگوں نے مجھ سے ٹیلی فون پر تعزیت کی اور جامعہ بنوریہ کراچی کے مہتمم مرحوم مفتی محمد نعیمؒ نے کلمات تعزیت کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ اُن کی ملاقات مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) میں شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے ہوئی تو شہید نے اُن سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں تمنا رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت عطا فرمائے ۔شاید اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے سامنے کی گئی اس تمنا اور دُعا کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو شہادت کی موت عطا فرمائی (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

شاید ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء میں، مولانا غلام محمد مرحوم، مولانا حمد اللہ مرحوم ٹھیڑی والے اور مولانا نور محمد صاحب مرحوم سجاول والے کے ہمراہ وفاق المدارس پاکستان کی مجلس عاملہ کا ممبر منتخب ہوا تو شاید اُسی سال یا اگلے سال وفاق المدارس کا سالانہ اجلاس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں منعقد ہوا، جہاں پہلی مرتبہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے تعارف ہوا اور اُن کی سربراہی میں اجلاس کی خبریں بنا کر پریس میں بھیجنے کا موقع ملا ۔اس سے پہلے میں ماہنامہ ''الحق'' کے ذریعہ اُن سے متعارف تھا ۔اس

پہلی ملاقات میں انہوں نے جو اپنائیت کا ثبوت دیا اور اجلاس میں دوپہر کے کھانے کا وقفہ ہوا تو مجھے اپنے ساتھ اپنے مرحوم والد حضرت مولانا عبدالحقؒ کے گھر پر لے گئے اور دوپہر کا کھانا اُن کے گھر پر اُن کے ساتھ کھایا۔ میں اپنے ساتھ اُن کا یہ برتاؤ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا، پہلی دفعہ ملنے پر اتنی اپنائیت کا اظہار کرتے میں نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ اُن کی شخصیت کی دوسری اہم بات اُن کی سادگی تھی ،اُن کا لباس اور اُن کا میل جول اتنا سادہ تھا کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ اتنے بڑے ادارے کے نائب مہتمم اور استاذ الحدیث ہیں،اتفاقاً میرا اور اُن کا ساتھ شہید جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی مجلس شوریٰ (فیڈرل کونسل) میں ہوا جہاں اُن سے تعلق میں مزید اضافہ ہوا اور حدود وقصاص سمیت دیگر دینی معاملات میں اُن کے اور قاضی عبداللطیف صاحب مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا،نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے دوران شریعت بل کے سلسلے میں اُن سے دو ملاقاتیں ہوئیں اور اُن کے وزراء اور اُس وقت کے سیکرٹری قانون (جو بعد میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بنے) کے ساتھ مختلف اجلاسوں میں شرکت کرنے کا بھی موقع ملا۔ جب سینیٹ آف پاکستان میں شہید مولانا سمیع الحقؒ اور قاضی عبداللطیف مرحوم نے ''شریعت بل'' پیش کیا اور پورے ملک میں اُس کی گونج ہوئی تو کراچی میں جمعیت الفلاح میں بھی اس سلسلے میں ایک بڑا اجتماع رکھا گیا، اس میں شرکت کیلئے جب مولانا سمیع الحق شہیدؒ کراچی تشریف لائے اور میں اُن کو ایئرپورٹ لینے گیا تو پُرانے جوتے پہنے ہوئے تھے جس کی دونوں ایڑیاں بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے اُن کی خدمت میں گذارش کی کہ اتنی سادگی بھی اچھی نہیں ہے، وہاں شہر کے اہم لوگ آئیں گے آپ کو جوتا موزہ صحیح پہن لینا چاہیے اس پر وہ ہنس پڑے ۔اس طرح شہید مولانا سمیع الحقؒ سے ایک برادرانہ تعلق پیدا ہوا اور اُن کی میرے لیے حیثیت ایک بڑے بھائی والی ہوگئی، جب وہ کراچی تشریف لاتے تو میں گاڑی لے جا کر اُن کے ڈرائیور کے فرائض انجام دیتا اور ۱۹۹۰ء میں اُنکے اصرار پر میں نے جمعیت علماء اسلام (سمیع الحق گروپ) کے سندھ کے امیر اور بعدہٗ اُنکے نائب کے طور پر بحیثیت ڈپٹی سیکریٹری جنرل بھی فرائض انجام دیئے،کراچی تشریف آوری کے موقع پر وہ ہمارے گھر کو بھی زینت بخشتے اور اُن کے ساتھ میرا وقت پورا دن گزرتا۔

شہید بے نظیر بھٹو کی پہلی وزارت عظمیٰ میں جب اُن کے خلاف No Confidence Motion پیش کیا جانا تھا تو سندھ میں M.Q.M کے ووٹ حاصل کرنے کیلئے میاں نواز شریف کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں تو قومی اسمبلی میں اُن کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے شہید مولانا سمیع الحقؒ کراچی تشریف لائے ، اُس زمانے میں کراچی میں رات کو کرفیو لگ جاتا تھا اور تین دن، تین رات مسلسل انہوں نے M.Q.M کے M.P.A ہاسٹل میں قیام کیا اور پورے دن ناشتہ کرنے سے لیکر شام تک M.Q.M کے قائد الطاف حسین سے گفت وشنید جاری رہتی اور آخر اُن کی شرائط اس وقت کے صدر غلام اسحاق خان مرحوم سے طے کرا کر ان

کے ووٹ حاصل کرنے کے وعدے میں کامیاب ہوئے، یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ No Confidence Motion، M.Q.M کے ووٹ حاصل کرنے کے باوجود کامیاب نہ ہوسکا۔ ۱۹۹۰ء میں میں اہل خانہ کیساتھ مری جانے کیلئے ایم این اے ہاسٹل میں ٹھہرا ہوا تھا جہاں ایک کمرے میں قاضی عبداللطیف صاحبؒ بھی قیام پذیر تھے اور پورا دن شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے ساتھ گذرتا تھا تو مجھے ہر دو حضرات نے مری جانے سے روکا اور کہا دو تین دن رکو ایک اہم خبر ملنے والی ہے، چنانچہ ایک دو روز کے اندر محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف کرنے کا اعلان مرحوم غلام اسحاق خان نے کیا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید ہر دو حضرات کو انہوں نے پہلے سے اس بات کی اطلاع دے دی تھی، شہید مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے ساتھ تقریباً ۳۵ سال ساتھ رہا اس دوران مختلف معاملات رسفروں میں اُن کے ساتھ معیت رہی۔ ایک دو حج بھی ہم لوگوں نے ساتھ کیے اور افغانستان کے امیر المؤمنین ملا محمد عمرؒ اور اُن کی کابینہ کے ساتھ بھی ملاقات کی اور قندہار اور ہرات (افغانستان) کا سفر بھی ساتھ ہوا۔ شہید مولانا سمیع الحقؒ بیک وقت ایک نڈر مجاہد بلکہ مجاہدین کے سپہ سالار، عظیم سیاستدان، عظیم محدث اور عظیم رہبر تھے، وہ اپنے مرحوم عظیم والد صاحب کی قومی اسمبلی کی ممبری کے دوران، مجلس شوریٰ کی ممبری کے دوران، اٹھارہ سال سینیٹ آف پاکستان کی ممبری کے دوران ان مصروفیات کے علاوہ حدیث کا درس بھی دیتے، سیاست (سینیٹ آف پاکستان) میں ان کا بڑا کارنامہ ''شریعت بل'' پاس کرانا ہے۔ میں ایک سفر کے دوران اکوڑہ خٹک میں شہید مولانا سمیع الحقؒ کے مکان پر اُن کا مہمان تھا اس وقت تک دارالحدیث کی نئی عمارت نہیں بنی تھی، میں اُن کیساتھ نکل کر دارالعلوم میں آیا میں نے دیکھا کہ پوری مسجد طالب علموں سے بھری ہوئی ہے جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں وہاں سے آگے مسجد میں بالکل جگہ نہیں تھی، میں نے شہید مولانا سمیع الحقؒ سے پوچھا اس وقت یہاں کیا ہو رہا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حدیث کا سبق ہو رہا ہے کیونکہ طلباء زیادہ ہیں درسگاہیں چھوٹی ہیں تو دورہ حدیث کا سبق جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ شاید صرف دورہ حدیث میں طلباء کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھی، یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے کہ باطل قوتیں، اسلام دشمن قوتیں، یورپ اور امریکا وغیرہ دینی مدارس اور علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے درپے ہیں اور یہاں طلباء کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ درسگاہیں چھوٹی پڑ گئیں، اللہ نے دارالعلوم حقانیہ میں نیا بڑا دارالحدیث بنوادیا جس میں اب بہت بڑی تعداد طلباء کی وسعت کے ساتھ درس حدیث حاصل کرتی ہے، مجھے توقع وامید ہے اور اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ ہمارے اس علوم دینیہ رنبویہ کے مرکز حقانیہ کو اسی طرح لہلہاتا ہوا رکھے، دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور شہید مولانا سمیع الحقؒ کے بھائی مولانا انوارالحق اور صاحبزادوں مولانا حامد الحق، مولانا راشد الحق اور شہید کے دیگر صاحبزادوں کو ادارہ کی مزید خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مولانا ابتسام الٰہی ظہیر
رہنما جماعت اہل حدیث پاکستان

مولانا سمیع الحقؒ حق گوئی اور بیباکی کے پیکر

- ...... ملک میں اسلامی اقدار کو فروغ دینا چاہتے تھے
- ...... سیاسی اعتبار سے بھی اسلام کی سربلندی کے خواہاں تھے۔
- ...... پوری زندگی میں اسلام آئین اور ریاست کیساتھ والہانہ وابستگی کا اظہار
- ...... روایتی دنیاداروں کی سیاست کی بجائے ہمیشہ نظریہ کو فوقیت دیتے
- ...... اقتدار کی سیاست کے بجائے نظریاتی سیاست کا خوگر پایا

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب علامہ احسان الٰہی ظہیر مرحوم کے ہونہار قابل فرزند ہیں، اہل حدیث مکتب فکر کے شعلہ بیان خطیب، کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف اور ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' کے مدیر ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا میں دینی حلقوں کی آواز نہ ہونے کے برابر ہے لیکن ماشاء اللہ علامہ صاحب نے یہ اہم محاذ سنبھالا ہوا ہے اور بڑے موثر انداز میں دینی حلقوں اور اسلامی احکام و مسائل کے تحفظ و ترجمانی میں بھرپور جراتمندانہ نمائندگی کرتے ہیں۔ حضرت مولانا شہیدؒ کے ساتھ آپ اپنی جماعت کے پلیٹ فارم سے ''دفاع پاکستان کونسل'' میں ہر حساس موضوع اور موقع پر پیش پیش رہے، حضرت مولانا شہیدؒ انہیں بھتیجوں کی طرح پیار وشفقت سے نوازتے تھے، حضرت علامہ صاحب بھی ہمیشہ اور ملکی و بین الاقوامی امور میں صلاح و مشورے کے لئے اکوڑہ تشریف لایا کرتے تھے۔ (ادارہ)

---

۲ رنومبر ۲۰۱۸ء کا دن اپنے جلوہ میں ایک بہت ہی افسوسناک خبر کو لیے ہوئے آیا کہ ملک کے بااثر اور نمایاں مذہبی رہنما دفاع پاکستان کونسل اور جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کو قاتلانہ حملہ کر کے شہید کر دیا گیا۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اس اعتبار سے بڑی شاندار زندگی گزاری کہ

آپ پوری زندگی دینی تحریکوں سے وابستہ رہے۔ آپ نے جامعہ حقانیہ میں طویل عرصے تک حدیث کی تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ہر سال آپ سے طالب علموں کی ایک بڑی تعداد دینی علم حاصل کرتی رہی۔ جامعہ حقانیہ کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد میں ہزاروں افراد شرکت کرتے اور مولانا کی تقریر سے استفادہ کرتے۔مولانا سمیع الحقؒ ملکی معاملات کو دین سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ہمہ وقت متحرک بے تاب اور بے قرار رہے۔

مجھے مولانا سمیع الحق کو بہت قریب سے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے ساتھ دوستانہ اور گرمجوش تعلقات کے سبب مولانا سمیع الحقؒ میرے ساتھ ہمیشہ شفقت والا برتاؤ کرتے رہے ۔لاہور میں کئی مرتبہ وہ میرے زیرنگرانی چلنے والے مرکز قرآن وسنہ میں بھی تشریف لائے اور مجھے بھی کئی مرتبہ ان کے پاس اکوڑہ خٹک جانے کا موقع ملا۔ مولاناؒ انتہائی ملنسار،متواضع،مہمان نواز، خوش اخلاق اور دورنگی سے پاک انسان تھے جو بات آپ کے دل میں ہوتی اسی کو زبان سے بھی ادا کردیا کرتے تھے۔اس حوالے سے آپ کو نہ تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا ہوتی اور نہ ہی آپ کسی خوشامد کرنے والے کی خوشامد سے متاثر ہوتے۔

مولانا سمیع الحقؒ اسلامی جمہوری اتحاد کے بھی فعال رہنما تھے اور آپ نے اس پلیٹ فارم سے پیپلز پارٹی کا سیاسی زورتوڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔آپ ایک طویل عرصے تک سینٹ میں بھی جمعیت علمائے اسلام اور دینی جماعتوں کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مولاناؒ کی زندگی پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو اس بات کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولاناؒ ملک میں اسلامی اقدارکوفروغ دینا چاہتے تھے اور سیاسی اعتبار سے بھی اسلام کی سربلندی کے خواہاں تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اپنی پوری زندگی میں اسلام، آئین اور ریاست کے ساتھ والہانہ وابستگی کا اظہار کیا اور وہ اس حوالے سے کسی بھی قسم کے سمجھوتے پر آمادہ وتیار نہ ہوئے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی سیاست روایتی دنیا داروں کی سیاست نہ تھی بلکہ آپ ہمیشہ نظریے کو فوقیت دیتے رہے، آپ نے طویل عرصے تک دفاع پاکستان کونسل کی بھی قیادت کی اور اس پلیٹ فارم کے ذریعے پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ نہایت احسن طریقے سے انجام دیا،کشمیریوں پر ہونے والے مظالم آبی جارحیت اور انڈیا کی پاکستان کے خلاف سازشوں کے خلاف ساری زندگی سینہ سپر رہے۔

مولانا سمیع الحقؒ نے نیٹو سپلائی کی بندش کے لیے بھی ملک کے طول وعرض میں بہت بڑے بڑے پروگراموں کا انعقاد کیا، ان جلسوں میں مولانا کا کلیدی خطاب سننے سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے مینار پاکستان لاہور، جناح پارک کراچی، اسلام آباد اور دیگر بہت سے پروگراموں میں مولانا کے ہمراہ شرکت کی، مولانا کے خطاب میں دلائل کے ساتھ ساتھ جوش اور جذبے کے اثرات بھی نمایاں ہوتے تھے اور آپ اپنے خطاب میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے متون کے ساتھ ساتھ مستند ترین حوالہ جات بھی پیش کیا کرتے تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کی مدلل اور جذباتی گفتگو سے نوجوانوں میں بیداری کی ایک نئی لہر اور تحریک پیدا ہوتی تھی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں ''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم پر متحرک رہے اس کے علاوہ میں نے انہیں تین مواقع پر انتہائی سرگرم دیکھا۔

(۱) جس وقت ممتاز قادریؒ کو پھانسی دی گئی تو حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس حوالے سے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور اس پھانسی کی شدید انداز میں مذمت کی، آپ کا یہ گمان تھا کہ ممتاز قادریؒ کی پھانسی کے نتیجے میں ملک میں مذہبی اور غیر مذہبی تفریق میں اضافہ ہوگا۔

(۲) مسلم لیگ کے دور حکومت میں پنجاب اسمبلی میں پیش کیے جانے والے وومن پروٹیکشن بل کیخلاف بھی مولانا نے بھرپور انداز میں سٹینڈ لیا اور اس بل کو اسلامی اقدار کے خلاف ہونے کی وجہ سے شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔

(۳) مولاناؒ نے شق ۶۲/۶۳ کے حوالے سے مسلم لیگ کے موقف کو قطعی طور پر قبول نہ کیا اور شق ۶۲/۶۳ کی بحالی کے مطالبے پر شدت سے کاربند رہے۔ آپ ان شقوں میں تبدیلی کو پاکستان کی آئینی بنیاد سے متصادم قرار دیتے رہے۔ آپ نے اس حوالے سے اسلام آباد میں ایک آل پارٹی کانفرنس کو بھی طلب کیا جس میں مختلف دینی، مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے ہمراہ مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ اس کانفرنس کے شرکاء نے بھرپور انداز میں مولانا کے مطالبے کی حمایت کی، یوں مولانا کے مطالبے کو سیاسی اور مذہبی حلقوں میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔

مولانا نے بھرپور نظریاتی زندگی گزاری یہاں تک کہ مولانا نے اپنی زندگی کی آخری تقریر میں بھی مسئلہ حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح اجاگر کیا اور سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے پر شدید تشویش کا اظہار کیا۔مولانا سمیع الحقؒ کی نجی زندگی میں پائی جانے والی سادگی اور تواضع ہر اعتبار سے قابل تعریف تھی۔مولانا سے ایک مرتبہ میری ملاقات مکہ مکرمہ میں بھی ہوئی، میں نے مولانا کو حرم کے باہر بڑی عاجزی اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ دیکھا، اس موقع پر مولانا بڑی گرم جوشی سے پیش آئے اور آپ نے روایتی شفقت اور تبسم کا مظاہرہ کیا، مولانا نجی مجالس میں اپنی ماضی کی بہت سی یادوں کو بڑے خوشگوار انداز میں پیش بھی کیا کرتے تھے۔مولانا کے تجربات کو سن کر انسان کو اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا حقیقت میں ایک نظریاتی انسان ہیں۔ مجھے مولانا کے ہمراہ ایک سیاسی اتحاد ''متحدہ دینی محاذ'' میں بھی کام کا موقع ملا۔ ان ایام میں بھی میں نے مولانا کو اقتدار کی سیاست کے بجائے نظریاتی سیاست کا خوگر پایا۔مولانا نے اپنی پوری زندگی جس انداز میں گزاری اور جس سادگی سے اپنے معاشی معاملات کو چلاتے رہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، یقیناً آپ کی زندگی دین کے ساتھ محبت اور قربانی اور ایثار پر مبنی طرز عمل کی آئینہ دار تھی، مولانا نے خود ایک مرتبہ مجھ سے نجی مجلس میں اس بات کا اظہار بھی کیا کہ میں معاشی اور کاروباری مصروفیات میں اپنی جوانی ہی کے ایام سے سرگرم نہیں رہا اور میں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ دینی تدریسی اور تنظیمی معاملات میں ہی گزارا ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ قاضی حسین احمدؒ کے بعد ان بزرگوں میں شامل تھے جنہوں نے میرے ساتھ انتہائی شفقت والا رویہ اپنایا اور مختلف آل پارٹیز کانفرنسز میں بھی میری تقاریر پر بڑی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ کے چاہنے والوں میں دائیں اور بائیں بازو کے افراد کی بڑی تعداد شامل تھی۔ مولانا سمیع الحقؒ ہر کسی کے سامنے بے لاگ اور موثر انداز میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنے موقف کا بروقت اظہار کر دیا کرتے تھے، مولانا سمیع الحقؒ کی صاف گوئی اور دوٹوک انداز یقیناً ہر اعتبار سے قابل تحسین ہے اور آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا شاید ایک طویل عرصے تک پورا نہ ہو سکے۔مولانا سمیع الحق مرحوم کی وفات کے ساتھ پاکستان کی سیاست میں طویل عرصے تک فعال رہنے والے اور ہر موقع پر مذہبی طبقوں کی نمائندگی کرنے والے ایک عظیم رہنماء کی کمی واقع ہو چکی ہے۔ مولانا کی اولاد بھی مولانا کے نقش قدم پر چل رہی ہے اور توقع کی جا سکتی ہے کہ مولانا کے فرزند آنے والے ماہ وسال میں مولانا کی فکر اور بصیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے طرز عمل کو اجاگر کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد
ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور

ایک یادگار اور نہ بھولنے والا تاریخی کردار

پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد صاحب، شیخ زید اسلامک سنٹر یونیورسٹی آف پشاور کے ڈائریکٹر رہے ہیں، روزنامہ ''مشرق'' میں ''آواز دوست'' کے نام سے اُن کے سیاسی، ادبی، علمی اور معلوماتی کالموں کا سلسلہ طویل عرصہ سے چل رہا ہے، آپ شیخ زید اسلامک سنٹر کے ششماہی علمی و تحقیقی جریدے ''الایضاح'' کے مدیر اعلیٰ بھی رہے، نہایت ہی اعلیٰ علمی استعداد کی حامل شخصیت ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے تعلق اور ان کی مختلف کتب کی تقریب رونمائی کے سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لاتے رہے۔(مدیر)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ذاتی وعلاقائی (کہ ان کے آباو اجداد چونترہ ضلع کرک سے آکر یہاں سکونت پذیر ہوئے تھے) تعلق کے علاوہ اصل تعلق ومحبت اور عقیدت ان کے والد ماجد ولی الحق زمانہ کے عظیم علمی کارناموں اور عظیم درس گاہ حقانیہ کے سبب بھی ہے لیکن خود مولانا احقر پر کتنے مہربان تھے اور کس پائے کی محبت وشفقت کا اظہار فرماتے تھے؟ اس کا صحیح علم صرف اللہ کو ہے لیکن دارالعلوم حقانیہ کے کئی اساتذہ کرام، طلبہ اور بالخصوص مولانا کے فرزند ارجمند مولانا راشد الحق، مولانا حامد الحق اور آپ کے خاندان کے دیگر افراد کو بھی تھا۔ مولانا کی علمیت، روحانیت، ملک وملت اور عالم اسلام کیلئے خدمات جلیلہ تاریخ میں امر ہیں، اس پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے لیکن اس کے علاوہ آپ کی شہرت دوام کا ایک یادگار انمٹ اور نہ بھولنے والا کردار افغانستان پر روسی حملے کے بعد آہستہ آہستہ دنیا کے سامنے نمودار ہوا۔

محافظ پاکستان

آپ کی عظیم درس گاہ کے بے شمار طلبہ نے جہاد افغانستان میں جو کردار ادا کیا اس سے بھلے پاکستان اور افغانستان کے کئی سیاستدانوں اور دانشوروں اور صحافیوں کو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس

حوالے سے مولانا محترم کے موقف خلوص اور پائے استقامت میں روز اول سے لیکر آج تک کوئی لغزش رونما نہ ہوسکی۔ آپ کو پاکستان سے اسکے دوقومی نظرئے پر قیام کے سبب شدید محبت تھی، جب بھی پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف کسی نے بات کی یا آپ کو کہیں اس حوالے سے خطرات محسوس ہوئے آپ نے بہت دوٹوک انداز میں بغیر کسی شف شف اور اگر مگر کے نظریہ پاکستان کا دفاع کیا۔ اسی مقصد کیلئے ''دفاع پاکستان کونسل'' میں جنرل حمید گل مرحوم کے ساتھ آپ شانہ بشانہ کھڑے رہے۔

نابغہ روزگار شخصیت

آپ کی شخصیت کا یہ پہلو میرے لئے بہت دلچسپ، اہم اور قابل تقلید تھا کہ ضعیف العمری کے باوجود دارالعلوم حقانیہ میں حدیث وفقہ کے دروس پڑھانے میں سیاسی مشغولیات اور اکوڑہ خٹک سے باہر رہنے کے علاوہ کبھی ناغہ یعنی تعطیل نہیں کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کئی جلدوں پر مشتمل دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور مولانا عبدالحقؒ اور آپ کے ساتھ پاکستان اور دنیا بھر کے علماء فضلاء اور عام لوگوں کے سوالات اور استفسار وغیرہ پر مشتمل مکتوبات وجوابات کو بہت خوبصورت انداز میں شائع کرایا جو آنے والی نسلوں اور محققین کیلئے ایک قیمتی اثاثہ ثابت ہوگا لیکن اب جب آپ کو بہت سنگدلی کے ساتھ شہید کیا گیا ملک اور ملک سے باہر مختلف مکاتب فکر کے ہاں مختلف قسم کے تبصرے اور تجزیے جاری ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔

پاک چائنہ سی پیک کے محرک

جب یہ سانحہ کسی ایک طرف محقق ہوکر قانونی تقاضوں کے مطابق تکمیل کو نہیں پہنچتا، سیاسی صحافتی اور علمی حلقوں کو اس قسم کے بڑے واقعات پر تبصروں اور آراء کا پیش کرنا فطری بھی ہے اور ضروری بھی لیکن سوشل میڈیا والوں سے گزارش ہے کہ جس قسم کا غیر ذمہ دارانہ رویہ عام سیاسی واقعات وغیرہ کے بارے میں ان کا وطیرہ بن چکا ہے خدارا! مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے حوالے سے اس قسم کی باتیں پھیلانا کہ آپ کا قتل کہیں خدانخواستہ خاندانی یا ادارتی اختلافات یا چپقلش کے سبب ہوا ہے قطعاً بے بنیاد اور شرپسندانہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی شہادت کا

عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان اور افغانستان میں امریکہ اور طالبان کے درمیان جاری مذاکرات پاک چائنہ سی پیک اور عمران خان کے اہم دورہ چین اور مشرق وسطی میں جاری نازک کشمکش کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

بابائے طالبان

ایک دنیا جانتی ہے کہ آپ کو اہم علمی وسیاسی کردار کے سبب بابائے طالبان (فادرآف طالبان) کے نام سے مغرب میں ایک خاص تعارف حاصل تھا اور افغانستان کے طالبان پر ان کے استاد ہونے کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ سے اکثریتی طالبان کے فارغ التحصیل ہونے کی وجہ سے ایک اہم اثر ورسوخ بھی حاصل تھا۔ گزشتہ دنوں جب قطر میں امریکہ اور طالبان کے درمیان زلمے خلیل زاد کے ذریعے اہم مذاکرات کیلئے سٹیج سجایا گیا اور قندھار کے جنرل رزاق کا قتل ہوا اور افغانستان کے صدر اور ایجنسیوں کی طرف سے روایتی الزام تراشی کی عادت کے تحت اس کا الزام بھی پاکستان پر عائد کیا گیا جس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں بلکہ سارے شواہد افغانستان کے اندر ہی موجود ہیں اور پھر پچھلے دنوں جب ٹی ایل پی والے اچانک بھڑک اٹھے اور جلاؤ گھیراؤ کی مہم شروع ہوئی تو شاید لوہا گرم دیکھ کر اور اسی تناظر میں حالات سازگار پاتے ہوئے اس ناقابل فراموش کردار کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ روبہ عمل لایا گیا۔

مظلومانہ شہادت

جس کا آج کے حالات میں طالبان کا امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے اور پاکستان کے دفاع ومفادات کے سلسلے میں اہم کردار ہوسکتا تھا۔ اسی لئے اندازے یہی لگائے جارہے ہیں کہ مولانا محترم کی مظلومانہ شہادت کے تانے بانے ملک سے باہر کے حالات وواقعات سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ مولانا محترم کو اللہ تعالیٰ عظیم درجات سے سرفراز فرمائے۔ آپ کے اہل خانہ دارالعلوم حقانیہ کے لاکھوں طلبہ اور اہل پاکستان وافغانستان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے قاتلین دیدہ عبرت نگاہ ہوں (آمین یارب العالمین)

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

مولانا منظور احمد مینگل
مہتمم جامعہ صدیقیہ گلشن معمار کراچی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لازوال کارنامے

مولانا منظور احمد مینگل صاحب جامعہ فاروقیہ کراچی کے اجل فاضل، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد رشید، جامعہ فاروقیہ کے سابق مدرس، حالاً جامعہ صدیقیہ کراچی کے مہتمم اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، ان کا شمار بڑی علمی شخصیات میں ہوتا ہے، جید مدرس، مایہ ناز مناظر، کئی کتابوں کے مصنف اور بہت سی خصوصیات سے مالا مال و باغ و بہار شخصیت ہیں......(ادارہ)

ہند و پاک کی تقسیم نے جہاں دنیا کا نقشہ بدل ڈالا وہیں یہ تقسیم عالم اسلام کے لئے ایک نئی سحر انقلاب بن کر اجاگر ہوئی، ۱۹۴۷ء کی تاریخ ساز تقسیم سے اسلام کے نام پر بننے والی عالم کائنات کی دوسری ریاست نے دنیائے کفر کی کفریہ ترقیوں کی رفتار کو نکیل ڈال کر رکھ دی اور ان کے اسلام کے خلاف خوابوں کو چکنا چور کر کے رکھ دیا، ارض پاک کی اس مٹی سے ایسی کونپلیں پھوٹیں جن سے وقت کے گزران نے بڑے بڑے سرحدی وفکری نظریات کے محافظین کو جنم دیا، وہ نہ صرف ملک وملت کے محافظ ٹھہرے بلکہ دنیائے کفر کی صفوں میں گھس کر انہیں داخلی خلفشار سے دو چار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ترقیوں کی برج و مینار کو زمین بوس کر دیا اور ان کی کفر پر ثابت قدمیوں کو متزلزل کر ڈالا، انہیں عظیم المرتبت انسانوں میں سے حق تعالیٰ نے وطن عزیز پاکستان کو مولانا عبدالحقؒ جیسی عظیم شخصیت ودیعت کی، آپ کی زندگی اور آپ کے کارنامے جن میں سے دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جیسا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، مولانا عبدالحقؒ ملک پاکستان کیلئے ''ابو المدارس'' ثابت ہوئے، آپؒ نے جس ادارے کی بنیاد رکھی وہ مستقبل کا ''ام المدارس'' بنا، آپ کے اس ادارے کی پذیرائی دنیا بھر پر واضح ہے، آپ کا یہ ادارہ ملک وملت کے لیے ایک مقتدا وپیشوا بن کر سامنے آیا، سچ ہے کہ اللہ کی نظر کرم جس پر پڑے وہ اسے نیک صالح ذریت سے نوازتے ہیں یقیناً رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (الانبیا:۸۸) جیسی دعا رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: ٧٤) جیسی مستجاب دعاؤں کی پکار سے مالک نے آپ کو نیک صالح اولاد سے نوازا، انہی پسران میں سے اللہ نے آپ کو شیخ الحدیث استاد العلماء حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسی نیک ذریت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا سمیع الحقؒ آپ کیلئے ایک نشان امتیاز بن کرامت مسلمہ کے دل ودماغ پر راج کرنے والی شخصیت بن گئی حقانیہ کے آغوش میں پلنے والا یہ شخص اسلام کا ایک تابندہ ستارہ بن کر عالم پر جگمگایا، آپؒ کی نیک صالح اولاد نے عموماً نالائق ونکمے صاحبزادگان کی چلتی روش کو ہی بدل ڈالا۔ حضرت مولانا سمیع الحقؒ جسے دنیا فقط ایک سیاستدان کے نام سے جانتی پہچانتی ہے حالانکہ بقول مرشدی واستاذی وسندی حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کہ میں نے مولانا سمیع الحقؒ سے کہا آپ تو ایک علمی شخصیت ہیں آپ سیاست کو چھوڑ دیں تو حضرت مولانا سمیع الحقؒ نے جواب دیا کہ میں سیاست میں آیا نہیں بلکہ مجھے سیاست میں دھکیلا گیا ہے، اتفاق کی بات ہے ۸۰ء کی دہائی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں ایک پروگرام تھا جس میں مجھ ناچیز کو حضرت شیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی رفاقت نصیب ہوئی ہمارے کمرے کے برابر والے کمرے میں ہی حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی رہائش کا انتظام تھا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان خود اٹھ کر مولانا سمیع الحقؒ کے کمرے میں تشریف لے جاتے اور یہ کہا کرتے تھے کہ یہ میرے استاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے صاحبزادے ہیں، جنہوں نے دارالعلوم دیوبند میں مجھے جلالین مکمل اور طحاوی شریف پڑھائی، ادب واحترام اور شفقت ونیازی کا یہ منظر نامہ کئی بار دیکھنے کو ملا۔

مولانا سمیع الحقؒ کے بارے میں تاریخ لکھے گی کہ یہ شخص اپنے اندر ایک تحریک تھا، مولانا سمیع الحقؒ جیسی شخصیات صدیوں میں بہت ہی کم پیدا ہوتی ہیں، آپ کے ہاتھ میں جب زمام مدرسہ دی گئی آپ نے اسے سلطنت المدارس بنا ڈالا، جب صحاح ستہ کی مسند پر آپ کو بٹھایا گیا تو آپ ایک بہترین محدث بن کر رونما ہوئے اور جب فنون کی کتب آپ کے سامنے رکھی گئیں تو آپ ایک پختہ کار اور مانے ہوئے مدرس کہلائے، قرآن فہمی کا ایسا تجربہ کہ جس کے لئے ہر شائق قرآن ترسے، جب آپ کے ہاتھ میں قلم وقرطاس دیا گیا تو آپ جیسا مصنف ومدون کوئی نظر نہ آئے اور جب فتنوں کی سرکوبی کیلئے آپ کو پکارا گیا یا تو آپ ختم نبوتؐ کے مجاہد اور قادیانیت کے لئے للکار موت بن گئے، دفاع صحابہ کی بات آئی تو آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے وقت کے عظیم مجاہدین دفاع صحابہ

آپ کی طرف دوڑ پڑے اور جب دینی قوتوں کے اتحاد کی بات آئی تو اسٹیج پر بننے والے قائدین اتحاد کی زنجیر میں آپ کا ایک ہاتھ قاضی حسین احمد رحمہ اللہ اور دوسرا قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کے ہاتھ میں نظر آیا اور اہل حق کے لیے اتحاد کا ایک مثالی درس بن گیا اور جب وقت کی نام نہاد سپر پاور نے افغان مسلمانوں پر یلغار کی تو آپ رحمہ اللہ افغان جہاد کا علم اپنے ہاتھوں میں تھام کر میدان میں آ گئے، وقت نے دیکھا آپ امام المجاہدین وامیر المومنین کے استاد بن کر سامنے آ گئے، جب وطن عزیز کے دفاع کی نوبت آئی تو ''دفاع پاکستان کونسل'' جیسی تحریک کے بانی اور دینی قوتوں کے اتحاد کے موجد بن گئے۔

آپ جس بھی اسٹیج پر براجمان ہوئے تو اس اسٹیج کے دلدادہ قائد بن گئے، غرض آپ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کے بہترین ترجمان ثابت ہوئے یقیناً اسلام پر کاربند زندگی گزارنے والے ہر مومن ومسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے موت دے تو ایمان کی حالت میں دے چنانچہ آپ کی موت تو ایسی موت ہے جس کے لئے سرورکائنات پیغمبر مرسل صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور تمنا کرتے ہوئے فرمایا:لودت ان اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم أحییٰ ثم اقتل ثم أحییٰ ثم اقتل ثم أحییٰ ثم أقتل اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس موت کے بارے میں اپنے مالک حقیقی کے سامنے دست بدعا ہو کر یہ مانگے اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك غرض اللہ نے موت بھی ایسی دی جس کے بارے میں قرآن گواہی دیتا ہے کہ ان کو مردہ مت کہو بلکہ یہ زندہ ہیں، جی ہاں! حیات جاوداں پانے والی اس شخصیت کے بارے میں اپنے ذہن میں جو معلومات کا انبار ہے اور خارجی حقائق کا ایک لازوال سلسلہ ہے، قلم کی نوک اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر ہے، بندہ کا بار بار پشاور جانا ہوتا ہے مختلف تقریبات اور جلسوں کے حوالے سے تو جب بھی موقع ملتا ہے تو اپنی دلی تمنا پورا کرنے اور زیارت کی پیاس بجھانے کیلئے آپ کے ہاں حاضری دینے چلا جاتا ہوں تو آپ کے برادران صاحبزادگان کی طرف سے محبت والفت کا دلفریب منظر نامہ لیے ہوئے آتا ہوں اور مسلسل شب وروز کی دعاؤں میں آپ رحمہ اللہ کے ورثاء اور ان کا ادارہ اول الذکر رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابر واسلاف کے نظریات کا محافظ اور نقش پا کی خاک بنائے۔(آمین)

مولانا محمد یوسف انور
نائب امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان

ہمہ جہات کے حامل شخصیت

مولانا محمد یوسف انور صاحب، جمعیت اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر، صاحب اسلوب مصنف، بلند پایہ سوانح نگار، بہترین خطیب، قدیم وجدید علوم سے بہرہ مند، بزرگ عالم دین ہفت روزہ ''اہلحدیث'' لاہور کے سابق مدیر کے علاوہ ہفت روزہ ''الاعتصام''، ''تنظیم اہلحدیث'' ماہنامہ ''محدث''، ماہنامہ ''المنبر'' کے بہترین مضمون نگار ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ مختلف دینی محاذوں پر سرگرم عمل رہے......(ادارہ)

پچھلے دنوں شہادت پانے والے ملک وملت کے متاع عزیز اور ایک ہمہ جہت شخصیت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دینی وملی اور علمی حیثیت کا احاطہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھانا، ایک ایسی نابغۂ روزگار ہستی جو بے شمار خوبیوں کی مالک تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے اکوڑہ خٹک میں ۱۹۴۷ء کے قریب ایک ایسے علمی گہوارہ کی بنیاد رکھی، جو جلد ہی مرکز علم وعرفان بن گیا۔مولانا عبدالحقؒ نہ صرف علوم اسلامیہ کے ماہر بلکہ قومی سیاست کے سرفہرست علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا، وہ قومی اسمبلی کے بیشتر مرتبہ ممبر منتخب ہوتے رہے، ہمارے ممدوح مرحوم مولانا سمیع الحق شہیدؒ ان کی زندگی میں ہی سیاسیات میں نام پیدا کر چکے تھے، اس دوران جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کی مجلس شوریٰ کے نہ صرف فاضل رکن رہے بلکہ انہوں نے شریعت بل بھی انتہائی علمی تحقیق وتدقیق کے ساتھ مجلس شوریٰ میں پیش کیا۔اس اہم دینی مملکت پاکستان کے حصول کے اصل مقصد نفاذ اسلام کے امور میں انہیں ملک کے معروف علمائے کرام مولانا عبدالرحیم اشرف، مفتی زین العابدین، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ (جامعہ اشرفیہ) اور مولانا معین الدین لکھویؒ کی بھرپور معاونت رہی، امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمدؒ بھی اس قافلہ علماء میں شامل تھے، اسلامائزیشن کے اس عظیم مقصد کو آگے بڑھانے کیلئے انہوں نے ''متحدہ شریعت محاذ'' قائم کیا، جس میں مرکزی سطح پر مندرجہ بالا اکابرین پیش پیش تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس تنظیم کے صدر بنائے گئے، تمام مکاتب فکر پر مشتمل علمائے کرام کی مرکزی، صوبائی اور ضلع کی سطح پر بھی تنظیمیں بنائی گئیں، فیصل آباد میں ان سطور کا راقم

صدر، مولانا عبدالرشید انصاری جنرل سیکرٹری، مولانا عزیز الرحمٰن انوری نائب صدر اور رائے خدا بخش کلیار ایڈوکیٹ ناظم مالیات تھے، پنجاب کے صدر مولانا میاں محمد اجمل قادری (ناظم خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور) تھے۔ اگرچہ اس ''شریعت بل'' کی مخالفت بھی بہت ہوئی لیکن جنرل ضیاء الحق شہیدؒ کے ذریعے ان اکابرین علمائے کرام نے جتنے بھی اقدامات کرائے وہ اسی ''متحدہ شریعت محاذ'' کا تسلسل تھا، جمہوریت کے دلدادہ پنڈت بھی جنرل صاحب کے شدید مخالف تھے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ سینٹ کے رکن بھی رہے، اپنے والد گرامی کے انتقال کے بعد دارالعلوم حقانیہ کا تمام نظام وہی سرانجام دیتے تھے۔ وسیع وعریض رقبہ پر خوبصورت عمارتیں اور مختلف علمی شعبوں کی جدید ترین آرائش وزیبائش کے ساتھ ساتھ اساتذہ وطلبہ کی دینی وسیاسی تربیت دونوں سطح پر ایک امتیاز ہے، جو اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل علماء وفضلاء میں دیکھا جاتا ہے، طالبان اور دیگر افغانی وکئی ممالک کی علمی وسیاسی شخصیتیں اسکی اعلیٰ مثالیں ہیں، ان سطور کے راقم کو اپنے مرحوم قائدین مولانا معین الدین لکھویؒ اور میاں فضل حق کی قیادت میں پشاور کے سفر کے دوران اس دارالعلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہے، جہاں یہ خوش کن علمی مناظر اور ماحول دیکھنے میں آئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ تصنیفی میدان میں بھی ایک بلند مقام رکھتے تھے، وہ بیشتر علمی کتب کے مصنف اور اہل قلم تھے، دارالعلوم کے ماہنامہ علمی رسالہ ''الحق'' کے مدیر اعلیٰ تھے، ان سطور کا راقم جب اپنے مسلک کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء تک مدیر رہا تو ان کا یہ ماہنامہ تبادلہ میں آتا تھا جس سے دینی وسیاسی معلومات میں اضافہ ہوتا تھا، مولانا شہیدؒ کو ہر مکتب فکر میں یکساں احترام کا مقام حاصل تھا، جس کا اندازہ ان کے جنازہ سے ہوتا ہے، جس میں تمام مکاتب فکر اور ہر طبقہ زندگی کے شرکاء لاکھوں کی تعداد میں تھے۔

اکوڑہ خٹک میں حاضری کے علاوہ بھی ''متحدہ شریعت محاذ'' کے اجلاسوں اور کئی ایک دینی مجلسوں میں ان سے مجھے ملاقات وگفتگو کے مواقع میسر رہے، انہی دنوں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں محاذ کے عظیم الشان مشترکہ جلسے منعقد ہوئے تھے، یہاں ایک لطیفہ یاد آیا، فیصل آباد دھوبی گھاٹ کے میدان میں جمعۃ المبارک کے بعد بہت عالیشان جلسے کا ہم نے اہتمام کیا تھا، جس میں مرکزی قائدین نے شرکت کرنا تھی، چھوٹے دن شدید سردی اور دسمبر کا مہینہ تھا، طے پایا، کہ تمام مکاتب فکر کے چیدہ چیدہ علماء سے عرض کیا جائے کہ وہ دھوبی گھاٹ میں اکٹھے جمعہ پڑھیں، اپنی مساجد میں جمعہ نہ پڑھائیں، علماء سے رابطہ کیلئے ایک وفد بنایا گیا، جس میں راقم الحروف، مولانا عبدالرشید، مولانا عزیز الرحمٰن انوری شامل تھے، غلام محمد آباد میں بریلوی مکتب فکر کے مشہور واعظ مولوی غلام رسول

(سمندری والے) کی خدمت میں گئے تو انہوں نے کہا کہ تین چار مساجد میں جمعہ پڑھاتا ہوں، ہم نے کہا کہ وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ ایک مسجد میں بارہ سے ایک بجے تک دوسری میں ایک سے دو بجے تک اور تیسری میں دو بجے سے تین بجے تک اور پھر چوتھی میں تین بجے سے لے کر چار بجے تک اس لئے میں تو جمعہ تو کجا جلسے میں بھی حاضر نہیں ہوسکتا۔ ہوا یہ کہ اس زمانے میں اسلام آباد اور فیصل آباد کے درمیان فوکر طیارہ آتا جاتا تھا، جو موسم کی خرابی کی وجہ سے منسوخ ہوگیا، البتہ لاہور میں مفتی محمد حسین نعیمی، ڈاکٹر اسرار احمد اور میاں فضل حق پہنچ گئے، خطبہ جمعہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ارشاد فرمانا تھا، ان کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے ہم جامعہ امدادیہ کے شیخ الحدیث اور بانی مولانا نذیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں خطبہ کے لئے دعوت دی جو انہوں نے بصد شفقت قبول فرمائی اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، نماز جمعہ کے بعد مولانا عبدالرحیم اشرف کے خطاب سے جلسہ کا آغاز ہوا اور بعدہ دیگر اکابرین نے تقریریں کیں۔ ملکی کشیدہ مذہبی حالات کے تناظر میں ایک موقع پر اکابرین نے تمام مکاتب فکر پر مشتمل جب ''ملی یکجہتی کونسل'' تشکیل دی تو اس کے صدر مولانا احمد شاہ نورانیؒ اور جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحق شہیدؒ منتخب کئے گئے، ان چند واقعات کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ملکی تحریکوں میں اور وحدت امت کیلئے ہمیشہ سرفہرست رہے کیونکہ انہیں ہر مکتب فکر میں یکساں اور مقبول احترام و اعزاز حاصل تھا۔ چند ہفتے پیشتر دھوبی گھاٹ میں ان کی قائم کردہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کا عظیم الشان جلسۂ عام جمعہ سے قبل منعقد ہوا تھا، غالباً خطبۂ جمعہ بھی انہوں نے ہی ارشاد فرمایا تھا، راقم السطور نے اپنی چند منٹ کی تقریر کے بعد ان سے خاص طور پر اس شعر کی صورت میں عرض کیا......

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مزید کیا عرض کروں کہ حضرت مولاناؒ شرف وعظمت اور فضل وکمال کی سب سے بلند چوٹی پر جلوہ افروز تھے، پرکشش قیادت، جسمانی جمال، علمی وقار، کریمانہ اخلاق واطوار کے مجسمہ تھے، جس محفل میں موجود ہوں دل خود بخود ان کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے اور طبیعتیں آپ پر نچھاور ہوتی تھیں اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے اور ان کی جلیل القدر دینی وملی خدمات پر اجرعظیم عطا فرمائے، ان کے اقارب، احباب اور شاگردوں کو اس اچانک سانحہ پر صبر وحوصلہ کی توفیق عطا فرمائے ......

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

پروفیسر قاضی محمد ضیاء الحق

حقانیوں کے درد کا درماں نہیں رہا

پروفیسر قاضی محمد ضیاء الحق صاحب، بزرگ عالمِ دین، صاحبِ قلم اور قابل صد تقلید شفیق اتالیق ہیں۔ ''الحق'' اور ''القاسم'' سے خصوصی شغف رکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مجالس ''ساعتے بااہل حق'' ان کا پسندیدہ معالعاتی موضوع تھا۔ حضرت شہید ناموسِ ختم نبوتؐ سے محبانہ اور والہانہ تعلق تھا۔ اس لئے ان کے تلامذہ، حقانی خدام، حقانی خاندان اور حقانی فضلاء سے والہیت ہے۔ حضرتؒ کی شہادت کے موقع پر انہیں جو صدمہ اور درد و الم ہوا، انہوں نے مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام تعزیتی مکتوب میں اپنے درد ہائے نہانی کا اظہار کیا ہے۔ موصوف کی تحریر بھی تعزیتی، ادبی اور نثری شذرہ ہے جو نذرِ قارئین ہے............(ادارہ)

بندہ جب رات بعد از نمازِ عشاء درس قرآن مجید سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو عزیزی محمد حمزہ اعجاز نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ استاذ العلماء، مرشد المجاہدین ، فخر الاماثل ، بقیۃ السلف ، پیکر اخلاص، سراپا شفقت ،مربی عالم ربانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق حقانی صاحبؒ راولپنڈی میں اپنے ہی گھر میں سفاک قاتلوں کے خنجر سے کئے گئے حملہ میں شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے ۔ اس جانکاہ خبر نے صدمے سے نڈھال کر دیا ، بے ساختہ آیۃ ترجیع کے کلماتِ ربانی جاری ہو گئے اور نطق رسالت سے ادا ہونے والے مقدس کلمات اِنّ للّٰہ ما اخذ وللّٰہ ما اعطیٰ فکل شی عندہ باجل مسمیٰ۔

بندہ نے اسی وقت بذریعہ فون رابطہ کی کوشش کی مگر قسمت نے یاوری نہ کی ، البتہ عزیزی القدر حضرت مولانا جان محمد جان صاحب حفظہ اللہ سے بات ہوگئی بالیقین انہوں نے آپ کے گوش گزار کر دیا ہوگا ، حضرت والا نذر! اس سانحہ عظمیٰ پر اگر چہ وطن عزیز کا ہر مخلص مومن ومسلم خورد وکلاں شہرہ اندوہ گیں ہے اور لائق تعزیت ہے کہ ہر ایک ''ایک دوسرے کو'' پُرسا دے کر اپنے اپنے قلب حزیں کے تازہ زخم پر صبر جمیل کا ربانی مرہم رکھے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے ولی برحق ، داعیِ حق ، رہنمائے اہل حق حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے حق میں دعائے مغفرت وبلندی درجات کرے اللھم

اغفرله وارحمه واعف عنه مگر احقر کے نزدیک حضرتؒ کے اہل وعیال اعزہ واقارب کے ساتھ تمام'' حقانیوں'' میں سرفہرست آپ تعزیت کے مستحق ہیں کہ اپنی نسبی اولاد کے ساتھ ساتھ آپ کے ساتھ ان کا جو مضبوط و مستحکم مشفقانہ روحانی رشتہ اخلاص واعتماد تھا، اس میں کوئی بھی آپ کا شریک وسہیم نہیں۔ کہ آپ اُن کے منظورِ نظر، تلمیذ اختر معتمد رفیق وصدیق اور محترم دلبر تھے۔ اس ضمن میں آپ ہی مجھے تنہا نظر آئے۔ اس لئے بندہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بارگاہِ صمدیت میں دعا گو ہے کہ رب ذوالجلال اپنے خاص فضل ورحمت سے آپ کو یہ عظیم صدمہ علو ہمت اور صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور بندہ تسلیم ورضا کی حیثیت میں راضی بقضا اور راضی برضا ہوتے ہوئے صدقِ دل سے امرِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی توفیق مزید رحمت فرمائے۔ (آمین)

حضرت! یقین فرمایئے کہ یہ دلدوز خبر سن کر کافی دیر تک تو سنبھل ہی نہ سکا پھر معبود برحق نے یاوری فرمائی اضطراب حزن وملال کی کیفیت میں رب العلام کے کلام لاریب کی تلاوت کا سہارا لیا۔ بتوفیقہٖ تعالیٰ تلاوت کرتا رہا اور حضرت کی روحِ پرفتوح کو ارسالِ ثواب کر کے اپنی روح مجروح کی تسکین کا سامان کیا، نیند نے بھلا کیا آنا تھا آپ کی کتاب'' مولانا سمیع الحق، حیات وخدمات'' اٹھائی اور رات بھر مطالعہ میں بسر کی، یہ آپ کی اپنے مربی ومشفق کے ساتھ اخلاص کیش محبت، ارادت اور عقیدت کی تاثیر تھی کہ کتاب کا حرف حرف اس فقیر کو عالم خیال میں انگلی پکڑ کر ساتھ ساتھ چلاتا رہا اور یہ فقیر انہی کی یادوں سے دل افسردہ وپژمردہ کو بہلاتا رہا، مرحوم کے ساتھ ساتھ آپ کے حق میں بھی دل کی گہرائی سے دعائیں نکلتی رہیں اور فقیر کی نمناک آنکھیں حدتِ جذبات کو ٹھنڈا کرتی رہیں۔ اسی کیفیت میں غالب کی کہی ہوئی بات سرگوشیاں کرنے لگی......

ع حیراں ہوں دل کو روؤں کہ تھاموں جگر کو میں

برادرِ ذی قدر! یہ فقیر کی حرماں نصیبی ہے کہ ضعیف العمری، علالت اور قلت وسائل کی وجہ سے چاہنے کے باوجود نماز جنازہ میں شرکت سے معذور ومحروم رہا، نماز جنازہ میں عدم شرکت اور بالمشافہ آپ کی خدمت میں بغرض تعزیت حاضری کا قصور کچو کے دیتا رہا اور بامر مجبوری اس کا ازالہ اپنے غریب خانہ ہی میں بستر علالت پر بیٹھے بیٹھے یہ کیفیت ندامت وخجالت'' ادا کی جانے والی نماز جنازہ وتدفین'' کے مناظر دیکھتا رہا اور دل خون کے آنسو روتا رہا۔

ماشاء اللہ مرکز حق دارالعلوم حقانیہ سے لے کر ڈگری کالج خوشحال خان کے وسیع وعریض میدان اور اردگرد میلوں تک بلا مبالغہ لاکھوں لوگ، ان اہل ایمان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، مسلمانوں کا

جم غفیر، جس میں بتوفیق الٰہی ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر ونظر کے اکابر واصاغر کی شمولیت، علمائے کرام کا ''شہید'' کو پیش کیا گیا خراجِ محبت وعقیدت، ہر کس وناکس اپنے اپنے تعلق اور نسبت کے پیش نظر غمزدہ دکھائی دے رہا تھا۔ اہل ایمان واسلام کا یہ اژدہام دیکھ کر حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا یہ تاریخی فرمان ذیشان یاد آ گیا کہ ہمارا اور ہمارے اعدائے دین کا فیصلہ ہماری نمازِ جنازہ سے ہوگا۔ عالم برزخ کے مقامِ علیین سے روحِ شہید اپنے حاسدین، مبغضین، معاندین، اعدائے دین کو دعوت فکر دے رہی ہوگی فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خوش نصیب ہیں وہ مخلصین ومحبین جنہوں نے بتوفیق الٰہی حضرت شہیدؒ کی اس فقید المثال نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور حرماں نصیب ہیں وہ جو بوجوہ اس سعادت سے محروم رہے، احقر کو بہر حال اس محرومی کا قلق رہے گا۔ احقر نماز جنازہ میں عدم شرکت کی سعادت سے محرومی کے باوجود بہر حال اللہ تعالیٰ کی اس رحمت ونعمت پر بصدق دل بزبانِ قال وحال شکر گزار ہے کہ رب ذوالجلال نے محض اپنے فضل وکرم سے شاہ فیصل شہید جامع مسجد ۳۸ دی مال پشاور کی خدمت خطابت کے زمانہ (۱۹۷۴ تا ۱۹۸۵) تین مرتبہ مرکز حق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضر ہو کر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور ان کے فرزند شہید حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہوا ان دونوں سراپا شفقت واخلاص بزرگوں نے اس فقیر کی درخواست پر میرے ایک کتابچے '' ضیاء اللمعة '' پر کلمات تبرک تحریر فرمائے، ازاں بعد راولپنڈی میں دارالعلوم تعلیم القرآن کے اجتماعات میں اور دفاع پاکستان کے خصوصی مشاورتی اجتماعات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے شرف ملاقات حاصل ہوتا رہا، جو اس فقیر کیلئے بڑی سعادت مندی ہے، اللہ رب العزت اپنی رحمت خاصہ وواسعہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جنت الفردوس میں مقام قرب ورضا اور درجات رفیعہ سے نوازے اور آنموصوف کے جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماتے ہوئے ان کے نقوش اقدام کی پیروی کی توفیق دے۔

حضرت! یہ تکوینی امر تھا کہ ماہنامہ '' القاسم'' اپنی روح '' ساعتے با اہل حق'' سے اکتوبر اور نومبر ہر دو شماروں میں محروم رہا اور اب تو صورت حال یہ بن گئی کہ......

حضرت گئے روٹھ گیا موسم بہار کا   قلب ونظر کی راحت کا ساماں نہیں رہا
ساعتے با اہل حق کی محفل اُجڑ گئی   حقانیوں کے درد کا درماں نہیں رہا

علامہ سید ساجد علی شاہ نقوی
قائد ملت جعفریہ پاکستان

ایک دانشور شخصیت

علامہ سید ساجد علی شاہ نقوی صاحب ،ملت جعفریہ پاکستان کے سربراہ، شیعہ مکتب فکر کے معروف علمی اور سیاسی شخصیت ہیں۔حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ شیعہ سنی کشمکش کو ختم کرنے کے لئے مولانا شہیدؒ کی کوششوں سے قائم کی گئی ''ملی یکجہتی کونسل''میں بھر پور کردار ادا کیا۔اس کے بعد ''متحدہ مجلس عمل'' میں بھی ساتھ رہے اور آخر تک ان کا باہمی تعلق اور احترام کا سلسلہ قائم رہا۔(مدیر)

حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی رحلت پر دلی افسوس ہوا، بلاشبہ یہ سانحہ نا قابل تلافی نقصان کا سبب ہے لیکن رضائے خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی تقاضائے بشریت ہے ،حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ دانشور شخصیت تھی، ان کی نفاذ شریعت اور وحدت امت کیلئے بھر پور خدمات تھیں جو تادیر یاد رکھی جائینگی۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ دانشور شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا نفاذ شریعت کے حوالے سے جو کردار رہا اور جس طرح انہوں نے یہ تحریک چلائی اس کی نظیر کم ہی ملتی ہے،مولانا سمیع الحقؒ ملک کی ان چند گنی چنی شخصیات میں سے ایک تھیں جو اتحاد امت کے بانیان میں سے تھیں،''ملی یکجہتی کونسل'' کے قیام کے سلسلے میں مولانا سمیع الحقؒ اور ہم نے مل کر بنیاد رکھی اور پھر اسی کی کوکھ سے ''متحدہ مجلس عمل'' نے جنم لیا،مولانا سمیع الحقؒ ایسی شخصیت تھی جنہوں نے تمام تر دباؤ کے باوجود اتحاد بین المسلمین کی کوششوں کو ساری عمر جاری رکھا، ان کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا پورا کرنے کی ضرورت ہے،مولانا کے ساتھ تمام عمر احترام، ایثا اور محبت کا رشتہ رہا، کئی بار مولانا سے ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا دورہ کیا ان میں ایک ایسا یادگار دورہ بھی ہے جہاں ہزاروں طلاب کی موجودگی میں مولانا سمیع الحقؒ نے ہمارے وفد کا محبت و ایثار سے بھر پور استقبال کیا اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا دورہ کرایا۔مولانا سمیع الحقؒ جیسی قومی اور بین الاقوامی شخصیت کا یوں بے یارو مددگار قتل ہونا بہت سے سوالات کو جنم دے رہا ہے، اس سلسلے میں تمام پہلوں کا جائزہ لیا جائے اور اعلیٰ سطحی تحقیقات کر کے اصل قاتلوں تک نہ صرف پہنچا جائے بلکہ ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ہم مولانا سمیع الحقؒ کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور اس گھڑی میں سوگواران کے ساتھ دکھ کے ان لمحات میں تعزیت پیش کرتے ہوئے آپ کے غم میں برابر شریک ہیں، ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے ، آپ اور دیگر سوگواروں کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔(آمین)

تیسرا باب

علمی جامعیت، فضل وکمال اور تقدس وعظمت

- ...... علم وفضل اور عظمت کے کوہِ گراں
- ...... دینی حمیت وغیرت کے پیکر
- ...... ان کے فضل وتقدم کا اعتراف
- ...... عہد ساز شخصیت، وسعت ظرف، عزم وحوصلہ اور استقامت کی سبق آموز داستان
- ...... عملِ پیہم کا ایک نادر نمونہ
- ...... دینی، ملی، سماجی، سیاسی، علمی اور تحقیقی خدمات پر مامور زندگی کی دلچسپ کہانی
- ...... محدثانہ جلالتِ قدر اور سیاسی رفعتِ مقام
- ...... ذوقِ شعر وادب، ایک مضبوط اور مستحکم آواز

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

....

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
صدر وفاق المدارس پاکستان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمہ جہت شخصیت

کریم ابن کریم، محبوب ومحبؒ صمیم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بے پناہ صلاحیتیوں سے نوازا ہے اس بارے میں قلم خامہ فرسائی سے عاجز ہے
ع قلم ایں جارسید وسر بشکست ...... ان کی ذات علم ودانش اور بصیرت وحکمت کا ایسا متنوع گلشن ہے جس کی رنگینی اور بوقلمونی کی منظرکشی سے خود کو بے بس پاتا ہوں، مولانا نے دینی علوم کیساتھ عصر حاضر کے جدید علوم اور نت نئے حوادث اور مسائل بالخصوص معاشی و اقتصادی میدانوں میں بھی جدید روشن خیال طبقہ میں علمی فتوحات کے جھنڈے لہرا دیئے ہیں۔ اسلامی علوم پر دسترس، تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، ادب وانشاء کا یہ شہسوار آسمان علم وفضل پر کمندیں ڈال چکا ہے اور عصر حاضر میں شیخ الاسلام کا لقب آپ ہی پر صادق آتا ہے (حاشیہ از قلم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ: ''مکتوبات مشاہیر'' ج۳،ص۵۴۵)

اگرچہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آتا، کسی نہ کسی دن اسے جانا ہوتا ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی اپنی زندگی میں کبھی وفات کا تصور نہیں آتا، برادر مکرم حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شخصیت ایسی ہی تھی کہ آج ان کے ساتھ رحمہ اللہ کا لفظ لکھتے ہوئے قلم تھرا رہا ہے، کبھی یہ تصور نہیں کیا تھا کہ نقوش رفتگاں میں مجھے ان پر کچھ لکھنا پڑے گا، میں مجمع الفقہ الاسلامی کے اجلاس کے دوران مدینہ منورہ میں تھا اور نماز مغرب کے بعد اگلی صفوں کی طرف جارہا تھا کہ راستے میں ایک غیر معروف صاحب نے ڈرتے ڈرتے مجھے یہ خبر سنائی کہ مولانا سمیع الحق کو راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر مجھ پر صاعقہ بن کر گری اور میں نے اس کی تصدیق کے لئے مولانا رحمہ اللہ کے صاحبزادہ عزیزم مولانا راشد الحق سلمہ کو فون کیا تو جواب میں ان کی رونے کی ہچکیاں ان تمام توقعات پر پانی پھیر گئیں جو اس خبر کے بارے میں اب تک باندھے ہوئے تھا۔انہوں نے اپنے آپ پر کسی قدر قابو پاتے ہوئے بتایا کہ انہیں کس درندگی کے ساتھ شہید کیا گیا۔(إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون)

اس خبر سے ہوش وحواس گم معلوم ہوتے تھے، میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! تیری مشیت کا ہر فیصلہ برحق ہے، اپنے فضل وکرم سے ان کو شہادت کے اعلیٰ ترین مرتبے تک پہنچا کر ان کے پسماندگان کو، جس میں ہم سمیت عالمِ اسلام کے ہزارہا مسلمان شریک ہیں، صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرما اور مولانا کے درندہ صفت قاتلوں کو جن کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے ایک عظیم سرمایہ چھین لیا، کیفر کردار تک پہنچانے کا بندوبست فرما دے۔

تاہم ان کی وہ باتیں یاد آگئیں جو وہ جذبہ جہاد وشہادت کے سلسلے میں بکثرت فرمایا کرتے تھے اور دل نے کہا کہ اللہ تعالی نے ان کی شہادت کی آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ:

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہوکر　　　　وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کیسے سرخ رو ہوکر

اب واپس کراچی پہنچا تو ''البلاغ'' پریس جانے کے لئے تیار تھا۔ کچھ لکھے بغیر بھی رہا نہیں جا رہا اور کچھ سمجھ میں بھی نہیں آرہا کہ کیا لکھوں؟ ان کی شخصیت اتنی ہمہ جہت تھی کہ کسی ایک جہت پر لکھنے کیلئے بھی کئی صحیفے چاہئیں، ان کی ملکی وملی خدمات، ان کی تالیفی اور ادبی خدمات، ان کا علمی ذوق، ان کی جدوجہد کے مختلف مدارج، ان میں سے کون سی چیز ایسی ہے جسے کسی مختصر مضمون میں سمیٹا جا سکے؟ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے بھائی حضرت مولانا انوار الحق اور ان کے فاضل صاحبزادگان اس ضرورت کو قابلیت کے ساتھ پورا کریں گے، لیکن مجھ ناچیز کے ساتھ ان کے نصف صدی سے زائد کے تعلقات ایسے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کون سی بات بیان کروں؟ اور کون سی چھوڑوں؟ دل ودماغ ماؤف معلوم ہو رہے ہیں اور یہ شعر حسبِ حال معلوم ہوتا ہے کہ

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان　　　　بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

اس وقت تو بخار میں ہوں اور ابھی تک اکوڑہ خٹک جانے کا بھی موقع نہیں ملا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور حواس بجا ہوئے تو ان شاء اللہ پھر ان کے بارے میں تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال ایک بات ذکر کردوں کہ کچھ عرصہ پہلے میری ان سے ٹیلی فون پر جو آخری گفتگو ہوئی، اس میں اور باتوں کے علاوہ انہوں نے فرمایا کہ میں ''البلاغ'' میں شائع ہونے والی تمہاری یادیں دلچسپی سے پڑھتا ہوں، کیا ان میں اکوڑہ خٹک کا ذکر بھی آئے گا؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں آئے گا؟ اور اب عنقریب ہماری پہلی ملاقات کا ذکر آنے والا ہے۔ اتفاق سے وہ ذکر اسی شمارے میں آرہا ہے جب وہ اس دنیا کی سرحد پار کر چکے (إنا للّٰہ و إنا الیہ راجعون) اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مکمل

مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں مقاماتِ عالیہ عطاء فرمائیں اور ان کی چھوڑی ہوئی خیرات و صدقاتِ جاریہ کو ہمیشہ ان کے نامہ اعمال میں زندہ و جاوید رکھیں۔

بنا کر دند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور اب ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی میں ''یادیں'' کے زیرِ عنوان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے قسط وار مؤقر مضمون سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

اگلی منزل اکوڑہ خٹک تھی، راولپنڈی سے دسمبر کو ہم نے کار کے ذریعے سفر کیا، جب کار دریائے اٹک پر پہنچی تو وہاں شاید کسی ریل کے گزرنے کی وجہ سے راستہ بند تھا، اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا، یہاں انتہائی دلفریب منظر سامنے تھا، ایک طرف دریائے اٹک اور دریائے کابل کا سنگھم نظر آرہا تھا اور اس کے دونوں طرف سرسبز پہاڑ، ایسا منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس موقع پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ پاکستان بننے سے پہلے جب ہم نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ کیساتھ صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کا دورہ کیا تھا تو اس وقت بھی ہماری گاڑی یہاں آکر رک گئی تھی اور سامنے جو حسین منظر تھا، اسے دیکھ کر حضرت علامہ رحمہ اللہ نے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا تھا، انہوں نے اس منظر کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تمہیں اس منظر میں کوئی ترتیب نظر آتی ہے؟ دیکھو! نہ دریا ایک سیدھ میں بہہ رہا ہے نہ ان پہاڑوں کے نشیب وفراز میں کوئی ترتیب نظر آتی ہے، دریا بل کھاتا ہوا بہہ رہا ہے، کوئی پہاڑ اونچا اور کوئی نیچا ہے، اس پر اگنے والے درخت بھی ایک لائن میں نہیں ہیں بلکہ کوئی درخت سیدھا ہے، کوئی خم کھائے ہوئے ہے لیکن اس منظر کا مجموعی حسن ایسا ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حسن ہی بے ترتیبی میں ہے اگر اس میں ربط اور ترتیب پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس منظر کی بے ساختگی اور اس کا فطری حسن مصنوعی بن کر اپنی دلکشی کھو بیٹھے گا۔ پھر فرمایا کہ لوگ قرآن کریم کی آیات میں زبردستی ربط تلاش کرنے کی کوشش میں بعض اوقات بے جا تکلف سے کام لیتے ہیں، حالانکہ اس کے بے ساختہ حسن کو محسوس کرنے کے لئے کسی ربط و ترتیب کو بہ تکلف تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دن کے بارہ بجے ہم اکوڑہ خٹک پہنچے اور اس روز کی ڈائری میں میرے یہ الفاظ لکھے ہوئے

ہیں: ۱۲ بجے اکوڑہ پہنچے۔ بہت بڑا جلوس لینے آیا تھا۔ قانونِ قرآن زندہ باد، مفتی محمد شفیع زندہ باد، مفتی اعظم زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی اور دولڑکے بڑی شیریں آواز میں عربی ترانہ پڑھ رہے تھے۔

یہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کے ذریعے اپنا فیض جاری فرمایا ہوا تھا، حضرت ہی کے مدرسے میں قیام ہوا، اس وقت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم (افسوس کہ آج جب یہ روداد چھپ رہی ہے تو انہیں مدظلہم کے بجائے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے) بھی مدرسے میں زیرِ تعلیم تھے،ان سے پہلی ملاقات اسی موقع پر ان کے ایک نا قابلِ فرموش احسان کے ذریعے ہوئی، وہ اس طرح کہ اکوڑہ خٹک اس وقت حسنِ بداوت (دیہاتی حسن) کا ایک نمونہ تھا، حضرت کے جس مکان میں ہمارا قیام ہوا، وہ گارے کا بنا ہوا کچا مکان تھا، اس وقت یہاں قدیم عرب کی وہی روایت چلی آتی تھی کہ گھروں میں بیت الخلا بنانا معیوب سمجھا جاتا تھا، ہمیں اس وقت تک بداوت کے اس حسن غیر مجلوب کا کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا،(بداوت کے معنی ہیں دیہاتی انداز اور حسن غیر مجلوب سے متنبّی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ

حسن الحضارة مجلوب بتطرية   وفي البداوة حسن غير مجلوب

زبردست سردی کی ٹھٹھرتی ہوئی رات میں مجھے بیت الخلاء کی ضرورت پیش آئی تو اپنی عمر سے قریب جو نوجوان نظر آئے، وہ مولانا سمیع الحق صاحب ہی تھے۔ کم عمری کی وجہ سے اپنی اس ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے شرم بھی آ رہی تھی لیکن طبیعت ان تکلفات کی متحمل نہیں تھی، میں نے ان سے بے ساختہ اپنی ضرورت کا اظہار کر دیا۔ ان کے چہرے پر کچھ دیر کیلئے تامل کے کچھ آثار نظر آئے لیکن فوراً ہی انہوں نے مجھ سے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا اور پھر وہ مجھے اندھیری رات میں ہاتھ پکڑ کر گلی سے گزرتے ہوئے ایک مکان کی چھت پر لے گئے اور ایک چھوٹے سے کمرے کی طرف اشارہ کر کے میری مشکل آسان کی۔ اگرچہ کچھ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ یہاں میرا یہ عمل وضع الشيء في غير محله (اس کے معنی ہیں کسی چیز کا بے جا استعمال اور عام طور پر یہ اصطلاح ''ظلم'' کی تعریف کے طور پر استعمال ہوتی ہے) کی قباحت سے خالی نہیں ہے، لیکن ان باریکیوں میں جانے کا موقع نہیں تھا، اس لئے میں نے بھی تکلف نہیں کیا، یہاں آتے ہوئے تو بات کرنے کا موقع نہیں تھا لیکن ان کا احسان مند ہونے کے بعد واپسی میں ان سے تعارف ہوا اور پھر ایسا تعارف ہوا کہ وہ دوستی میں تبدیل ہو گیا جس کا ذکر ان شاء اللہ آگے کہیں آئے گا۔

اکوڑہ خٹک ہی میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث تھے

جنہیں حضرت حکیم الامتؒ کامل پورے فرمایا کرتے تھے، ہمارے محبوب استاذ حضرت مولانا سبحان محمود صاحب ان کے شاگرد تھے اور ان کی زبان سے حضرت کا محبوبانہ تذکرہ نہ جانے کتنی بارسن کر ان کی زیارت کا اشتیاق تھا، الحمدللہ یہ اشتیاق وہیں پورا ہوا، حضرت کے نورانی پیکر کی یہ پہلی اور آخری زیارت تھی، میں نے حضرتؒ سے ذکر کیا کہ ہمارے محبوب استاذ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب ہیں جو آپ کے شاگرد ہیں اور اسی طرح میں آپ کا بالواسطہ شاگرد ہوں، حضرت مسکرائے اور بڑی شفقت کا معاملہ فرمایا۔ اگلے دن صبح نو بجے ہم نوشہرہ پہنچے، جہاں ایک بڑا مجمع استقبال کیلئے جمع تھا اور ''مفتی اعظم زندہ باد'' اور ''ناظم اعلیٰ زندہ باد'' کے نعروں سے ماحول گونج رہا تھا، صرف تین گھنٹے قیام کے دوران جامع مسجد نوشہرہ میں بڑا جلسہ ہوا اور ظہر کے بعد مردان کیلئے روانہ ہوئے اور مسجد پیراں کے قریب قیام ہوا، عصر کے بعد مولانا مدرار اللہ صاحبؒ نے گنج بازار میں جمعیت کی میٹنگ کا انتظام کیا ہوا تھا اور رات کو مسجد پیراں میں جلسہ ہوا اور ۲۷ردسمبر کی صبح حضرت والد صاحبؒ نے اسی مسجد میں درس قرآن دیا اور اسی شام ۴ بجے چارسدہ سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچے، رات کو قصہ خوانی بازار کی ایک مسجد میں جلسہ تھا جو دوسرے جلسوں کی طرح بھرپور تھا۔ یہ میرا صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) دیکھنے کا پہلا موقع تھا اور اسکی اتنی بات یاد ہے کہ ہر کھانے کے بعد سرخ سرخ مالٹوں کا دور چلا کرتا تھا اور اس کے بعد یہاں کا مشہور ''کاوا'' یعنی سبز چائے بھاری سے بھاری کھانے کو ایسا ہضم کر دیتی تھی کہ تھوڑی دیر میں پھر بھوک لگنے لگتی تھی۔ (بحوالہ: ماہنامہ ''البلاغ'': ربیع الاول ۱۴۴۰)

بہرکیف! یہ رات بڑی پرلطف گزری پشاور سے فارغ ہونے کے بعد ہمارا خیال ہوا کہ یہاں سے اکوڑہ خٹک بہت قریب ہے، جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے اور ان کے صاحبزادے جناب مولانا سمیع الحق صاحب (جن سے ابتدائی حالات کا دلچسپ واقعہ میں ۱۹۵۶ء کے واقعات میں ذکر کر چکا ہوں) ان سے ملاقات ہو جائے گی چنانچہ ہم نے ایک دن رات اکوڑہ خٹک میں گزاری، یادگار سلف حضرت مولانا عبدالحقؒ نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرمایا اور برادران مولانا سمیع الحق صاحبؒ اور مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ کے ساتھ بڑی دلچسپ علمی اور ادبی نشست رہی، حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد کا ایک اہم مرکز تھا، جہاں بڑا زبردست معرکہ ہوا تھا، سکھوں کی وہ گڑھی جس پر یہ معرکہ برپا ہوا، وہ بھی دیکھی اور شام کے وقت قریب ہوتے ہوئے دریائے کابل میں کشتی رانی کا بھی لطف اٹھایا، میں نے ۶۵ء کی جنگ کے موقع پر ''اے وادی کشمیر'' کے نام سے ایک نظم کہی تھی، ان حضرات نے وہ نظم سنانے کی فرمائش کی، چنانچہ

میں نے تعمیل کی، اب تک میں نے اپنی کوئی نظم یا غزل کہیں چھپوائی نہیں تھی، مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے پہلی بار اپنے ماہنامہ ''الحق'' میں شائع کی اور ادارتی نوٹ میں ان مجلسوں کا بڑی محبت سے ذکر کیا۔

پشاور اور اکوڑہ خٹک کا یہ سفر اتنا پُر لطف رہا ہے کہ اگلے سال مولانا سمیع الحق کی فرمائش پر ہم نے اس علاقے کے لئے ایک تفریحی سفر کا پروگرام بنا لیا، حکیم مشرف حسین صاحب مرحوم اور میرے دوست جناب محمد کلیم صاحب بھی ساتھ ہو گئے، راولپنڈی میں مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے یہاں ایک رات گزاری اور وہ بھی اس سفر میں ساتھ رہنے کے لیے تیار ہو گئے، نیز حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا عبد اللہ کاکا خیل بھی۔ اکوڑہ خٹک میں ایک دو روز پر کیف مجلسوں میں گزارنے کے بعد ہم نے مولانا عبداللہ کاکا خیل صاحب سے درخواست کی کہ ہمیں شیخ الہندؒ کے رفیق کار حضرت مولانا عزیر گل صاحبؒ کی زیارت کا شوق ہے، ان کا قیام مردان اور سوات کے درمیان ایک گاؤں سخا کوٹ میں تھا، مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے داماد جناب شفیق صاحب مرحوم بھی ساتھ ہوئے، چنانچہ ہم سات افراد کا قافلہ سخا کوٹ پہنچا، یہ ایک نہایت سرسبز اور پر فضا مقام تھا، حضرت مولانا عزیر گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی، اگر چہ حضرت کی مادری زبان پشتو تھی، لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی صحبت کی وجہ سے وہ دیوبند اور سہارنپور کی ٹکسالی زبان بھی بڑی خوبی سے بولتے تھے، حضرتؒ نے اپنی شفقتوں سے نہال فرما دیا، ان کے بھائی اور مولانا عبداللہ کاکا خیل کے والد حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ بھی وہیں قیام فرما تھے، دونوں بھائیوں کے درمیان قابل رشک محبت کے ساتھ ساتھ بڑی دلچسپ اور علمی انداز کی نوک جھونک بھی چلتی رہتی تھی، غرض ان حضرات کی مجلسوں سے سب بڑے لطف اندوز ہوئے۔

اسی دوران یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ عشاء کی نماز کے لیے ہم نے قاری سعید الرحمان کی دلکش تلاوت کی وجہ سے درخواست کی کہ وہ نماز پڑھائیں، ہماری طرح وہ بھی مسافر تھے، اس لیے انہوں نے قصر کرتے ہوئے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا، اتفاق سے ایک مقامی دیہاتی بھی نماز میں شریک ہو گیا تھا، اس نے امام کو سلام پھیرتے ہوئے دیکھا تو اس نے بھی سلام پھیر دیا، مولانا سمیع الحقؒ نے اسے اشارہ کیا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پوری کرے، مگر وہ نہ سمجھا تو مولانا نے اسے پشتو میں سمجھایا کہ امام مسافر ہے، اس لیے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھیں، اس کے جواب میں اس دیہاتی نے پشتو میں جو کچھ کہا سب لوگ اس پر ہنس پڑے، ہمارے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ کیا تم سفر میں آدھی روٹی کھاتے ہو؟ اگر نہیں تو نماز آدھا کرنے کا کیا جواز ہے؟

میرے ذہن میں اداریوں کے بارے میں تصور یہ تھا کہ وہ محض حالات حاضرہ پر تبصروں پر ہی مشتمل نہ ہوں بلکہ ان کے ذریعے اسلامی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اس طرح گفتگو ہو کہ موجودہ حالات کے تناظر میں اسلامی تعلیمات پر کس طرح عمل کیا جائے اور ان تعلیمات پر خاص طور سے مغربی افکار سے متاثر لوگوں کو جو شکوک وشبہات ہیں، انہیں عام فہم انداز میں دور کرنے کی کوشش کی جائے، اس لیے ایک مدت تک اس نقطہ نظر سے اداریے لکھنے کے نتیجے میں اسلام کی معاشرتی، معاشی، سیاسی اور انفرادی اور اجتماعی تعلیمات کا اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا، چنانچہ اداریوں کا ایک مجموعہ شائع کرنے کا خیال ہوا، اس کے لیے مناسب نام تو ''اسلام اور عصر حاضر'' تھا لیکن اس سے پہلے محبّ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ؒ ''الحق'' میں لکھے ہوئے اپنے اداریوں کا مجموعہ اسی نام سے شائع کر چکے تھے، اس لیے میں نے اس مجموعہ کا نام ''عصر حاضر میں اسلام'' رکھا اور وہ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہوا۔ (بحوالہ: ماہنامہ ''البلاغ'': ذیقعدہ ۱۴۴۱)

نئے دستور کے لیے اسلام آباد کا سفر؟

اسی زمانے ۱۹۷۲ء میں ملک کی قومی اسمبلی ایک نئے دستوری مسودے پر غور کر رہی تھی ۱۹۵۶ء کا دستور جنرل محمد ایوب خان صاحب نے منسوخ کر دیا تھا اور ۱۹۶۲ء میں انہوں نے ایک نیا دستور نافذ کیا تھا جس پر سیاسی جماعتوں کو اعتراضات تھے، ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد یہ نیا دستور بننا تھا اور پیپلز پارٹی کی حکومت ذوالفقار علی بھٹو صاحب مرحوم کی سربراہی میں ایک مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کر رہی تھی اس لئے ملک میں ایک مرتبہ پھر یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ ہمارا دستور کیسا ہونا چاہیے؟ سیکولر حلقے تو اُسے لادینی دستور بنانے کی کوشش ہمیشہ کرتے رہے لیکن اس مرتبہ اس پر یہ اضافہ ہو گیا تھا کہ پیپلز پارٹی جو سوشلزم کا نام لے کر برسر اقتدار آئی تھی، اس کے بارے میں مفروضہ یہی تھا کہ وہ ملک کو ایک سوشلسٹ ریاست بنانے کے لیے دستور میں سوشلزم کو کسی نہ کسی طریقے سے داخل کرے گی، اس لیے ضروری تھا کہ اس نئے دستور کو صحیح سمت میں مرتب کرنے کے لیے علمی اور عملی کوششیں کی جائیں، عملی سیاست سے تو میں کنارہ کش تھا لیکن علمی طور پر میں ''البلاغ'' کے اداریوں میں ان مسائل پر مفصل تحریریں لکھتا رہتا تھا، چنانچہ محرم اور صفر ۱۳۹۱ھ میں بمطابق مارچ اور اپریل ۱۹۷۱ء میں میں نے ''اسلامی دستور کا مفہوم'' اور ''دستور کی اسلامی دفعات'' کے نام سے دو

اداریے لکھے، پہلے مضمون میں قرآن وسنت سے ایک اسلامی ریاست کی دستوری بنیادوں کو واضح کیا اور یہ مضمون درحقیقت حضرت والد صاحبؒ کے رسالے ''دستور قرآنی'' پر مبنی اور اس سے ماخوذ تھا، جس میں حالات کی مناسبت سے بعض چیزوں کا اضافہ کیا گیا تھا اور دوسرے مضمون میں یہ بتایا گیا تھا کہ ان دستوری بنیادوں کو موجودہ دستور کی دفعات میں کس طرح سمویا جائے؟ جس سے ان کے مقاصد موجودہ ماحول میں حاصل ہوں، ان دونوں مضمونوں کی کاپیاں ارکان اسمبلی کو بھی بھیجی گئی تاکہ وہ ان پر غور کرسکیں۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ قومی اسمبلی کے رکن تھے، ان کے لائق و فائق صاحبزادے مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے اپنی پہلی ملاقات کا حال میں ۱۹۵۵ء کے دورے کے سلسلے میں پیچھے لکھ چکا ہوں، اس کے بعد ''البلاغ'' اور ''الحق'' کے ذریعے ان سے دوستی کا تعلق بڑھتا رہا، کبھی کبھی کسی خاص مناسبت سے ملاقاتیں بھی ہوجاتی تھیں بلکہ ملاقات کی خاطر مواقع پیدا بھی کر لئے جاتے تھے، انہوں نے اس موقع کو بھی ایسا ہی سمجھا جو ملاقات کا ایک بہانہ بن سکتا تھا، اس لئے غالبًا انہوں نے اپنے والد ماجد قدس سرہ سے کہا ہوگا کہ وہ مسودۂ دستور میں ترمیمات مرتب کرنے کے کام میں شرکت کیلئے تقی کو بلالیں، چنانچہ انہوں نے مجھے حضرت کا یہ پیغام پہنچایا اور میں حضرت والد صاحب سے اجازت لے کر اسلام آباد روانہ ہوگیا، وہاں اپنے عزیز کے ہاں قیام کیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے نورانی شخصیت کے کمالات کا اس عرصے میں کچھ اندازہ ہوا۔ ان کمالات کے باوجود ان کی تواضع کے عجیب عجیب واقعات سامنے آئے، اسلام آباد پہنچنے کے بعد اگلے دن میں مولانا سمیع الحقؒ کیساتھ اسمبلی ہال کی گیلری میں پہنچا تو حضرت اسمبلی ہال میں اپنی نشست پر تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر وہ باہر تشریف لے آئے، ان کو نشست سے اٹھتے دیکھا تو ہم بھی نیچے اتر کر اسمبلی ہال کے دروازے تک پہنچ گئے، میں نے مؤدبانہ سلام عرض کیا تو حضرت نے معصومیت سے فرمایا، حضرت! آپ نے بڑی شفقت فرمائی، میں ان کی اولاد کی طرح تھا، اس لئے یہ سن کر پانی پانی ہوگیا لیکن اس فرشتہ صفت انسان کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کس ذرہ بے مقدار سے مخاطب ہیں اور ان کا علم و عمل میں ہر لحاظ سے کیا مقام ہے؟ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہی نہ تھے اور یہی تواضع کا اعلیٰ ترین مقام ہے جو اپنے والد ماجد کے علاوہ چند ہی گنی چنی شخصیات میں نظر آیا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ ان میں سرفہرست ہیں۔

بہرحال! جناب مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی معیت میں چند دن گزارنے کا موقع ملا جو کام

کے علاوہ بہت سی خوشگوار یادیں چھوڑ گیا، ہم دونوں نے مل کر مسودۂ دستور کا جائزہ لیا اور جہاں جہاں اسلامی نقطہ نظر سے ترمیم کی ضرورت تھی وہاں حضرت شیخ مولانا عبدالحقؒ کی رہنمائی میں ترمیمات مرتب کیں جو ان کی طرف سے اسمبلی میں داخل کی گئیں جن میں سے کچھ منظور ہوئیں اور کچھ نہیں۔(بحوالہ: ماہنامہ ''البلاغ'': محرم ۱۴۴۲)

محبّ محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب، (اللہ انہیں عافیت کے ساتھ سلامت رکھے) ہمیشہ سے بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں، دن رات محنت کرنے کے باوجود ان کی پُر بہار طبیعت اپنی جوانی پر رہتی تھی، جو میرے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھی، جب دل و دماغ بہت تھک جاتا تو ان کی صحبت میں چند لمحات بھی بڑے جاں فضا ثابت ہوتے تھے جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا شاید وسائل کی کمی اور احتیاط کے پیش نظر کئی روز تک مسلسل کھانے میں صبح و شام صرف دال پکتی رہی، اگرچہ کام کی اہمیت کے پیش نظر ان باتوں کی طرف دھیان ہی نہیں تھا اور ہم ویسے بھی مدرسے کی زندگی میں اس قسم کے سادہ کھانے کے عادی تھے لیکن ازراہ مذاق ہم آپس میں روزانہ دال کے کھانے کی کیفیات کا تذکرہ کرتے رہتے تھے جب کئی دن اسی طرح گزر گئے تو ایک روز میں نے کھانے کے منتظم سے پوچھا آج کیا کھانا ہے؟ اس نے جواب دیا دال۔میرے منہ سے گھبرائے ہوئے لہجے میں بے ساختہ نکلا آج بھی دال؟ مولانا سمیع الحق نے میرے اس جملے کو ظرافت کا ایک مستقل موضوع بنائے رکھا اور مدت تک مزے لے کر اس کا حوالہ دے کر مجھے چھیڑتے رہے، میں جواباً مولانا کو حضرت کا ایک جملہ دوہرا کر چھیڑا کرتا تھا جس کا قصہ یہ تھا کہ حضرت بنوریؒ نے مولانا سمیع الحق کو ایک دن دوپہر کے کھانے کے وقت تربوز لانے کے لئے بازار بھیجا، وہ ایک اتنا بڑا تربوز لے آئے جس سے ان کے لئے اٹھانا بھی مشکل ہو رہا تھا لیکن جب کھانا کھانے کے بعد اسے کاٹا گیا تو اندر سے بالکل سفید نکلا حضرت بنوریؒ کو اسے دیکھ کر حیرت ہوئی ،انھوں نے مولانا سمیع الحق سے فرمایا خدا کے بندے اتنا بڑا تربوز اٹھا لائے؟ مگر یہ نہ دیکھا کہ وہ پکا بھی ہے یا نہیں؟ بھلا اتنا بڑا تربوز لانے کی کیا ضرورت تھی؟ مولانا سمیع الحق صاحب کو حضرت بنوریؒ سے قابل رشک حد تک بے تکلفی تھی، انہوں نے جواب دیا حضرت! آپ نازک مزاج آدمی ہیں، مجھے یہ خطرہ تھا کہ کوئی چھوٹا تربوز لایا تو آپ کو ناگوار ہوگا، مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ کو نہ چھوٹا پسند ہے نہ بڑا؟ حضرت یہ سن کر مسکرائے اور بے بسی کے انداز میں فرمایا واقعی عقل بڑی عجیب چیز ہے(بحوالہ: ماہنامہ ''البلاغ'': ربیع الثانی ۱۴۴۲)

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہم
مہتمم دارالعلوم حقانیہ ونائب صدر وفاق المدارس

اسلاف کی عظمتوں کا عکسِ جمیل

- ...... تعلیم وتربیت، اہتمام و اِنتظام
- ...... اجتماعی معاملات میں کامیابی کے اُصول
- ...... واضح لائحہ عمل مشاہدات، تأثرات
- ...... آپ بیتی اور دلچسپ حکایات

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے فرزند ثالث اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے عزیز بھائی شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ، سالہا سال سے نہایت انہاک سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں اور حضرت مولانا شہیدؒ کی شہادت کے بعد بطور مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سینئر نائب صدر کی ذمہ داریاں بھی نبھا رہے ہیں۔(ادارہ)

دنیا کی تاریخ میں بہت سی ایسی شخصیتوں کا ذکر ملتا ہے جن کے وجود نے معاشرے کو منور کیا، تاریکیوں کو روشنیوں میں بدلا، جہالت کو علم میں تبدیل کیا اور معاشرتی انتشار اور خلفشار کو ختم کر کے پوری انسانیت کو وحدت کی ایک لڑی میں پرونے کا کام کیا۔ایسی شخصیات کی جسمانی موت ضرور ہوئی مگر ان کے افکار وتصورات آج بھی زندہ ہیں اور انہی افکار وتصورات کی روشنی میں ہمارے مستقبل کا سفر جاری ہے، اگر ان کی رہنمائی نہ ملتی تو شاید ہم آج بھی اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے نہ ہماری کوئی منزل ہوتی نہ راستے ہوتے، یہ انہی مقدس اور برگزیدہ شخصیات کا فیض ہے کہ ہم تہذیبی ، علمی،ادبی اور ثقافتی سطح پر ارتقاء کی نئی منزلیں طے کررہے ہیں،ان بزرگوں نے علوم وفنون سے جہاں

ہمیں روشناس کروایا وہیں تہذیب و معاشرت کے نئے آداب سکھائے۔ ان شخصیات کے افکار سے ہمارے معاشرے کی تصویر بدلی، ایک صحت منداور صالح معاشرہ کے قیام سے مختلف اقوام وملل کے درمیان دوریاں بھی کم ہوئیں اور انسانی معاشرہ ایک دوسرے سے مربوط ہوا۔ دراصل ایک صالح اور متمدن معاشرہ کا قیام ہی ہمارے بزرگوں کا وطیرہ رہا ہے۔ ان کی زندگی اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے وقف رہی ہے۔ انہیں اپنے دکھ اور درد سے زیادہ ملک، معاشرہ اور قوم وملت کا درد ستاتا تھا، اسی لیے انہیں قوم وملت اور ملک ومعاشرہ کے مسائل کی زیادہ فکر تھی۔

ملک وملت کی بیش بہا خدمات

ایسی ہی شخصیتوں میں ایک اہم نام والدی المکرّم محدث جلیل امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث برادرِ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ہے۔ جنہوں نے مختلف سطحوں پر ملک وملت کے لیے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور اپنے کارناموں کے ذریعہ ملک اور معاشرے کو ایک نئی سمت بھی دی ہے۔ ان کی ذات ستودہ صفات سے صرف ایک علاقہ، طبقہ، فرقہ، ملک یا معاشرے نے فیض نہیں اٹھایا بلکہ ان کے چشمہ فیض سے پوری دنیا کے لوگوں نے علمی اور وحانی تشنگی کو بجھایا، مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد نے ان سے رہنمائی حاصل کی کہ ان کی ذات صرف تعلیم و تدریس تک محدود نہیں بلکہ ان کی شخصیت روحانی بھی تھی، وہ مرجع خلائق تھے اور ان کے وابستگان کی ایک بڑی تعداد قومی رہنماء، عمائدین، سیاسی قائدین، ارکان پارلیمنٹ، مشائخ، علماء، فضلاء، دین دار طبقہ اور عامۃ المسلمین کی تھی جن میں دوسرے مکاتب فکر کے افراد بھی شامل تھے۔

دامنِ تعلیم وتربیت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سمیت ہم سب بھائیوں کو بدوِشعور ہی سے والدمکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کا دامن ملا، میری عمر ۵،۶ برس کی ہوگی، عقل وشعور کے آغاز ہی میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، محدث جلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے نامی گرامی شخصیات کے علمی اور روحانی خاکے دل ودماغ پر نقش ہونے لگے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ

بخاریؒ ، الامام مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسے جبالِ علم جب والد گرامیؒ کے ہاں تشریف لاتے تو ہم بھائیوں کو ان کی شفقتیں، محبتیں اور علمی و روحانی پیار حاصل رہتا۔حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تشریف آوری اور ان کی نشست و برخاست کے حرکات وسکنات اور خطاب ومجالس کی ایک ایک ادا آج بھی نگاہوں کے سامنے ہے۔

دل و دماغ پر انمٹ نقوش ثبت

پھر حضرت والد گرامیؒ جب ان اکابر کا تعارف کراتے، تذکرہ ہوتا تو علمائے دیوبند کے حالات و واقعات،علم وعمل، صالحیت اور تاریخی کردار کے انمٹ نقوش دل و دماغ پر ثبت ہوجاتے۔ ہم نے بچپن میں جن اکابر کو دیکھا ہے،جن زعماء ملت کی خدمت کے مواقع ملے،جن مشائخ کی صحبت میں بیٹھے،جن اساتذۂ علم سے استفادے کے مبارک لمحات ملے وہ سب مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے۔خود حضرت والد گرامیؒ دارالعلوم دیوبند کے مقبول ومحبوب استاذ تھے اور دیوبند کے اکابر و مشائخ کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے،گویا ہمیں گھر میں دارالعلوم دیوبند کا دامن حاصل تھا،اسلئے ہم سب کا ذہن علمِ دین سے مانوس،قرآن وسنت سے منور اور دیوبندیت کے برکات سے معمور تھا۔

علم حدیث دیوبند والے اچھا پڑھاتے ہیں

حضرت والد گرامیؒ فرمایا کرتے تھے جس طرح دیوبند کے اکابر قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں،اس کی مثال کہیں نہیں ملتی،ان کی تمنا، دعا اور تربیت کے صدقے اللہ پاک نے یہ بات دل میں بٹھا دی تھی،حدیث دیوبند والے ہی اچھی طرح پڑھاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور تکوینی طور پر ہمیں درسِ نظامی کی ابتداء سے لیکر دورۂ حدیث تک دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔برادرِ معظم مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مجھے اپنے والد بزرگوارؒ سے استفادہ سمیت یہاں کے جلیل القدر اساتذہ کرام سے ہمیں علومِ نبویہ کے دُروس ملے۔

دارالعلوم دیوبند کی نسبتیں

تحصیل علم کے دوران یہ تصور اور مضبوط عقیدت ہمارے قلوب پر ثبت ہوچکی تھی کہ ہم اگرچہ

صورتاً دارالعلوم حقانیہ میں بیٹھے ہیں مگر معناً ہمیں گویا دارالعلوم دیوبند کی درسگاہ میں بٹھا دیا گیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے دارالعلوم حقانیہ کو''دیوبندِ ثانی'' قرار دیا ہے، درس نظامی کے ہر درجہ میں علمائے دیوبند کے علوم و معارف کی فضائیں قائم تھیں، ہمارے اپنے والد گرامیؒ کے مضبوط کنٹرول اور مستحکم تربیت کی وجہ سے اوّل و آخر دلچسپی بس درس و مطالعہ سے تھی اور باطنی طور پر یہ تصور ہمیشہ غالب رہا کہ ہمیں دارالعلوم دیوبند کی نسبتیں حاصل ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جس سال میں دورۂ حدیث میں پڑھ رہا تھا وہ پورا سال اس طرح گزرا کہ دن رات کے اوقات میں حدیث شریف کی کتابوں ہی سے اشتغال رہتا تھا۔

حقانیہ کی پرتاثیر درسی فضائیں

دارالعلوم حقانیہ کا تدریسی ماحول''دارالعلوم دیوبند'' کے اصولوں پر استوار تھا۔ برادرِ معظم مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور احقر اسی بابرکت، علمی و تربیتی ماحول سے مستفید ہو رہے تھے،اس وقت میرا بھی اور برادرِ بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا بھی اپنا خیال اور اندازہ یہ تھا کہ ہمارے حقانی اساتذہ درسِ نظامی اس طرح پڑھاتے ہیں کہ ان کے مؤلفین و مصنفین علامہ مرغینانی، امام ترمذی، قاضی بیضاوی اور امراء القیس وغیرہ اصحاب معلقات ہمارے اساتذہ کرام کا درس سنتے تو انہیں یہ دیکھ کر بے انتہاء خوشی ہوتی کہ ان کی کتابوں کا حق کیسے ادا کیا جارہا ہے خاص کر ہدایہ آخرین، جلالین، مشکوٰۃ اور صحاح ستہ کے دروس تو اتنے مؤثر ہوتے تھے کہ علم اور دروسِ دین کا ذوق رکھنے والے اہل علم جنہوں نے بار باران کتب کا درس پڑھایا تھا، ہمارے اساتذۂ کرام کا درس سن کر ان کا بھی جی چاہنے لگتا کہ ایک دفعہ پھر سے یہ درسی کتب حقانیہ کے اساتذہ کرام سے پڑھیں، واقعتاً بعض حضرات نے ایسا کر بھی ڈالا۔

اساتذۂ معقولات کے کمالات

ہاں! جامعہ دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم دیوبند کی طرح دینی مدارس کی اصطلاح کے مطابق، معقولات یعنی منطق، فلسفہ اور علم کلام کی مشکل ترین اور انتہائی اہم کتابیں حمداللہ، قاضی مبارک، شمس بازغۃ اور امور عامہ وغیرہ اکثر یہاں پڑھائی جاتی تھیں۔ مجھے اپنے جامعہ کے اکابر اساتذہ سے یہ سب کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، حقانیہ کے اساتذہ فنون میں خاص دستگاہ رکھتے تھے۔ ہم نے جن اساتذہ کرام سے معقولات پڑھیں ان فنون میں بلا شبہ وہ اپنے وقت کے امام تھے اور ان

سے استفادہ کی واقعتاً بڑی برکات ہیں جو ہمیں قدم قدم پر نورِ بصیرت بن کر علمی راہ پر گامزن رکھنے میں معاون ثابت ہو رہی ہے۔

والد صاحبؒ کی سرپرستی میں تدریسی خدمات کا آغاز

برادرِ بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مجھے والد مکرمؒ نے ایسے علمی ماحول میں جوڑ کے رکھا اور بھرپور نگرانی ونگہداشت فرمائی جس کی برکتیں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی نمایاں رہیں اور میرے لیے درسی و تدریسی امور میں سنگ میل بن کر راہ راست پر چلنے کا وسیلہ بنتی رہیں، فراغت کے بعد برادرِ بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، میری بھی جامعہ عثمانیہ بہاولپور سے فراغت کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ تقرری ہوگئی، ہم دونوں کو جامعہ حقانیہ میں تدریسی خدمت بہت راس آئی۔ والد صاحبؒ کی نگرانی و تربیت، اکابر اساتذہ کرام کا سایۂ شفقت اور طلبہ کا خدمت کے خوبصورت روح پرور منظر بڑا جاذب فکر ونظر تھا، علم اور روحانیت اس قدر غالب تھی کہ باہر سے آنے والے علماء، ہمارے احباب اور یہاں قدم فرمانے والے ضیوف، یہاں کی زندگی کا رخ دیکھتے ہی ان کے دل کی حالت بدل جاتی تھی۔ مجھے ایسے ماحول میں والدؒ نے اپنی سرپرستی میں لے رکھا تھا، میرے بزرگ بھائیؒ پر والد گرامیؒ کی نظریں جمی رہتی تھیں، بلاشبہ وہ علمی استعداد کی تکمیل وتحصیل کا پہلا زینہ تھا، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا کس طرح شکر ادا کروں کہ اس سلسلہ میں جامعہ حقانیہ کی خدمت، اضیاف کا استقبال، اہل علم کی پذیرائی اور روحانی ماحول میں زندگی کی سانسیں، کہ ان دنوں میرے اندر ایک غیر معمولی جذبے اور سرشاری کی کیفیت قائم رہتی تھی۔ ۱۹۷۱ء کے الیکشن میں حضرت والدؒ کی کامیابی اور سیاسی امور میں اشتغال کے باعث برادرِ بزرگوار مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مجھے مل کر تمام معاملات سنبھالنے اور ذمہ داریاں نبھانے کے مواقع ملے۔

انتظام واہتمام کے تربیتی مراحل

حضرت والد گرامیؒ نے ہم دونوں بھائیوں کو اپنی سرپرستی میں مکمل نیابت حوالے کردی۔ روزِ اوّل سے چونکہ ہم دونوں نے والد گرامیؒ کے ساتھ رہ کر اہتمام وانصرام کے تمام تر معاملات کو بہت قریب سے دیکھا تھا، والدِ گرامی کے حسن اہتمام کو ہر موقع پر دیکھا۔ اس لیے کہ اہتمام وانتظام کے اجتماعی امور کی پیش رفت میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی۔ والد صاحبؒ کی سرپرستی، دعائیں اور

رہنمائی قدم قدم پر ساتھ رہی۔ والد صاحبؒ کی ہم پر خصوصی نظر وعنایت تھی کہ وہ مدرسہ سے متعلق تمام ضروری مشوروں میں ہمیں شریک رکھتے تھے۔ والد صاحبؒ کے مشاغل مزید آگے بڑھنے اور عمر وصحت کے ضعف کی بناء پر بھی وہ ہمیں ادارے کی ذمہ داریوں کے نبھانے کے حوالے سے خصوصی تربیت دینا چاہتے تھے، بیرونی امور، سیاسی مشاغل، مدرسہ کے تعمیرات اور اس حوالے سے تمام ترتگ ودَو برادرِ بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی طبعی افتاد کے پیشِ نظر ان کے مساعی کا لازمہ بن گئیں۔ مجھ سے محبت و اعتماد کے پیش نظر وہ ان تمام امور میں مجھے اعتماد میں لیا کرتے تھے اور شراکت کار میں انہیں بہت خوشی ہوتی تھی۔ وہ درس و تدریس، ''الحق'' کی ترتیب، مؤتمر المصنفین اور تحریر وتصنیف میں بھی سباق الغایات تھے، تاہم جب بھی کوئی کام کرنا شروع کرنا چاہتے تھے تو مجھے بھی ساتھ شریک کر لیتے تھے۔

تفویضِ امور کے مراحل

حضرت والد صاحبؒ کی خدمت، پارلیمنٹ سے لے کر دینی مدارس کے اسفار، اجتماعات، جنائز میں شرکت اور ملک بھر کے اسفار میں ان کی ہمہ وقتی رفاقت کی سعادت میرے حصہ میں آئی تھی، درس و تدریس، جامعہ کے انتظامی امور، تعلیمات کا مکمل شعبہ، وفاق المدارس کی ذمہ داریاں، اضیاف کی خدمت، حضرت شیخ الحدیثؒ کے خطوط کے جوابات، انتظامیہ اور دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کی نگرانی کی سعادت میرے حصہ میں آئی، ان تمام امور میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی میرے ساتھ برابر کے شریک رہے، حضرت والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد اہتمام کی ذمہ داریاں برادرِ بزرگوارؒ اور نائب مہتمم کی حیثیت سے میری دستار بندی کی گئی، مجھے اپنی طبعی کمزوریوں، مشاغل و مصروفیات، اعذار و امراض اور جسمانی طور پر نحیف ولاغر بدن کے پیش نظر یہ اندیشہ لاحق رہا کہ کیا میں اس بارِ گراں کا متحمل ہوسکوں گا؟ مجھے نہ تو عہدہ مطلوب تھا اور نہ نام ونمود، تقدیرِ الٰہی پر رضا اپنی طبعی افتاد تھی، حضرت والد صاحبؒ نے یہی سبق پڑھایا تھا۔

پس دارالعلوم اور قوم وملت کی خدمات لیا جانا مقدر تھا اس لیے باوجود انکار پر اصرار کے بھی مجھے نیابت اہتمام کی خدمت سونپی گئی اور حدیث پاک کے بشارت کے عین مطابق من جانب اللہ قدم قدم پر اعانت ہوئی جیسا کہ عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قال قال لی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تسأل الامارة فانك ان اعطیتهاعن مسئلة وكلت الیها و ان اعطیتها عن غیر مسئلة اعنت علیها (بخاری ومسلم) چنانچہ اللہ ہی کے فضل وکرم سے مدرسہ کے

تمام مفوضہ امور تدریس ونگرانی اور انتظام وانصرام مکمل طور پر انجام پذیر ہوتے رہے، اس سلسلے میں حضرت والد صاحبؒ کی طرح میرے بڑے بھائی بھی مطمئن رہے، تفویض امور کا سلسلہ بڑھاتے رہے واجرهم على الله والحمد لله على ذالك۔

دارالعلوم حقانیہ کا شورائی نظام

اللہ پاک نے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کا حکم دیا حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صرف حکم پر بلکہ اشارہ پر جان فدا کرنے کو سعادت سمجھتے تھے، ان کو آپ کی کسی بات سے سرمو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا، نیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی قدم قدم پر بارگاہِ ایزدی سے ہوتی تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ نادرست ہونے کا سوال ہی نہیں ہوسکتا تھا، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کا امر فرمایا گیا کہ یہ چیز باہمی اجتماعیت اور وحدتِ اُمت کے لئے بہتر اور کارآمد تھی تاکہ ملت کا شیرازہ مجتمع رہے بعینہٖ یہ ضرورت ہر اس شخص کو پیش آتی ہے جو کسی جماعت کا امیر، کسی ادارے کا سربراہ، کسی ملک کا بادشاہ، کسی قوم کا رہبر یا کسی ادارے کا منتظم ہو، حضرت والد مکرم میں یہ وصف انتہائی کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ کا انتظام روزِ اوّل ہی سے مشورہ پر چل رہا تھا، حضرت والد محترم جس طرح کلی اُمور میں ارکانِ شوریٰ سے پیش آمدہ معاملات میں استصواب فرماتے تھے اور جزوقتی پیش آمدہ اُمور میں تمام یا بعض حضرات مدرسین، اولاد اور اہل دفتر سے مشورہ کے بعد طے شدہ اُمور کا نفاذ فرماتے اسی طرح بعینہٖ برادرِ معظم مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بھی حضرت والدؒ کے منہج کو قائم رکھا جب کوئی معاملہ پیش آتا اولاً مجھ سے مشورہ فرماتے، پھر اسے اساتذۂ کرام اور انتظامیہ کے سامنے رکھتے، پھر مجلس شوریٰ سے استصواب کا مرحلہ آتا اور درجہ بہ درجہ مشورہ سے اصل مسئلہ خوب نکھر جاتا اور فیصلہ مستحکم ہوتا۔

برادرِ معظم کی شہادت کے بعد اب بھی مشاورت کا وہی نظام قائم ہے اور مشاورت میں نائب مہتمم مولانا حامد الحق ومولانا راشد الحق اور تمام بھتیجے مولانا لقمان الحق، مولانا عرفان الحق، مولانا اسامہ وغیرہ بھی شریک رہتے ہیں، ان کی آراء، تجاویز اور بروقت بیدار مغزی سے اُلجھی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور مخصوص مجلس شوریٰ کے اجلاس میں انتظامیہ وجمیع خدام کا یک زبان ہوکر معاملات پر بحث کرنا اسلام کے شورائی نظام کے برکات کا حقیقی ثمرہ ہے ورنہ بعض بدخواہوں کو مدرسہ کا نظام بلا کسی مشورہ کے ہونے کی مذموم افواہیں پھیلانے کا موقع ملتا اور لوگوں میں مطلق العنان انتظام کی غلط فہمی

پیدا کرنے کی کوششیں کام کر جاتیں مگر مشاہدہ اور مشاورت کے استحکام نے اس قسم کے اندیشہ ہائے مذمومہ کو باطل قرار دے دیا۔

حلم،تحمل اور برداشت

کسی بھی نظمِ اجتماعیت، وحدت اور اتحاد کے لئے ''حلم'' ضروری ہے اور جتنا بڑا اِنتظام جس کے سپرد ہو اس کے لئے اسی قدر تحمل و برداشت بھی ضروری ہوتا ہے۔ جہاں بہت سے لوگ رہتے ہوں اور ایک طرح کی خدمت ان کے سپرد ہو، ان میں باہمی تنافس اور چشمک معاصرت کا مرض بھی ہوتا ہے۔ نیز ہر شخص اپنے تیئں حاکمِ وقت سے قرب چاہتا ہے جس کا ذریعہ وطریقہ وہ دوسرے کے بُعد کو سمجھتا ہے اس کیلئے وہ اپنے معاصرین کے معائب منتظم کے سامنے پیش کرنے کے مواقع تلاش کرتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر ایک ادارے کا سربراہ، ایک جماعت کا امیر اور ایک تحریک کا منتظم حلم، تحمل اور برداشت سے کام نہ لے اور سنجیدگی سے کسی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش نہ کرے تو باہمی فساد اور انقلاب رونما ہونا اور ایک طبقہ کا ادارے کے سربراہ سے متنفر ہو جانا لازمی امر ہے۔

حلم، تحمل، حوصلہ اور برداشت ہی ایک ایسا وصف ہے جو اس فتنہ سے حفاظت کا سبب ہے۔ والدمکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ طبعاً حلیم تھے، تحمل، برداشت اور بلند حوصلے کے مالک تھے، فَبِمَا رَحمَةٍ مِنَ اللّٰہِ لِنتَ لَھُم وَ لَو کُنتَ فَظًّا غَلِیظَ القَلبِ لَانفَضُّوا مِن حَولِكَ (آل عمران:۱۵۹) ''ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے'' پر عمل پیرا تھے۔ اس لئے اساتذہ ومحدثین اور جامعہ کے تمام عملہ آپ سے وابستہ رہا اور سب نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ قلیل معاوضہ پر رہ کر ہی حضرت کے مشن، موقف اور اہداف پر قائم رہنا ہے۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ارکینِ شوریٰ، اساتذہ وخدام اور والدمکرم کے مقربین سب کو یہ امر بخوبی معلوم ہے کہ حضرت والدمکرمؒ نے دارالعلوم کے بقا وتحفظ کی خاطر ان حضرات کے ساتھ بھی حلم کا برتاؤ کیا جو قدم قدم پر روڑے اٹکاتے اور مارِ آستین کا کردار ادا کرتے رہے۔ واقعی حلم ہی یہی ہے کہ اپنوں کے ساتھ تو ہو ہی مگر بیگانے بھی اس سے محروم نہ رہیں۔ حضرتؒ کے حینِ حیات میں بھی اغیار نے بہت کچھ کر ڈالنے کی سازشیں کیں مگر حضرت کے حلم اور برداشت سے کئی عظیم فتنوں سے حفاظت ہوئی۔ یہ

حلم اور برتاؤ غیروں کے ساتھ تھا، اہل تعلق اور اہل مدرسہ کے ساتھ تو آپ کے حلم کے واقعات اس قدر وسیع ہیں کہ ان کو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا اور جس کے سبھی حضرات معترف ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد، برادرِ معظم کے دورِ اہتمام میں بھی والد مکرم کے منہج کو اپنایا گیا۔ ہر موڑ پر صبر، حوصلہ، برداشت، تحمل اور حلم، کارگر رہا، سازشیں، فتنے اور شرارتیں دم توڑ گئیں اور حلم کامیاب رہا۔ اب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم سے اپنے پیش رو اکابر کے مزاج، ان کی طبعی افتاد، ان کے مصلحانہ طرزِ فکر اور حلیمانہ لائحہ عمل کو اپنا ہدف بنا لیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جو رویہ، حسن سلوک، اعتدال، صبر وتحمل، بردباری اور حکمت و تدبیر کے سنگ میل انہوں نے قائم فرمائے تھے، اب بھی ان ہی نشان ہائے راہ پر چل رہے ہیں، نہ تو کوئی لیاقت ہے نہ اہلیت نہ وہی بلند حوصلہ اور نہ عظیم حلم، مگر نقل کر رہے ہیں۔ اللہ کریم نقل کو اصل میں بدل دیتے ہیں اور عین طغیانی میں کشتی ساحل مراد سے جا لگتی ہے۔

عفو، درگذر اور تسامح

یہ وصف بھی والد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کی زندگی میں نمایاں تھا، ان کے حینِ حیات بعض اوقات اختلافات بھی رونما ہوئے اور طلبہ کی ایک اسٹرائک بھی چلی تھی جس سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کو بے حد تکلیف پہنچی تھی۔ آغازِ تحریک ہی میں حضرتؒ نے ہم دونوں برادران، جمیع اساتذۂ کرام اور انتظامیہ کو تاکید کر دی تھی کہ تشدد، غیظ وغضب، طعن وتشنیع اور جواب آں غزل ہمارا ردِّعمل نہیں ہونا چاہئے۔ جب اسٹرائک فرو ہوگئی اور کچھ ہمدرد حضرات نے حضرتؒ کو اس حوالے سے محرکین کا ناعاقبت اندیشانہ کردار بتایا اور ان کے نام بتائے اور محرکین کے خلاف بھرپور کاروائی کا جواز پیش کیا تو اس سب کچھ کا علم ہوجانے کے باوجود آپؒ نے ان کے خلاف کاروائی سے گریز فرمایا جبکہ ان کے نظم مدرسہ کے خلاف قبیح حرکات کے ثبوت آپ کے پاس موجود تھے ہمدردانِ مدرسہ کا یہ برابر اصرار تھا کہ ایسے افراد کے خلاف کاروائی ناگزیر ہے۔ چونکہ ان کے خلاف کاروائی میں انتقام کے اتہام کا احتمال تھا آپ نے سب کی چھوٹی بڑی لغزشوں سے درگذر فرمایا۔ ہم دونوں بھائیوں کی عمر بھی جوانی کی تھی اور جذبات بھی شباب کے تھے مگر حضرتؒ کے طرزِ عمل نے ہماری زبان تک کو قفل لگا دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اسوہ جو انہوں نے اپنے حاسد

بھائیوں کے ساتھ اختیار فرمایا تھا اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زبانِ حال سے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف: ۹۲) ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی'' کا اعلان فرمایا۔

برادرِ معظم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دورِ اہتمام میں ہم دونوں بھائیوں کی باہمی مشاورت، اور حسن اعتماد سے والد گرامی حضرت شیخ الحدیثؒ کے قائم فرمودہ نشانِ راہ پر عمل ہوتا رہا، جب بھی کوئی ایسا ناخوشگوار اقدام سامنے آیا تو ہم نے طاقت کے ہوتے ہوئے عفو درگذر سے کام لیا اور یہ ان سخت ترین اُمور میں سے ہے جن پر عمل کرنے کی حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو تاکید فرمائی تھی۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (لقمان: ۱۷)

''اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے اس پر صبر کرو، بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے''

یہ وصفِ حسن ہے جس کے اپنے ماتحتوں کے ساتھ اختیار کرنے کا حق جل مجدہٗ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا فَاعْفُ عَنْهُمْ (المائدہ: ۱۳) ''لہٰذا انہیں معاف کردو'' یعنی اپنے صحابہ کرامؓ کی لغزشوں کو درگذر فرمایئے چنانچہ میرے دونوں پیشرو حضرت والد مکرم اور برادرِ معظم اپنے ماتحتوں کیساتھ یہی طریقہ اختیار فرماتے، ان کی لغزشوں کو معاف فرماتے، ان کیساتھ شفقتوں کا برتاؤ فرماتے اور جب سے مجھ حقیر وفقیر خادم کو اہتمام کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ تب سے اب تک اپنے دونوں بزرگوں کے منہج، ہدایات اور ان ہی کے طرزِ عمل پر دارالعلوم کا نظم رواں دواں ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کسی امر کا فیصلہ کرنے میں عفو درگذر کو غالب رکھنا ویسے بھی اولوالامر حکام ونظماء جماعتوں کے امراء اور مہتممین حضرات کے لئے بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ معاف کردینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کر دینے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ادرَئُوا الحُدُودَ عَنِ المُسلِمِينَ مَا استَطَعتُم فَإِن كَانَ لَهُ مَخرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَإِنَّ الإِمَامَ أَن يُخطِئَ فِي العَفوِ خَيرٌ مِن أَن يُخطِئَ فِي العُقُوبَةِ (الترمذی: ۱۴۲۴)

یہی وجہ ہے کہ میرے دونوں پیشرؤں کے زمانے سے آج تک مدرسہ کے افراد کے ساتھ یہی عمل رہا ہے۔ یہ بات جماعتوں کے امراء، نظماء، حکمرانوں، قائدین اور جمیع مہتممین کے لئے ایک نمونۂ تقلید اور اسلامی ہدایت کا درجہ رکھتی ہے۔

رازداری اور اخفاء

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں یہ وصف بھی بدرجۂ اتم

پایا جاتا تھا جو مہتمم، منتظم، امیر اور سربراہ ہوگا وہ یہ وصف اپنائے گا تو بہت سے فتنے ختم ہو جائیں گے۔ رازوں کے افشاء کی صورت میں کدورت وانقباض کے بعد شدہ شدہ نوبت نزاع واختلاف ظاہر ہونے تک پہنچ جاتی ہے، جس سے ادارے، جماعتیں، تحریکیں اور جامعات تباہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت والد مکرم اور برادرِ معظم میں یہ وصف بھی حد کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ والد مکرم عملہ کے کسی فرد کے متعلق کوئی شکایت تحقیق تک بھی پہنچ جاتی تو بھی آپ دوسرے کے سامنے اس کا تذکرہ نہ فرماتے اور خود بھی صاحب معاملہ کے سامنے وہ بات ذکر نہ فرماتے بلکہ نہایت محتاط اور مناسب انداز میں ایک اجتماعی ہدایت تمام عملہ کے نام لکھواتے تا کہ صاحب معاملہ خود سمجھ لے اگر بعض ذمہ دار حضرات کا اصرار بھی ہوتا کہ صاحب معاملہ کی گرفت ہونی چاہئے سب کو کیوں لکھا جائے مگر حضرت والد گرامی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل فرماتے۔

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایواجہ احداً بمایکرہ(ابن ابی الدنیا)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی ناگوار بات اس کے سامنے نہ فرماتے"

یہ وصف دوسرے کو قریب کرنے والا ہوتا ہے اور مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں، چنانچہ حضرت والد صاحبؒ کے زمانۂ اہتمام میں کسی شخص کے متعلق بہت سی شکایات موصول ہوئیں پھر وہ صاحب، اختلاف کر کے کھل کر سامنے آ گئے اور شدید مخالفت پر اُتر آئے تب بھی آپؒ نے ان شکایات کو آشکارا نہیں فرمایا۔ صرف اتنا فرمایا کہ ان میں بعض حضرات وہ بھی ہیں جن کی میرے پاس متعدد شکایات اور ان کے تحریری ثبوت پہنچے ہیں مگر میں نے ان کو کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔ قربان جاؤں، حضرت والد صاحبؒ مخالفین کے راز کو بھی راز میں رکھتے تھے۔ اندازہ لگائیے! وہ کس قدر راز والا اور کس مرتبہ کا مالک تھا۔ برادرِ محترم مولانا سمیع الحقؒ بھی حتی الوسع اسی اُصول پر کاربند رہے، وہ چونکہ زیادہ تر اسفار میں رہے، دس دس روز بعض اوقات پندرہ بیس روز تک اپنے مشاغل اور کثرتِ اسفار کی وجہ سے دارالعلوم میں حاضری نہ دے سکتے تو ساری ذمہ داریاں مجھ ناچیز کے کندھوں پر آ پڑتی تھیں، الحمدللہ والد گرامی نے جو سبق پڑھایا تھا اور عملاً جو کر کے دکھایا تھا حتی المقدور اس پر کاربند رہ کر راز کو راز رکھا۔ امانت کو امانت سمجھا، اکابر واصاغر کے ساتھ ان کے مراتب کے مطابق معاملہ نبھایا۔ حضرت والدؒ کے ارتحال کے بعد اندرونِ مدرسہ کے معاملات میں کئی تجربات اور مشاہدات کے بعد والد صاحب کا سبق یاد رہا اسی پر گامزن رہا الحمد للہ! کہ قدم قدم پر اس کے نقد ثمرات ظاہر ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔

تقویٰ، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

خدا کا خوف، فکرِ آخرت، احساسِ جوابدہی، بارگاہِ ربّ میں حاضری اور تقویٰ وخشیت یوں تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے مگر ذمہ دار افراد بالخصوص دینی مدارس کے مہتممین و منتظمین میں یہ وصف اور زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ مسائل کے حل اور مشکلات کے ازالہ میں للّٰہیت اور خوف وخشیت کے دائرے میں رہ کر آدمی فیصلے کر سکے اور تائید غیبی کا حقدار ہو۔ حضرت والد مکرمؒ میں یہ وصف بھی بدرجۂ اتم نمایاں طور پر موجود تھی۔ دینی مدارس میں جہاں نظم، اسبابِ ظاہری کا متقاضی ہے وہیں توبہ وخشیت، تقویٰ اور انابت الی اللہ بھی ضروری ہے تاکہ خلافِ حق وخلافِ شریعت کوئی بات یا حکم یا ہدایت یا فیصلہ اور اقدام صادر نہ ہو جائے، جہاد میں بھی ظاہری اسباب کے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ فلاح وکامیابی کے لئے تقویٰ کا حکم بھی فرمایا گیا ہے۔

> يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ (آلِ عمران: ۲۰۰)
>
> ''اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے جمے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو''

چنانچہ والد مکرمؒ کا تمام دورِ اہتمام اس بات کا شاہد عدل ہے کہ آپ سے خلافِ حق کا صدور نہیں ہوا، بعد میں جب برادرِ معظم کے دور میں جامعہ کے کام میں بہت وسعتیں آئیں، اور دورۂ حدیث کے طلباء کی تعداد پندرہ سو تک پہنچ گئی، ان کے دورِ اہتمام میں الحمد للہ! مجھے بھی ان کا دست و بازو بن کر کام کرنا پڑا۔ وہ زیادہ اسفار میں رہتے، پیچھے کی تمام ذمہ داریاں میرے سر ہوتیں، ایک روز وہ سفر سے تشریف لائے دارالعلوم کے اُمور اور معاملات پر مشاورت ہوئی تو ارشاد فرمایا: ''اس جگہ بیٹھ کر کوئی روز ایسا نہیں گزرتا کہ خون کے گھونٹ نہ پینے پڑتے ہوں'' میں خاموش رہا لیکن حقیقت ہے کہ یہ ذمہ داری ہی ایسی ہے جہاں ہر لمحے خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں اور میں ان مراحل سے گذر رہا تھا۔ مقصود میرا اس ذکر سے یہ ہے کہ میرے ساتھ بھی یہی سلسلہ لگا ہوا تھا اور اب بھی لگا ہوا ہے۔ بار بار کے تجربات اور مشاہدات سے طبیعت میں صبر، تحمل، برداشت اور حوصلہ کی صلاحیتیں پک رہی تھیں اور آج اس کے ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

میں تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ جامعہ کے دفتر میں آنے سے پہلے اپنے معمولات مکمل کر لیتا ہوں، شب وروز اللہ سے غیبی نصرت کی دُعا کرتا ہوں اور قدم قدم پر اللہ کی اعانت اور غیبی تائید پر تشکر وامتنان کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ ہی کا فضل ہے مشکل ترین مواقع سے بچا کر صراطِ مستقیم پر لے جانے کی غیبی رہبری ہوجاتی ہے، اللہ پاک واقعتاً ہمیں تقویٰ کی توفیق عطاء فرماویں تو حفاظت واستحکام اور کامیابی کے وعدے بھی پورے ہوکر رہیں گے۔

وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجعَل لَـهٗ مَخرَجًا (الطلاق: ۲)

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دیگا''

تواضع وانکساری اور عبدیت وانابت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ میں تواضع وانکساری اور عبدیت وانابت بھی عجیب انداز کی تھی۔ حاضرین وخدام اور عامۃ المسلمین بلکہ ہر دیکھنے والا اسے اچھی طرح محسوس کر لیتا، حضرتؒ نے اپنا یہ وصف اور محبوب ادا اس انداز سے اپنا رکھی تھی کہ ہمیں بہت بھاتی اور ہم دونوں بھائی اس کی نقل کرتے اور تب سے اب تک یہ دُعا وردِ زبان رہتی ہے یااللہ! ہماری نقل کو اصل سے بدل دے۔ حضرت والد مکرمؒ اپنے آپ کو بھی دارالعلوم کے عملے کا ایک فرد شمار کرتے جب عملہ کو خصوصی ہدایات دیتے اور مفوّضہ اُمور میں رغبت دلاتے تو ارشاد فرماتے: ''بھائیو! کمزوری، نقص اور نسیان تو ہم سب میں ہیں لیکن مجھ میں آپ حضرات سے زیادہ ہیں ہم سب کو بھی اپنے مفوّضہ اُمور کو تندہی سے انجام دینا چاہئے''۔

برادرِ معظم بھی حضرت والدؒ کی نقل اُتارتے، مجھے برادرِ بزرگ کے ساتھ مسلسل کام کرنے میں اپنے والد کی نقل کی سعادت حاصل ہوتی رہی، میرے دونوں پیشرو گفتگو ہمیشہ نرمی سے کرتے، بات بات پر عاجزی، انکساری اور تواضع جھلکتی ان کی عاجزی وانکساری کا یہ عالَم تھا کہ ان کی ملاقات کیلئے ہر فرد، بڑے، چھوٹے، علماء اور عامۃ المسلمین کو جرأت ہوتی تھی۔ طلبہ وخدام بے جھجک اپنی ضرورت پیش کرتے، پیش آمدہ صورتِ حال پر مشورہ کرتے۔ احقر اپنی ساری زندگی اُن کا مشاہدہ کرتا رہا اور ان کی نقل میں بھی اصل کا لطف حاصل کرتا رہا۔ آج بھی راقم جو نظام واہتمام چلا رہا ہے اور جس انداز سے اپنی ذمہ داریاں اور فرائض نبھا رہا ہے یہ سب ان ہی کی تربیت اور عملی واخلاقی دَین ہے جو قائم ہے۔ عوام وخواص کے ساتھ اس طرح کا یکساں معاملہ معاندین وحاسدین پر بے حد شاق

گذرتا ہے وہ پھبتیاں کستے اور استہزاء کرتے ہیں۔اس طرح کا طرزِ عمل جاہلیت کا خیال ہے۔حضرت نوحؑ کو ان کی قوم کے سرکش متکبرین و معاندین نے طعنہ دیتے ہوئے کہا تھا **وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ**(الشعراء:۱۱۱) ''حالانکہ بڑے نیچے درجے کے لوگ تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں'' العیاذ باللہ ! آج وہی طعنے ، وہی پھبتیاں اور وہی تمسخر ہمارے ساتھ کیا جارہا ہے مگر اللہ کا شکر ہے اپنے دونوں پیشرؤں کی طرح اپنے کام سے کام ہے جو فقط اللہ ہی کا انتخاب وانعام ہے۔

جرأت وحوصلہ اور بہادری

والدی المکرّم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز اس صفت میں بھی اپنی مثال آپ تھے جو تکوینی حوالے سے اللہ تعالیٰ کا فضل وانتخاب اور غیبی مدد کا اثر تھا اسی طرح مہتمم ثانی بھی حکمت ودانائی، تدبر وتدبیر اور ہمت وحوصلہ کی روحانی دولت سے مالا مال تھے۔

میرے دونوں پیش رو جس بات کو شرعاً ناحق سمجھتے تھے اس کی علی الاعلان مخالفت فرماتے اس میں کسی بھی لومۃ لائم کو خاطر میں نہ لاتے ان میں واقعی عجیب جرأت اور حوصلہ تھا کہ خلاف حق اور خلاف شرع امور پر کبھی خاموش نہ رہتے ،آج بھی وہی منہج ، وہی جرأت وبہادری، وہی استقامت ، وہی اعلائے کلمۃ الحق کے ولولے قائم اور جاری ہیں آخر وہی جرأت وحوصلہ اور اس بہادری کا تسلسل کیوں نہ رہتا کہ ہم خدام بھی اپنے ان اکابر اور ارباب فضل وکمال کی صحبت ، رفاقت اور خدمت میں رہے ہیں ،آخر اس حقیر وفقیر خادم نے بھی والد مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور برادر معظم مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی ورفاقت اور ان کی معیت ونگرانی میں دارالعلوم حقانیہ کی خدمات کا کام سنبھالا ہوا تھا بلکہ ان کے ایماء وحکم پر مجھے خصوصیت کے ساتھ مدرسہ کے انتظام واہتمام کی تربیت دی گئی تھی۔

احقر نے بھی اس عہد وپیمان اور عزم مصمم کے ساتھ اپنے دونوں پیش رو بزرگوں کے حین حیات یہ ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں اور ان کے ارتحال کے بعد میرے انکار پر اصرار کے باوصف میرے اہتمام کی دستار بندی کی گئی مجھے روز اول ہی سے یہ بات ذہن نشین کرادی گئی تھی کہ اس مسند پر تمکین پھولوں کی سیج نہیں بلکہ اکابر واسلاف کا چمن ، امت مسلمہ کی امانت اور وقف للہ ہے، جس کی آبیاری اور حفاظت ہمارا اولین فریضہ ہے، خدا کا شکر ہے کہ ان کا لگایا ہوا گلشن قائم ہے، خدام اور

اساتذہ کرام مصروف درس ہیں، حقانی خاندان کا ہرفرد کمر کس کر میدان عمل میں اترا ہے سابقہ روایات کے مطابق اس سال بھی ۱۵۰۰ فضلاء کی دستار بندی ہوئی ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرے دونوں پیش رو اسلاف کے سچے جانشین ، ماضی کی روایتوں اور پاکیزہ قدروں کے امین اور بلند پایہ علماء دین تھے ، بصیرت مند مہتمم اور عصر آشنا منتظم تھے اور ان کی ذات محاسن کا سنگم تھی وہ تواضع وانکساری کے مجسمے ، وسیع الظرف اور کشادہ قلب مربی اور شفیق اتالیق تھے، زندگی کے آخری لحات تک علم وعمل کی دنیا کو اپنے فکر وعمل کے نور سے منور کرتے رہے، انہوں نے تعلیم وتدریس کے مسند سے کتنے اذہان کو روشن ومنور کیا جو دین ومذہب کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، حقانی فضلاء کا ایک بے شمار سلسلہ ہے، جو ان کے علوم ومعارف کا خوشہ چین رہا اور ان کے دامن تربیت سے وابستہ رہ کر اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا رہا۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تصنیف وتالیف اور وعظ وخطابت اور دعوت دین کے میدان میں بھی اپنے نقوش ثبت کئے اور بے شار گم کردہ راہ انسانوں کو خالق حقیقی کی معرفت سے ہمکنار کیا، ان کے زنگ آلود قلوب پر اسلامی تعلیمات کا رنگ چڑھایا، عالمی پیمانے کی عظیم درسگاہ اور برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کے بعد دوسری آزاد اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی وتعمیری ترقی اور اس کی خوش حالی میں دن رات لگے رہے وہ دنیا میں نہیں، مگر ان کی جلیل القدر خدمات اور ان کے علمی، دینی، درسی، تدریسی، قلمی، تبلیغی اور جہادی کارنامے آج بھی زندہ وتابندہ ہیں یہ ان ہی کے اخلاص، جدوجہد اور ایثار وقربانی کا ثمرہ ہے کہ ان کے شاگردوں اور تلامذہ اور حقانی فضلاء نے بالآخر ایک سپر پاور امریکہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا ہے۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ: ٢٤٩)

''نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں''

لاریب! اولاد سے نسلیں چلتی ہیں مگر مفاخر وآثر اور علمی ودینی اور جہادی کارناموں کا سلسلۂ نسب روحانی وارثین سے چلتا ہے، جو چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا (ان شاءاللہ)

مولانا مفتی غلام الرحمٰن
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور

میرے محسن کے احسانات کی جھلک

- ...... انہوں نے جلال کی جگہ بھی جمال کا مظاہرہ کر کے میرا دِل جیت لیا
- ...... تعلیم و تربیت، اصاغر نوازی، علم پروری کی ایمان افروز داستان
- ...... مولانا مفتی غلام الرحمٰن فراق میں بھی وصال کے مزے لوٹتے رہے

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی وقیع تحریر سے قارئین کو اندازہ ہوجائے گا کہ دارالعلوم حقانیہ، اس کے بانی ومؤسس مولانا عبدالحقؒ، شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحقؒ کا ان سے کس قدر شفقت ومحبت اور کمال اعتماد اور والہیت کا تعلق خاطر تھا۔ شہید ناموسِ رسالتؐ نے ''مکاتیب مشاہیر'' (ج ۵، ص۱۷۸۴) میں صاحب مکاتیب کے تعارف میں رقمطراز ہیں: ''مفتی غلام الرحمٰن صاحب دارالعلوم کے ان ہونہار قابل فخر فضلاء میں سے ہیں جن کی تعلیم و تربیت، تحریر، تدریسی اورانتظامی صلاحیتوں میں دارالعلوم کی برکات اور ناچیز کی خصوصی محنت شامل ہے۔ جن کا اعتراف صاحبِ مکتوب کے خطوط کے لفظ لفظ سے نمایاں ہے، دارالعلوم میں طویل زمانۂ تدریس وافتاء کی خدمت کے بعد پشاور میں جامعہ عثمانیہ کے نام سے معیاری ادارہ قائم کیا۔ سرحد میں M.M.A کی حکومت کے قائم کردہ شریعت کونسل کے سربراہ ہیں'' ....(ادارہ)

شہید ملت حضرت مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعلق صرف دائرہ تلمذ تک محدود نہیں کہ میں نے آپ سے جلالین اور موطائین کے کچھ اسباق پڑھے یا میرے شیخ اور مربی حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین رہے، جہاں حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانے کے بعد آپ نے جانشینی کا حق ادا کر کے حلقہ تلامذہ کو وہ پیار ومحبت دی جو حضرت شیخؒ کی زندگی میں مادر علمی دارالعلوم سے بانٹی جا رہی تھی بلکہ آپ بذات خود میرے محسن اور مربی رہے اور صرف یہ نہیں کہ آپ کی توجہات چند

سالوں تک رہیں۔ ۱۹۷۱ء سے لے کر آپ کی شہادت ۲۰۱۸ء تک سینتالیس (۴۷) سال کی عظیم مدت اور طویل زمانہ تک وہ محبت دی جس میں کوئی کمی و کمزوری نہیں دیکھی بلکہ بقول امرء القیس

ستعلم آيات الرجال عن الصبا

وليس فوأدی عن هواك بمنسل

زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ پیار ومحبت کمزور ہوتی رہتی ہے، لیکن میری وہ لازوال محبت کمزوری کا نام نہیں لیتی کہ آپ کی ان توجہات اور مہربانیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ میرے بچوں پر وہ توجہات مرکوز رکھیں، جن کا مجھے اہل سمجھتے رہے، کئی دفعہ برخوردارم مولانا احسان الرحمٰن عثمانی اور ایک موقع پر اس کی گھر والی کیلئے حج وعمرہ پر جانے کے لیے مجاملہ کا ویزہ لگوایا، ویزہ لگوانے کی درخواست کے لیے میں ذاتی طور پر خود نہیں گیا تھا اور نہ رابطہ کی کوشش کی تھی، برخودار نے خود جا کر درخواست کی لیکن جب ویزہ لگوا کر پاسپورٹ واپس بھیجے تو میں نے شکریہ کے لیے حاضری ضروری سمجھی، آپ کے اس محبت آمیز لہجہ کے الفاظ مجھے یاد ہیں، فرمایا! کہ شکریہ کی کیا ضرورت ہے، آپ کے بچوں کا میں یہ حق سمجھتا ہوں، آپ نے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ جو تعلق زندہ رکھا اس کا تقاضا ہے کہ آپ کے علاوہ آپ کے بچوں کا بھی اسی طرح میں خیال رکھوں۔

ایام طالب علمی میں حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں میں نے آپ کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی لیکن پھر بھی دار العلوم حقانیہ کے انتظام وانصرام میں حضرت شیخؒ کی زندگی میں آپ کے فعال کردار کی وجہ سے رابطہ رہتا تھا، غالباً ۱۹۷۳ء کی بات ہے جب نیب جمعیت اتحاد کی وجہ سے حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلی تھے اور پیپلز پارٹی کے اقتدار میں یہ دونوں پارٹیاں حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہی تھیں، شاید صوابی کے علاقہ میں ایک سیٹ پر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے مشترکہ امیدوار کے مقابلہ میں ضمنی انتخابات کے موقع پر حزب اختلاف جیت گئی تو اکوڑہ خٹک کے چوک قصابان میں ایک جلسہ میں ہم لوگ اتحاد کے حق کی ادائیگی کیلئے شریک رہے، طالب علمی کا جوشیلا دور تھا اور حزب اختلاف کی سیاسی ماحول میں انتقام کے پانی سے آبیاری ہوتی رہی، پھر جلسہ بھی سیاسی جلسہ تھا جہاں نیشنل اور جمعیت آپس میں ایک دوسرے کے سامنے عددی کثرت اور جذباتی تقاریر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، میں نے اسٹیج پر تقریر میں ایسے عامیانہ لہجہ اختیار کیا جو شاید نیشنل کے جلسہ کے ماحول کے مناسب تھا، لیکن جمعیت طلبہ اسلام کے اسٹیج سے وہ زبان یقیناً نامناسب تھی، میری اس جذباتی تقریر سے جلسہ کے

ماحول میں تیزی کے ساتھ ارباب اقتدار کی تحقیر سے ہنسی ومزاح کا ماحول گرم رہا، جس سے مسلم لیگ کو تکلیف پہنچی اس وقت اکوڑہ خٹک کے خوانین عباس خان مرحوم وغیرہ مسلم لیگ میں تھے جو دارالعلوم حقانیہ کی یوم تاسیس سے ساتھ دیتے رہے اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے گہرے مراسم رکھتے تھے۔ شاید ان حضرات نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو شکوہ کیا کہ تمہارے دارالعلوم کے ایک طالب علم نے جلسہ میں ہمیں گالیاں دی ہیں، میں چونکہ ''مختصر المعانی'' وغیرہ کتابوں میں شرکت کی وجہ سے حضرت شیخ کی نظروں سے اوجھل تھا لیکن حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں بلوا کر پوچھا کہ پرسوں جلسہ میں آپ نے تقریر کی تھی؟ ظاہر ہے کہ میرے پاس اثبات میں جواب دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ آپ نے مجھے میری تقریر کا خلاصہ سنایا کہ تو نے یوں کہا، میں نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا کیا یہ تقریر مناسب تھی؟ میں نے جواب دیا حضرت! نیب جمعیت اتحاد میں اس تقریر کے علاوہ کیا میں آیتیں سناتا یا نعت پڑھتا؟ یہی تو اس ماحول کا تقاضا تھا۔ چاہیے تھا کہ میرے اس گستاخانہ رویہ پر وہ مجھ پر غصہ ہوتے لیکن وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو! یہ عارضی اتحاد ہے، اس میں وقتی مصالح ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ لوگ اپنا تشخص چھوڑ کر اس عارضی رنگ سے دھوکہ کھاجاؤ، بلکہ اکوڑہ خٹک میں نیشنل اور مسلم لیگ والے دونوں موجود ہیں اور دونوں کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے ہے، ہم کیوں دارالعلوم حقانیہ کے حلقہ میں دراڑ پیدا کریں، آپ بیشک اتحاد میں اپنا حصہ ڈالیں لیکن دارالعلوم کا بھی خیال رکھیں! جلال کی بجائے جمال کا مظاہرہ کر کے میرے دل پر نہ مٹنے والے نشانات واثرات چھوڑ گئے۔ بحمد اللہ! اس کے بعد میں نے حضرت شیخ کے دو انتخابی معرکوں ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۵ء میں فعال کردار کا حامل رہا۔ ۱۹۷۷ء میں جمعیت طلبہ اسلام کا صدر تھا اور پورا حلقہ انتخاب کو طلبہ سنبھالے ہوئے تھے اور ۱۹۸۵ء میں حضرت شیخ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے الیکشن میں آپ کی نمائندگی کی لیکن بحمد اللہ میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی اس اصلاحی تربیت کی روشنی میں صدارت کی بلکہ ایک دفعہ تو اعتماد کی فضاء یہاں تک پہنچی کہ این اے ۳ پر مجھ سے شناختی کارڈ لے کر انتخابات کے لیے مجھے سیٹ پُر کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت مولانا سید شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کے بعد میں آپ کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

فراغت کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں جب میری تقرری کا خوش نصیب موقع آیا تو ہمارے ایک مخلص دوست حاجی ملک عمران گل صاحب نے سب سے پہلے حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ

سے بات کی اور آپ نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے میری تقرری کو یقینی بنایا۔ صرف یہ نہیں بلکہ دارالعلوم حقانیہ کے اٹھارہ سالہ ایام تدریس میں آپ نے میری پوری سر پرستی فرمائی۔ ۱۹۷۸ء میں ایک دیہاتی ماحول کے نو وارد فاضل کو نحو میر، میزان الصرف اور قدوری حوالہ کر کے آٹھویں سال یعنی ۱۹۸۴ء میں بزرگ اساتذہ کی موجودگی میں دارالحدیث کے مسند پر بٹھانے میں اگر حضرت شیخ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت رہی تو اس میں شہیدِ ملت کا ناقابل فراموش، شفقت آمیز اور فعال کردار محرک رہا کیونکہ حضرت شیخ کی زندگی میں آپ دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی معاملات زیادہ تر خود نمٹاتے رہے۔ بات بیٹے سے باپ تک پہنچی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا تذکرہ آیا تو بقول مولانا روم......

چوں حدیث روئے شمس الدین رسید
شمس چارم آسمان سر در کشید
واجب آمد چونکہ بردم نام او
شرح کردن رمزے از انعام او

تو اس خاندان کے احسانات کا تقاضا ہے کہ آپ کی زندگی میں ''روشن چراغ'' میں حضرت شیخ مولانا عبدالحقؒ کے تذکرہ خیر میں ان کے احسانات کا جو ذکر کیا تھا وہ یہاں نقل کروں: ''عجیب اتفاق ہے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے استفادہ صرف آپ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ آپ کی اولاد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے میں نے جلالین جلد دوم اور موطائین کے چند اسباق پڑھے ہیں۔ صرف یہ نہیں کہ تدریس کے ایام میں پوری سر پرستی فرمائی بلکہ علمی ترقی میں آپ نے میری بہت مدد کی جہاں کہیں کسی کتاب کا ملنا مشکل ہوتا، آپ سیاسی بصیرت اور حکمت عملی سے اس کو ممکن بناتے۔ آپ کی توجہ کی برکت سے لکھنے سے مناسبت پیدا ہوئی اور آپ کی کوششوں سے جامعہ ازہر جا کر وہاں کے تعلیمی نظام سے آگاہی ہوئی بلکہ جہاں کہیں جس میدان میں سیکھنے کے مواقع دیکھے مجھے بچوں کی طرح وہاں سے استفادہ کا موقع فراہم کیا، عصری تقاضوں کی اہمیت کا احساس آپ نے دلایا، آپ نے تعلیمی، تدریسی اور تصنیفی میدان میں میری تربیت کی۔ گویا اصلاحی تربیت اگر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے دامن تربیت سے ملی تو لکھنے پڑھنے کے گر آپ کے

فرزندار جمند حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم نے سکھلائے۔صرف یہ نہیں کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا حسن سلوک حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی زندگی میں تھا بلکہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد آپ کی توجہات میں اور بھی اضافہ ہوا۔دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ تدریس کے اٹھارہ سالوں میں جو وسعت ظرفی میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ میں پائی تھی اس کا مشاہدہ میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے رویہ میں کیا۔چنانچہ ''جامعہ عثمانیہ پشاور'' ان اکابر کی توجہات کی برکت ہے۔آپ کے علاوہ حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم نے وسعت ظرفی سے رشتہ تلمذ کو دوستانہ ماحول میں بدل دیا۔دارالعلوم کی حاضری اور داخلہ کے موقع پر پہلے سال آپ سے شرح وقایہ پڑھی تھی اور ابتدائی سال کے اساتذہ کی فہرست میں سرفہرست تھے لیکن بعد میں اٹھتے بیٹھتے اور دارالعلوم کی خدمت میں شرکت کے مواقع ملنے پر آپ نے ایسی محبت اور ایسی بے تکلفی دی، جس سے دوستوں کا دھوکہ ہوتا ہے، بحمداللہ آج تک ان حضرات کی توجہات حاصل ہیں یوں میں اس پورے گھرانے کا احسان مند ہوں (روشن چراغ:۲۲۷)

۱۹۹۶ء میں دارالعلوم حقانیہ کے جدائی کے موقع پر میں نے حضرت شہید ملت سے ان الفاظ میں استعفیٰ دے کر اجازت چاہی:

بخدمت اقدس استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ! مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کی چاردیواری میں چوبیس سالہ زندگی، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ شفقت، آپ کی بے پناہ توجہات، محبت اور کرم نوازی سے مجھے کبھی بھی یہ خیال نہ گزرتا کہ زندگی میں کہیں مجھے مادرعلمی دارالعلوم حقانیہ سے فراق کے اذیت ناک موقع کا سامنا کرنا پڑے گا۔چنانچہ دارالعلوم حقانیہ کے قبرستان میں قبر کی جگہ نصیب ہونے کا سوال میری دعا کا لازمی حصہ ہوا کرتا تھا۔مجھے اس پر فخر ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے میری چوبیس سالہ وابستگی میری زندگی کا قابلِ فخر سرمایہ اور متاعِ گراں ہے، دارالعلوم حقانیہ سے میں نے رموزِ انسانیت سیکھے، دارالعلوم حقانیہ میری شناخت اور سرمایہ ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دارالعلوم حقانیہ میں آپ حضرات کی نظر کرم نہ ہوتی تو شاید میں گمراہی اور دنیاداری کے ایسے دلدل میں پھنسا ہوتا کہ نکلنے کی کوئی راہ نظر نہ آتی، بحمداللہ دارالعلوم حقانیہ کی چاردیواری میں میرے ایمان کی آب یاری ہوئی اور یہاں سے مجھے سب کچھ ملا۔

جناب عالی! ۱۹۹۲ء میں جامعہ عثمانیہ کے قیام سے ذمہ داریاں بڑھنے سے میرا خیال تھا شاید

دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ ساتھ یہ اضافی بوجھ میرے لیے قابل برداشت ہوگا لیکن تین سال کے قلیل عرصہ میں میرا یہ گمان غلط ثابت ہوا، آج پشاور میں جامعہ عثمانیہ، آدم زئی اور دارالعلوم حقانیہ کی جملہ ذمہ داریوں کا بیک وقت نبھانا میرے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناقابل برداشت ہے، اگرچہ گزشتہ سال میں نے استخارہ کرکے ادنیٰ سا ارادہ کیا ہوا تھا لیکن فرطِ محبت نے مجھے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہیں دیا، امسال میں مجبور ہوکر خدمت عالیہ میں ان چند سطور کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ خدا کرے آپ اس سیہ کار اور نااہل سے شفقت فرماتے ہوئے تعاون سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

حضرت الاستاذ صاحب! مجھے اقرار ہے کہ میری نااہلیت اور کمزوری کے باوجود آپ نے ہمیشہ کے لیے میری کمزوریوں سے چشم پوشی کی اور درگزر فرمایا، آپ نے ذاتی طور پر دوران تدریس میری جو حوصلہ افزائی کی اس سے چشم پوشی کرنا بڑی ناشکری ہے۔ تدریس کے پہلے سال آپ نے خصوصی شفقت فرما کر اپنی زیرِ درس کتاب ہدایہ صلوۃ میرے حوالہ کی اور ۱۹۸۵ء میں اپنی زیرِدرس کتاب ترمذی شریف میں قربانی کا مظاہرہ فرما کر ابواب التفسیر میرے حوالہ کی، یہی دو مراحل میری علمی زندگی کا سہارا ہے جو آپ ہی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا۔ خدا گواہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت ومحبت اور تعلق کی وجہ سے آج یہ فراق میرے لیے موت سے کم نہیں۔ آج ان سطور کے لکھتے وقت باطنی کیفیت اور ظاہری حالت پر ایک خدا گواہ ہے وہی اس کیفیت کی حقیقت سے خوب واقف ہے۔

جناب عالی! اگر جامعہ عثمانیہ کے لیے اس قدم کے اٹھانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہوتی تو یہ فراق میرے نزدیک بے وفائی اور بدعہدی سے کبھی کم نہ ہوتا لیکن خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میرا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، مجھے امید ہے کہ آپ اس پرخلوص جذبہ کی وجہ سے میری حالت پر رحم فرماتے ہوئے مجھے دارالعلوم حقانیہ سے رخصت کی اجازت سے نوازیں گے تاکہ یکسوئی سے جامعہ عثمانیہ کی طرف توجہ دے سکوں۔ آپ کے حسن اخلاق اور کریمانہ توجہات سے یہ امید ہے کہ اس میدان میں مجھے اپنی سرپرستی سے محروم نہیں فرمائیں گے، میں قدم بقدم آپ حضرات کی توجہات کا محتاج ہوں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کوشش کرونگا کہ دارالعلوم حقانیہ سے رخصت ہوتے وقت جو تعلق اور محبت ہے یہ ہمیشہ کیلئے قائم ودائم ہو، نیز دارالعلوم حقانیہ کے لیے اس سیہ کار کے لائق جو خدمت ہو اس کی حتی المقدور کوشش کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ آخر میں چوبیس سالہ زندگی میں آپ حضرات، حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم اور جملہ خاندان حضرت

شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے احسانات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔امید ہے کہ میری کمزوریوں سے درگزر فرماتے ہوئے توجہات سے محروم نہیں فرمائیں گے۔

آپکا ممنون وادنیٰ شاگرد

غلام الرحمٰن (۳۰ر رجب ۱۴۱۶ھ)

آج آپ کے جانے کے بعد یقیناً اس گلستان کی رعنائی ماند پڑ گئی ہے اور وہ تروتازگی نہیں رہی جس کا نصف صدی سے ہم مشاہدہ کر رہے تھے، بقول مولانا رومؒ:

نشوی زیں پس زبلبل سر گزشت
چونکہ گل رفت و گلستان درگزشت
چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب
بوئے گل را ازکہ جویم از گلاب

مانتا ہوں کہ مولانا رومؒ کو اپنے خانودہ فیض کے خاندان میں شاید گلاب کی شاخ میں کوئی پھول نظر نہیں آیا اور عرقِ گلاب سے سونگھنا گوارا تھا تو گلستان کی بربادی پر رو رہا ہے لیکن بحمد اللہ ہمارے خانودہ فیض میں شیخ الحدیث مولانا انوارالحق دامت برکاتہم العالیہ جیسی شخصیت اس خاندان کی عظمت کا عمامہ اٹھائے ہوئے عقیدت مندوں کو اس پیار ومحبت ، عجز وانکساری ، فیاضی اور ملنساری کا فیض دے رہے ہیں جو اس خاندان سے ہمیں مل رہا تھا۔اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز نصیب فرمائے اور ہماری سرپرستی کیلئے اللہ تعالیٰ آپ کو عزت وعظمت کے اُوج ثریا تک پہنچائے بلکہ میرا یقین ہے کہ ان شاء اللہ حضرت شیخ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت آپ کی رحلت کے بعد بھی صدیوں تک اس خاندان میں قائم رہے گی۔

خدا کرے کہ مخدوم زادہ مولانا حامدالحق ،مولانا راشدالحق ،مولانا اسامہ سمیع ،مولانا خزیمہ سمیع ، مولانا سلمان الحق ،مولانا بلال الحق ،مولانا عرفان الحق اور مولانا لقمان الحق اور آئندہ آنے والی نسل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کا سلسلہ جاری وساری رکھے ، یہ دائرہ فیض صرف عبدالحق ثانی کے نام تک محدود نہ ہو بلکہ ثالث ورابع کی ترتیب سے چلتے ہوئے مئین وآلاف تک پہنچے۔ (وماذلك على الله بعزيز)

مولانا محمد سلمان منصور پوری
مدیر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' مرادآباد انڈیا

سلف صالحین کی روایات کے امین

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب،حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ کے بڑے لائق فائق فرزند اور ہندوستان کے جید عالم دین ،محقق ومفتی ہیں، مدرسہ شاہی مرادآباد کے سینئر مدرس اور ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں،درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں جس میں سے مشہور کتاب ''اللہ سے شرم کیجئے'' اور فقہی مسائل پر مشتمل مجموعہ ''کتاب النوازل'' قابل ذکر ہیں۔(ادارہ)

جمعیت علمائے اسلام پاکستان (س) کے امیر اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سربراہ بزرگ عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پاکستانی علماء میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، دینی غیرت وحمیت اسلام کی سربلندی علوم دینیہ کی نشرواشاعت اورفکری رہنمائی کے بارے میں آپ کی خدمات برابر یادرکھی جائیں گی۔

دارالعلوم دیوبند کا مثیل مدرسہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جو پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا مثیل مدرسہ سمجھا جاتا ہے جیسے مرکزی ادارے کی کامیاب قیادت کے ساتھ ساتھ آپ نے جمعیت علمائے اسلام،''متحدہ مجلس عمل'' اور''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم سے ملک وقوم کیلئے عظیم خدمات انجام دیں اور ۱۸/سال تک پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے، روسی استعمار کے خلاف افغانستان کے جہاد میں اور اسکے بعد طالبان کی تائید میں آپ کا شمار مرکزی کردار ادا کرنے والی شخصیات میں ہوتا ہے بلکہ مغربی میڈیا نے آپ کو''بابائے طالبان''،''فادر آف طالبان'' کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔

احقاق حق، ابطال باطل اور فکری سلامت روی کا درس دینے والا

ان تمام گونا گوں مصروفیات اور علم کش مشغولیات کے ساتھ ساتھ آپ کا قلم بھی آخر دم تک رواں دواں رہا، عرصہ دراز تک آپ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے مدیر اعلیٰ رہے اور اس کے ذریعے سے آپ احقاق حق، ابطال باطل اور فکری سلامت روی کا درس دیتے رہے دسیوں مفید کتابوں کی تصنیف و تالیف کا کام بھی آپ نے انجام دیا، آپ نے اپنے اکابر اور ہم عصروں سے رابطہ مضبوط رکھا اور ان سے مکاتبت کرتے رہے تا آنکہ وہ رفتہ رفتہ اتنا بڑا ذخیرہ بن گیا کہ ''مکاتیب مشاہیر'' کے نام سے سات ضخیم جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی جو بلاشبہ ایک محیر العقول کارنامہ ہے۔

روزنامچہ لکھنے کا اہتمام

علاوہ ازیں دور طالب علمی سے آپ نے اپنی ڈائری اور روزنامچہ لکھنے کا اہتمام کیا تھا جو کہ قسط وار ''الحق'' میں اشاعت ہوتی رہیں اور انتہائی نادر اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہونے کی بناء پر اس کی بڑی پذیرائی ہوئی، مزید برآں آپ نے تدریس حدیث کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور ہزارہا طالبان علوم نبوتؐ نے آپ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، آپ نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحقؒ کی جانشینی کا پورا حق ادا کیا اور سلف صالحین کی روایات کو برقرار رکھا۔

وفات سے دو دن قبل آپ کی بیباکانہ تقریر

وفات سے دو دن قبل تحفظ ناموس رسالتؐ کے بارے میں آپ کی بیباکانہ تقریر، آپ کی دلی جذبات اور غیرت و حمیت کی آئینہ دار تھی۔ افسوس! کہ دو دن ہی بعد بے رحم اور سفاک قاتلوں نے اس عظیم قائد کے ناحق خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر لئے اور امت ایک مردِ حق سے محروم ہوگئی، ہم حضرت کے جانشین جناب مولانا حامد الحق حقانی، مولانا راشد الحق سمیع کے توسط سے جملہ متعلقین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ مرحوم شہید کے درجات بے حد بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور امت کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی درسی خصوصیات اور امتیازات

(زیرنظر مضمون حضرت مولانا شہیدؒ کی حین حیات میں لکھا گیا ہے)

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے عزیز ترین تلامذہ اور متعلقین میں سے ہیں، دارالعلوم حقانیہ، خانوادہ حقانیہ سے ان کی محبت اور تعلق منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جامعہ حقانیہ میں سالہا سال منصب تدریس پر فائز رہے اس کے علاوہ کئی سال دارالعلوم حقانیہ کی جامع مسجد کے خطیب بھی رہے اور اب حضرت والد ماجدؒ کی شہادت کے بعد دوبارہ خطابت کی ذمہ داریاں ہماری عاجزانہ درخواست پر آپ نے قبول فرمائیں۔ حضرت حقانی صاحب جامعہ ابوہریرہؓ کے بانی اور ''القاسم'' اکیڈمی کے روح رواں ہیں، اللہ نے انہیں تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر میں امتیازی صفات سے نوازا ہے۔ شرح صحیح مسلم جو بیسیوں جلدوں پر مشتمل ہے، شرح شمائل ترمذی ۳ جلدیں، آثارالسنن کی شرح توضیح السنن ۲ جلدیں آپ کے لازوال علمی کارنامے ہیں، اسی طرح کئی اکابرین کے سوانحات اور تذکرے بھی آپ کے اشہب قلم کے شاہکار ہیں بقول مولانا سمیع الحق شہیدؒ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کیلئے لوہے کو نرم ومسخر فرمایا تھا اسی طرح حقانی صاحب کے لئے کسی کتاب کی تدوین، ترتیب اور پھر فوری اشاعت کے ہفت خوان کو سر کرنے کا ملکہ عطا کیا ہے (اللّٰھم زد فزد) آگے چل کر ان شاء اللہ علم ودین اور تحقیق وتالیف کے میدان میں فتوحات کے جھنڈے گاڑتے جائیں گے۔'' سندی و استادی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب میرے کئی درجات میں مشفق ومہربان استاد رہے ہیں، عمر بھر خانوادہ حقانی سے ایسے جڑے اور وابستہ رہے ہیں کہ ہزاروں فضلاء اور لاکھوں عقیدت مندوں میں آپکا مثل ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ ماہنامہ ''الحق'' میں کافی عرصہ آپ کی سرپرستی وادارت میں میں نے ان کے ہمراہ کام کیا ہے۔ آپ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے، آپ ہر لحاظ سے مجھ جیسے کوتاہ ہمت طالبعلم کے لئے نشانِ منزل، انتھک محنت کا استعارہ اور نہایت ہی قابل رشک شخصیت واستاد ہیں، آپکی سب سے بڑی خوبی حضرت والد صاحبؒ کی طرح چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور تشجیع کرنا ہے۔ (مدیر)

کائنات میں عظیم نعمت علم کی نعمت ہے یہ مہتم بالشان نعمت ہے، ربّ ذوالجلال نے وحی کی ابتدا بھی تعلیم و تعلّم اور درس وتدریس سے کی ہے ،دنیاوی عظمت وشہرت اور دولت ودنیا کا حصول کامیابی نہیں ، حقیقی کامیاب وہ شخص ہے جس کوعلم کی دولت سے نوازا گیا،تعلیم وتعلّم جس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہے، حدیثِ یار کا تکرار ہی زندگی کا ہدف اورنصب العین ہے، درحقیقت علمی اور تدریسی عظمت اور مرجعیّت ہی بڑائی کا نشان اور عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے، ایسے ہی ایک کامیاب وبامراد عظیم انسان مولانا سمیع الحق بھی ہیں، ذوقِ مطالعہ سے آشنااور رات دن مطالعہ میں محو رہتے ہیں۔ ہرعلم وفن کی کتاب پڑھ اور پڑھا سکتے ہے، مطالعہ کتب ہی آپ کی زندگی کااوڑھنا بچھونا ہے، صحت وتندرستی کا عالم ہو یا بیماری اورسفر درپیش ہو، مطالعہ میں منہمک رہتے ہے، ماہنامہ ’’الحق‘‘ کے ادارتی کالم بھی اسی رواروی،سفراور چلتی گاڑی میں لکھتے رہتے ہے،مطالعہ کے دوران نوٹ لکھتے اور نشانات لگاتے ہیں،آپ کا حافظہ بھی ماشاء اللہ بہت خوب ہے، مطالعہ کردہ کتب پران کا تبصرہ نہایت ہی جاندار ہوتا ہے۔ ع کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

آغازِ درس وافادہ

آپ نے تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد اسلام کی خدمت کے لئے تدریس کواپنایا۔ ۱۹۵۸ء میں ۲۲ سال کی عمر میں جامعہ حقانیہ ہی میں درس وتدریس کا آغاز کیا پہلے سال علم الصیغہ ، کنز اوّل، نحومیر، میزان الصرف، مفید الطالبین، نفحۃ العرب، قدوری اور خارج میں فصولِ اکبری اور مرقات پڑھاتے رہے اور جلد ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ابتدائی کتب سے کتبِ حدیث کی تدریس تک پہنچ گئے اس وقت دارالعلوم حقانیہ میں حدیث کی اعلیٰ کتابیں پڑھا رہے ہیں تدریس آج ۲۰۱۴ء میں بھی ماشاء اللہ جاری وساری ہے۔آپ کی خدمتِ حدیث کی نوعیت کثیر جہتی ہے ۔تصنیف وتالیف، تحقیق وتعلیق، استدراک وتصحیح ، درس وتدریس ، تدوین وتشریح، ترجمہ وحواشی ، طباعت واشاعت غرض یہ کہ ہرمیدان میں آپ کی حدیثی خدمات ناقابل فراموش ہیں، احقرکوآپ سے ۱۹۷۷ء میں جلالین شریف اور ۱۹۷۸ء میں شمائلِ ترمذی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اب دورۂ حدیث میں امہاتِ کتب ترمذی، شمائل اورصحیح بخاری پڑھارہے ہیں،آپ کے درس وتدریس کی تمام ترخصوصیات ، اندازِ تدریس ، اندازِ بیان ، تفہیم وتشریح، تحقیق وبیانِ مذاہب اوراس سلسلہ سے متعلق تمام پہلوؤں کا نہ تو استقصاء ممکن ہےاور نہ ہی الفاظ کے سانچہ میں انہیں ڈھالا جاسکتا ہےاور نہ یہ کسی کے بس کی بات ہے کیونکہ صحیح طور پرآپکی درسی تقاریراور دروس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ذکی، بیدار، ذوق وشوقِ مطالعہ

سے مانوس اور ذہین و فطین ہو جسے متونِ کتب کے علاوہ شروحِ کتب سے بھی عشق ہو۔ فکری و ذہنی صحت اور صلاحیت کے ساتھ ساتھ بحث و جستجو کا ذوق اور حضرت کے علمی جواہر پارے سمیٹنے کا شوق ہو۔

شغل حدیث نصف صدی کا قصہ ہے

نصف صدی سے مولانا سمیع الحق کو قدرت نے بہت ساری نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ محقق، معلم، شفیق استاذ، کامیاب مہتمم اور منتظم اور قابلِ رشک مدرس بھی ہیں، قدرت نے انہیں پڑھنے پڑھانے اور بات کرنے اور طالبانِ علومِ نبوت کو سمجھانے کا سلیقہ اور قرینہ بھی عطاء کیا ہے۔

اندازِ تدریس دلکش اور پُرکشش ہے، میرے شیخ کے پچاس سال علمی افاضہ وافادہ، درسِ حدیث وفقہ، بخاری وترمذی اور شمائل وخصائل نبویؐ کے پڑھانے میں گذرے ہیں، نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں، ان کی زندگی کی ایک ایک سانس اور عمر کی ایک ایک ساعت علم سے وابستہ رہی ہے۔ ان کی طرف سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ......

حاصل عمر، نثارِ رہِ یارے کردم
شادم زندگی خویش کہ کارے کردم

میرے استاذِ مکرم نے حدیث کے علم کی تعلیم وخدمت کو دیگر علوم کی خدمت پر غالب کر دیا ان کی کوششوں سے جامعہ حقانیہ میں علمِ حدیث سے خصوصی اشتغال کا نیا عہد شروع ہوا۔ انہوں نے علم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی اور درسگاہوں میں اس کی مقدار اور توجہ میں وسعت عام کر دی ان کی مساعی وجد وجہد سے جامعہ کی فضائیں پہلے سے زیادہ قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے معمور ہو گئیں۔ مولانا سمیع الحق نے اپنے پدر بزرگوار کے شروع کیے ہوئے کاموں کو آگے بڑھایا، درس وتدریس کا چرچا عام کیا، علم حدیث کو فروغ دیا، احیائے نفاذِ شریعت کی راہ میں بڑے کارنامے انجام دیے، اطراف میں جتنے نمایاں محدثین اور اساتذہ حدیث تیار ہوئے وہ سب محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق کے فیض یافتہ ہیں۔ جنہوں نے ہر جگہ حدثنا اور اخبرنا کا غلغلہ بلند کیا ہوا ہے۔

بخاری وترمذی کے استاذ اور شمائل کے شارح

درسِ حدیث، علومِ نبوت کی تشریح، بخاری، ترمذی، مسلم اور شمائل کی توضیح، ترتیب و

اشاعت، محض ایک صنفِ علم نہیں بلکہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف، مشن و اہداف، سیرت و کردار، سوانح و افکار سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے جمالیاتی تسلسل کا نام ہے۔ قرونِ اوّل سے آج تک نہ جانے کتنی کتابیں لکھی گئیں، احادیث کے کتنے ذخیرے جمع ہوئے، شروحات کے کیا کیا دیوان مرتب ہوئے، شمائل و خصائل نبویؐ پر کس قدر عظیم تصنیفات و تالیفات وجود میں آئیں، کتنے ہزار مجموعے طبع ہوئے، مگر سیرت کا مضمون، شمائل و خصائلِ نبویؐ کا مضمون، اوصاف اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون پہلے دن کی طرح تر و تازہ اور نرالا ہے۔ حضراتِ صحابہؓ کی والہیّت، تابعین کا عشق، تبع تابعین کا ولولہ، محدثین کا جنون، شارحینِ حدیث کا جذبہ، حافظؒ و بدرؒ کا قلم، حضرت حسانؓ کی کیفیتِ حضوری، بوذرؓ و سلمانؓ کی ازخود رفتگی، بوصیریؒ کی وارفتگی، رومیؒ کی حلاوت، جامیؒ کی نفاست، خسرو کی نغمگی، قدسیؒ کی انفرادیت، غالبؒ کی معنویت، اقبالؒ کی آفاقیت، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی خودسپردگی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی فیض الباری، علامہ عثمانیؒ کی فضل الباری اور فتح الملہم، بدرِ عالم میرٹھیؒ کی ترجمان السنۃ، محمد منظور نعمانیؒ کی معارف الحدیث، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی اوجز المسالک، الکنز المتواری اور خصائلِ نبوی، مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن، مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری کی رحمۃ اللہ الواسعہ، مولانا سلیم اللہ خان کی کشف الباری، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حقائق السنن اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی تازہ ترین علمی اور تحقیقی کاوش ''زین المحافل'' نے سیرت، شمائل اور خصائل کی دنیا میں نیا اسلوب، دلکش پیرایہ، خوبصورت درسی زبان، تدریسی فیضان، عاشقانہ اظہار، والہانہ رنگ اور مقدس آہنگ تو شامل کیا ہے لیکن سیرت و تشریحِ حدیث اور شمائل و خصائل کے اس مضمون کو مکمل نہیں کیا جاسکتا اور تو اور ایک ہندو چودھری دلورام کوثری سے بھی اس سفر سعادت میں پیچھے نہ رہا گیا اور وہ بول اُٹھا ......

کچھ عشقِ پیغمبر میں نہیں شرطِ مسلمان
ہے کوثریؔ ہندو بھی طلبگارِ محمدؐ

چندر پرکاش جوہر بجنوری کہتا ہے......

کونین ہے کوچۂ محبوب دو عالمؐ
فردوس ہے اک گوشۂ دامانِ محمدؐ

سلسلۂ عشق ومحبت کی حسین کڑی

علماء، محدثین، فقراء، مفسرین، شعراء وادباء اور اساتذۂ علم وفن کے پاس جس قدر ذخیرۂ علم تھا، زورِ قلم تھا، قوتِ انشاء تھی، طاقتِ لسانی تھی، درس وتدریس کا تجربہ تھا، عربیت پر قدرت تھی، علم و ادب سے آگاہی تھی، سلیقہ اظہار تھا، شکوہِ الفاظ تھا، اندازِ بیان تھا، رعنائی خیال تھا، پاکیزگی فکر تھی، پختگیٔ فن تھی، سرمایۂ لغت تھا، نزاکتِ احساس تھی اور قدرتِ کلام تھی، سب کچھ لاکر انہوں نے بارگاہِ حسنِ ازلؐ کی نذر کر دیا۔

''زین المحافل'' بھی اسی سلسلۂ عشق ومحبت کی ایک حسین اور خوبصورت کڑی ہے، جسے ہمارے شیخ ومربی، استاذِ مکرم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ کے مبارک ماہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کردیا ہے، کتنے محدثین، کتنے شارحین حدیث، کتنے مفسرین، کتنے فقہاء وعلماء، کتنے کتنے مدرسین وعاشقینِ والہین، کتنے ناموراور کتنے گمنام ادباء وشعراء، اربابِ علم وقلم، نثرنگاراور صاحبانِ فضل وکمال گذشتہ چودہ صدیوں میں گزرے ہیں جن کے قلم سیرت، حدیث کے معانی اور نبوی شمائل وخصائل پر لکھتے لکھتے گھس گئے، ذہن سوچتے سوچتے تھک گئے، زبان پڑھاتے پڑھاتے رُک گئی، مضمون باندھتے باندھتے ساری توانائیاں نُچڑ گئیں تاایں دم کیفیت یہ ہے کہ ع تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

قلم کی روانی وپختگی فن

اس کے ساتھ ساتھ وہ استادانِ فن، اساتذۂ حدیث، جبال العلم، شیوخ واکابر جنہیں ایک زمانہ سلام کرتا ہے جن کی ذہن کی رسائی اور تخیل کی رفعت کا یہ عالم ہے کہ پَل بھر میں سدرۃ المنتہیٰ کی خبر لاتے ہیں، نزاکتِ طبع کا یہ حال ہے کہ احساسات کو باقاعدہ زبان دے دیتے ہیں' ان کی پختگی فن دیکھئے! تو وہ ہر لفظ کو شہ پارہ بنا دیتے ہیں، قلم کی روانی کے سامنے اُمڈتا سیلاب پناہ مانگے، شکوہِ الفاظ کے سامنے لغت ہاتھ جوڑے کھڑی دکھائی دے، باریک بینی وہ کہ بال کی کھال اُتارتے نظر آئیں، صحتِ لفظی کا وہ اہتمام کہ تلفظ کی غلطی انہیں زکام لگادے، صدیوں کی اُلٹ پھیر ان کے مقام اور مرتبہ کو گھٹا سکی نہ گہنا سکی مگر جب وہ اپنا سرمایۂ علم اور اثاثۂ حیات لے کر بارگاہِ مقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو قلم سنجیدہ سنجیدہ اور کلام لرزیدہ لرزیدہ کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ شاہ عبدالحق محدثِ دہلویؒ یہ کہہ کر ایک طرف ہوجاتے ہیں۔ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ادب گاہیست زیرِ آسماں

ممدوحِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور شاعر کے اعترافِ عجز کا اس سے اچھا اظہار اور کیا ہوسکتا ہے؟ عزت بخاری نے اپنے انداز میں ایک بات کہی ہے ......

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

مرزا غالب، جن کے اپنے قول کے مطابق: (غالب کا ہے اندازِ بیاں اور) نے کہا ......

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

وہ جن کے کلام و بیان کا سحر ایک زمانے پر طاری ہے، یہاں سیدھے اور صاف ستھرے اعترافِ عجز اور قصورِ فہم کا اقرار کرتے نظر آتے ہیں، وہ اس لئے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر ایک کی بلندیٔ خیال سے زیادہ باکمال اور حسنِ مقال سے زیادہ صاحبِ جمال ہے، اپنے فن سے رائی کو پربت اور صحرا کو رشک ارم بنا دینے والے اپنی زبان کو ساکت اور قلم کو عاجز پاتے ہیں، یہاں قلم کو رکھ دینے اور زبان کو تالو سے لگا دینے میں ہی عافیت ہے کیونکہ سیرت کی بات کرنا، شرح حدیث بیان کرنا، یا نبیؐ کے شمائل و خصائل کی توضیح کرنا یا سیرتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہنا اور بات ہے، غزل میں، نظم میں، قصیدے میں، فن کی نزاکتوں کا خیال کرنا کارے دگر سیرتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں ادب کی کیفیتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، بایں ہمہ جس کو بھی خدا نے علم وفن کا ذوق ارزاں کیا ہے، اس نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور اپنی حاضری لگوائی ہے، کیا عرب اور کیا عجم، کیا صحابیؓ اور کیا تابعی، کیا عالم، کیا صوفی، کیا ادیب، کیا خطیب، کیا مدرس اور کیا طالب علم، جس سے جتنا کچھ بن پڑا ارمغانِ نیاز پیش کرنے میں تأمل نہیں کیا۔

گلشنِ شمائل وخصائل کی رعنائی وزیبائی

حدیث کی شرح لکھنے والے، پڑھانے والے، پڑھنے والے ہزاروں اور سننے والے لاکھوں کروڑوں گزرے ہیں، ہر شریکِ محفل نے بزم دوست کی نئی خبر سنائی ہے، نہ کوئی لکھ کر اُکتایا اور نہ کوئی سن کر پچھتایا، ایک ہی مضمون ہزار رنگ میں باندھا اور لاکھ ڈھنگ میں کہا گیا مگر نہ کسی کی

انفرادیت مجروح ہوئی اور نہ کسی کا تنوع متاثر ہوا، مانا کہ باغِ بہشت کی روشیں نگاہِ فریب فوارے دلنواز پھول دلکش، نہریں شیریں اور مصفا، کٹورے زرین وسیمین، تکیے مخملیں اورمحل مرمرین ہیں مگر گلشنِ شمائل وخصائل کی رعنائی وزیبائی، حسن ودلکشی، دلآ ویزی وپاکیزگی کی کشش اور ناز کسی فردوسِ بریں کے نظارے سے کم نہیں، جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ان خوش نصیب افراد کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے خدمتِ علومِ نبوت کے میدان میں قدم رکھا، ان لوگوں میں ایک ہمارے شیخ ومربی، استاذنا المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ بھی ہیں، جنہیں قدرت نے بہت ساری نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے، مدرس، محقق، معلّم، شفیق استاذ، کامیاب مہتمم اور قابلِ رشک شارحِ حدیث کے ساتھ ساتھ شارحِ شمائل وخصائل بھی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ قدرت نے پڑھانے اور بات کرنے اور طلبہ کو سمجھانے کا سلیقہ اور قرینہ بھی عطاء کیا ہے، اندازِ تدریس دلکش ہے تو اندازِ تحریر اس سے بھی زیادہ پُرکشش۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

میں نے ان سے شمائل بھی پڑھی ہے اور خصائل کی توضیح بھی اور اب ان کے درسی افادات ''زین المحافل'' کو بھی پڑھا ہے، مجھے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ملی ہے، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق وتعلقِ خاطر کا قرینہ بھی نظر آیا، حضوری اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات بھی محسوس کی ہیں، ہمارے شیخ کے درس وتدریس اور علم وفن کے میدان میں دنیا نے لوہا مانا ہے، تحقیق وتدقیق، توضیح وتشریح، استنباط واستخراجِ مسائل، خصائل وشمائل، تذکرۂ رواۃ وتاریخ، علم وقلم، سب عظمتیں مسلّم لیکن وہ کسی فخر، کسی غرور اور کسی گھمنڈ میں مبتلا نظر نہیں آتے، خود کو ہمیشہ کوچۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام کہا، اپنی ساری تگ وتاز، درس وتدریس، علم وفن، سیاست وعظمت کو ہیچ سمجھا۔ کتاب مکمل ہوئی تو مجھے فرمایا: ''میرے پاس کچھ نہیں، کوئی سرمایۂ عمل نہیں، یہی شمائل سے تعلق ومحبت ہے، چھپ جائے تو اسے نجات کا ذریعہ اور بارگاہِ رب میں سرخروئی کا وسیلہ سمجھتا ہوں''۔

اندازِ تدریس وتقریر، خصوصیات اور امتیازات

ذیل میں مولانا سمیع الحق کا اندازِ تدریس وتقریر، خصوصیات اور امتیازات پیشِ خدمت ہیں:

۱)...... ابتداءِ اسباق میں ایک ڈیڑھ ہفتہ کتاب یا اسکے متعلقات پر کچھ کہنے کی بجائے ان آداب کی تعلیم دیتے ہیں جو دورۂ حدیث یا باقی علوم وفنون کے طالبانِ علومِ نبوت کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

۲)...... حدیث پڑھاتے ہوئے عبارت ترنم سے پڑھتے ہیں، طلبہ قرأة الشیخ علی التلمیذ کے خواہش منداور منتظر رہتے ہیں۔

۳)...... آپ کا اندازِ تدریس ایسا عام فہم اور سلیس ہوتا ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے طالب علم بھی کتاب کے مطلب کو سمجھ جاتے ہیں۔ سبق کو ایسی خوبی اور صلاحیت کے ساتھ طالبانِ علومِ نبوت کے ذہن نشین کراتے ہیں جیسے حکیم شربت گھول کر پلا دیتا ہے ......

ہم نے جو طرزِ فغاں کی ہے قفس میں ایجاد
فیضِ گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے

۴)...... شمائل ترمذی پڑھاتے وقت حالاتِ حاضرہ، ملکی سیاسیات، موجودہ حالات میں قرآن وحدیث کا انطباق، ورثاءِ نبوت کی تعیین اور دورِ حاضر کے فرعون ونمرود، ابوجہل، عتبہ وشیبہ کی نشاندہی کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ اُن کی پُر جوش اور علمی، فکری اور ادبی تقریروں سے طلباء کے فکر ونظر کے زاویے بدل جاتے ہیں ......

ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد تو وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

۶)...... مولانا سمیع الحق کا سبق نام نہاد سنجیدگی اور متکلفانہ تصوف کے طویل، خشک اور صبر آزما مفہوم سے ناآشنا ہوتا ہے وہ تفریحی جملوں سے طلباء کی سبق میں دلچسپی قائم رکھتے ہیں، استاذِ محترم خوش طبع، شیریں گفتار، فصیح وبلیغ، خوش کلام، متواضع، ہشاش بشاش اور باوقار مدرس ہیں، ان کے درس میں عقول اور اذہان کی تفریح کا سامان ہوتا ہے اور دورانِ سبق بیان کردہ حکایتیں اور لطائف ونوادر طالبانِ علومِ نبوت کی دلچسپی کو قائم رکھتے ہیں۔

۷)...... اُن کا دلچسپ اندازِ گفتگو، زیرِ بحث حدیث اور سبق پر فصاحت وبلاغت آمیز تقریر، دین ودنیا، زندگی وکائنات، حال ومستقبل، تعلیم وتربیت اور اخلاق وآداب کے حوالے سے بلیغ اشارے سونے پر سہاگہ کا کام دیتے ہیں۔ احقر نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی طرح استاذِ مکرم مولانا سمیع الحق کے ساتھ زندگی کے سولہ سال گذارے، اپنی نااہلی کی وجہ سے اگرچہ کچھ حاصل نہ کرسکا مگر دیکھا بہت کچھ، یہاں ابن سیرینؒ کے تبسم ولطافت کا، امام مالکؒ کے ادب واحترام کا، امام احمدؒ کی حق گوئی واستقامت کا اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے علم وادب اور جامعیت کا عکسِ جمیل نظر آیا۔

۸)...... زیرِ تدریس سبق کے ساتھ ساتھ عقائد واعمال کی تبلیغ، زندگی میں جدوجہد اور سعی مسلسل کی ترغیب، علمائے دیوبند کا تذکرہ، ذوق وشوق، مطالعہ کے جذبات کی انگیخت کیلئے اہم قدیم وجدید کتب کے حوالہ جات، طلباء کو مطمئن کردینے کی بھرپور قدرت اور اپنے شاگردوں کیساتھ غیر معمولی اخلاص وفنائیت یہی وجوہات ہیں کہ طالبانِ علومِ نبوت جوق درجوق ان کے سبق میں شریک ہوتے ہیں......

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرمغاں ہے مرد خلیق

۹)...... دورانِ درس تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لئے متعلقہ سبق کے اَسرار ولطائف بھی بیان کرتے ہیں، فقہی مسائل، بیانِ مذاہب، اختلافِ دلائل اور پھر ترجیح الراجح اوراس کی وجوہ بیان کرتے ہیں۔

۱۰)...... اندازِ تدریس آغازِ سال سے لے کر اختتامِ سال تک ایک جیسا رہتا ہے، آپ کی تقریر میں تکرار نہیں ہوتا، ترقی سائنس سے پیداشدہ مسائل، جدید معاشی نظام کا نشیب وفراز، نئے فتنوں کا تعارف اور ان کے عزائم اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جس کا اندازہ ان کے درسی افادات ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال''، ''اسلام کا نظامِ اکل وشرب اور فلسفۂ حلال وحرام'' اور ''زین المحافل شرح شمائل للترمذی'' سے کیا جاسکتا ہے۔

۱۱)...... میں دورۂ حدیث کے سال اور پھر مسلسل ہر سال مولانا سمیع الحق کے درس، علمی مجالس اور تقریر وگفتگو میں بدرؒ وشہابؒ، خطابیؒ وطیبیؒ، ابن رجبؒ، مزیؒ وذہبیؒ، ابن صلاحؒ وعراقیؒ، غزالیؒ وشاہ ولی اللہؒ، رازیؒ وآلوسیؒ، جرجانیؒ وزمخشریؒ، راغبؒ وابن کثیرؒ، ابن رشدؒ وابن قدامہؒ، نوویؒ وابن نجیمؒ، کاسانیؒ وشوکانیؒ کے تذکرے، واقعات، امثال، حوالہ جات اور اُن کے ارشادات سنتا رہا اور علمی اور مطالعاتی وسعتوں کو مہمیز ملتی رہی۔

۱۲)...... حدیث شریف کے درس کا استاذِ محترم کو حد درجہ اہتمام ہے اکوڑہ خٹک میں موجود ہوتے ہوئے کبھی ناغہ نہیں کرتے اس جاں فشانی سے حدیث کا درس دیتے ہیں کہ نہ جی اکتاتا ہے اور نہ تھکان ہوتی ہے۔ دور دراز کے پر مشقت سفر سے واپس آرہے ہیں اور بلا آرام کیے سیدھے دارالحدیث پہنچ جاتے ہیں اوراس نشاط سے سبق پڑھا رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ بالکل تازہ دم ہو کر آئے ہیں ۔ پڑھانا صرف اپنے فرائض کی انجام دہی نہیں بلکہ اس کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحبت ومعیت تصور کرتے ہیں، مولانا سمیع الحق کے محدثانہ، محققانہ اور عالمانہ اندازِ تدریس اور سندی مباحث یا رواۃ کے سلسلہ میں نقد وجرح اور اسماء الرجال کی تحقیقات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ذیل میں وہ افادات بطورِ نمونہ پیش کیے جارہے ہیں جو عام قارئین کی ذہنی سطح کے مطابق ہوں اور جن سے قارئین کو علم وعمل کا نفع ہو۔

زین المحافل شرح شمائل جلد اول سے اقتباسات

مولانا سمیع الحق جب حدیث پڑھاتے ہیں تو عشق ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہر ادا سے چھلکتی ہے، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور حسن وجمال کے حوالے سے وہ بحرِ محبت میں ڈوب جاتے ہیں ان کے درس کے ایک ایک لفظ سے محبت، والہیّت اور فنائیت کا اظہار ہوتا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور اور حسنِ بے مثال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

رُخِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی وملاحت

ولا بالابیض الامھق ولا بالآدم: امھق صفت مشبہ ہے، جو خالص سفیدی کو کہتے ہیں جسمیں نورانیت اور ملاحت نہ ہو جیسا کہ بعض گوروں یا برص کے مریضوں کا مکروہ رنگ ہوتا ہے اور اُدمۃ سخت گندمی رنگ کو کہتے ہیں، جو سیاہی کی طرف مائل ہو، خلاصہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بالکل سفید اور تیز گندمی نہیں تھا، بلکہ ہلکا گندمی سفید رنگ تھا، بیہقی کی روایت میں کان ابیض بیاضہ الی السمرۃ کے الفاظ آئے ہیں، اس حدیث سے اگلی حدیث میں آپ کو اسمر اللون کہا گیا ہے، وہاں بھی دراصل سخت سفیدی کی نفی مقصود ہے ورنہ آپ گندمی رنگ کے نہیں تھے بلکہ پندرہ صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کو سفید بتایا ہے لیکن وہ سفید مراد ہے جس میں سرخی کے خلط کی وجہ سے ملاحت ہو، بعض روایات میں ازھر اللّون کے الفاظ آئے ہیں یعنی رُخِ انور میں تجلی اور نورانیت ہوا کرتی تھی اور جس روایت میں کان أبیض کا نّما صیغ من فضّۃ کے الفاظ آئے، اس سے بھی یہی ملاحت مراد ہونی چاہیئے۔ (ص:۸۷)

تاحیات حسنِ زلف کی بقاء

و لیس فی راسہ و لحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء وفات کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے، حضرت انسؓ کی دیگر روایات میں ان سفید بالوں کی تعداد گیارہ، چودہ، سترہ یا اٹھارہ مذکور ہے، ابن عمرؓ کی حدیث میں بیس کے قریب بتائے گئے

ہیں، اس کی تحقیق اور مزید تفصیل تو ریش مبارک کے باب میں آجائے گی لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ سفید بال نور اور وقار ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں ان کی مدح فرمائی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس منقبت سے محروم کیوں رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ سفید بال واقعتاً وقار اور قابل لحاظ حیثیت پر دلالت کرتے ہیں لیکن جوان جذبات کے حامل افراد اور بالخصوص عورتوں کی نظر میں بالکل سفید بال ناپسندیدہ ہوتے ہیں اور شاید اسی حکمت کو مدنظر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تغییر شیب یعنی سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے تاکہ حسن اور نفاست برقرار رہے، ولم یشنهُ اللّٰه بالشیب اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قسم کے قابل نفرت احوال و کیفیات سے برأت اور ہر قسم کی محبوبیت عطاء فرمائی تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سفیدی بھی محض علامتی طور پر ظاہر کردی تاکہ ہدایت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے اور کوئی شخص بھی طبعی نفرت کا بہانہ نہ کرسکے، نہ ازواج مطہراتؓ کی طبیعت میں ناپسندیدگی آسکے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت یا ناپسندیدگی میں کفر کا خطرہ بھی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید بالوں کی طرح دیگر عیوب سے بھی محفوظ رکھا۔ حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کالے تھے تو کافر ہوجائے گا۔ (ص:۹۰)

حسنِ بے مثال

ما رأیت شیئًا أحسن منه میں نے ان سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی، یعنی نہ کوئی انسان نہ سورج نہ چاند، نہ اور کوئی چیز ان سے زیادہ حسین نظر آئی، اس تعمیم سے صحابیؓ کی محبت ظاہر ہوتی ہے، نیز حقیقت میں اہل علم کا اس پر اتفاق بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر ظاہری محاسن سے نوازا گیا تھا۔ کائنات کی کوئی چیز بھی ان محاسن تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس لیے یہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی بھی نہیں۔ غالبًا حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے......

و أحسن منك لم ترقط عینی   وأجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأً من کل عیبٍ   کأنّك قد خلقت کما تشاء

اورام المؤمنین سیدنا عائشہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے بارے میں فرمایا ہے......

لواحی زلیخا لور أین جبینه   لاثرنّ بالقطع القلوب علی الید

اسی طرح شاعر نے کہا......

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حقوقِ نسواں کے نام پر توہینِ نسواں

مولانا سمیع الحق کی درسی خصوصیات کا ایک خاص امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مستفیدین اور طلباء کو دورِ حاضر کے حالات، سیاسیات، فتن باطلہ، مغربی تہذیب اور ملک کے قومی وسیاسی اور پارلیمانی مراحل سے آگاہ رکھتے ہیں۔ مشرف دور میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں حقوقِ نسواں بل کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: ''دوسری طرف عورت کو اسلام نے یہ اخلاقی تعلیم دی ہے کہ وہ گھر کی حفاظت اور اس کے اندر کے کام کاج خود کرے، نیز حتی الوسع شوہر کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے، آج کل حقوقِ نسواں کے نام پر ساری دنیا میں بڑا فتنہ برپا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ عورت بھی آخر انسان ہے۔ اسے انسانوں جتنے حقوق تو ملنے چاہئیں، ہم کہتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ وہ انسان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جو مقاصد، مراتب اور فرائض مقرر کئے ہیں اور جو عین فطرت سے موافق بھی ہیں، ان کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے، آج جو شخص حقوقِ نسواں کا نعرہ لگاتا ہے وہ فرائضِ نسواں سے چشم پوشی کر جاتا ہے، بچے کی حفاظت، تربیت، آرام و راحت اور رضاعت کا خیال رکھنا، شوہر کے گھر کی دیکھ بھال کرنا اور اپنی عصمت کا خیال رکھنا وغیرہ جو فرائض عورت کے ذمے لگائے گئے ہیں، نئی روشنی کے دعویدار حضرات وہ پس پشت ڈال دیتے ہیں بلکہ ان کے بارے میں اسلامی احکام اور قرآن وحدیث کیساتھ استہزاء کا معاملہ برتا جاتا ہے اور آزادیٔ نسواں کے نام پر گمراہی کی ترغیب وتعلیم بھی دی جاتی ہے، مغربی تہذیب میں تو باقاعدہ بیوی اور شوہر کے درمیان اجنبیوں کی طرح کمائی، خرچ اور رہائش تک کے امور میں علیحدگی رائج ہے، مرد عورت کی نجی زندگی سے بے خبر ہے اور عورت کو مرد کی نجی زندگی کا کوئی پتہ نہیں، خاوند ایک دفتر میں تو بیوی دوسرے دفتر میں کام کرتی ہے۔ درحقیقت مغرب کا عورت پر ایک ظلم یہ بھی ہے کہ اسے مرد کے ساتھ مساوی ہونے کا احساس دلا کر اسے باہر نکالنے کی شہ دیتا ہے، مغرب کا بوالہوس مرد اپنی عیش وعشرت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عورت کو چار دیواری سے باہر نکال رہا ہے، حقیر سے حقیر چیز کا اشتہار کیوں نہ ہو، عورت کی تصویر سے خالی نہیں، عورت ان کے ہاں جنسی تسکین کے لئے محض ایک آلہ کی حیثیت رکھتی ہے، وہاں کے مرد نے عورت سے بڑی زیادتی کی ہے، عورت پریشان ہے کہ وہ بچوں کی حفاظت

کرے، کارخانہ اور دفتر جائے یا پھر اپنی حفاظت کرے، اس صریح ظلم کی آگ میں مغربی عورت ہر وقت جلتی رہتی ہے۔'' (ص:۲۰۱)

دِیت کس کی آدھی؟

اسلام نے عورت کو بڑی عزت واحترام اور تقدس سے نوازا ہے، اسے گھر بٹھا کر مرد کو حکم دیا کہ جہاں سے بھی ہو، کماؤ اور بیوی کو کھلاؤ، خورد و نوش، رہائش اور لباس کا بندوبست کرو، اسلام نے ہر جگہ عورت کی رعایت کی ہے، لیکن آج کی عورت سمجھائے نہیں سمجھتی، دیت کے مسئلہ میں آج کل دنیا میں ایک ہنگامہ برپا ہے، وہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کی دیت آدھی کیوں ہے، کیا وہ نصف انسان ہے؟ لیکن دراصل اس میں بھی عورت ہی کی رعایت کی گئی ہے۔

شریعت بل کے ہنگامہ میں عورتیں میرے پیچھے بھی پڑی تھیں کہ تم کیوں عورت کی نصف دیت پر مصر ہو، میں نے ان سے کہا کہ دیکھیں اگر میاں بیوی میں کسی ایک کو قتل کر دیا جائے تو دیت تو مرنے والے کو نہیں بلکہ دوسرے کو ملے گی، اب اگر مرد مر گیا تو بیوی کو مثلاً اپنا حصہ ایک لاکھ روپے ملیں گے اور عورت مر گئی تو مرد کو ملنے والی دیت پچاس ہزار روپے ہوگی لہٰذا اگر نعوذ باللہ شریعت نے ظلم کیا ہے تو مرد پر کیا ہے عورت پر نہیں کیونکہ مرد نے اپنی شادی وغیرہ پر لاکھوں روپے بھی خرچ کئے اور دیت آدھی ملی، جبکہ عورت نے شادی کے موقع پر بھی بڑی مقدار میں رقم لے لی اور دیت بھی دگنی ملی، بہرحال! دراصل دیت مرد کی آدھی ہے عورت کی پوری ہے۔(ص:۲۰۱)

نصفِ دِیت کی حکمت

درحقیقت اس میں بھی بڑی حکمت پوشیدہ ہے وہ یہ کہ دیت کا فائدہ چونکہ وارث کو ملتا ہے اور بیوی کے اخراجات خاوند کی زندگی میں اس کے ذمے تھے۔ خاوند کے مرنے کے بعد اسے بچوں کی پرورش اور خود اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مال کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے برعکس بیوی کی موت پر سارا گھر نہیں اجڑتا کیونکہ اخراجات اور نفقہ پہلے سے مرد کے ذمے ہیں۔ اب بیوی کے مرنے کے بعد بھی اس کی ذمہ داریوں میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں ہوا، لہٰذا ازروئے عقل اسے بیوی کی نسبت کم رقم ملنی چاہیے۔ بہرحال! مرد کا بیوی پر استخدام کا حق تو نہیں لیکن مکارم اخلاق کا تقاضا ہے کہ بیوی محبت و شرافت سے خاوند کی خدمت کرتی رہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے عملاً ہمیں بتلایا کہ عورت کو مرد کی خدمت کرنی چاہیے۔ (ص:۲۰۲)

سُرمہ اور جدید سائنس

علومِ نبوت اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ہر دور میں مسلّم، لفظ بہ لفظ صداقت اور حرف بہ حرف حقیقتِ واقعہ کے طور پر ثابت ہے۔ مولانا سمیع الحق دورۂ حدیث کے طلبہ کو جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں علومِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت خصوصیت سے بیان کرتے ہوئے ایک درس میں کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اثمد کا سرمہ ضرور استعمال کیا کرو کیونکہ یہ آنکھوں کے نور کو تیز کرتا ہے اور پلکیں خوب اُگاتا ہے جدید سائنس نے بھی سرمہ لگانے کے بہت سارے فوائد بیان کئے ہیں مثلاً:

۱)...... سرمہ میں اعلیٰ درجہ کا دافع تعفن یعنی اینٹی سپٹک (inti septic) ہوتا ہے۔

۲)...... سرمہ سے آنکھوں کے اوپر پھنسی انفکشن (Lead Infection) اور ککرے بالکل نہیں ہوتے۔

۳)...... سورج کی تیز شعاعیں آنکھوں کی تپلی (Reting) کو نقصان نہیں پہنچاسکتیں۔

۴)...... آشوبِ چشم کے لئے سرمہ لگانا بہت ہی زیادہ مفید ہے۔

۵)...... ان امراض سے اللہ تعالیٰ حفاظت رکھتے ہیں جو لاعلاج سمجھے جاتے ہیں۔

۶)...... آنکھوں کے زخم پر خراش اور سوزش کیلئے سرمہ بہت مفید ہے نیز یہ کہ ہر قسم کے چھوٹے جراثیم Contafious germs کو ختم کر دیتا ہے۔ (ص:۲۳۹)

آزادئ عدلیہ کی ایک مثال

دورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ''عدلیہ'' اس کا مقام ومنصب اور عدل وانصاف کے لحاظ سے اس کی مکمل آزادی کا ہے، پاکستان میں عدلیہ کی توہین وتذلیل اور جکڑ بندی نے عجیب افسوسناک صورت حال پیدا کر دی ہے، مولانا سمیع الحق اسلام کے حوالہ سے طلبہ کو عدلیہ کے مقام ومنصب اور عدلیہ کی آزادی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں، عدالت اور عدلیہ کی آزادی اسی کا نام ہے، جس کی مثال اسلامی حکومتیں صدیوں تک پیش کر چکی ہیں اور وہی حقیقی چیف جسٹس ہوتا ہے جس کے سامنے ساری انتظامیہ ہیچ ہو۔ ماضی میں خلیفہ وقت بھی عدالت کے سامنے جواب دہ ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ، قاضی شریحؒ کی عدالت میں ایک مقدمہ کے سلسلے میں حاضر ہوئے۔ قاضی صاحبؒ کو اسے اپنے پاس بٹھانا چاہئے تھا لیکن وہ تو کجا جب قاضی شریحؒ نے اکراماً کنیت سے خطاب کرتے ہوئے یا ابا الحسن! کہا

تو آپؓ کا رنگ فق ہو گیا اور اگر چہ مقدمہ اقلیت کے ایک فرد اور ایک یہودی کے ساتھ تھا لیکن عدالت کی نظر میں جب وہ اسلامی حکومت کا شہری ہے تو اس میں اور دوسرے مسلمان میں کوئی تمیز نہیں خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب اور کسی بھی قوم سے ہو۔

بہر حال! عدالت نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا لیکن عدالت برخاست ہونے کے بعد ہی قاضی شریحؒ نے حضرت علیؓ کو اپنے پاس بٹھایا۔ عزت و اکرام سے نوازا اور پوچھا کہ جب عدالت میں میں نے آپؓ کو مخاطب کیا تو آپؓ کا رنگ کیوں متغیر ہوا۔ شاید اس لئے کہ ایک یہودی کے ساتھ آپؓ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جب تم نے مجھے کنیت سے پکارا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ یہودی کو اس سے تکلیف ہوئی ہوگی۔ اس کے دل میں یہ بات آ گئی ہوگی کہ اسلام کے نظامِ عدل میں یہ عیب ہے کہ اپنوں کو معزز نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ تم مجھے علی کہہ کر پکارتے، بہر حال! حضرت امام ابو یوسفؒ نے ایک فیصلہ سنایا کہ ایک شخص کو بھرے دربار میں قتل کیا جائے کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں ناک بھوں چڑھائی ہے، جسکی وجہ سے وہ کفر کی حد میں پہنچ گیا ہے۔ مگر بعد میں توبہ سے اسکی جان بخشی ہوئی۔ (ص: ۴۱۷)

مصحف قرآن سے رُخ زیبا کی تشبیہ

مولانا سمیع الحق کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا سے ایک خاص قلبی اور والہانہ باطنی تعلق ہے، حدیث میں رُخ زیبا کو مصحف قرآن سے تشبیہ دی گئی ہے، مولانا سمیع الحق اس کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر جھانک کر دیکھا تو چہرۂ انور کو دیکھتے ہوئے یہ احساس ہوا، کأنه ورقة مصحف مصحف میم کے ضمہ کے ساتھ اشہر ہے۔ فتحہ بھی مشہور ہے اور کسرہ بھی جائز ہے، یہ بلیغ کلام اور بے نظیر تشبیہ حضرت انسؓ نے قرآن مجید کے نورانی صفحہ کے ساتھ چہرۂ انور کو تشبیہ دی ہے۔ گویا جس طرح قرآن مجید کے اوراق میں انوار ہوتے ہیں اور ان انوار کا پوری طرح احساس بھی صحابہؓ ہی کو ہو سکتا ہے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک انوار الٰہی، وقار و بشاشت اور اطمینان و سکون کی وجہ سے دمک رہا تھا یا پھر اس تشبیہ سے غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و شکر اور اس طمانیت کی نشاندہی ہے جو امت کو ایسی حالت میں دیکھ کر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر عیاں تھی۔ نیز مسرت کی اس کیفیت کا پتہ بھی خوب چلتا ہے جو رفیق اعلیٰ سے ملنے کے تصور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو رہی تھی۔ (ص:۴۳۷)

''اسلام کا نظامِ اکل وشرب'' سے اقتباسات

مولانا سمیع الحق کو دہریت خدا بیزار نظریات سے بَیر ہے۔ اپنے ہر درس اور حدیث کی توضیحات وتشریحات میں اللہ پاک کے نظامِ فطرت کی اہمیت اور حقانیت پر کھل کر بولتے ہیں اور دلائل سے فطری حقائق کو ثابت کرتے ہیں۔

تعلیمِ فطرت کا ایک نمونہ

چنانچہ ایک درس میں ارشاد فرمایا: امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیوں کر پہچانا؟ آپؒ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک بند قلعہ میں ایک جاندار شے ہے وہ قلعہ سونے اور چاندی کے خول میں ہر طرف سے ایسا بند تھا کہ اس شے کے ساتھ باہر سے کسی ذریعہ سے رابطہ ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ جاندار اس قلعہ سے جونہی نکلا تو دیگر جاندار اشیاء کی طرح حرکات وسکنات شروع کردیں لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا معمہ ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں، فرمایا کوئی معمہ نہیں یہ انڈا ہے اس سے بچہ (چوزا) نکلتا ہے انڈا ابال کر دیکھیں تو زردی اور سفیدی دونوں جدا جدا ہوں گے سب سے اوپر انڈے کا سخت خول اس کے نیچے باریک سفید جھلی پھر سفیدی پھر زردی۔ کئی بند قلعوں (خولوں) کے اندر اللہ بچہ پیدا کرتا ہے۔ چوزا نکلتے ہی دانہ چگنے لگتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں رب کو پہچان گیا کہ یہ چوزہ کہیں سے تعلیم حاصل کر کے تو نہیں آیا بلکہ یہ کسی بھی درس گاہ کے بس کی بات نہ تھی کہ اس چوزے کو دانہ چگنے کی تعلیم دیتا۔ کوئی معلم حقیقی تھا جس نے یہ اس کی فطرت میں ڈال دیا خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَهَدٰی (ص:۹۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے سادہ کھانے

مولانا سمیع الحق پیٹ اور پلیٹ کو مقصدِ حیات قرار دینے کو حیوانیت قرار دیتے ہیں، مادیت اور مادہ پرستی سے اُن کو الرجی ہے، پیٹ کی حکمرانی اور پیٹ کی پوجا پاٹ کے سخت مخالف ہیں، فرماتے ہیں اسلام میں مادہ پرستی اور معدہ پرستی کی گنجائش نہیں، اِن حقائق کو اپنے درس میں دلائل سے واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کئی کئی مہینے ہانڈی نہیں پکتی تھی آگ نہیں جلتی تھی الا الماء والتمر پانی اور کھجور سے بسر اوقات کر لیتے تھے تو صحابہ کرامؓ بھی

بھر جَو اور کھجور کھاتے اور مشقت کا کام زیادہ کرتے تھے تو وہ اطباء واپس چلے گئے جو صحابہ کرامؓ کی جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے آئے تھے وہ کہنے لگے کہ ان کو تو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم ہی ایسی دی ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے جس کی وجہ سے بیماری ان کے قریب نہیں آتی۔ المومن یاکل فی معًی واحد و الکافر یاکل فی سبعة امعاء مومن ایک آنت کے برابر کھاتا ہے اور کافر ساتوں آنتیں بھرتا ہے۔ (ص:۱۰۹)

پیٹ کی حکمرانی

آج لوگ لاکھوں کروڑوں روپے جمع کر رہے ہیں اسی پیٹ کی خاطر کہ کہیں فاقوں سے نہ مرجائیں۔ ایک عالم نے فرمایا کہ پوری کائنات کو ایک بالشت پیٹ نے لپیٹ رکھا ہے۔ جتنے غلط ازم بنے ہیں اسی پیٹ کی خاطر ہیں۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لااله الا الله کی جگہ لا اله الا المادة والمعدة نے لے لی ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (الذاریات: ۵۶-۵۸)

''اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے اور نہایت ہی قوت والا ہے۔''

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (العنکبوت: ۶۰)

''اور کتنے جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی، اللہ روزی دیتا ہے ان کو اور تم کو بھی اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔''

اسلام میں مادہ پرستی اور معدہ پرستی کی گنجائش نہیں

یہ تمام حیوانات نہ کارخانے بناتے ہیں نہ بنک بیلنس بلکہ ان سب کو اللہ رزق دے رہا ہے تو رزق ثانوی مسئلہ ہے اولاً عظیم مقصد اس کی عبادت ہے اسلام میں مادہ پرستی اور معدہ پرستی کی نفی ہے

کافر تو یأکلون کما تأکل الأنعام ''حیوانات کی طرح کھاتے ہیں'' جس طرح حیوانات کا کام کھانا پینا اور گوبر کرنا ہے بالکل اسی طرح کفار کی حالت ہے ، و یتمتعون اور چند دن کے لئے دنیاوی نفع سے لطف اندوز ہونا ہے فلسفہ یہی ہے کہ ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست اکبرالہ آبادی بڑے عارف و دانا شاعر ہیں انہوں نے اس تہذیب کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا (ص:۱۱۰)

معصوم بچوں پر بعض عرب شیوخ کا ظالمانہ کھیل

مولانا سمیع الحق عرب شیوخ کی جاہلیت ، جبر و استبداد اور ظلم وتشدد کو واشگاف الفاظ میں عریان جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں اپنے طلبہ کو اِن حقائق سے آگاہ فرما کر ظلم کے ازالہ و مقابلے کے لئے ترغیب دیتے اور موزون اقدام پر آمادہ کرتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

''آج کل بعض عرب ممالک سے شیوخ اونٹوں کی دوڑ کا مقابلہ کرتے ہیں اونٹوں کی مسابقت اور دوڑ کے مقابلہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان کے ساتھ باندھ دیتے ہیں جو غریب ممالک سے خرید کر یا اغوا کر کے لائے جاتے ہیں جب اونٹ بھاگتا ہے تو بچے خوف سے چیختے ہیں چلاتے ہیں جس سے اونٹ گھبرا کر اور تیز دوڑتا ہے اسی عالم میں کئی بچے مرجاتے ہیں اور اگر کوئی زندہ بھی بچ جائے تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس کے حواس معطل ہو جاتے ہیں پھر وہ کسی بھی کام کا نہیں رہتا مگر وہ بدبخت صرف اپنے اونٹ کے اوّل نمبر کے آنے کے شوق میں ظلم کی یہ بدترین روایات قائم رکھے ہوئے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر بلی کا بچہ بھی اونٹ کے ساتھ باندھ دیا جائے تو یہ ظلم ہے اور حرام ہے چہ جائیکہ انسان کا بچہ ہو، اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بار برداری بھی حرام ہے پھر انسان کے معصوم اور بے گناہ بچوں پر ان کی قوتِ برداشت سے ہزار چند بڑھ کر یہ ظلم وستم کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے''۔ (ص: ۱۶۵)

صحابہ کرامؓ اور سنت رسولؐ کا اہتمام

صحابہؓ کی عظمت و مقام ، اتباعِ سنت کی وجہ سے ہے ۔ اتباعِ سنت ہی اصل دین ہے۔ مولانا سمیع الحق اپنے ہر درس میں اسے مشن قرار دیتے اور مختلف عنوانات سے اسے بار بار دہراتے اور

سمجھاتے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

صحابہ کرامؓ نے جب ایران فتح کیا تو ایک بڑا دربار لگا یا اس میں عجمی سردار اور رؤسا موجود تھے، سلمان فارسیؓ فاتح تھے اور ان کا تقرر بحیثیت گورنر کے ہوا تھا دعوت کا انتظام ہوا حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک نوالہ روٹی کا گر گیا تو انہوں نے اسے زمین سے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیا ان کے اس عمل سے بعض لوگوں کو گھبراہٹ ہوئی اور سوچا کہ گورنر کے ایک نوالے کے گر جانے اور اٹھانے سے ہماری فضیحت ہوئی، یہ عجمی تہذیب کے لوگ کیا کہیں گے' حضرت سلمان فارسیؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ کیا میں ان عجمی لوگوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک کر دوں؟ یہاں یہ بھی یاد رہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی فعل کو اپنی ذاتی حیثیت سے قبیح سمجھے یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے تو اور بات ہے اور اگر خدانخواستہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل، سنت اور علم کو قباحت کی نظر سے دیکھے گا، حقارت و استحقار اور نفرت کرے گا تو اس کے ایمان کا خطرہ ہے (نعوذ بالله من ذلك)(ص:۱۸۶)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے اخلاق حسنہ

سلفِ صالحین کے واقعات اور اکابر علمائے دیوبند کی روح پرور حکایات سے درس میں نشاط اور فرحت وانبساط کی کیفیات کا ظہور ہوتا ہے اور طلبہ میں عملِ صالح کی انگیخت ہوتی ہے ۔ کسی نہ کسی حوالے سے مولانا سمیع الحق اپنے درس میں اکابر کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیل میں تھے جب کھانے کا وقت ہو جاتا تو جو بھنگی وہاں جیل میں کام کرتے تھے ان میں سے کسی ایک کو زبردستی ساتھ بٹھاتے تھے اور وہ انکار کرتے تھے کہ آپ سید ہیں، سردار ہیں، ہم آپ کے ساتھ کیسے بیٹھ کر روٹی کھا سکتے ہیں مگر شاہ صاحبؒ ان کو زبردستی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے اور وہ شرماتے مگر شاہ صاحبؒ ان کے منہ میں نوالہ ڈالتے تھے جس کی وجہ سے جیل خانے کے کئی عیسائی مسلمان ہو گئے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے عالمِ دین نے ہماری اتنی قدر کی ۔ یہ سارے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں واخذ بیدہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کا ہاتھ پکڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تکلف کرتا ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ سے پکڑا وہ شرما رہا تھا اور لیت ولعل سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے برتن میں شریک کیا اور فرمایا کہ کھاؤ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام لو'۔(ص:۲۳۲)

تہذیبِ مغرب اور کفرانِ نعمت کا وفور

تہذیبِ مغرب کی یلغار اور کفرانِ نعمت کی پھٹکار سے مسلم سوسائٹی بھی روبہ زوال ہے۔ مولانا سمیع الحق ارشاد فرماتے ہیں: جدید مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کے سیلاب میں مسلمان بھی بہہ رہے ہیں بڑے بڑے شہروں اور بڑی تقریبات میں آج بھی منوں ٹنوں کے حساب سے عمدہ کھانا، تقریبات سے فراغت کے بعد کوڑا کرکٹ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔حکیم محمد سعید صاحب نے تجزیہ کیا تھا کہ ان تقریبات میں ہر روز آدھے سے زیادہ صحیح طعام اور قابل استعمال کھانے ضائع ہوتے ہیں جو کروڑوں روپے کی مالیت کے ہوتے ہیں اب آپ دیکھیں ایک طرف کروڑوں روپے مالیت کا کھانا ضائع ہورہا ہے دوسری طرف افلاس زدہ بھوکے ایک ایک نوالے کو ترستے ہیں، اسلام کا نظام اور اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ بھوکوں کو امیروں اور مالداروں اور صاحب ثروت لوگوں پر تقسیم کردو۔ دیکھئے! اسلام نے بھوکے کا کس طرح نظام بنایا کس قدر عمدہ تعلیم دی جب کہ کمیونزم نے تو بھوکے کے منہ سے نوالہ بھی چھین لیا۔حضرت عمر فاروقؓ نے یہ بھی فرمایا تھا و ان الرجل لا يهلك على نصف بطنه ایک آدمی اگر آدھے پیٹ کھانا کھالے تو وہ اس سے مرتا نہیں گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید کردی کہ طعام الواحد يكفي الاثنين (ص: ۲۶۵)

ایک دلچسپ لطیفہ

عربی ادب، عربی اشعار اور تفریحی واقعات سے طلبہ میں سستی، تھکاوٹ اور بوریت ختم ہوجاتی ہے۔طویل ترین درس بھی لمحات میں گذر جاتا ہے۔مولانا سمیع الحق اپنے ہنس مکھ مزاج کے پیش نظر عربی اشعار توضیحات میں بطورِ استدلال نقل کرتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا: امام اصمعیؒ کی روایت ہے کہ جب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو دیکھا کہ کسان گیہوں کی کاشت کررہا ہے اور گیہوں کی بالیں ہوا میں لہرارہی ہیں اچانک ٹڈی دل آیا تو یہ شخص ٹڈی کے آنے کی وجہ سے کافی پریشان ہوگیا اور جب اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے تو اس نے یہ شعر پڑھنے شروع کردیئے......

مرّ الجراد على مزرعى فقلت له

لا تاكلن ولا تشتغل بافساد

فقام منهم خطیب فوق سنبلة

انا علی سفر لا بد من زاد

ٹڈیاں میرے کھیتوں میں آئیں تو میں ان سے کہنے لگا کہ ان کو مت کھائیو! اور میرے لئے فساد و بربادی نہ پیدا کرو تو ایک خوشہ پر بیٹھے ہوئے انکے خطیب نے جواباً کہا کہ ہم سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ ضروری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے حضرت ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے:

احلت لنا المیتتان الحوت والجراد والد مان الکبدوالطحال (أحمد ابن ماجه دارقطنی)

ہمارے لئے دو بغیر ذبح کی مری ہوئی چیزیں اور دو خون حلال ہیں بغیر ذبح کے مری ہوئی دو چیزیں مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں (کہ یہ دونوں اصل میں بستہ خون ہیں نہ کہ گوشت) دو مرے ہوئے جانور جو شرعی طریقہ سے ذبح نہ ہوں تب بھی وہ امت کیلئے حلال ہیں ایک السمك یعنی مچھلی جو بحری حیوان ہے دوسرا الجراد یعنی ٹڈی جو ذبح کئے بغیر مسلمان کھا سکتے ہیں اس پر تمام ائمہ مسالک کا اتفاق ہے کہ ٹڈی حلال ہے اس کا گوشت مباح ہے اور اس کا کھانا جائز ہے خواہ وہ خود مرگئی ہے یا اس کو ذبح کیا گیا ہو شکار کے ذریعے مری ہو اور شکار بھی عام ہے کسی مسلمان نے کیا ہو یا غیر مسلم نے اور خواہ اس سے کچھ کاٹا جائے یا نہیں، وہ بہرحال! حلال ہے البتہ امام احمد حنبل کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ٹھنڈک کی شدت سے وہ ہلاک ہوئی ہے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائیگا اور امام مالکؒ کے مذہب کا یہ خلاصہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو جدا کر دیا گیا تو اسکا کھانا جائز نہیں ہے۔ (ص: ۲۵۰)

تکیہ لگا کر کھانے کی مضرتیں

بسیار خوری اور بے اعتنائی، ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔ تکیہ لگا کر کھانا، متکبرین کی علامت ہے، مولانا سمیع الحق نے اپنے درس میں ارشاد فرمایا کہ ''شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ تکیہ لگا کر کھانا کھانے سے پیٹ بڑھ جاتا ہے اور نظام ہضم بھی کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ ان صورتوں میں وہ بدن میں اپنی جگہ پر ٹھیک نہیں پہنچتا جو طبیعت پر گراں ہوجاتا ہے اور اسی سے سوءِ ہضم کی شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ کھانا کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھاتے وقت کھانے کی طرف قدرے جھک کر اور متوجہ ہوکر بیٹھا جائے یا تو دو زانوں کھڑے کردے یا دونوں پاؤں پر بیٹھے یا دایاں زانو کھڑا کردے اور بائیں زانو پر بیٹھ جائے اس طرح کھانا بھی کم کھایا جاتا ہے''۔ (ص: ۲۶۴)

عورت کا حکومت کرنا

مغربی جمہوریت نے اسلامی ممالک میں بھی عورت کی حکمرانی کوفروغ بخشا اور مسلم ممالک کے بے دین حکمرانوں نے اسے قبول کرلیا۔مولانا سمیع الحق سیاستدان اور پارلیمنٹیرین ہونے کے باوجود اسلامی تعلیمات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں عورت کی حکمرانی کو ناجائز قرار دیتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:اب اگرعورت یہ مطالبہ کرتی ہو کہ مجھے حکومت اور وزارت عظمیٰ مل جائے تو یہ فطرت کے ساتھ لڑائی ہے اس لئے کہ خواتین کی ذمہ داریوں کا دائرہ مخصوص ہے۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:لن یفلح قوم ولو ا أمرھم إمراۃً تو عورت کو اللہ تعالیٰ نبوت اس لئے نہیں دیتا کہ ان کومواقع بہت کم ملتے ہیں۔(ص:۲۸۰)

لفظِ اِدام اور محققین کی دو آراء

عربی ادب اور زمانۂ جاہلیت کے ادب واشعارکو حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح وتشریح میں خصوصیت سے بطورِ استدلال پیش کیا جاتا ہے،مولانا سمیع الحق بھی اپنے درس میں عربی اشعارکو بطورِ استدلال،تفریحِ طبع اورتفنن کےطور پرنقل کرتے ہیں،یک درس میں ارشادفرماتے ہیں:

’’بعض حضرات کہتے ہیں کہ ادام، مداومت سے ہے جس کا معنی موافقت ہے۔ جب ایک چیز دوسری چیز سے جوڑ کھائے لہٰذا ہر وہ چیز جو روٹی کے ساتھ بطور سالن کےموافقت کھائے ادام ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ادومت سے ہے۔ ادومت کہتے ہیں رنگنے کو جس کو اصطباغ بھی کہتے ہیں،جس چیز سے روٹی میں رنگ آئے اصطباغ ہواس کوادام کہتے ہیں۔ یہ ادام بھی تو اس سے ماخوذ ہے،آدم کو اسلئے آدم کہتے ہیں کہ ان کا رنگ نمایاں ہے،اس کی چمڑی رنگین ہے اور ظاہر ہے،اسی رنگ،چمڑی اور ملاحت کی وجہ سے اسے آدم کہتے ہیں‘‘۔(ص:۳۰۳)

متنبّی کہتے ہیں ......

فبایّما قدم سعیت إلی العلٰی
ادم الھلال لا خمصیك حذاء

متنبّی تو مبالغہ کی حد کردیتا ہے،اس شعر میں ممدوح سے کہتا ہے تم کون سے قدموں کے ساتھ اسقدرعظمت و بلندی تک پہنچے ہو۔ یہ تو وہ بلندترین مقام ہے کہ جسمیں چاند کی چمڑی کو ادھیڑ کر اس سے جوتے بنائے گئے اوران جوتوں پرالعلی (بلندی) تک رسائی حاصل کی گئی۔ یہ عظمت ورفعت

کا وہ بلند ترین مقام ہے جہاں تک اس دور کے راکٹ اور سیارے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ متنبّی کے کلام میں زبان و ادب کے وہ بلند اشارات، تلمیحات اور تشبیہات ہیں کہ اس سے طلباء کی علمی اور فکری صلاحیتوں کو خوب خوب جلا حاصل ہوتی ہے۔ جو حضرات کہتے ہیں کہ ادام، مداومت سے ہے ان کے نزدیک وہ سالن نہیں ہے جس سے روٹی میں اصطباغ نہ آئے۔ انگور، کھجور، سرکہ، یہ سب ان کے نزدیک سالن نہیں ہیں۔ (ص:۳۰۳)

اکابرین کی تواضع

اکابر علمائے دیوبند سے مولانا سمیع الحق کو عشق ہے، محبت ہے، والہیّت ہے۔ اپنے درس میں ان کے واقعات وحکایات مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں چنانچہ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔ والد محترم حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علیؒ صاحب بڑے دبدبے والے انسان تھے۔ لوگ آپ کو سلام کرنے میں پہل کرنے کیلئے شرطیں لگایا کرتے تھے کہ آج ہم سلام میں پہل کرلیں گے۔ آپ کا اتنا رعب تھا کہ طلباء اور اساتذہ آپ کی بیٹھک کے قریب بھی آہستہ سے گذرتے تھے کہ ہمیں دیکھ نہ لیں لیکن جب دارالعلوم آتے تھے تو کوئی بھی آپ کو سلام میں پہل نہیں کرسکتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کسی کم عمر طالب علم کو بھی سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔ یہ تو متکبرین مغرور اور فراعنہ کا طریقہ ہے کہ دوسرے کے سلام کا منتظر ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کبھی کبھی بازار کو نکلتے اور بغیر خریداری کے واپس آجاتے۔ خدام پوچھتے کہ حضرت! آپؓ نے کچھ بھی خریداری نہیں کی اور بغیر کچھ لئے ہوئے واپس آگئے تو آپؓ فرماتے کہ میں صرف اس نیت سے بازار گیا تھا کہ بہت لوگوں کو سلام کروں اور وہ جواب میں میرے لئے وعلیکم السلام کہہ کر سلامتی رحمت اور برکت کی دعا دیں۔ (ص:۳۴۸)

مولانا سمیع الحق کی شخصیت کا ہر پہلو اور زندگی کا ہر لمحہ دلکش، جاذب نظر اور قابل رشک ہے۔ اتباعِ سنت، اخلاص وللّٰہیت، حسنِ اخلاق، احسان وسلوک، سیاسی بیدار مغزی، اردو وعربی ادب سے گہری مناسبت، شعروشاعری اور تصنیف وتالیف کا بے پایاں ذوق، علم حدیث اور اس کے جملہ متعلقات سے والہانہ تعلق، مسلکِ حق کی حمایت اور باطل کے ساتھ نبرد آزمائی کا مخلصانہ جذبہ ان کی باغ وبہار شخصیت کے وہ روشن پہلو ہیں جو ہر رخ سے اپنی تابانی کے ذریعہ دیدہ حیراں کو خیرہ کیے ہوئے ہیں۔ ان تمام خدمات جلیلہ اور اوصاف جمیلہ کے درمیان علم حدیث کے میدان میں مولانا کی فیض رسانی انتہائی نمایاں ہے۔

مولانا محمد ادریس صاحب
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا شہیدؒ اور خانوادۂ حقانی کے ساتھ مودت ومحبت کے مراسم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ، جامعہ کے ممتاز فاضل ہزاروں طلبا وعلما کے استاد اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث ہیں، آپ علمی مقام اور فصاحت و بلاغت کی اوج ثریا پر فائز ہیں، اس وقت دینی وعوامی حلقوں میں پشتو زبان کے سب سے بہترین خطیب اور مقرر بھی ہیں، عوام وخواص میں ان کا بیان یکساں مقبول ہے۔ مادر علمی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور خانوادہ حقانی سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ آنجناب حضرت شہیدؒ کی ''مراد''، چہیتے اور خصوصی منظورِ نظر تھے۔ اس وقت دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی نظام کے لئے آپ مرکزی ستون کے مانند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ (مدیر)

آج بندہ نے جس عظیم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے قلم اُٹھایا ہے اُنکی شخصیت حالات، علمی مقام، علمی وملی خدمات، کرامات وکمالات پر اہل علم ومتعلقین اظہارِ خیال فرماتے رہیں گے اور وہ قلم وقرطاس کی زینت بن کر منصۂ شہود پر آتا رہے گا لیکن اس کے بدولت صاحب مضمون ومقالہ نگار کی شان تو بلند ہوسکتی ہے تاہم حضرت شیخؒ کا مقام اور ان کی ہستی ان چیزوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے کیونکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک ہمہ جہت، ہمہ گیر اور عالمگیر شخصیت کے مالک تھے۔

تین پشتوں سے ہمارے تعلقات

خانوادۂ حقانی کے ساتھ ہمارے تین پشتوں سے الفت ومحبت کے گہرے تعلقات وابستہ ہیں میرے دادا محترم محدثِ وقت، فقیہ العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی شہزادہ صاحبؒ اور محدث کبیر، شیخ وقت حضرت مولانا عبدالحقؒ کے درمیان محبت ومؤدت بھرے تعلقات تھے جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم زروبویؒ اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت شیخ مفتی شہزادہؒ کو دارالعلوم میں پڑھانے کی دعوت دی تاہم حضرت مفتی صاحبؒ کی طرف سے کمزوری وعلالت کی وجہ سے عذر پیش کیا گیا۔

مجاہد کبیر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ والد محترم کے دوستانہ تعلقات

والد محترم حکیم مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ حضرت شیخ شہیدؒ کے گہرے تعلقات تھے اور یہ پانچ ساتھی دارالعلوم کے اَخص طلباء میں سے تھے (۱) حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ (۲) حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ (۳) حکیم عبدالحقؒ والد محترم (۴) قاضی فضل دیانؒ عمرزئی (۵) مولانا عزیز الرحمٰن ملاح اٹک۔

حضرت شیخ شہیدؒ اکثر والد محترم کے ''دواخانہ حقانیہ اتمانزئی'' تشریف لاتے، کبھی فون کرکے والد محترم کو بلاتے، حضرت والد محترم نے پشاور کے ایک ہوٹل میں کمرہ بُک کیا ہوا تھا اس کی ایک چابی والد محترم اور دوسری چابی حضرت شیخ شہیدؒ کے پاس ہوتی۔ دونوں کے اتنے والہانہ تعلقات تھے کہ حضرت شیخ شہیدؒ نے بارہا ہمارے غریب خانے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔

ایک دن مولانا حبیب اللہ حقانیؒ آف تنگی کے یہاں سے واپسی پر تشریف آوری فرمائی تو مجھ سے فرمایا کہ علامہ صاحب سے کہہ دو کہ باہر تشریف لائے (والد محترم کو علامہ کہا کرتے تھے) طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے والد محترم نے فرمایا کہ جا کہ انکے سامنے تو ریہ کے الفاظ کہہ دو تاہم آپس کی بے پناہ محبت اور گہرے تعلقات کی وجہ سے حضرت شیخ شہیدؒ نے فرمایا جاؤ اس ''ظالم'' کو بلاؤ ورنہ میں خود گھر میں گھس جاؤں گا، پھر والد صاحب نکلے تو بندہ ان کے بے تکلف ومحبانہ اندازِ ملاقات سے بہت محظوظ ہوا۔

حضرت شیخ شہیدؒ کی بے پناہ ذہانت

والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں میں نے حضرت جیسا ذہین نہیں دیکھا لکھنے کا شوق اور تصنیف وتالیف کا ملکہ غضب کا تھا ہمہ وقت لکھنے میں مصروف رہتے، بیک وقت مخاطب سے خطاب اور قلم سے مضمون کی تکمیل کرنا انہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے مہمانوں کو نوٹ کرنا، ان کے ملفوظات و بیانات کو قلم بند کرنا اساتذہ اور نوادر مشائخ کی تقاریر محفوظ کرنا انہی جیسوں کا کام تھا۔ اتنے چُست وچوکنا کہ گاڑیوں کے آنے جانے کے اوقات بھی نوٹ کرتے۔ حضرت والد محترم فرماتے کہ زمانہ طالب علمی میں سفر کے بے حد شوقین تھے اور اتنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود انتہائی نفاست کے ساتھ رہتے، انتہائی نفیس الطبع واقع ہوئے تھے۔

حضرت شیخ شہیدؒ سے شرف تلمذ

۸۲/۸۱ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے دورۂ حدیث کے اسباق میں

شرف تلمذ حاصل ہوا۔ حضرت شمائل ترمذی جس اچھوتے اور البیلے انداز میں پڑھاتے اس کی مثال ملنی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے چونکہ حضرت شیخؒ بے شمار ملکوں کے اسفار کرنے کے ساتھ ساتھ عالمگیر ذہنیت، وسیع فکر ونظر اور محدثانہ جلالت قدر کے مالک تھے اس لئے اُن کا درس دلچسپ حالات و واقعات، افادات وملفوظات اور درسی نکات پر مشتمل ہوتا، گویا ایک بحر ناپید کنار کا وہ غواص جو کبھی موتی نکالے کبھی ہیرے، دورانِ درس مغربی مفکرین وفلاسفہ کا محققانہ انداز میں رد فرماتے۔

''زین المحافل'' ایک عظیم علمی شاہکار

حضرت شیخ شہیدؒ کی محدثانہ شان، علمی وتدریسی اور اصلاحی وتربیتی کمال کی زندہ مثال ''زین المحافل''، اردو شرح شمائل آپ کے درسی افادات کا مجموعہ ہے جو علمی حلقوں سے دادِ تحسین حاصل کر کے صف اول کے شروح میں شامل ہے۔

بندہ پر حضرت شیخ شہیدؒ کی خصوصی نظر کرم

حضرت جس وقت ''الحق'' کی ادارت کا فریضہ انجام دے رہے تھے اُن دنوں بندہ اکثر حاضر خدمت ہوتا، مجھے ساتھ بٹھاتے اور اداریہ لکھنے کے بعد مجھ سے فرماتے لو جی دیکھ لو مطالعہ کرلو، اس وقت ''الحق'' کے اداریوں کی بدولت لوگ بے چینی سے ''الحق'' کا انتظار کرتے۔

۸۱یا۸۲ء میں حضرت کی دوسری شادی ہوئی تو جب حضرت شیخ دارالحدیث میں تشریف لائے تو میں نے رقعہ لکھ کر بھیجا کہ اولم ولو بدیك فرمایا کس نے بھیجا؟ میں نے خود کو ظاہر کیا تو پھر تمام دارالعلوم کے لئے بیل ذبح کئے، سب نے ولیمہ کا خوب لطف اُٹھایا۔

دارالعلوم میں تدریس کی طرف اشارہ

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حضرت شیخ شہیدؒ سے ملاقات ہوئی مولانا عرفان الحق بھی ہمراہ تھے انتہائی محبت اور پیار سے گلے لگایا اور فرمایا: تیار رہو حقانیہ کے لیے۔

مسجد مولانا عبدالحقؒ کے سلسلے میں چارسدہ تشریف آوری

ایک دفعہ جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں حضرت شیخ چارسدہ تشریف لائے تھے اُس دن میں اکوڑہ کی طرف نکلا تھا واپسی پر فون کیا تو اکوڑہ میں ملاقات کی اور کچھ خاص باتیں بھی ہوئیں پھر الحمدللہ! میں نے ذاتی طور پر دوست واحباب سے تقریباً دس لاکھ روپے چندہ اکٹھا کر کے مسجد کے

لئے انہیں دیا پھر ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد تدریس کے سلسلے میں انہوں نے رابطہ کیا تو میں نے کہا حضرت! آپ خود ہی پڑھائیں پھر حضرت شیخ شہیدؒ نے ڈاکٹر صاحبؒ کے اسباق کی تکمیل بذات خود فرمائی۔ دوسرے سال قاضی فضل منان صاحبؒ عمرزئی کے جنازے کے لیے تشریف لائے تو باقاعدہ دعوت دی پھر چارسدہ میں ملاقات ہوئی تو دعوت دی، میں نے معذرت کی کہ حضرت میں نہیں پڑھا سکتا میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ پھر حضرت شیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں بحیثیت استاد اور بحیثیت چچا تمہیں حکم دیتا ہوں تب میں حکم کی خلاف ورزی کو گوارا نہ کرسکا۔ میری بھی دلی خواہش تھی کیونکہ دارالعلوم جیسے بین الاقوامی علمی مرکز میں تدریس ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، بندہ نے دو دفعہ خواب بھی دیکھا۔ ''اُن دنوں کی بات ہے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ دارالعلوم کے قدیم دارالحدیث کے سامنے لوگوں کا ہجوم ہے شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی فرید صاحبؒ وغیرہ منتظر کھڑے ہیں کہ امام بخاریؒ تشریف لانے والے ہیں یہ سب ان کے استقبال کیلئے کھڑے تھے میں بھی بطور خادم کھڑا تھا اتنے میں ایک لمبی کار آئی جس میں امام بخاریؒ تشریف فرما تھے میں نے گیٹ کھولا تو ان کے ہاتھ میں اپنی کتاب بخاری تھی وہ مجھے عنایت فرمائی۔ دوسری مرتبہ میں نے دیکھا کہ نئے دارالحدیث (ایوانِ شریعت) کے قریب بڑا سٹیج لگا ہوا ہے میں بھی بیٹھا تھا ساتھ میں مولانا فضل قادر ترنگزئیؒ بھی تشریف فرما تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مولانا انوارالحق صاحب بھی تشریف فرما تھے تو مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے انتہائی محبت اور تواضع کے ساتھ بندہ عاجز کا نام لیا کہ وہ تو آگئے ہیں پھر مجھے دعوت دی تو میں نے وہاں تقریر کی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تواضع اور منکسر المزاجی کا کیا کہیے! ایک دفعہ فون کرکے فرمایا کہ کہاں ہو جلدی دارالحدیث چلے آؤ جب میں پہنچا تو حضرت شیخ نے فرمایا یہ عرب لوگ آئے ہیں اور آپ میرے ہی گھنٹے میں آج عربی میں درس دیں مجھے اسلام آباد جانا ہے۔ ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ دارالعلوم میں چوبیس گھنٹے میں تم جس وقت بھی پڑھاؤ اجازت ہے اور طلبا بھی حاضر ہوں گے۔ اکثر بلا کر قریب بٹھاتے اور خاص خاص باتیں مجھ سے کہہ دیتے۔ پہلے سال ترمذی اول اور ابوداؤد ثانی کے اسباق ذمے لگائے، افتتاح کے موقع پر بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ پورے ملک میں ہماری نظر ان پر تھی اور فرمایا کہ ہمارا اور ان کا تین پشتوں سے تعلق چلا آرہا ہے۔

حضرت شیخ شہیدؒ کا دینی درد

بندہ نے حضرت شیخ شہیدؒ میں جو دینی درد پایا وہ اور کسی میں نہیں پایا، نفاذ شریعت کے لئے

ہر وقت مصروف عمل رہتے خصوصاً ختم نبوت وناموس رسالتؐ کے بارے میں ان کی آخری تقریر ان کے دینی درد اور دینی غیرت وحمیت کی بین دلیل ہے۔

حضرت شیخ شہیدؒ کی جرأت وبہادری

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ شہیدؒ کو جرأت وبہادری کا جو حظ وافر عنایت فرمایا تھا وہ بہت ہی کم لوگوں کو ملتا ہے۔ دین اور نفاذ شریعت کے راستے میں آنے والے تمام رکاوٹوں کا مقابلہ اپنی دینی غیرت وحمیت سے کرتے۔ اتنے دلیر، نڈر اور بے باک شخصیت تھے کہ وقت کے بڑے بڑے ظالم وجابر کو للکارتے، خصوصاً روس اور امریکہ کی ہر محاذ پر کھلے عام مخالفت کرنا اور انہیں للکارتے رہنا انہیں جیسوں کا کام تھا بسا اوقات اتنی دلیری اور جرأت کا مظاہرہ کرتے کہ ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔

ایک ہمہ جہت وعالمگیر شخصیت

پوری دنیا کی حالات پر نظر تھی امت مسلمہ کے اتفاق واتحاد اور کفر کے خلاف ایک ہونے کا درس دیتے، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ سیاسی مصروفیات، مہمانوں کی خاطر تواضع، دارالعلوم کی خدمات، اساتذہ اور طلباء کی حوصلہ افزائی، دارالعلوم کی جدید تعمیرات (دارالتدریس) اور خصوصاً عظیم الشان جامع مسجد عبدالحقؒ کی تعمیر انہی کی مرہونِ منت ہے۔

وفات حسرت آیات

حضرت شیخ نے کلمة حق عندسلطان جائر کا فریضہ ادا کرتے کرتے آخرکار وقت کے بدترین ظالم لوگوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایااور یوں لاکھوں شاگردوں اور ہزاروں متعلقین کو داغِ مفارقت دے گئے، ان کی جدائی کے بعد دارالعلوم سے وابستہ ہرکوئی اپنے کو یتیم محسوس کر رہا ہے تاہم اللہ تعالیٰ ان کے بھائی مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوارالحق صاحب اور خاندان کے تمام افراد خصوصاً مولانا راشدالحق صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے کہ ان کے بعد دارالعلوم کے انتظام وانصرام میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، اللہ تعالیٰ سب کو دین اور دارالعلوم کی خدمت کیلئے عمر دراز نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ شیخ المشائخ استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی محنتوں سے روبترقی گامزن یہ گلستان علوم نبوت تا قیامت شاد وآباد رہے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم آفشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

أولئك آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

مولانا قاری محمد عبداللہ (بنوں)

سابق سینئر و مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

برصغیر کی آخری عظمت، گلستان حقانیہ کا پاسبان

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب بنوں، فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ فراغت کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ ''دارالحفظ'' میں پڑھاتے رہے، اکوڑہ خٹک میں علمی اور تحقیقی ذوق کے وجہ سے ایک مکتبہ قائم کیا۔ اب بنوں میں علمی و سیاسی خدمات انجام دے رہے ہیں، جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے کچھ عرصہ سینیٹ کے دو مرتبہ رکن بھی رہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور خانوادہ حقانی اور خصوصاً مجھ ناچیز (ادنیٰ شاگرد) پر بے پناہ شفقت و محبت رکھتے ہیں اور حضرت والد شہیدؒ کی تصنیفات خصوصاً ''تفسیر امام لاہوری'' کیلئے شدت سے بیتاب ہیں اور حضرت مولانا شہیدؒ کی حین حیات میں بھی آپ سے بار بار اس حوالے سے رابطہ میں رہتے، حتیٰ کہ شہادت سے ایک روز قبل رات کو میری حضرت والد صاحبؒ سے آخری گفتگو ہوئی اور اس کے بعد آپ ہی نے دوبارہ انہیں جرات مندانہ تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی اور آپ نے فون پر ان سے کہا کہ آپ نے شہدائے یمامہ کی جیسی تاریخ زندہ کرادی ہے (جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب مدعی نبوتؐ کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر لڑی گئی تھی اور اس میں مسلمانوں نے بڑی جرات و استقامت کا مظاہرہ کیا تھا اور پانچ سو سے زائد مسلمان وحفاظ شہید ہوئے تھے) جس پر حضرت والد صاحبؒ نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے اور مجھے بھی شہداؤں کی صف میں شامل کرے، دورانِ گفتگو آپ نے تین مرتبہ ''آمین'' لفظ فرمایا اور ٹھیک اس گفتگو کے بیس گھنٹے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دیرینہ تمنا پوری کرادی۔ (مدیر راشد الحق سمیع)

فانی زندگی میں پہلی بار نہ زبان ساتھ دیتی ہے، نہ قلم اٹھانے کیلئے دل آمادہ ہوتا ہے، آخرکار یہ کیا ہوا؟ کیا داستانِ ظلم رقم ہوئی کہ جگر پارہ پارہ ہوتا ہے، زبان لرزتی ہے، دماغ مفلوج اور جسم کپکپی کی کیفیت سے دوچار ہے، ظلم کی بھی حد ہوتی ہے اور مظلومیت کی بھی انتہا، جس پر آخر ظلم رک جاتا ہے مگر آخر کار یہ ظالم کون تھے؟ کہ انہوں نے ظلم کے تمام حدیں پار کردیں، ظلم کی ایک نئی

داستان رقم کردی ، نہ اس نے بیاسی سالہ بوڑھے ضعیف کا لحاظ کیا اور نہ ان کے مقدس خون پر ترس آیا، یہ قاتلانہ حملہ کچھ اور طرح کا بھی ہوسکتا تھا، اس قدر ظلم......؟ انسان کچھ بھی نہیں کہہ سکتا، یہ دنیا جہاں ہر قسم کی مخلوق خدا سے آباد ہے، شہادت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی اور نہ ہر کوئی اس مقدس مرتبے پہ فائز ہوسکتا ہے، شہداء جب اپنا خون خدا کے سامنے پیش کریں گے تو یہ بیاسی سالہ مظلوم بوڑھا بھی اپنا لہو پیش کرے گا، اس وقت کیا کیفیت ہوگی، اس مظلوم شہید کی شہادت سید الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت سے مناسبت رکھتی ہے کہ کس طرح ان دونوں کو بیدردی سے شہید کیا گیا۔

گلستان حقانیہ کا باغبان

کچھ شہداء عام آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے مگر یہ مظلوم شہید عام آدمی نہیں تھا بلکہ یہ شہید برصغیر کے ایک بہت بڑے گلستان کا باغبان تھا، جس گلستان کے متعلق مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے ''کہ دارالعلوم حقانیہ دیوبند پاکستان ہے''، عام صحافی اور قلم کار نہ تھا بلکہ بقول مولانا قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ کہ آپ پاکستان کے علی میاں تھے، وہ علی میاںؒ جس پر ہندوستان کو ناز تھا، وہ قلمی دنیا کے بے تاج بادشاہ تھے، لکھنے والے بہت سارے شاہانِ تحریر ان کی تحریر کے سامنے قلم ریز ہوتے تھے، جس طرح علی میاں تاریخ کے نبض شناس اور بڑے مؤرخ بھی تھے، یہی حالت مظلوم شہید کی تھی۔

وسعت ظرفی

یہ مظلوم شہید عام عالم نہیں تھے بلکہ معلمین کے معلم تھے، علم کی ایک بہت بڑی دنیا ان کے علم سے سیراب ہوئی، پاکستان کیا بلکہ دنیا کے ہر کونے میں ان کے تلامذہ موجود ہیں، معلم کیلئے جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے ان میں بہت بڑا وصف جسے وسعتِ ظرفی کہتے ہیں، حضرت مظلوم شہیدؒ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، ایک خاص موقع پر چند طلبہ نے اختلاف میں حد سے تجاوز کیا تو فرمایا ''میں سیاسی آدمی ہوں اگر آپ مجھے گالیاں بھی دیں میں کبھی غصہ نہیں ہوتا، معاف کرتا ہوں لیکن اگر دوسرے اساتذہ ناراض ہوگئے تو آپ کیلئے بہت بڑا المیہ ہوگا۔'' یہ وسعت ظرفی اتنی تھی کہ کسی طالب علم کو یا کسی استاد کا حضرت مظلوم شہید کے ساتھ اختلاف رکھنے کے باوجود کسی کو دارالعلوم سے خارج نہیں کیا بلکہ اس حد تک بڑے دل کے آدمی تھے کہ کسی پر یہ ظاہر بھی نہیں کیا کہ آپ میرے ساتھ

اختلاف کیوں کرتے ہیں؟ شاید پورے پاکستان میں یہ مثال نہ ملے کہ مہتمم اور اس کے استاد کے درمیان اختلاف کے باوجود اتفاق اور محبت وعقیدت ہو،مظلوم شہید ہر کسی کی ہنر مندی وفنِ مہارت اور شخصی لیاقت کی دل سے قدر واعتراف کرتے اور حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔

قلم وکتاب اور جہادوسیاست سے تعلق

یہ مظلوم شہیدؒ سیاست سے بھی وابستگی رکھتے تھے،سیاسیات میں وہ عالم اسلام کے مشہور عالم دین مولانا علی میاںؒ کے نظریے کے آدمی تھے، سیاست اور جہاد کی کسی ایک ذات میں جمع ہونا بظاہر ناممکن ہوتا ہے مگر یہ مظلوم شہید اسی تضاد کو اپنی ذات میں مجتمع کیے ہوئے تھے، یہ بصیرت تھی کہ کرامت ، دل والے جانتے ہیں ، مظلوم شہید عام مجاہد نہیں تھے مگر مجاہدین کے سپہ سالاروں کے جرنیل و سرخیل تھے ،مظلوم شہید عام آدمی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے مفکر ودانشور تھے ،مغربی افکار اور مستشرقین کی مکاریوں کو جانتے تھے ، اس پر عالمانہ تنقید بھی کیا کرتے تھے ،مظلوم شہید کا محبوب مشغلہ قلم کتاب اور بس کتاب تھا ،اس مشغلہ پر سب کچھ لٹا دیتے تھے ،اس مشغلہ کے انہماک میں سب کچھ بھول جاتے تھے، یہی ان کی زندگی تھی ، یہی ان کا رہن سہن تھا ،اس کیلئے وہ جیتے اور مرتے تھے ، باقی تمام مشاغل اس کی ماتحت اور مشاغل اس مشغلہ کے سامنے ہیچ اور تمام مشاغل اس محبوب مشغلہ کے سامنے سربسجود نظر آتے تھے۔

ایوان بالا میں اذانِ حق

مظلوم شہیدؒ کے کارنامے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں چاہے وہ ایوانِ بالا (سینیٹ) میں اذانِ حق کا کارنامہ ہو یا ردِقادیانیت کیلئے کام کرنے کے وہ سنہرے دن رات ، سیاست کی قیادت ہو یا مجاہدین کی امامت ،درس وتدریس ہو یا زندگی کا محبوب مشغلہ تصنیف وتالیف ، ان سارے کارناموں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں کارنامہ ''مشاہیر'' رکھا جائے تو بندہ کے نزدیک ''مشاہیر'' والا پلڑا بھاری ہوگا۔مشاہیر کیا ہے؟اس کی عظمت کی خاطر علامہ زاہد الراشدی صاحب کی وہ بات بجا ہے کہ مشاہیر کی عظمت کو دیکھ کر میری ٹوپی گرگئی، مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ مظلوم شہید کون تھے؟ کیا مقام تھا؟ کیا کام کیا؟ تو جواب میں مشاہیر کی تصنیف بتادوں گا،مشاہیر مظلوم شہیدؒ کی کرامت بھی ہے، انکی بصیرت بھی ہے، ان کی

حقانیت بھی ، مظلوم شہیدؒ کے تمام اوصاف اسی مشاہیر میں پوشیدہ ہے ،ان کا جمال ذوق اور حسن انتظام اسی میں پنہا ں ہے ،مظلوم شہیدؒ کی دوراندیشی کی تمام باریک بینیاں ''مشاہیر'' کی ورق گردانی میں ہے ،مظلوم شہید کی قدر دانی علم اور محبت اکابر مشاہیر سے پوچھئے ! امت کا بہت بڑا علمی ورثہ اور سرمایہ امانت مشاہیر کے حوالہ کیا۔

تفسیر لاہوریؒ اور مسجد کی تکمیل تعمیر کی تمنا

اسی طرح ایک اور کارنامہ مظلوم شہید کی تفسیر امام لاہوریؒ بھی ہے جو کہ مولانا محمد فہد مردانوی، مولانا محمد اسلام حقانی اور جناب بابر حنیف صاحب اور شاگردِ رشید مولانا راشد الحق سمیع (مدیر مسؤل) کی خصوصی دلچسپی سے جلد از جلد طباعت کے تمام مشکل ادوار سے گزر کر قارئین کی نظروں کی زینت بنے گی ان شاء اللہ،مظلوم شہیدؒ کا حسن ذوق اور مینارِ شوق مسجد عبدالحقؒ کی جلالت وعظمت کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے ، بندہ کو ایک دن فرمایا: ''مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے مولانا ارشد مدنی صاحب ،دارالعلوم کراچی سے مولانا محمد تقی عثانی صاحب اور ندوۃ العلما سے حضرت مولانا رابع ندوی ومولانا سعید الرحمان اعظمی صاحب کو ضرور دعوت دیں گے۔'' ہائے کاش! یہ تمنا پوری ہوتی۔

جمالیاتی ذوق

مظلوم شہیدؒ کی بصیرت کو سلام عظمت کیوں نہ ہو ،اس لئے کہ دارالعلوم حقانیہ کے متعلق ہر اٹھنے والا فتنہ اور دارالعلوم کے متعلق گھمبیر مسائل کو بصیرت وحکمت کے ساتھ سنبھالتے تھے، مظلوم شہیدؒ کی مجلس کی بات کی جائے تو بہت سارے اوصاف اپنی بے تکلفانہ طبیعت اور جمالیاتی ذوق مزاج میں چھپائے رکھے تھے،علم وادب، شعر وشاعری، لطائف وظرائف، اصلاح وتنقید، تحسین وتشجیع ،تاریخیات واسرائیلیات، جہاد وسیاسیات اور ہر قسم کے عجائب وغرائب سے بھرپور حس مزاح سے معمور مجلس ہوتی تھی ۔ برادرم مولانا عبدالقیوم حقانی و برادرم مولانا ابراہیم فانیؒ کی موجودگی کی وجہ سے رونق اور بھی دوبالا ہوجاتی۔

امتیازی وصف

بہت بڑی حقیقت اور امتیازی وصف جس کے متعلق ہر عینی گواہِ مجلس کو اعتراف ہے کہ آپ

نے اپنی اولاد کے متعلق کبھی بھی کچھ نہ کہا، اپنی اولاد کے مدح میں لن ترانیاں نہیں کیا کرتے تھے، یا اپنی اولاد کو آگے لانے کیلئے اور ہر کسی پر مسلط کرنے کیلئے خصوصاً دارالعلوم کے کسی عہدہ ومنصب کیلئے کبھی بھی اشارہ تک نہ کیا بلکہ سب کے سامنے اولاد کو فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اندر کمال وصلاحیت پیدا کرو، دوسروں کی صلاحیت تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے گی، خود محنت کر کے کمال حاصل کرو، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم میں ان کی اولاد کے متعلق کسی معاملہ میں دخل اندازی کی شکایت نہیں سنی گئی، اگر یہ حقیقت ہمارے مہتممین حضرات اوران کے صاحبزادوں میں پیدا ہوگئی تو کوئی ادارہ بھی اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارنے کے مترادف نہیں ہوگا۔

مظلوم شہیدؒ کے دوٹوک الفاظ

مظلوم شہیدؒ کی شہادت کے بارے میں مختلف آراء اور باتیں کی گئیں تو اس باب میں پوچھنے کی ضرورت نہیں، وہ تو خود ہی بتا چکے ہیں، آسیہ ملعونہ کے بارے میں خودساختہ وزیراعظم پاکستان نے مظلوم شہیدؒ سے پوچھا کہ آسیہ کے بارے میں کیا کروں؟ مظلوم شہیدؒ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا اس کو لٹکا دو۔

حضرت شہیدؒ سے ایک دن پہلے کی گفتگو

حیات مستعار کے آخری دن سے پہلے، بندہ کی مظلوم شہیدؒ سے بذریعہ مولانا حامدالحق حقانی فون پر گفتگو ہوئی، میں نے حضرت مظلوم شہیدؒ سے کہا: ''حضرت! آپ نے ناموس رسالت ﷺ کے موضوع پر جرات مندانہ و بیباکہ خطاب فرما کر شہدائے یمامہ کی تاریخ دہرا دی اور ان میں نام لکھوا دیا'' حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: ''آمین، آمین، آمین'' تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا اور پھر دوسرے ہی دن اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کی دیرینہ تمنا کو پورا فرمادیا، اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو شاد وآباد رکھے اور مزید خزاؤں سے بچائے، اس گلشن کا ہر پھول مہکتا دمکتا اور چمکتا رہے، اللہ مظلوم شہید کے جملہ خاندان اور صاحبزادگان بالخصوص شاگرد رشید مولانا راشدالحق سمیع کو بہت ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے کہ وہ اپنے عظیم والد کے بقیہ علمی کاموں کو بھی اسی خصوصی اشاعت کی طرح حسن ترتیب سے پائے تکمیل تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو ترقیات سے نوازے۔(آمین)

مولانا محمد فہد
رکن موتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے چند نامور شاگرد

ویسے تو حضرت شہیدؒ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، ان میں سے مشہور تلامذہ کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔ تاہم ان میں سے چند مشاہیر تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

☆ مولانا عبدالقیوم حقانی (ادیب و مہتمم جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ)
☆ مولانا محمد ابراہیم فانیؒ (شاعر، ادیب، مدرس جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب (مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور)
☆ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ)
☆ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ (پیر طریقت بانی دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد)
☆ مولانا قاری محمد عبداللہ، بنوں (سابق سینیٹر و امیر جے یو آئی)
☆ مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مروت (مفتی و محدث جامعہ دارالعلوم حقانیہ)
☆ مولانا الطاف الرحمٰن بنوی (استاد الحدیث)
☆ مولانا نثار اللہ باچا صاحب (سرپرست و محدث اضاخیل نوشہرہ)
☆ مولانا گوہر شاہ (سابق ایم این اے، مہتمم جامعہ اسلامیہ چارسدہ)
☆ مولانا غلام صادق صاحبؒ (سابق ایم این اے، مہمند ایجنسی)
☆ مولانا حامد الحق حقانی (امیر جمعیۃ علمائے اسلام و نائب مہتمم جامعہ حقانیہ، سابق MNA)
☆ مولانا سید محمد یوسف شاہ (امیر جمعیت علمائے اسلام خیبر پختونخوا)
☆ مولانا راشد الحق سمیع (مدیر مسئول ماہنامہ ''الحق''، صدر موتمر المصنفین و مدرس جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا فضل علی حقانی (سابق وزیر تعلیم خیبر پختونخوا)

☆ مولانا قاری احسان الحق (شیخ الحدیث دارالعلوم سرحد)
☆ مولانا اصلاح الدین حقانی (شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت)
☆ مولانا حافظ شوکت علی (استاد حدیث جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا مفتی غلام قادر نعمانی (مفتی و استاد حدیث جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا فیض الرحمٰن حقانی (استاد حدیث، ادیب جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا مفتی ذاکر حسن صاحب (استاد حدیث جامعہ عثمانیہ پشاور، استاد تخصص جامعہ حقانیہ)
☆ مولانا نصیب علی شاہؒ (بانی المرکز الاسلامی بنوں، سابق ایم این اے)
☆ مولانا عبدالحکیم اکبری (سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)
☆ مولانا امین الحق کستوئی (خانقاہ حضرت کلے ژوب، بلوچستان)
☆ مولانا محمد قاسم (شیخ الحدیث دارالعلوم شیر گڑھ، سابق ایم این اے)
☆ مولانا قاری محمد عمر علی (مہتمم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ)
☆ مولانا غلام رسول (مہتمم جامعہ تعلیم القرآن پشاور)
☆ مولانا خلیل احمد مخلص (سابق ایم این اے صوابی)
☆ مولانا امان اللہ حقانی (سابق وزیر مذہبی امور خیبر پختونخوا)
☆ مولانا صلاح الدین ایوبی (ایم این اے چمن)
☆ مولانا محمد انور (شیخ الحدیث، ایم این اے لکی مروت)
☆ مولانا گل نصیب خان (سابق ایم این اے، دیر)
☆ مولانا شاہ عبدالعزیز (سابق ایم این اے، کرک)
☆ مولانا محمد محسن شاہ شہیدؒ (بانی دارالعلوم پیزو لکی مروت)
☆ مولانا قاری بشیر احمد (گدی نشین پیر سباق نوشہرہ)
☆ مولانا حبیب الحق المعروف شوی مولوی (رہنما تبلیغی جماعت و مرکز مردان)
☆ پروفیسر ڈاکٹر صالح الدین (پروفیسر عبدالولی خان یونیورسٹی مردان)

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم (پروفیسر عبدالولی خان یونیورسٹی مردان)

☆ مولانا خواجہ عبدالماجد فرزند حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ (گدی نشین خانیوال)

☆ شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ حقانی (شیخ الحدیث معہد الفقیر جھنگ)

☆ مولانا شفیع اللہ (استاد الحدیث تعلیم القرآن باڑہ گیٹ پشاور)

☆ مولانا بصیر شاہ (مہتمم دار الفرقان حیات آباد پشاور)

☆ مولانا نصیب خان شہید (استاد حدیث جامعہ حقانیہ)

☆ مولانا تاج محمد (استاد حدیث جامعہ حقانیہ)

☆ پیر مولانا نخبۃ اللہؒ (گدی نشین کڈی آغا، کوئٹہ)

☆ پیر مولانا صفوۃ اللہؒ (گدی نشین کڈی آغا، کوئٹہ)

☆ مولانا قاضی عبدالحلیم حقانیؒ (نجم المدارس کلاچی)

☆ مولانا قاضی محمد نسیم حقانیؒ (مہتمم نجم المدارس کلاچی)

☆ پروفیسر مولانا محمد الیاس حقانی (اکوڑہ خٹک)

☆ مولانا میاں محمد ایاز احمد حقانی (مہتمم و گدی نشین شب قدر)

☆ پروفیسر مولانا اظہار الحق حقانی (شاہ منصور صوابی)

☆ مولانا حافظ اختر علی (سابق وزیر آبپاشی خیبر پختونخوا)

☆ مولانا پیر اعزاز الحق (گدی نشین شاہ منصور صوابی)

☆ مولانا پیر حزب اللہ جان حقانی (امیر عالمی تحفظ ختم نبوتؐ چارسدہ)

☆ مولانا محمد صابر حقانی (استاد حدیث جامعہ مخزن العلوم لورالائی بلوچستان)

☆ مولانا مفتی اکبر رحمٰن حقانی (مدرس دار العلوم عربیہ مردان)

☆ مولانا فدا محمد (جامعہ رحمانیہ مینئی صوابی)

☆ مولانا محمد امین دوست (مہتمم جامعہ تعلیم القرآن چھوٹا لاہور)

☆ مولانا عبدالباری (جامعہ رحمانیہ مینئی صوابی)

☆ مولانا محمد اسرار مدنی (سابق مدرس جامعہ حقانیہ، ڈائریکٹر آئی آر سی آر اے و اینکر خیبر نیوز)

☆ مولانا حبیب اللہ حقانی (مدرس جامعہ حقانیہ و نائب مدیر ماہنامہ ''الحق'')

☆ مولانا محمد اسلام حقانی (نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''، نائب مدیر سہ ماہی ''الصدیق'')

☆ مولانا سعید الحق جدون (ادیب، لیکچرر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ)

امارت اسلامی افغانستان

☆ مولانا عبدالباقی حقانی (حالاً وزیر تعلیم امارت اسلامی افغانستان، و مدرس جامعہ حقانیہ)

☆ مولانا امیر خان متقی (حالاً وزیر خارجہ امارت اسلامی افغانستان)

☆ مولانا نور محمد ثاقب حقانی (سابق چیف جسٹس آف افغانستان)

☆ مولانا محمد سعید ہاشمی (نامور جہادی رہنما)

☆ مولانا عبداللطیف منصور (حالاً وزیر پانی وبجلی افغانستان)

☆ مولانا نجیب اللہ حقانی (حالاً وزیر مواصلات افغانستان)

☆ مولانا شہاب الدین دلاور حقانی (مرکزی شوریٰ امارت اسلامی افغانستان)

☆ مولانا عبدالحکیم حقانی (مرکزی شوریٰ امارت اسلامی افغانستان)

☆ مولانا عبدالقدیر حقانی (گورنر اسٹیٹ بینک افغانستان)

☆ مولوی کبیر حقانی (مرکزی شوریٰ امارت اسلامی افغانستان)

☆ مولانا مسلم حقانی (مرکزی شوریٰ امارت اسلامی افغانستان)

☆ مولانا مسلم یار خان (سابق چیئرمین افغان سینیٹ)

بیرون ملک

☆ حضرت مولانا قاضی فضل اللہ (سابق ایم این اے، حالاً مقیم شمالی امریکہ)

☆ مولانا مفتی محمد ادریس (ہڈنگٹن یو کے) ☆ مولانا حسین احمد (لیڈز یو کے)

☆ مولانا ابراہیم فاضلی (دارالعلوم زاہدان ایران)

☆ مولانا عبدالحمید (دارالعلوم زاہدان ایران)

مولانا عبدالرؤف فاروقی
سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام

شہیدِ ناموسِ رسالتؐ

مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب، سیاسی حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ہم خیال وہم راز، ان کے رفیقِ سفر وحضر، ان کی جماعت کے مخلص ترجمان ہیں، انہوں نے مولانا شہیدؒ کے ساتھ قومی وملی اور جماعتی سفر میں ہر جگہ اپنی صلاحیت وانفرادیت، اپنی لیاقت اور اپنے ہُنر کا ثبوت دیا اور امتیازات کے نقوش قائم کئے، اپنی خطابت اور تحریری لطافت کے ذریعے اپنا ایک بڑا حلقہ قائم کیا، جماعتی شوریٰ کا اجلاس ہو، سیاسی جلسہ ہو یا کوئی تربیتی اِجتماع ہو، وہ اپنے ساحرانہ انداز میں محفل کا رنگ بدل دیتے تھے، سننے والوں کے ذہن پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مشن کی تصویر چھا جاتی، مولانا فاروقی کی آواز اس عہد کی ایک انقلاب آفرین آواز ہے، ذیل میں ان کے سیال قلم کے رُشحات نذرِ قارئین ہیں ......(ادارہ)

جمعیت علمائے اسلام نے اپنے اجلاس منعقدہ ۴ نومبر، اکوڑہ خٹک میں اپنے شہید امیر مرکزیہ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو ناموسِ رسالتؐ کا لقب دینے کا فیصلہ کیا، اس کی وجہ واضح ہے کہ ان کی زندگی کی آخری تگ ودو، ناموسِ رسالتؐ کے لئے تھی، جب مسیحی خاتون آسیہ کو سپریم کورٹ نے توہینِ رسالت کے مقدمے سے بری کر دیا تو حضرت مولانا ایمانی غیرت کے باعث آگ بگولہ ہو گئے، اپنی پیرانہ سالی کے باوجود میدان میں نکل آئے، اکوڑہ خٹک اور پھر چارسدہ میں عشقِ رسالتؐ اور غیرتِ دینی پر مبنی وہ خطاب فرمایا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، سنا جائے گا، ایمان تازہ ہوتا رہے گا، شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد کو جلا ملتی رہے گی اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر ہر قوت سے ٹکراتے رہنے کا ولولہ پیدا ہوتا رہے گا اور پھر وہ شہید کر دیئے گئے، إنما الأمر بالخواتیم

حضرت مولانا سمیع الحقؒ ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ (بانی دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) کی وفات پر دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم بنائے گئے، ۱۹۸۶ء میں جمعیت علمائے اسلام کے ناظم عمومی نامزد ہوئے، ۲۰۱۰ء میں امیر منتخب ہوئے۔ ۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو جمعہ کے دن

مغرب وعشا کے درمیان جامِ شہادت نوش کیا اور ۳ نومبر کو حضرت مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔

مولانا سمیع الحقؒ نے حصولِ تعلیم کے بعد قلم وقرطاس اور درس وتدریس کا میدان اپنے لئے منتخب کیا، دارالعلوم حقانیہ میں علومِ نبوت کے مدرس مقرر ہوئے، ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا کیا۔ ''موتمر المصنفین'' قائم کی، جب ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حضرت مولانا عبدالحقؒ، قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تو ان کے معاون کے طور پر قومی، دینی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۳ء میں متفقہ آئین سازی کا عمل شروع ہوا تو اس کے اسلامی نکات مرتب کئے جو مولانا عبدالحقؒ کے ذریعہ آئین کا حصہ بنے، ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران قومی اسمبلی میں جو معرکہ ہوا اس کے لئے قادیانیت کے سیاسی خدوخال کا مسودہ تیار کیا جو اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کی طرف سے قادیانی رہنماء مرزا ناصر پر جرح کی بنیاد بنا اور پھر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ قومی اسمبلی میں علماء کی پارلیمانی جدوجہد، اٹارنی جنرل کی جرح اور قادیانی فتنے کی آئینی حیثیت متعین کرنے میں مولانا سمیع الحقؒ کی تحریر روح کی حیثیت رکھتی ہے۔

جنرل ضیاء الحق شہید نے مارشل لا لگایا تو سیاسی سرگرمیاں معطل ہوگئیں۔ پہلے پہل حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں متحرک پاکستان قومی اتحاد، مارشل لاء کے زیرِ سایہ حکومت میں شامل ہوا، پھر راہیں جدا کر لیں تو ضیاء الحق نے مجلسِ شوریٰ تشکیل دی، مولانا سمیع الحقؒ کو بھی اس کا رکن نامزد کیا تو جمہوریت کے علمبردار رہنماؤں اور ان کے زیرِ اثر کارکنوں نے مولانا کو ہدفِ تنقید بنایا۔ مولانا نے مجلسِ شوریٰ میں مولانا قاضی عبداللطیفؒ (آف کلاچی) کے ساتھ مل کر شریعت بل پیش کیا تو اس تنقید میں تیرونشتر شامل ہو گئے اور مولانا نشانے پر رکھ لئے گئے تاہم اس سب کچھ کا ایک محدود سا دائرہ تھا۔ اس طرح مولانا نے زندگی کے تقریباً پچاس برس مدرس، مصنف، محقق اور اپنے والد گرامی کے معاون کی حیثیت سے ایک ہر دلعزیز شخصیت کے طور پر بسر کئے۔ ان کا احترام تھا اور وہ ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

جمعیت علمائے اسلام کے ناظم عمومی مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو ان کے سیاسی جانشین کے انتخاب کا معاملہ پریشان کن صورت اختیار کر گیا، حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ پھر بنوں سے حضرت مولانا صدر الشہیدؒ، ناظم عمومی بنائے گئے اور بعد ازاں جب جمعیت کے امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو ناظم عمومی

نامزد کردیا تو توپوں کا رخ ان کی طرف ہوگیا۔ایسے عیب ان کی طرف منسوب کئے گئے جن کا گزرے ہوئے پچاس برس میں دور دور تک بھی کہیں نام ونشان نہ تھا، کہیں تذکرہ نہ تھا لیکن وہ مضبوط اعصاب کے مالک ثابت ہوئے کہا جاتا تھا کہ یہ آرام طلب، نازک مزاج اور ناز ونعم میں پلے ہوئے آدمی ہیں، سیاست کی وادی بڑی پرخار ہے اور یہاں قدم قدم پر پگڑی اچھلتی ہے، یہ شخص اس وادی میں کتنی دیر سفر جاری رکھ سکے گا؟ لیکن وہ بڑے جفاکش اور سخت جان ثابت ہوئے، کئی محاذوں پر بیک وقت مختلف النوع سرگرمیاں جاری رکھیں اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے قافلہ علمائے حق کے سپہ سالار و قائد کے طور پر انہیں جس محاذ پر کھڑا کیا تھا وہ آندھیوں اور طوفانوں میں بھی نہ صرف یہ کہ پوری استقامت کے ساتھ اس محاذ پر کھڑے رہے بلکہ منزل کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔منزل تو تھی نفاذِ اسلامی شریعت کے ذریعہ ایک عالمی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنا کہ جس کی ابتدا پاکستان سے ہو، ان کا یہ ارشاد اس کا آئینہ دار ہے: ہماری جدوجہد کا اولین مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا ہے تاہم اس کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنا اور راستے میں بیٹھی ابلیسی قوتوں کے ساتھ نبردآزما ہونا بڑا مشکل اور کٹھن مرحلہ تھا۔حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ مسلسل ان قوتوں کے ساتھ جنگ آزما رہے۔یہ دوران کی فتوحات کا دور ہے۔

- ☆ پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا میں وہ ایک دینی پارلیمنٹیرین کے طور پر۔
- ☆ دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی سربراہ اور مسند تدریس پر ایک بہترین منتظم اور اعلی درجہ کے مدرس کے طور پر۔
- ☆ تصنیف وتالیف کے میدان میں ایک زبردست لکھاری کے طور پر۔
- ☆ دفاعِ اسلام اور دفاعِ پاکستان کی جدوجہد میں ایک مدبر، مجاہد اور بہادر سیاست دان کے طور پر۔
- ☆ عالمی سطح پر سامراجی قوتوں کے خلاف مظلوموں کی حمایت کیلئے ہردم، تازہ دم رہنماء کے طور پر۔
- ☆ دینی قوتوں کے درمیان مودت، محبت اور ربط وضبط کو پیدا کرکے انہیں شیطانی قوتوں کے مقابلہ میں کھڑا کرنے کے لئے دانائی کے پیکر کے طور پر وہ کون سا محاذ ہے جہاں کھڑے اور قیادت کرتے نظر نہ آئے ہوں۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

علامہ ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شخصیت کا عکاس ہے، اس سب کچھ کے ساتھ سوویت یونین نے افغانستان کے راستے پاکستان پر قابض ہونا چاہا تو حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اس قافلے کے پشتیبان بنے جس نے سوویت یونین کی اس خواہش کو کچل کر خود سوویت یونین کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور پھر جب متحدہ ریاستہائے امریکہ نے اپنی اتحادی افواج کے ساتھ افغانستان میں اپنا شیطانی کھیل شروع کیا تو حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کشتیاں جلا کر اس جہادِ حریت کی حمایت میں کھڑے ہو گئے جس نے امریکہ کے پاؤں ایک لمحہ کے لئے بھی افغانستان میں جمنے نہیں دیئے اور اس کی شکست اب نوشتہ دیوار بن چکی ہے۔ جب وقت کے ساتھ سب نے مجاہدین کی سرپرستی بلکہ حمایت و تائید سے ہاتھ کھینچ لیا:

وہ..... افغانستان کے طالبان کو اپنا علمی اور روحانی فرزند کہتے اور انکی جدوجہد کو جائز جدوجہد قرار دیتے تھے۔

وہ..... جہاد اور مجاہدین کی سرپرستی اور ان کا نام لینے سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھے۔

وہ..... کہتے تھے مجاہدین نے اسلام اور مسلمانوں کی لاج رکھی ہے، ورنہ اقوامِ عالم میں ہماری ناک کٹ جاتی۔

وہ..... اسامہ بن لادن کو عظیم مجاہد کہتے اور جب وہ شہید کئے گئے تو انہیں اس دور کا شہیدِ اعظم کہتے تھے۔

وہ..... واحد انسان تھے جو کسی ایسی دستاویز اور بیانیے پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے جس کی کسی طرح بھی زد، جہاد، مجاہدین اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد پر پڑنے کی انہیں بدبو محسوس ہوتی تھی۔

وہ..... موجودہ حکومت کے ساتھ اپنے روابط کو توڑ کر میدان میں نکل آئے جب توہینِ رسالت ﷺ کی مرتکب عورت کو مقدمہ سے بری کر دیا گیا۔

تو انہیں شہید ہی کر دیا جانا تھا
جو سربلند ہوتے ہیں وہی سردار ہوتے ہیں

جس خون میں غیرت وحمیت اس حد تک رچی ، بسی ہو کہ اسے خنجروں کے وار سے رگیں کاٹ کر ہی اس بدن سے نکالا جا سکتا ہوتو پھر وہی کچھ ہونا تھا جو ہوا،شکست خوردہ قوتیں قتل کی سازش کیا کرتی ہیں جیسے گہری سازش یہود، مجوس اور نصاری نے شکست کھانے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار کی تھی ، جو مردِ مجاہد نہ تو میدان جہاد میں شکست کھا رہا ہو اور نہ میدان سے پسپا ہونے کو تیار ہو تو اس کیلئے پھر کوئی ابولولو فیروز ،کوئی ابن سبا، کوئی ابن ملجم آگے بڑھایا جاتا ہے۔شکست خوردہ قوتیں منصوبہ تیار کرتی ہیں پس پردہ رہ کر خنجر، اپنے قاتل مہروں کے ہاتھ میں دیتی ہیں اور جب وہ اپنا شیطانی کام مکمل کر لیتے ہیں تو یہ قوتیں خوش ہوتیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی ہیں۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہے، وہ خونِ شہادت سے سرخرو ہیں، وہاں چلے گئے جہاں اسلامی تاریخ کے شہیدوں کی محفل سجی ہے اور ان کے سردار سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ......اور......اور......ان کا استقبال کرنے کیلئے رحمت خداوندی اپنے بازو پھیلائے منتظر تھی۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

وہ جملہ کیا مناسب معلوم ہوتا ہے قائد حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے لئے بھی جو غالبًا سیدنا فاروق اعظمؓ کے لئے کہا گیا تھا: عاش سعیدا .....ومات شهيدا

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات کب ہوئی ؟ یادنہیں تاہم جب بھی ہوئی پھر یہ سلسلہ جاری رہا، میں جمعیت علمائے اسلام کی تنظیم سے وابستہ ایک ادنیٰ سا کارکن تھا اور وہ اس کے قائد! ربط وضبط میں اضافہ ہوتا رہا اور گہرا ہوتا گیا......البتہ آخری ملاقات ۱۴/۱ اکتوبر کو ہوئی جب میں اپنے رفقاء کے ساتھ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔کئی امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ان میں جمعیت علمائے اسلام کے تنظیمی امور بھی تھے، عالمی سطح کے مسائل بھی تھے اور علمی بھی ، بالخصوص شیخ التفسیر مولانا

احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات پر، جنہیں وہ مرتب کر رہے تھے اور اسے زندگی کی آخری خواہش قرار دے رہے تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے حضرت لاہوریؒ کے ہاں دورہ تفسیر میں شرکت کی تھی اور حضرت کی بے پناہ توجہات سمیٹی تھیں، اپنے علمی ذوق کے مطابق حضرت مولانا امام لاہوری رحمہ اللہ کے تفسیری نکات کو لفظ بہ لفظ قلمبند کیا تھا، علمی حلقے جانتے ہیں کہ حضرت مولانا امام لاہوری رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر میں شرکت کیلئے پاکستان (مشرقی ومغربی) افغانستان اور بھارت سے بڑی تعداد میں جید علماء شریک ہوا کرتے تھے۔ یہ دورہ تفسیر،قرآنی علوم کیلئے معرکۃ الآرا تھا، جس میں دارالعلوم دیوبند کی روح تھی اور اہلِ علم اس میں خاص طور پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تعبیرات کی جھلک محسوس کرتے تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے حضرت مولانا امام لاہوری رحمہ اللہ سے بھر پور استفادہ کیا اور اب اس دورہ تفسیر میں تیار کئے ہوئے اپنے قلمی مسودے کے ساتھ، بڑی جستجو کے ساتھ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت لاہوریؒ کے خطباتِ جمعہ، مواعظ وملفوظات اور ہفتہ وار مجالسِ ذکر کے بیانات سے قرآنی علوم کی بنیاد پر تفسیر مرتب فرما رہے تھے، مجھے اس کے مسودہ کے چند صفحات دکھائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اتنی مہلت دے دیں کہ تین پاروں پر جو کام باقی ہے وہ پورا ہو جائے بس پھر زندگی کی خواہش باقی نہ رہے گی۔ تمام رفقاء ان کی درازیٔ زندگی کی دعا کرتے رہے لیکن کسے معلوم تھا کہ یہ خواہش اور حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے اس کام کی تکمیل ایک حسرت بن کر رہ جائیگی، قضاو قدر کے فیصلے خواہشات اور دعاؤں پر غالب رہتے ہیں، تشنہ تکمیل چھوڑ کر اپنی حیاتِ مستعار کے اس اہم ترین کام کو، وہ اس ملاقات کے انیس دن بعد، قاتل کے خنجروں کا نشانہ بن کر داعی اجل کو لبیک کہہ دیں گے۔ ع خدا رحمت کرے بڑی ہی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اب ہم میں نہیں رہے لیکن علم کی دنیا میں اور اپنی سیاسی جدوجہد کی تاریخ میں ایک ناقابلِ فراموش شخصیت کی حیثیت سے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ، اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

مولانا مفتی محمد نعیمؒ
سابق مہتمم جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی

ایک اصول پسند اور زیرک سیاستدان

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم مرحوم جامعہ بنوریہ العالمیہ کراچی کے مؤسس اور مہتمم رہے، کئی دہائیوں سے آپ جامعہ بنوریہ کراچی میں انتظامی اور تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے، ان کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ بنوریہ العالمیہ کراچی کا شمار پاکستان کے چند ممتاز بڑے دینی مدارس میں ہوتا ہے، درس و تدریس اور فرائض ومنفرد اہتمام کے علاوہ آپ نے کئی علمی کتابیں بھی لکھیں جس نے علمی دنیا سے داد تحسین حاصل کی۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بارے میں اپنے تأثرات لکھنے کا حکم ایک ایسے وقت میں ملا جب بندہ خود صاحب فراش ہے اور دل اور معدے کے کٹھن مرحلے سے گزر چکا ہے، ایسی حالت میں حضرت سمیع الحق شہیدؒ کے حالات پر شائع ہونے والے ''خصوصی نمبر'' میں اپنا نام شامل کرنے کیلئے یہ چند سطور قلمبند کررہا ہوں۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کئی دماغوں کا ایک انسان تھے، وہ بیک وقت مسندِ حدیث کی رونق بھی تھے، سیاسی جماعت کے سربراہ تھے، میدان جہاد کے سربکف مجاہدین کے روحانی باپ اور محسن مربی بھی، اس کے ساتھ ساتھ وہ منبر ومحراب اور زبان وقلم کے بھی شہسوار تھے، ان کی شخصیت بلاشبہ ایک عبقری شخصیت تھی، انہوں نے اکیلا اتنا کام تحریکی، تصنیفی وتالیفی، سیاسی اور انتظامی حوالوں سے کیا ہے کہ کئی ادارے شامل کرکے بھی نہیں کرسکتے۔

اولئك آبائی فجئنا بمثلهم　　　اذا جمعتنا یاجریر المجامع

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے امارت اسلامی افغانستان کے مجاہدین کے ساتھ اپنے تعلق کو اس وقت بھی نہیں چھپایا جب بہت سارے لوگ اس تعلق کو چھپانے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے، جس نے اپنوں اور غیروں سب پر واضح کیا کہ یہ میرے ادارے کے پڑھے ہوئے میرے بچے ہیں، ان کو لاوارث نہ سمجھا جائے، مولانا ایک اصول پسند اور زیرک سیاستدان تھے اور جس وقت جس بات کو درست سمجھا اس موقف کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ اس پر ڈٹ گئے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کرگئے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبدالمعبود
مؤلف: تاریخ مکۃ المکرّمہ ومدینۃ المنورہ

یادوں کے دیپ

- ...... پہلی ملاقات کا تأثر
- ...... تواضع وانکساری، جود وسخا، غریب پروری
- ...... اہل علم کا اکرام واحترام
- ...... تکمیلِ تفسیر کا جذبہ
- ...... شدید مرض میں اشتغالِ مطالعہ

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبدالمعبود صاحب مدظلہم بزرگ عالم دین، بیسیوں کتابوں کے مصنف، امام لاہوری رحمہ اللہ کے دست گرفتہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے خصوصی تعلقِ خاطر، ماہنامہ ''الحق'' کی خصوصی اشاعت ''شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نمبر میں خصوصی معاون، اکابرین دیوبند کے مسلک اعتدال کے امین وترجمان اور جامعہ حقانیہ کے خدام کیلئے دعاگو ہیں ان کا مختصر مگر جامع اور وقیع مضمون علم وادب کا گنجینہ اور تاریخ واخلاق کا خزینہ ہے، قارئین پڑھیں گے تو یقیناً ایمان کی تازگی اور روحانی حظِ وافر حاصل کریں گے۔ (ادارہ)

گردش ایام اس قدر برق رفتار ہوتی ہے کہ صدیاں مہینوں میں مہینے دنوں میں اور دن ساعتوں میں بیت جاتی ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا، ابھی کل کی بات ہے کہ ۱۹۸۶ء کو احقر اپنے برادر بزرگ مولوی عبدالواحد اختر (خوش نویس) کے ہمراہ ایشیاء کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی ''جامعہ حقانیہ'' میں حاضر ہوا، جہاں سلطان المجاہدین، شیخ الاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس مولانا سمیع الحق صاحب شہید برداللہ مضجعہ کی قدم بوسی سے شرف بار ہوا۔

پہلی ملاقات کا تأثر

موصوف نورانی چہرہ، خندہ جبین، آپ کی ذات والاصفات علوم ومعارف کی معدن، علم وعرفان کی مخزن، جامعہ حقانیہ کی روح رواں اور گوناگوں صفات کا حامل پایا، آپ کی ذات ستودہ صفات جہاں علوم نبوت کی مسند نشین ہے، اتحاد ملی کے سرخیل، نفاذ شریعت کی علمبردار، سیاست وقیادت میں میر کارواں، ایوان اقتدار میں اعلائے کلمۃ الحق میں جری وبیباک اور جہاد اسلامی کے سالار اعظم تھے، حضرت شہیدؒ وقت کے نابغہ روز گار عالم، علوم وفنون کے شہ سوار، ملکی وملی مسائل میں متحرک شخصیت، علمی رسوخ کے ساتھ فن تدریس کا ملکہ درس نظامی میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل تھے۔

عجز وانکساری

بایں ہمہ تکبر وغرور اورانانیت سے پاکیزہ برتاؤ وکردار کے مالک تھے، وسعتِ ظرفی، بردباری، انکساری، فروتنی، کسر نفسی اور لجاجت کی کوئی انتہاء نہ تھی، مجھ جیسے سراپا خطا کار، کم علم مبتدی کو بھی فون کرتے تو ان کے نطق سے الفاظ صادر ہوتے ''خادم سمیع الحق بول رہا ہوں'' ملک کے عظیم الشان جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث، لاکھوں علماء اور طلباء کے مربی اور اتالیق ایک حقیر فقیر کو مخاطب کرتے ہوئے ''خادم بول رہاہوں'' کے الفاظ ان کی انتہائی انکساری پر دلالت کرتے ہیں، حضرت اقدس کے خلوص وللّٰہیت اور فروتنی ان کی تحریر سے بھی آشکارا ہوتی تھی، بطور نمونہ حضرت کے صرف دو مکاتیب جو راقم آثم کے نام تھے کے چند جملے قارئین کی خدمت ہیں پیش کرتاہوں ۲۰۰۹ء میں حضرت شہیدؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''زین المحافل'' جب منصۂ شہود پر آئی تو حضرت موصوف نے مجھ خطا کار کو بھی اس علمی خزینہ سے سرفراز فرمایا، راقم نے علمی تحفہ وصول ہونے کی اطلاع اور شکریہ ادا کرنے کا عریضہ ارسال خدمت کیا جس کے جواب میں حضرت اقدسؒ نے کمال بے نفسی کے ساتھ اپنے مکتوب گرامی میں یہ کلمات تحریر فرمائے۔

''آپ کے کلمات محبت آپ کے علم وسیرت کے حسین تعلق کے غماز ہیں مجھ گنہگار پُرتقصیر شخص کی آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی، حسن ظن ہے حق تعالیٰ مجھے آپ کے حسن ظن کا اہل بنادے''

آخر میں ارقام فرماتے ہیں ''دعاؤں کا ہر لحہ محتاج ہوں''

۲۰۱۵ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت شہید رحمہ اللہ کی سوانح ''حیات وخدمات'' دوضخیم جلدوں میں مدون فرمائی، اس کی اشاعت پذیر ہونے پر راقم الحروف نے حضرت

اقدس کی خدمت میں ہدیہ تبریک وتحسین پیش کیا، جس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

''آپ کا حسن ظن ہے، مولانا حقانی بھی اس بیماری میں مبتلا ہے جبکہ

یظن الناس بی خیرا وانی
لشر الناس ان لم تعف عنی

اللہ والوں کا یہی حسن ظن میرا سہارا وسرمایہ ہے اوراس کی برکت سے مجھے نجات نصیب ہو، یہ تھا حضرت شیخ شہید رحمہ اللہ کا تقویٰ، خلق ومروت اورفروتنی کہ عالم اسلام کے ممتاز عالم دین ہوتے ہوئے بھی نہ تصنع نہ انانیت اورنہ ہی تکبر وغرور۔ ع نہد شاخ پُر میوہ سر برز میں

جودوسخاء

کسی بھی موضوع پر کتاب لکھنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف ہوتا ہے ، تصنیف وتالیف کے معرکہ کوسر کرلینے کے بعد اس سے بھی زیادہ جاں گداز مرحلہ طباعت واشاعت کا ہوتا ہے، جو جانی اور مالی دونوں طرح کی قربانیوں کا طلب گار ہوتا ہے، مؤلفین ومصنفین جواس خاردار راستہ کے مسافر ہوتے ہیں جب لاکھوں کے مصارف برداشت کرکے جان بلب ہوکر اسے قطع کرلیتے ہیں تو پھر کسی کو کتاب کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے دل کڑھتا ہے اور ہاتھ کانپتے ہیں لیکن ہم نے بارہا دیکھا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی مایۂ ناز تاریخی دستاویز ومشائخ وزعماء ملت کے خطبات اور ''مکاتیب مشاہیر'' جیسی ضخیم اورعظیم کتابیں لاتعداد حضرات کو بڑی فراخ دلی اورخندہ جبینی سے لوجہ اللہ پیش فرمارہے ہیں اور یہ صرف دو کتابوں ہی کی بات نہیں بلکہ علوم ومعارف کے دفینے اورحقائق ودقائق کے خزینے اپنی بیسیوں نادر ونایاب کتب اسی طرح لٹارہے ہیں۔ ع مشتے نمونہ ازخروار

مجھ جیسے حقیر فقیر طالب علم کوبھی ہمیشہ اپنی نوازشات سے سرفراز فرماتے رہے، سب سے پہلے آخری تحفہ ثمینہ جو مرحمت فرمایا وہ ''خطبات مشاہیر'' کا مکمل سیٹ تھا جس کے متعلق اپنے مکتوب گرامی میں ارقام فرماتے ہیں ۔خطبات کا ایک سیٹ مطالعہ کیلئے ہدیتاً ارسال خدمت ہے ، آنجناب کے وقیع تاثرات کا انتظار رہے گا (بتاریخ ۱۰/ اکتوبر/۲۰۱۵)

اورکرم بالائے کرم یہ کہ احقر خود اس نعمت غیر مترقبہ کووصول کرنے کیلئے حاضر بھی نہیں ہوا کسی آدمی کے ذریعے یہ علمی وتحقیقی خزانہ مرحمت فرمادیا تھا۔(فأجرہٗ علی اللّٰہ)

غربانوازی

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے قبل از نبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف حمیدہ کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا تھا إنك لتصل الرحم وتحمل الكل و تكسب المعدوم (صحيح البخاری كتاب الوحی) ''آپ ضعیف، یتیم اورمعذور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،آپ نادار اورفقیر لوگوں پر احسان فرماتے ہیں۔'' شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پیش نظر یہ ارشاد نبویؐ تھا خیرالناس من ینفع الناس بنابریں موصوف سماج کی خیرخواہی ،نادار اوربیکسوں کی کفایت اور ہمدردی کے جذبہ سے سرشار تھے،بے شمار اورحساب توروز جزاہی میں سامنے آئے گا کہ حضرت کے زیر کفالت کس قدر غرباء ومساکین بیوائیں اوریتیم اورمعذورین اوراپنی ضروریات زندگی سے بہرہ ور ہورہے تھے۔

یہ خدمت اس قدر مخفی اور پوشیدہ تھی کہ دائیں ہاتھ سے خرچ کریں اور بائیں ہاتھ تک کوخبر نہ ہونے پائے اورارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرة:۲۷۰)''اوراگر اس کو چھپاؤ اورفقیروں کوپہنچاؤتووہ بہتر ہے تمہارے حق میں۔

حضرت شہید رحمہ اللہ یہ جملہ خدمات محض اللہ تعالیٰ رب العزت کی رضاہی کیلئے انجام دیتے رہے کسی کو جتلانے اور بتلانے کی غرض ہرگز نہ تھی،راقم الحروف کا ایک معذور بھتیجا تازیست حضرت کے اس تعاون سے مستفید ہوتا رہا، بسااوقات حضرت رحمہ اللہ خوداس کے گھر جاکر یہ خدمات انجام دیتے اوربعض اوقات کسی معتمد کے ہاتھ زرتعاون مرحمت فرماتے رہے،سماج کی خیرخواہی، نادار اور بیکسوں کی دستگیری اور ہمدردی کے جذبے سے سرشارتمام زندگی یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔

راقم آثم کااکرام

راقم آثم جب کبھی بھی حضرت شہیدؒ کی قدم بوسی کو حاضر خدمت ہوا تو ہمیشہ شفقت اوراکرام کا معاملہ فرمایا، حالانکہ حضرت کےعلم وتقویٰ کے منصب رفیع کے سامنے راقم کی حیثیت طفل مکتب کی سی تھی علم وعمل کے لحاظ سے ان کے خاک پا کے برابر نہیں تھا۔

جن دنوں میں علامہ عبدالقیوم حقانی صاحب ''الحق'' کا خصوصی نمبر'' شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ'' کی ترتیب وتدوین میں مصروف تھے، احقر کو بھی کچھ لکھنے کا حکم ہوا اس سلسلہ میں متعدد بار

جامعہ حقانیہ حاضری ہوتی رہی ، حضرت شہیدؒ ہر بار انعامات وہدایا سے نوازتے ،کبھی بھی تہی دست واپس نہیں آنے دیا،احقر کی کسی بھی گذارش پر ہمیشہ تعاون اور دلداری سے نوازتے رہے،حضرت کی زبان مبارک سے انکار کا لفظ نہیں سنا،مسکراتے چہرہ کے ساتھ ہمیشہ اثبات میں جواب مرحمت فرمایا، ۲۰۰۴ء میں بعونہ تعالیٰ راقم آثم نے ''سیرت امہات المؤمنین'' مرتب کی، کتاب کی اشاعت پر متعدد احباب کی رائے سے اس کی تقریب رونمائی کا پروگرام بنا، اس ناچیز نے ٹیلیفون پر حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ'' سیرت امہات المؤمنین'' کی تقریب کی محفل آپ کی صدارت میں منعقد کی جاری ہے، ازراہ شفقت اسے اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بار فرمائیں۔

حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑی مسرت کے ساتھ میری درخواست کو پذیرائی بخشی اور مقررہ تاریخ پر چند احباب کے ہمراہ اس پروقار تقریب میں قدم رنجہ فرماہوئے،اس تقریب سعید کے مہمان خصوصی حضرت اقدس رحمہ اللہ ہی تھے، ان کے علاوہ متعدد علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے، جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور ممتاز مذہبی سکالر مولانا زاہد الراشدی خاص کر قابل ذکر ہیں،حضرت اقدس کے صدارتی خطاب سے پہلے علامہ عبدالقیوم حقانی ''سیرت امہات المؤمنین'' سے متعلق خطاب فرمارہے تھے ،ضمناً فرمایا! مولانا (عبدالمعبود) کی یہ آخری تصنیف اور کتاب ہے، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے فوراً ارشاد فرمایا نہیں نہیں! ان شاء اللہ مولانا ابھی اور بھی کئی کتابیں لکھیں گے۔

بحمد اللہ! حضرت شہید کی دعا اور اللہ کریم کی نصرت سے'' سیرت امہات المؤمنین'' کے بعد متعدد کتابیں لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ، جن میں سے'' شاہ کونین کی شہزادیاں''،'' سوانح امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمہ اللہ'' کو زیادہ قبولیت حاصل ہوئی ۔حضرت اقدس نے اپنے خطبہ صدارت میں ''سیرت امہات المؤمنین'' کی نہ صرف تحسین تصویب فرمائی بلکہ مؤلف کے قلم فیض رقم کی جملہ تخلیقات کی توصیف وتعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا:''مولانا کا انداز کاوش سہل وآسان بھی ہے اور محققانہ و عالمانہ بھی ہے''سیرت امہات المؤمنین''میں ازواج مطہرات کی ازدواجی زندگی کے روح پرور مناظر کو بڑے سلیقہ سے پیش کیا ہے ان کے اخلاق عالیہ فاضلہ اور عبادات وریاضت کے حسین مناظر کو ایسے دلچسپ انداز میں قلمبند کیا کہ اس نے ایمان افروز ماحول کی جیتی جاگتی تصویر کا روپ دھار لیا ہے، ازواج مطہرات نے فروغ دین اور تبلیغ وترویج دین کی ایسی شاندار خدمات انجام دیں کہ پوری امت ان کی مرہونِ منت ہے۔(۱۰؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ)

ہسپتال میں عیادت

سال ۲۰۱۸ء حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو عارضہ قلب لاحق ہوا، علاج معالجہ کی غرض سے ملٹری ہسپتال راولپنڈی تشریف لائے اور کئی دن زیر علاج رہے، بالآخر صحت یاب ہوکر گھر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت کی عیادت کیلئے علمائے کرام، مشائخ عظام، دینی مدارس کے طلباء محبین، سیاسی زعماء، حتی کہ چیف آف آرمی سٹاف بھی حاضر خدمت ہوئے راقم آثم بھی اپنے فرزند قاری خلیل الرحمٰن کے ہمراہ ویل چیئر پر حاضر خدمت ہوا۔

بیماری کی حالت میں علمی مشاغل اور خدمت دین کا جذبہ

دل کے شدید عارضہ کے باوجود حضرت اقدس کا ہشاش بشاش چہرہ دلالت کررہا تھا کہ حضرت کو کوئی تکلیف نہیں ہے یا صبر وتحمل کا اس قدر غلبہ ہے کہ چہرہ انور تکلیف سے متاثر نہیں، آنے والے ہر کسی سے فرداً فرداً خیر خیرت دریافت فرماتے اور بعض امور میں پند ونصائح سے بھی نوازتے۔

جب تیماردار حضرات جانے لگے تو دعا کی درخواست کی چونکہ مریض کی دعا عنداللہ مستجاب ہوتی ہے، سب کی دلی خواہش تھی کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ دعا فرمائیں لیکن حضرت کی کسر نفسی اور مجھ گنہگار سے قلبی تعلق اور انس کے پیش نظر فرمایا دعا آپ کرائیں، میرے شدید انکار کے باوجود حضرت کا اصرار بڑھتا گیا، مجبوراً الأمر فوق الأدب راقم آثم نے حضرت کی جلد اور کامل صحت کیلئے بارگاہ الٰہی میں التجاء کی۔ ابھی دعا جاری تھی حضرت نے ارشاد فرمایا! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے امام لاہوریؒ کی تفسیر مکمل کرنے کیلئے صحت کی نعمت عطا فرمائے، بس وہ مسودہ یہاں ہسپتال میں بھی ساتھ لایا ہوں جب بھی ہمت ہوتی ہے اسے دیکھ لیتا ہوں۔

سبحان اللہ! علمی مشاغل اور خدمت دین کا جذبہ کس قدر فزوں تر تھا کہ عارضہ قلب کے باوجود بستر علالت پر بھی یہ تڑپ اور تمنا قائم ہے بے شمار عوارضات اور دینی وملکی مشغولیات کے باوصف تفسیر کی تکمیل کی تادم آخریں بھر پور جدوجہد فرماتے رہے اور الحمدللہ تفسیری علوم وحقائق کا نادر و نایاب گراں قدر خزینہ قریب الاختتام پہنچادیا ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء بقول شاعر مشرق ......

اسی کشمکش میں گزری میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ وتاب رازی

بدر منیر کی آخری جھلک

عیدالاضحیٰ ۱۴۳۹ھ کے بعد راقم آثم اپنے دونوں بیٹوں (قاری خلیل الرحمٰن اور مولانا مسعود الرحمٰن) اور دونوں پوتوں (مولانا محمد عمر فاروق اور قاری محمد حذیفہ) کے ہمراہ حضرت اقدس شہید رحمہ اللہ کے در دولت پر حاضر ہوا، تقریبا ۱۲ بجے دن شرف باریابی نصیب ہوا مختلف مذہبی مسائل مدارس دینیہ کو درپیش معاملات ملکی اور بین الاقوامی امور پر دیر تک گفتگو فرماتے رہے، حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تفسیر امام لاہوری رحمہ اللہ جس کی ترتیب وتدوین میں آپ شب وروز مصروف تھے، اس کے چند کمپوز شدہ اوراق کی زیارت کا شرف بھی بخشا اور فرمایا: یہ کام بڑا مشقت طلب اور مشکل ہے، تنکا تنکا جمع کرنا پڑتا ہے۔

دفتر اہتمام ہی میں نماز ظہر حضرت اقدسؒ کی معیت میں باجماعت ادا کی، حضرت نے بھی بیماری کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور راقم آثم بھی اپنی معذوری کے باعث ان کے پہلو میں کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا، جس بدر منیر کی عملی رفعتوں سے ایک جہاں ضیا بار ہو رہا تھا، جس نشاط افزا روشنی میں مجاہدین اسلام سیاسی کردار زعماء ملت اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے وہ علم وعمل کا بدر منیر آخر غروب ہو گیا، وہ ایمان افروز محفل اور روحانی خوشنما منظر اب بھی نظروں کے سامنے رقص لے رہا ہے۔

ضیافت

حضرت شہید رحمہ اللہ نے شاندار ضیافت کا اہتمام فرما رکھا تھا، ویسے تو حضرت کے شاہی دسترخوان پر بارہا متنوع کھانوں سے لطف اندوز ہوتا رہا، شاید ان کی یہ آخری ضیافت تھی جو نہایت پر تکلف تھی، کتنے ہی انواع واقسام کے لذیذ اور عمدہ کھانے تھے، ہم پانچوں مہمان اس میں شریک تھے، ساتھ بیٹھے ہوئے مولانا عرفان الحق ہر چند منٹ بعد هل من مزيد کی صدا لگاتے رہے۔اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت اقدس قدس سرہ کی شہادت کی المناک اطلاع سے پورا عالم اسلام غمزدہ اور افسردہ ہو گیا اللہ جل مجدہ اپنی شان کے مطابق اس سے معاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں بلندترین مقام عطاء فرمائے۔(آمین)

مولانا عبیداللہ خالد
مدیر ماہنامہ ''الفاروق'' جامعہ فاروقیہ کراچی

عظیم والد کے حقیقی علمی وارث

- ...... اپنے عظیم والد کے صحیح جانشین اور حقیقی علمی و دینی وارث
- ...... ان کی سرپرستی اور اہتمام میں جامعہ نے بڑے پیمانے پر دین و ملت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا
- ...... انتہائی نازک حالات میں اُمت کے سر پر سائبان کا کردار ادا کرتا رہا۔

مولانا عبید اللہ خالد صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کے فرزند دلبند، ان کے علوم و معارف کے امین و جانشین، جامعہ فاروقیہ کراچی کے مہتمم، ماہنامہ ''الفاروق'' کے مدیر شہیر، لائق مدرس، تجربہ کار منتظم اور اپنے عظیم والد کے علوم و افکار کے ترجمان ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ شہید ناموسِ رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہیدؒ دارالعلوم حقانیہ، حقانی خاندان، حقانی برادری اور حقانی فضلاء سے خصوصی تعلق خاطر ہے، شیخ کی شہادت پر انکے قلم سے آنسو چھلک پڑے اور ایک خوبصورت تحریر میں ڈھل گئے، نذرِ قارئین ہے...... (ادارہ)

اسلام میں شہادت کی بڑی اہمیت وعظمت اور مقام و مرتبہ ہے اور خود سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے والہانہ انداز میں شہادت کی تمنا و آرزو کی ہے، صحیحین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ

> والذِی نفسِی بِیدِہِ لودِدت أن أقتل فِی سبِیلِ اللّٰہِ، ثم أحییٰ، ثم أقتل، ثم أحییٰ، ثم أقتل، ثم أحییٰ، ثم أقتل ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری خواہش وتمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں،

پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں ، پھر شہید کیا جاؤں،
پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔''

اس روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ جذبہ شوق شہادت کا اظہار ہوتا ہے اور شہادت کے مقام ومرتبہ کی عظمت ورفعت پر واضح انداز سے روشنی پڑتی ہے، چنانچہ اسلام کی تاریخ شہادت کے مقدس لہو سے ہمیشہ منور وروشن رہی ہے، غزوہ بدر ، احد، احزاب، غزوہ موتہ، حنین اور غزوہ تبوک وغیرہ کفر واسلام کے یہ وہ معرکے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وقوع پذیر ہوئے ان میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور کئی صحابہ شہادت کے بلند مقام پر فائز ہوکر شاد وکامران ہوئے ۔خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور کے معرکے بھی اپنے اندر بے پناہ قربانیاں اور شہادت کی داستانیں رکھتے ہیں، خود حضرت عمر فاروق کا شوق شہادت دیکھئے! کہ آپ بارگاہ خداوندی میں شہادت کی دعا مانگتے ہیں کہ :اللّٰهم ارزقنِی شهادة فِی سبِيلِك، واجعل موتِي فِي بلدِ حبِيبِك چنانچہ بارگاہ خداوندی میں آپ کی دعا قبول ہوتی ہے اور مصلی رسول پر آپ کو زخمی کرکے شہید کر دیا جاتا ہے، خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی دردناک شہادت، خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کی شہادت کا المناک واقعہ اور حضرت حسینؓ اور ان کے اہل خانہ کی مظلومانہ اور دلوں کو دہلا دینے والی شہادتیں وغیرہ معلوم نہیں تاریخ اسلام اس طرح کے کتنے شہدا کے لہو سے رنگین اور سرسبز وشاداب رہی ہے۔

شہادتوں کا یہ سلسلہ ہر دور میں رہا ہے اور شہداء کی ان قربانیوں پر امت مسلمہ کو ہمیشہ رشک رہا ہے اور قیامت تک ان کے مقدس لہو پر امت مسلمہ فخر کرتی رہے گی، اب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ بھی شہداء کے اس مایہ ناز قافلے میں شامل ہو گئے ہیں، شہادت حضرت مولانا کی ایک تمنا وآرزو تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس آرزو وتمنا کو حقیقت کا روپ عطا کر دیا ہے، آپ کا شمار ملک کے نامور، مدبر، اہل علم وفضل اور اصحاب فکر ونظر علماء ومشائخ میں ہوتا تھا، آپ کے والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ اہل حق کے سرخیل اور درویش صفت عالم ربانی تھے، دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اور وطن عزیز پاکستان بلکہ عالم اسلام کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے علوم ومعارف میں برکت عطا فرمائی تھی اور آپ کے فیض سے عالم اسلام کا ایک بڑا خطہ

مستفید ہوا اور ہو رہا ہے۔ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ (بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی وسابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ سے دارالعلوم دیوبند میں شرف تلمذ حاصل کیا تھا، آپ کا اپنے استاذ محترم سے انتہائی گہرا اور والہانہ تعلق خاطر تھا، ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہ اپنے استاذ محترم کے صاحبزادگان کے ساتھ بھی انتہائی تکریم کا معاملہ فرمایا کرتے تھے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کے صاحبزادگان کا بھی ہمارے والد ماجد صاحب نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ادب واحترام اور اپنائیت کا معاملہ ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نوراللہ مرقدہ اپنے عظیم والد کے صحیح جانشین اور حقیقی علمی ودینی وارث تھے، آپ نے مسلمانان پاکستان کی علمی، دینی، اور ملی رہنمائی واقعی وحقیقی انداز میں کی اور انتہائی کٹھن مراحل واوقات میں امت کے دکھ درد میں شریک بلکہ سرپرست ومربی کا کردار ادا کرتے رہے۔ ان کی سرپرستی اور اہتمام میں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نے بڑے پیانے پر دین وملت کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا اور انتہائی نازک حالات میں امت کے سر پر سائبان کا کردار ادا کرتا رہا، جس سے ہزاروں علماء ،فقہا، محدثین، مصنفین، مجاہدین اور عالم ربانی پیدا ہوئے اور پاکستان، افغانستان، ایران بلکہ جنوبی ایشیا کا پورا خطہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اور آپ کی ذات گرامی سے مستفید ومنور ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب عالیہ کو بلند فرمائے، آپ کی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے، زلات وخطاؤں سے درگزر فرمائے، اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے، آپ کے پسماندگان کو ہمت وحوصلہ اور صبر جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائے، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور اسے شر ورفتن اور آفات وبلیات سے مامون ومحفوظ فرمائے۔

حضرت مولانا کی اس المناک شہادت پر آپ کے پسماندگان، تلامذہ، متعلقین ومتوسلین سے جامعہ فاروقیہ کراچی کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ اظہار تعزیت کرتے ہیں اور اس غم اور دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ مولانا کی شہادت سے علمی، دینی اور ملی حوالے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے پر کرنے کی سبیل پیدا فرمادے۔ (آمین)

مولانا محمد جاوید اختر ندوی
معاون مدیر ''تعمیر حیات''، ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: دینی و ملی خدمات

مولانا محمد جاوید اختر ندوی صاحب، صاحب علم و قلم اور تحریر و تجزیہ کے حوالے سے محبوب نام ہے، آپ پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معاون مدیر ہیں، آپ نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر ضخیم مقالہ تحریر فرمایا، آپ کی تحریر میں سلاست بھی ہے، ادبیت بھی اور جدت بھی، بہت سی باتوں کا اعادہ اور تکرار حذف کر دیئے، بعض اقتباسات نذر قارئین ہیں جن میں جامعیت بھی ہے اور نافعیت بھی......(ادارہ)

---

۲۳ رصفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲ رنومبر ۲۰۱۸ء جمعہ کو بعد نماز عصر پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے متصل شہر راولپنڈی کے حساس ترین علاقہ میں مشہور عالم دین مولانا سمیع الحق کو بڑی بیدردی سے شہید کر دیا گیا، مولانا مرحوم نے ساری زندگی اسلام کی خدمت میں گزار دی اور شہادت کی موت پا کر عند اللہ سرخرو ہوگئے، مولانا کی شخصیت ہمہ جہت وہمہ گیر تھی، دین کے ہر میدان میں آپ نے خصوصی حصہ لیا، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و نصیحت اور قیادت وسیادت غرض ہر میدان کے آپ شہسوار تھے، مولانا کی پوری زندگی جہد مسلسل، عمل پیہم اور ایمان محکم سے عبارت اور جرأت وبہادری کے ساتھ ان کی ذات میں تواضع وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

تعلیم وبیعت

۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر کیا اور سند فراغت حاصل کی، اس دوران حضرت لاہوریؒ سے بیعت و ارشاد کا تعلق بھی قائم کیا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے سند فراغت کے حصول کے علاوہ بعض دوسرے علمائے کرام سے بھی آپ نے اعزازی سند اور اجازت حدیث حاصل کی۔

درس وتدریس

تعلیم سے فراغت کے معاً بعد ۱۹۵۸ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ ہی میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور جلد ہی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ابتدائی کتب سے کتب حدیث کی تدریس تک پہنچ گئے جو تا دم شہادت جاری و ساری رہی۔ مولانا مرحوم کے والد محترم حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں تھے اور حدیث شریف کے عظیم استاذ تھے، ان کی جگہ ان کے نامور و باکمال فرزند مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے لی، اور مختلف علمی، دینی وملی میدانوں میں ان کی جانشینی کا حق ادا کیا۔

ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا

درس وتدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۵ء میں آپ نے ماہنامہ ''الحق'' کے نام سے ایک دینی وعلمی وقیع جریدہ کا آغاز کیا، جسے جلد ہی اندرون و بیرون ممالک میں مقبولیت و پذیرائی حاصل ہوگئی جو آج بھی جانب منزل باوقار انداز میں جاری و ساری ہے، اس ماہنامہ رسالہ میں وہ علمی، فکری اور دینی واصلاحی مضامین ومقالات شائع کرتے تھے جو حالات اور مسائل کی طرف بڑی رہنمائی کرنے والے تھے اور خاص طور پر ''تعمیر حیات'' میں شائع ندوی فضلاء کے مضامین ومقالات کو وقفہ وقفہ سے بڑے اہتمام سے جگہ دیتے تھے، عالم اسلام کے احوال وکوائف سے متعلق راقم سطور کی تحریروں کو بھی اس مؤقر وحق پسند رسالہ میں شائع ہونے کی سعادت ملتی رہی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جن مجلّات ورسائل کو دیکھنا پسند کرتے اور ان کا انتظار رہتا، ان میں مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ''الحق'' بھی تھا جو خاص دینی وملی خصوصیات کا حامل تھا۔

تحریک تحفظ مدارس دینیہ

۱۹۹۴ء میں جب بے نظیر بھٹو حکومت میں دینی مدارس پر بے بنیاد الزامات لگانے، مدارس کی انکوائریاں اور تحقیقات کرانے کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے یکم جنوری ۱۹۹۵ء کو لاہور میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور ارباب مدارس کو جمع کر کے ''تحریک تحفظ مدارس دینیہ'' قائم کی اور اللہ کے فضل وکرم سے حکومت کے ناپاک عزائم شرمندۂ تعبیر نہیں سکے۔

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں، وہ اپنے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے والدین، ازواج واولاد اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور ان کی شان اقدس میں ذرہ برابر بھی توہین و گستاخی برداشت نہیں کر سکتے، وقفہ وقفہ سے جب بھی اہانت رسالت کا ادنیٰ سا بھی واقعہ دنیا کے کسی خطہ میں رونما ہوتا ہے تو مسلمان اس گستاخی پر سخت رد عمل ظاہر کرتے اور مظاہرے کرتے ہیں۔

شہادت وتدفین

پاکستان میں کچھ عرصہ سے ناموس رسالتؐ قانون کے حوالے سے ناگوار سلسلہ چل رہا ہے ۲۰۰۹ء میں آسیہ نامی ایک مسیحی خاتون نے توہین رسالت کا جرم کیا جس پر پاکستان کی عدالتوں میں کیس چلا، دو عدالتوں نے اسے سزائے موت کا فیصلہ سنایا مگر جب سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل کی گئی تو ۳۱ر اکتوبر ۲۰۱۸ء کو اُسے بَری کر دیا گیا جس پر پورے ملک میں تشویش پھیل گئی اور عوام احتجاج کے لئے سڑکوں پر نکل آئی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی تحفظ ناموس رسالتؐ کے لئے میدان میں آ گئے۔اکوڑہ خٹک میں احتجاجی ریلی میں آپ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا اور بہت سخت الفاظ میں اس فیصلے پر تنقید کی، پھر ۲ر نومبر کو دارالحکومت کے احتجاج میں شرکت کے لئے گھر سے نکلے، راستے بند ہونے کی وجہ سے اسلام آباد نہ پہنچ سکے تو راولپنڈی کے بحریہ ٹاؤن میں اپنی رہائش گاہ پر بغرض آرام تشریف لے گئے، آپ کے خدام کسی کام کے سلسلے میں آپ کو گھر پر چھوڑ کر باہر چلے گئے، عصر کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو مولانا کو بستر پر خون میں لت پت پایا۔فوراً داخل ہسپتال کیا گیا مگر آپ جان کی بازی ہار چکے تھے اور مالک حقیقی سے جا ملے اور شہادت آپ کا مقدر ہو چکی تھی۔

اگلے روز نماز جنازہ اور تدفین میں صلحا، علماء وطلبا، قائدین ملت، سیاسی لیڈران اور عوام الناس نے اتنی بڑی تعداد میں شرکت کی جو ملک پاکستان کی شخصیات کے جنازوں میں کم دیکھنے کو ملی ہے۔یہ تعداد آپ کی مقبولیت عنداللہ اور عندالناس کی ایک دلیل تھی، آپ نے ساری زندگی دین اسلام کی خدمت اور ملک وملت کے تحفظ میں گزاری۔سعادت بھری زندگی گزار کر جام شہادت نوش فرما گئے۔اللہ مولانا مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عالی عطا کرے۔آمین

مولانا ابواسعد خلیل احمد عفی عنہ
خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں میانوالی

مولانا شہیدؒ کی اولوالعزمی، فنائیت اور دینی وارفتگی

حضرت مولانا خواجہ ابواسعد خلیل احمد صاحب، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نوراللہ مرقدہ کے فرزند ارجمند، ان کے علوم ومعارف کے امین اور خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں میانوالی کے متولی اور گدی نشین ہیں، عالمی تحفظ ختم نبوتؐ کے مرکزی رہنماؤں میں سے ہیں، آپ کے خاندان کا خانوادہ حقانی بالخصوص حضرت شہیدؒ سے اچھے روابط اور تعلقات تھے، ان کا یہ مضمون اس تعلق کو واضح کرتا ہے۔(ادارہ)

بروز جمعہ المبارک بتاریخ ۲۳ صفر ۱۴۴۰ھ بمطابق ۲ نومبر ۲۰۱۸ء قبل از نماز مغرب اچانک انتہائی افسوسناک خبر ملی کہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو ان کے گھر میں شہید کر دیا گیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، موت العالِم موت العالَم کہنے کو تو ایک جملہ ہے لیکن ایک عالم کا اس دھرتی سے اٹھ جانا اور وہ بھی اس قحط رجال کے دور میں جہاں ہر سو ظلمتوں کا بسیرا ہے قیامت صغریٰ سے کم نہیں، جب جانے والا صرف اہل علم وفن کا سرخیل ہی نہ ہو بلکہ صاحب دل اور امت کا غمگسار بھی ہو تو چند کلمات اس عظیم سانحہ پر اظہار تاسف کے لئے کیسے کافی ہو سکتے ہیں؟......

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

اللہ جل مجدہ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو عجیب امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا، ان کے منجملہ اوصاف میں سے یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان کے دل میں اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کے زوال اور موجودہ ملکی، ملی اور عالمی مسائل پر کافی کڑھن پائی جاتی تھی جس کی جھلک ان کے کلام، ان کی نشست وبرخاست سے عیاں تھی حتیٰ کہ قوم سے آخری خطاب میں جس شدومد سے اہل حق کی ترجمانی کی اور داعیانہ حیثیت میں ملک وملت اور ایوان بالا کو انتہائی طور پر متنبہ فرمایا اور ان کی رہنمائی کی۔ ہمارے عظیم المرتبت حضرت مولانا سمیع الحقؒ مسند حدیث پر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حکومتی ایوانوں میں بھی صدائے حق کو بلند کرتے رہے ان کی اولوالعزمی فنائیت اور دینی وارفتگی پر اور کیا بات شاہد ہوسکتی ہے کہ مرض، پیرانہ سالی، سفری صعوبتوں اور رکاوٹوں کے باوجود بھی حرمت رسول اور تحفظ ناموس رسالت سے قلب وجگر کو معطر کر کے لاکھوں کے مجمع میں

کلمۂ حق عند سلطان جائر کا فریضہ سرانجام دیا اور امت مسلمہ کے دینی، مذہبی اور ملی جذبات کی خوب ترجمانی کی اور حق و باطل میں تمیز کر کے بتلا دیا کہ اہلیان اسلام اور بالخصوص اہلیان پاکستان اپنے دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بارے میں کس قدر حساس ہیں۔

شہید مولانا سمیع الحق صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تمام زندگی کو تعلیمی، تبلیغی اور سیاسی شعبہ میں دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا اور اسی راہ میں جام شہادت نوش کیا، آخری عمر میں مولانا کی زیادہ توجہ تصنیف و تالیف اور تحقیق کی طرف رہی، اللہ رب العزت ان کی ان خدمات کو بارگاہ عالیہ میں قبول فرماوے اور ہمیں ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرماوے انہی خصوصیات کی بنیاد پر ہمارے والد گرامی حضرت خواجہء خواجگان خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ ہر ملکی اور ملی معاملہ پر خصوصاً ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے مشاورت فرماتے، نیز حضرت قبلہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ ان کے دینی جذبات کو بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے تعاون اور شرکت کو انتہائی سراہتے تھے، اس عقیدت اور مودت کے تعلق کو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں خط و کتابت میں جا بجا محسوس کیا جا سکتا ہے۔

میرے عزیز! عالم اسلام اس وقت جس کرب اور غم میں مبتلا ہے اور مزید مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے، یہ ہم سب کیلئے ایک عظیم امتحان اور چیلنج ہے یہ وقتی اور عارضی آزمائش نہ صرف راہ ہدایت پر مزید استقامت اور استقلال بخشے گی بلکہ یہ تو وہ سنگ میل ہے جس کو عبور کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور اہل حق کا شیوہ ہے حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ انہی جذبات سے سرشار تھے اور انہی جذبات کے ساتھ فصل کی صعوبتوں سے ہمیشہ کیلئے نجات پا کر وصل کی حقیقی اور ابدی نعمت عظمٰی کے حقدار ٹھہرے یقیناً انہی نفوس قدسیہ کو یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُO ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً(الفجر: ۲۷-۲۸) سے حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور خوش آمدید کہا جاتا ہے اللہ اس عزم و استقلال کے کوہ ہمالیہ کو کروٹ کروٹ راحتیں نصیب فرمائیں اور ہمیں ان بلند پایہ شخصیات جیسی کامل استقامت، جرات اور بہادری نصیب فرماوے، ان کے مشن اور مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

اس عظیم سانحہ پر فقیر انتہائی مغموم ہے اور انہی جذبات کے ساتھ جانشین حضرت شہید حضرت مولانا حامد الحق صاحب دام اللہ فیوضہم اور ان کے جملہ اہل خانہ سے تعزیت کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے تمام احباب خصوصاً جامعہ کے اساتذہ عظام، طلباء اور فضلائے کرام کے غم میں برابر کا شریک ہے اور فقیر دل سے دعا گو ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں بھی اپنی مرضیات پر چلنے اور تادم آخر اہل حق کی معیت نصیب فرمائے۔ (آمین)

مولانا اللہ وسایا
مرکزی رہنماء عالم مجلس تحفظ ختم نبوت

جفاکش اور ہمہ جہتی خدمات کا علمبردار

مولانا اللہ وسایا صاحب عالمی مجلس ختم نبوت پاکستان کے مرکزی رہنماء اور کرتا دھرتا ماہنامہ ''لولاک'' کے مدیر شہیر، قلم کے دھنی، اظہارِ حق میں بیباک، تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے کارہائے نمایاں کے قائل، مرزائیت کی چالبازیوں سے واقف اور ان کی شیطنت طشت از بام کرنے میں جرأت اور دینی حمیت سے سرشار، تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں لگی لپٹی کہنے کے بجائے دوٹوک قدم اُٹھاتے ہیں اور برملا کہتے ہیں، ''آئینہ قادیانیت''، درس نظامی میں شامل ان کی معروف کتاب ہے، اسکے علاوہ ان کی ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' اور ''احتساب قادیانیت'' کتب بھی اہل علم سے دادِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔......(ادارہ)

دکھا دوں گا اس جہاں کو جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورت آئینہ حیراں کرکے چھوڑوں گا

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ (بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ۲ رنومبر ۲۰۱۸ء کو راولپنڈی میں دن دیہاڑے اپنے گھر پر شہید کردیئے گئے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تعلیم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاصل کی، آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے بھی تفسیر میں شاگرد رشید تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بیک وقت جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام (س) کے سربراہ، دفاع پاکستان کونسل کے صدر، ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر شہیر، سابق ممبر مجلس شوریٰ، سابق سنیٹر، نامور مدرس، ناصح وشفیق مصلح اور ملک کے نامور سیاستدان تھے، حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا،

وہ پاکستان کے ان گنے چنے حضرات میں سے تھے، جنہیں وفاق کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے، آپ عمر بھر امریکی پالیسیوں کے نقاد رہے، آپ اسلام دشمن قوتوں میں کانٹے کی طرح چبھتے تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں، آپ اپنی ملتان آمد پر اکثر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کے دفتر مرکزیہ تشریف آوری سے ممنون احسان فرماتے تھے، آپ نے چنیوٹ وچناب نگر ختم نبوتؐ کانفرنسوں میں بھی بار ہا شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے جب اور جس مرحلہ پر عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کیلئے پکارا آپ نے ہمیشہ لبیک کہی اور آپ کے شانہ بشانہ رہے، متعدد مراحل ایسے ہیں جو صرف آپ ہی کے دم قدم سے حل ہوئے، آپ نے سیاست کی طرح پڑھنے پڑھانے اور دیگر قومی وملی مصروفیات کے باوجود قلم وقرطاس سے تعلق کبھی کمزور نہیں ہونے دیا، آپ عمل پیہم اور سعی مسلسل پر برابر عمر بھر آگے بڑھتے رہے، مولانا مرحوم کی زندگی ایک بھر پور جفاکش عالم دین کی زندگی تھی آپ پاکستان جمہوری اتحاد میں رہے، آپ متحدہ مجلس عمل میں رہے، جہاں رہے ممتاز رہے، ہر کڑھے وقت میں دینی وملکی ضرورت کے تحت پورے ملک کی مذہبی وسیاسی قیادت کو آل پارٹیز کے نام پر بلاتے اور پورے ملک کی ایک متفقہ اور واضح پیغام سے قومی رہنمائی فرماتے، جمعیۃ علماء اسلام (ایم۔ آر۔ ڈی) کے مسئلہ پر دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو آپ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے ساتھ تھے۔

بایں ہمہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ مشترکہ مقاصد کے لئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ کھڑے ہوتے اور بڑی محنت سے ان امور کو سلجھا دیتے تھے، درندہ صفت قاتلوں نے ان کو دردناک طریقے سے قتل کیا، اگلے روز جنازہ ہوا جو ملکی سطح پر تاریخی نوعیت کا جنازہ تھا، آپ کے صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی نے جنازہ پڑھایا، بلا مبالغہ اس موقع پر جنازے میں لاکھوں کا اجتماع تھا اور تمام اجتماع بہت پرامن و پرسکون رہا۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، وہ کیا گئے کہ پورا عالم غم واندوہ میں مبتلا ہوگیا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا روحانی مقام

- ...... الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ایک سنت کا احیاء
- ...... مولانا سمیع الحقؒ کا قومی وملی خدمات کی شاندار تاریخ کی طرح تصوف وسلوک اور روحانیت کا پہلو بھی اتنا ہی تابدار ہے۔
- ...... انکی دُعا اور توجہ نے مجھے الحمراء ہال کے ایک بڑے علمی معرکہ میں سرخرو کر دیا
- ...... ''جامِ صحت'' کے مبہم موضوع پر خطاب نے لوگوں کے دِل موہ لئے۔
- ...... دُعا وتوجہ اور کرامت کی برکتیں۔
- ...... ''جامِ صحت'' کو عنوان بنا کر مولانا سمیع الحقؒ کا مسحور کن داعیانہ، مجاہدانہ ولولۂ انگیز خطاب۔
- ...... مولانا سمیع الحقؒ نے ''جامِ صحت'' محدثین ومفسرین اور شہداء ومجاہدین کے نام منسوب کر دیا۔

''جامِ صحت کا لطیفہ'' اساتذہ کی توجہ، مشائخ کی نظرِ عنایت کے ثمرات مسلّم ہیں، میرے ساتھ بھی شیخ کی تربیتی نگاہ اور توجہ وعنایت کا معاملہ کچھ یوں ہی رہا، میرے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سیاسی عظمتیں اپنی جگہ مگر تصوف وسلوک اور روحانیات کا پہلو بھی اتنا ہی تابدار ہے جتنا کہ قومی وملی خدمات کی تاریخ شاندار ہے ''ساعتے با اہل حق'' کے مؤلف مولانا حبیب اللہ شاہ حقانی نے لکھا کہ:

> '' حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم کے ساتھ کچھ علمی، ادبی، کتابی اور مطالعاتی باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا عبدالقیوم حقانی نے عرض کیا: حضرت! لاہور کے الحمراء ہال میں ''مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے اجلاس میں جب آپ نے مجھے کہا کہ تعلیم یافتہ لوگ، کالم نویس، اخباری نمائندے، علماء، دانشور، زعماءِ قوم و ملت موجود ہیں،

مشاہیر سے ''جام صحت'' والا صفحہ مطالعہ کرلو اور اپنی تقریر میں اسے بھی بیان کردو'' حضرت! میں نے تین دفعہ اسے مطالعہ کیا مگر ذہن حاضر نہیں تھا، خاک بھی سمجھ میں نہیں آیا، جب سٹیج پر بلایا گیا، میں نے آپ کی اطاعت وخوشنودی اور حصولِ دُعا کی غرض سے ''جامِ صحت'' کی بات چلائی، نہ تو خود مجھے سمجھ تھی اور نہ یہ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں مگر آپ کی بھرپور توجہ اور کرامت تھی کہ ''جامِ صحت'' کی بات چلی تو مجمع ہمہ تن متوجہ اور ہمہ تن گوش تھا اور اسی لمحے خوب نعرے بھی لگتے رہے اور بات بات پر حاضرین دادِ تحسین بھی دیتے رہے، آہ، آہ، اور واہ واہ کی صدائیں بھی اُٹھتی رہیں، حالانکہ میں خود بھی یہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں اسے آپ کی کرامت اور توجہ و دُعا کا ثمرہ سمجھتا ہوں، حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی زیارت و ملاقات اور علمی و روحانی صحبت سے فیض و استفادہ کے بعد جب ہم لوگ واپس ہوئے تو استاذِ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی نے ''جامِ صحت'' کے لطیفے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ: کچھ لوگ کہیں گے یہ مبالغہ ہے ہوسکتا ہے بعض اسے تملق اور خوشامد پر بھی حمل کریں مگر مجھے تو اس میں بھی اکابر کے اپنے تلامذہ کے ساتھ خصوصی اعتماد و معاملات اور توجہ وعنایات کی جھلک نظر آتی ہے''۔ (ساعتے با اہل حق ص: ۲۲۹)

مولانا احمد حسنؒ نے مِن وعَن اپنے استاذ الامام الکبیرؒ کی تقریر سنادی

اس بات کو حقانی صاحب نے آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ شاہ جہاں پور والے مشہور میلہ کی معرکۃ الآراء تقریر الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی تھی، شہر، شاہ جہانپور کے باشندوں نے جب اس کی غیر معمولی تعریفیں سنیں تو میلہ سے الامام الکبیرؒ جب شاہ جہانپور تشریف لائے، شہر کے معززین کا ایک گروہ حاضر ہوا اور اصرار کرنے لگا کہ ہم لوگ اس تقریر کے سننے سے چونکہ محروم رہے، اس لئے وہی تقریر یہاں بھی فرمائی جائے۔ الامام الکبیرؒ نے ان لوگوں کے غیر معمولی اصرار کو دیکھ کر فرمایا کہ اس تقریر کو آپ لوگ اگر سننا چاہتے ہیں تو اِن سے سن لیجئے! (اشارہ اپنے شاگردِ رشید مولوی احمد حسن امروہویؒ کی طرف تھا)

مولانا احمد حسن امروہویؒ کہتے تھے کہ میں تو اپنے استاذ کا یہ حکم سن کر کچھ ششدر سا ہوکر رہ گیا، کیونکہ الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تقریر کا اعادہ خصوصاً جب میں نے اس غرض سے سنی

بھی نہ تھی، مجھے کچھ ناممکن سا نظر آیا لیکن اپنے استاذ الامام الکبیرؒ کا حکم تھا، کھڑے ہوگئے، کچھ تمہیدی فقرات کے بعد ان کا بیان ہے کہ تقریر کا اعادہ میں نے شروع کیا: ''پھر مجھے خبر نہ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ لیکن جب تقریر ختم ہوئی تو میلے میں میرے استاذ الامام الکبیرؒ کی براہِ راست تقریر سننے والوں نے شہادت دی کہ: ''مِن وعَن وہی تقریر تھی جو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمائی تھی''۔

مجھے بھی ''جامِ صحت'' بیان کرنا کچھ ناممکن سا نظر آیا مگر استاد جی کا حکم تھا سرتابی کب ہوسکتی تھی بس کھڑا ہوا گیا چند ابتدائی تمہیدی کلمات کے بعد پھر مجھے خبر نہ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں لیکن جب بیان ختم ہوا تو میرے استاد نے بھی بہت خوش ہوکر ارشاد فرمایا: ''مِن وعَن ''جامِ صحت'' کے موضوع کا حق ادا کردیا، کتابی واقعہ کو خطابت کی زبان دے کر بہت عمدہ ترجمانی کی''۔

ایک طالب علم کا ڈھائی گھنٹے درسِ حدیث

اس کے بعد حقانی صاحب نے اس سے بڑھ کر دلچسپ یہ واقعہ سنایا کہ: الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عادت تھی کہ ماہِ رمضان میں جب نانوتہ میں قیام ہوتا تھا تو ہر جمعہ کو بلاناغہ وعظ فرمایا کرتے تھے اور کوئی ایک آیت یا روایت اختیار فرمالیتے اور اسی کے علوم ومعارف پر پورا رمضان بیان ہوتا رہتا، ان کے شاگردِ خاص مولانا عبداللہ (جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے داماد بھی تھے) نے فرمایا کہ میں نانوتہ میں ایک رمضان میں حاضرِ خدمت تھا اور پورا رمضان مقیم رہا، اس رمضان میں حضرت نے حدیث من صام رمضان ایمانًا و احتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه کو اختیار فرمایا اور مسلسل تین جمعوں میں اسی کا بیان فرماتے رہے آخری جمعہ میں کچھ طبیعت ناساز ہوگئی تو مجھے فرمایا کہ مولوی عبداللہ! اس جمعہ میں تم اسی حدیث کے سلسلہ میں بیان کردو، میں اس زمانے میں شرح جامی پڑھارہا تھا۔ میں نے عرض کیا حضرت! میں تو حدیث کے مدلول کو سمجھنے کی ہی اہلیت نہیں رکھتا تقریر وبیان کیا کرونگا۔ فرمایا: بھائی! اللہ پر بھروسہ کرکے تم کھڑے ہوجانا خدا مدد فرمائے گا۔

باوجود صد انکار کے مجھے حضرت الاستاذ قاسم نانوتویؒ نے کھڑا کردیا میں لرزاں وترساں ممبر کے پاس کھڑا ہوگیا، خطبہ بھی پڑھ لیا، حدیث بھی پڑھ لی اور کچھ ترجمہ وغیرہ شروع کیا اتنا تو میں نے دیکھا کہ حضرت باہر کی سہ دری میں گردن جھکائے میری طرف متوجہ ہیں، پھر مجھے خبر نہ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تقریباً دوڈھائی گھنٹہ میں نے بیان کیا، نہ بیان سے پہلے خبر تھی کہ کیا کہوں گا نہ بعد میں خبر ہوئی کہ کیا بیان کیا مگر لوگوں نے کہا کہ نہایت اونچے اونچے علوم بیان کئے۔ حقانی صاحب نے فرمایا:

حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق مدظلہم کی توجہ سے میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ میں نے الحمراء ہوٹل میں ''جامِ صحت'' پر مفصل بیان کیا نہ بیان سے پہلے خبر تھی کہ کیا کہوں گا نہ بعد میں خبر ہوئی کہ کیا بیان کیا مگر لوگوں نے کہا: واہ واہ! خطاب کیا تو تم نے کیا اور بات ایسی بنی کہ مجمع عش عش کر اُٹھا(ساعتے بااہل حق:۳۰۳)

''جامِ صحت'' کن کے نام

حضرت حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! لاہور کی ''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب میں آپ نے مجھے کتاب سے جامِ صحت والے اقتباس کے پڑھ کر سنانے کی طرف توجہ دلائی تھی اور ''جامِ صحت'' پر تقریر کیلئے فرمایا تھا، میں اس وقت کچھ نہ سمجھا کہ جام صحت کیا ہے اور آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں،مگر آپکے حقانی نے ''جامِ صحت'' پر تقریر کروا ڈالی اور یہ آپ کی کرامت تھی کہ خوب داد ملی۔ حقانی صاحب نے دریافت کیا حضرت! اس ''جامِ صحت'' کا پس منظر کیا تھا؟ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: ۲۰۰۸ء میں ارکانِ سینٹ کا ایک وفد آذر بائیجان گیا ہوا تھا، جس میں میرے علاوہ مشاہد حسین سید، جناب وسیم سجاد، جناب لطیف کھوسہ اور ایس ایم ظفر وغیرہ اہم ارکان سینٹ بھی شامل تھے،مغربی ممالک اور ان سے متاثر معاشرہ میں آذر بائیجان کے لوگوں کی عادت ہے کہ جو چیز بھی پیتے ہیں یا پلاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں کیلئے ہے اور اسے ''جامِ صحت'' حلال یا حرام سے تعبیر کرتے ہیں، ہمارے میزبانوں نے بھی ہمیں مشروبات پیش کیں۔ جو چاہتا کوئی بھی مشروب گلاس میں اٹھائے ہوئے اوپر اچھالتا ہمارے ساتھی بھی اس کے جواب میں کسی بھی جائز مشروب سے جواب دیتے، یہ ''جامِ صحت'' انکا اپنے مہمانوں کیلئے ایک گونہ عقیدت ومحبت اور نیک تمناؤں کا اظہار تھا، حقانی صاحب نے فرمایا: جی! میں آج ''جامِ صحت'' کی اصطلاح اور پس منظر کو سمجھ سکا (ساعتے بااہل حق ص:۳۰۴)

''جامِ صحت'' مفسرین ومحدثین کے نام

حضرت مولانا سمیع الحق نے فرمایا: ہمارے ساتھیوں نے جوابی تقریریں کیں اور ایک دوسرے کی صحت کی خواہش اور خیر سگالی کا اظہار کرتے رہے۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں ''جامِ صحت'' اس خطہ ماوراء النہر اور سنٹرل ایشیا کے ان ہزاروں علماء، فقہاء، حکماء، شعراء، کیمیا دانوں، سائنسدانوں، سیاست دانوں، محدثین ومفسرین اور انکے بے مثال حکمرانوں کے نام تجویز کرتا ہوں، جنہوں نے علم وفن اور حکمت ودانش سے چار دانگ عالم کو منور کیا، میں ''جامِ صحت'' امام بخاریؒ، امام

ترمذیؒ ، امام مسلمؒ جیسے سینکڑوں محدثین کے نام تجویز کرتا ہوں کہ جنکے فیوض سے بغداد ودمشق اور مکہ ومدینہ سیراب ہورہے ہیں ، جنہوں نے حدیث وتفسیر' فقہ اور قانون کے میدانوں میں دنیا پر علم وفقہ کے دروازے کھولے۔ جن کے علم وحکمت اور سائنس وطب، فلکیات وجغرافیہ، شعروادب ،علوم ریاضیہ وعلوم ہیئت نے نہ صرف عالم اسلام بلکہ مغرب کیلئے بھی نشان راہ کا کام دیا تصوف وسلوک اور روحانیت کے سارے سلسلے ،اصلاح نفس اور معرفت الٰہیہ کے سرچشمے یہاں سے پھوٹے (ساعتے با اہل حق ص:۴۰۳)

''جامِ صحت'' شہداء کے نام

یہ'' جامِ صحت'' ان ہزاروں لاکھوں شہداء کے نام تجویز کرتا ہوں جو انقلاب روس کے بعد بالشویکوں اور سوشلسٹوں ،منکرین خدا دھریوں کے گوناگوں ظلم وستم کا شکار ہوئے ، ان کی مساجد ، مدارس وخانقاہیں مٹادی گئیں مگر وہ عزیمت کے پہاڑ بن کر ان حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور جانیں جان آفریں کے سپرد کیں، یہ'' جامِ صحت'' میں ان لاکھوں شہدا کے نام تجویز کرتا ہوں جو سوویت یونین کی استبدادی جارحیت کے بعد افغانستان میں اٹھ کھڑے ہوئے اور علماء ومجاہدین کی قیادت میں سب کچھ لٹادیا ، ۲۵ لاکھ نے جان کا نذرانہ پیش کیا ، لاکھوں معذور اور اپاہج ہوئے لاکھوں اب تک دنیا بھر کی خاک چھان رہے ہیں مگر بالآخر جفا کیشوں اور جان نثاروں نے دنیا کی بڑی سپر پاور کو شکستِ فاش دی اور ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں آج سنٹرل ایشیاء اور آپ سب آزاد ہیں یہ مجاہدین وشہداء آپ کے نجات دہندہ بنے اور آج آذربائیجان اور سنٹرل ایشیاء کے لوگ آزاد ہیں اور آزادی کی فضاؤں میں اپنے تشخص اسلامی شناخت کے دروازے کھول بیٹھے ہیں، صرف آپ نہیں ان کی قربانیوں نے دیوار برلن توڑ دی ہے ، مشرقی یورپ آزاد کرایا ، لینن اور سٹالن کارل مارکس کے نظریات اور نظام ہائے باطلہ پیوند خاک کر دیئے۔

آخر میں ان سخت جان شہداء کے نام جو سوویت یونین کے شکست وریخت کے بعد روس کے مظالم کا شکار ہوئے اور اب تک روسی عفریت کے وفادار نام نہاد مسلمان جانشینوں کے مذموم مقاصد کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ شہداء کی قبروں پر ہمیں اس دورہ میں حاضری کا موقع بھی ملا ،فرمایا: '' جامِ صحت'' ان ممدوحین اور محسنین کے نام تجویز کرنے سے میزبانوں پر بڑے خوشگوار اور حیرت انگیز اثرات مرتب ہوئے ، دادوتحسین اور تبریک کا ایک شور اٹھا اور انہیں اپنی لاعلمی اور حق ناشناسی پر ندامت کی کیفیت نمایاں محسوس ہورہی تھی (ساعتے با اہل حق ص:۴۰۴)

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مدرس و مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا شہیدؒ کا فقہی ذوق اور بصیرت

برادرم مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جید استاد اور بہترین خداداد ذہانت و فطانت کے حامل مفتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی طور پر فقہ وقضاء کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے، آپ حضرت شہیدؒ کے بہت قریب رہے، ان کے بعض دروس وآمالی کے مرتب اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں سرفہرست ''فتاوی دارالعلوم حقانیہ''، ''خطبات حق'' اور ''اسلام کا نظام اکل وشرب'' ہیں۔ اب گوکہ کچھ توجہ تصنیف وتالیف سے کم ہوگئی ہے میری بھرپور کوشش ہے کہ ایک بار پھر تصنیف و تالیف کی طرف اپنی توجہ مبذول کرائیں انکے ذمہ ''حقائق السنن'' اور ''فتاوی حقانیہ'' کی بقیہ جلدوں کی ترتیب وتدوین کا کام قرض رہتا ہے، گوکہ آپ ان عظیم تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں لیکن ہم آپکی بھرپور اور فوری توجہ کے منتظر ہیں......

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب — دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

ان کاموں کی تکمیل سے حضرت شیخ شہیدؒ کی روح کو فرحت محسوس ہوگی۔ (مدیر)

حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ ایک عالمگیر اور ہمہ جہت صفات کی حامل شخصیت تھے آپ رحمہ اللہ ہر میدان کے شہ سوار اور ہر محاذ کے سپہ سالار تھے، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ فن افتاء میں بھی ایک مایہ ناز حیثیت رکھتے تھے جو عموماً لوگوں پر مخفی ہے۔

دارالعلوم حقانیہ میں تخصص فی الفقہ کا اجراء

اسی فقہی ذوق کی بناء پر آپ رحمہ اللہ نے ۱۴۰۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سرپرستی میں باقاعدہ طور پر دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء قائم فرمایا اس وقت فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید رحمہ اللہ اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب زید

مجد ہم کو اس شعبہ کی جملہ ذمہ داریاں سونپ دی گئیں، جب یہ اکابر مفتیان کرام دارالعلوم حقانیہ سے اپنے اپنے اعذار کی بناء پر چلے گئے تو پھر اس شعبہ کی تمام تر ذمہ داریاں اس وقت جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب کی نگرانی میں دو ماہر اساتذہ راقم الحروف مختار اللہ حقانی اور مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب تا وقت تحریر انجام دے رہے ہیں اور حضرت اقدس رحمہ اللہ اس شعبہ کی تا وقت شہادت سر پرستی فرماتے رہے اور با قاعدہ تقریباً ہر ماہ اس شعبہ کے اساتذہ کرام اور طلباء کے ساتھ میٹنگ کرتے رہے اور طلبائے کرام کے مقالہ جات بھی ملاحظہ فرماتے تھے اور اس شعبہ کی خصوصیت کے ساتھ نگرانی اور سر پرستی فرماتے تھے جس سے آپ رحمہ اللہ کے فقہی ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ کا شمار دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مفتیان میں ہوتا تھا، جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے شائع شدہ ''فتاویٰ حقانیہ'' کی جلد اول میں مفتیان کرام کے تذکرہ میں آپ رحمہ اللہ کا نام جامعہ کے مفتیان کرام میں مذکور ہے، آپ رحمہ اللہ درس وتدریس کے میدان، ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت اور دیگر مصروفیات کے باوجود دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات بھی دیا کرتے تھے اور اسی طرح آپ رحمہ اللہ کے اکثر فتاویٰ ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور میں بھی شائع ہوتے رہے، جس طرح آپ کی طبیعت تحقیق پسند تھی تو وہی رنگ آپ کے فتاویٰ پر بھی غالب ہے، اس لئے آپ کے اکثر فتاویٰ طویل اور اپنے موضوع کے جملہ پہلوؤں کو شامل ہوتے ہیں جس میں بعض اس وقت ''فتاویٰ حقانیہ'' کی زینت بھی ہیں۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا فقیہانہ انداز

حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ جس طرح عالمی سیاست اور دیگر علوم وفنون پر گہری نظر رکھتے تھے تو اسی طرح فقہ وافتاء پر بھی آپ رحمہ اللہ کی گہری نظر تھی، اصول وافتاء سے آگاہی کا اندازہ آپ رحمہ اللہ کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مایہ ناز فتاویٰ ''فتاویٰ حقانیہ'' کے مقدمہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جو ۷۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس مقدمہ کے حوالے سے استاد العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ فتاویٰ حقانیہ پر اپنے عالمانہ تأثرات میں لکھتے ہیں اس کی جلد اول ۵۸۷ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کی ابتداء میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا مرتب کردہ فقہ، تدوین فقہ اور آداب افتاء واستفتاء سے متعلق ایک پُر مغز مقدمہ شامل ہے (ماہنامہ ''الفاروق'' ربیع الاول ۱۴۲۳ھ)

اور ماہنامہ ''الحسن'' لاہور کے مدیر جناب مولانا محمد اکرم کاشمیری مدظلہ فتاویٰ حقانیہ پر اپنے جامع

تأثرات میں حضرت اقدس کے اس وقیع مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں ''فتاویٰ حقانیہ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے جوکسی اورفتاویٰ میں بہت کم پائی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا ایک مربوط ومبسوط مقدمہ ہے، یہ مقدمہ حضرت مولانا سمیع الحق (مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے قلم سے مرقوم ہے، اس مقدمے میں فقہ کی لغوی اوراصطلاحی تعریف کے ساتھ فقہی مأخذ قرآن کریم، سنت، اجماع، قیاس استحسان، عرف وعادت، استصحاب، مصالح مرسلہ، لطائف افتاء، فتاویٰ دورنبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں، فتاویٰ دورصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں، فتاویٰ دورتابعین میں، مفتیان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اوران کی اقسام وطبقات، تابعین فقہائے کرام اورانکے طبقات، مفتی کے شرائط وآداب مستفتی سمیت کئی ایک اہم مسائل اورموضوعات پر سیرحاصل بحث کی گئی ہے، فن افتاء سے تعلق رکھنے والے حضرت کیلئے عموماً اوراس فن کے متخصصین کیلئے خصوصاً اس کا مطالعہ از حد ضروری ہے، اگرایسے ادارے جہاں تخصص فی الفقہ کرایا جاتا ہے وہ اس مقدمہ کوعقود رسم المفتی کیساتھ ساتھ طلبہ کے نصاب میں داخل کردیں تو طلبہ کیلئے بہت ہی مفید رہیگا(ماہنامہ الحسن جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت مولاناؒ نے فقہ وافتاء میں جو مقالات اورفتاویٰ تحریر کئے ہیں وہ اس وقت فتاویٰ حقانیہ کی زینت ہیں، مثلاً آپ کے تحریر کردہ مضامین ''چاند تک انسان کی رسائی'' اور''اسلام اورعہد حاضر کے سائنسی کارنامے''، ''چاند اورستاروں کی تسخیر''، ''چاند تک انسانی رسائی، چند شبہات کا ازالہ''اورباب الفرق الاسلامیہ وغیرہا میں، قومی اسمبلی کی تاریخی سفارشات اورآئین میں ترامیم کا بل، قادیانی مسئلہ میں مسلمانوں کی فتح مبین، قادیانیت کے بارے قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ اوراس کے ذیلی تقاضے، مطالعہ اقلیت کا ایک سرسری جائزہ، بہائیت، فتنہ رفض وانکار صحابہ، متجددین او رمنکرین حدیث کا جاہلانہ تصور نبوت، فتنہ انکار حدیث، اکبر دی گریٹ کا ماڈرن اسلام، تجدد واصلاح کے نعروں کی اصل حقیقت اور ماڈرن ازم یاباطنیت کا نیا روپ فتاویٰ حقانیہ کی جلد اول کی زینت ہے اوراسی طرح فتاویٰ حقانیہ کی جلد دوم کی کتاب السیاسۃ میں شریعت بل کا پس منظر، اسلام اورمغربی جمہوریت کا تقابلی جائزہ، سوشلزم اوراسلام کا موازنہ، سوشلزم اوراسلام کا تقابلی جائزہ، عائلی قوانین کی شرعی حیثیت، عورت کا سربراہ مملکت بننا، مسلمان کی تعریف، عورتوں کے حقوق کے عنوان کے تحت تفصیلی مضمون شائع ہوا اورفتاویٰ حقانیہ کی جلد۴ میں اسلامی قوانین نفاذ میں شیعہ سنی کی تفریق تباہ کن ہے کے عنوان سے حضرت کا وفاقی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں نظام عشراورقاضی عدالتوں کے مسودوں پر دس منٹ کا مختصر مگر جامع خطاب شائع ہوچکا ہے، جس کا مطالعہ کرنے سے آپ رحمہ اللہ کی فقاہت

کا اندازہ ہوجاتا ہے ،اسی طرح ''زکوٰۃ اورمتجددین قصرِ اسلام میں شگاف کی سعی'' کےعنوان سے حضرت اقدسؒ نے ڈاکٹرفضل الرحمٰن سابق ڈائریکٹرادارہ''تحقیقات اسلامی پاکستان'' جیسے روشن خیال حضرات جب زکوٰۃ جیسی مقدس عبادت کو جب عبادت سے نکال کر اسلامی ٹیکس مراد لینے کی ناکام کوشش کررہے تھے تو حضرت اقدسؒ نے ان روشن خیال طبقے کا تعاقب کرتے ہوئے ایک جاندار مضمون تحریرفرمایا جواس وقت ماہنامہ''الحق'' میں شائع ہوااور بعد میں''فتاویٰ حقانیہ'' کی زینت بنا۔

اسی طرح عالم کفرنے مسلمانوں کی ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ ان کی افرادی قوت سے بھی خائف ہوکران دونوں کوختم کرنے کیلئے جب خاندانی منصوبہ بندی کا غیرفطری طریقہ اورنظریہ کا آغاز کیا اوراپنے اس منصوبہ کوکامیاب بنانے کیلئے سبز باغ کےطور پر وسائل کی کمی ، رزق کی تنگی ،صحیح تعلیم و تربیت اورخصوصاً عورتوں کی صحت وغیرہ جیسے دلفریب نعرے کی آڑ میں یہود وہنود کے اصل ہدف مسلمانوں کی ایمانی اورافرادی قوت کوختم کرنے کا نعرہ لگایاتو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اس ناکام عزم کے تعاقب میں''خاندانی منصوبہ بندی'' کےعنوان سے لوگوں کواس نظریہ کے خطرات اور اس کے نتائج سے خبردارکرنے کیلئے ایک جامع مضمون لکھ کر ماہنامہ''الحق'' میں شائع کیا،جواس وقت فتاویٰ حقانیہ کی جلد۴ کی زینت ہے،اسی طرح آپؒ کی فقاہت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے ،جس وقت آپؒ''وفاقی مجلس شوریٰ'' کےممبر تھے تو عورت کی دیت نصف ہونے کے مسئلے پرآپؒ نے ایک جامع تقریرکی جو ماہنامہ''الحق'' میں شائع ہوئی اوراب''فتاویٰ حقانیہ'' کی زینت ہے۔

اسی طرح جب امریکہ سی، ٹی ، بی، ٹی ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کے جامع معاہدہ کے نام سے پاکستان کواس معاہدہ پر دستخط کراکے پابند بنانا چاہتا تھا جس کا اصل مقصد پاکستان کوایٹمی توانائی کے استعمال یا اس کی مزید ترقی کو روکنا تھا توحضرت اقدس رحمہ اللہ نے اپنی نگرانی میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے ایک جامع فتویٰ مرتب فرمایا، بندہ ناچیز راقم الحروف بھی اس کارخیر میں شریک تھا اور راتوں رات اس فتویٰ کوکثیرتعداد میں شائع کرکےممبران پارلیمنٹ ، سیاستدانوں ، سائنسدانوں ،فوجی اداروں ،علماء ، دانشوروں ،صحافیوں اورعامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کیا تاکہ اس فتویٰ سے مسلمان ملک کے حکمران کوآگاہ کیا جائے کہ وہ اپنی جہادی قوت ،آلات ووسائل اور حربی تکنیک کوکفار کے دباؤ یاکسی لالچ میں آکراسے محدوداورمعطل یامنجمد ومفلوج نہ کرے بلکہ وطن عزیز پاکستان کی ایٹمی قوت کومزیدترقی دے،اس فتویٰ میں بھی آپؒ بحیثیت مفتی شامل رہے اوراب یہ فتویٰ بھی فتاویٰ حقانیہ کی جلدنمبر۵ کی زینت ہے۔

ایسا ہی قاضی عدالتوں کے مسودہ پر حضرتؒ نے ایک فقہیانہ انداز میں ''ایوان بالا میں قاضی اور عدالتوں کو کتاب وسنت کا پابند کرانا ہوگا'' کے عنوان سے تقریر کی جو اس وقت ''فتاویٰ حقانیہ'' جلد ۵ میں شائع ہو چکا ہے اور ایسا ہی مسودہ قانون شہادت میں بعض ترامیم کے حوالے سے آپ نے ایک کہنہ مشق مفتی کی حیثیت سے تقریر فرمائی ہے جو ''فتاویٰ حقانیہ'' کی جلد نمبر ۵ میں شائع ہو چکا ہے اور ایسا ہی اسلام اور خواتین کی شہادت کے عنوان سے بھی وفاقی مجلس شوریٰ کے فورم پر حضرت اقدس کی ایک تقریر تھی جو قانون شہادت کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے فتاویٰ حقانیہ کی کتاب الشہادہ جلد ۵ میں شامل کیا گیا ہے جس میں حضرت شہیدؒ نے فقہی انداز میں اسلامی قانون شہادت اور خواتین کی گواہی پر جامع گفتگو فرمائی ہے ۔اسی طرح آپؒ نے مجلس شوریٰ میں قانون شفعہ پر (جو ایک فقہی مضمون ہے) قانون شفعہ کے ساتھ مناسبت کی بناء پر ''فتاویٰ حقانیہ'' کی جلد نمبر ۶ میں شامل کیا گیا ہے۔

اسی طرح انفرادی اور شخصی ملکیت کے عنوان پر حضرت اقدس کا ایک جامع فقہی مضمون بھی ''فتاویٰ حقانیہ'' کی جلد ۶ میں شائع ہو چکا ہے ،سعودی کے ایک شیخ احمد کی طرف منسوب ایک خواب عرصہ سے شائع ہوتا رہا ہے جو کسی پر مخفی نہیں ، اس خواب کی کیا حقیقت ہے؟ اس حوالے سے حضرت اقدس کا ایک مدلل ومفصل فتویٰ جس میں اس خواب کے ہمہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ''فتاویٰ حقانیہ'' کی جلد چھ میں شائع ہوا ہے ۔اس کے علاوہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے بعض دوسرے فتاویٰ بھی ''فتاویٰ حقانیہ'' میں شائع ہو چکے ہیں مگر طوالت سے بچنے کیلئے یہاں ان کی نشان دہی نہیں کی گئی اور بعض ایسے فتاویٰ جو آپؒ کے زیر نگرانی مرتب ہوئے جو ''فتاویٰ حقانیہ'' میں شائع تو نہیں ہوئے مگر ریکارڈ میں محفوظ ہیں ۔

حضرت اقدس شہید رحمہ اللہ کی وسعت نظری

حضرت شہیدؒ کی ان تحریرات اور فتاویٰ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حضرت اقدس شہید رحمہ اللہ فتویٰ کے میدان میں بھی وسیع النظر انسان تھے، آپ شہیدؒ حالات حاضرہ کو سامنے رکھ کر کسی مسئلہ کے بارے میں رائے رکھتے تھے اور یہی فتوے کا اصول ہے ایک کامیاب مفتی وہی ہوتا ہے جو فتویٰ دیتے وقت تین چیزوں کا خیال رکھے ۔

☆ ...... صورت مسئولہ یعنی سائل نے جو پوچھا ہے ۔

☆ ...... سائل کی ذات وشخصیت یعنی سائل کس نوعیت کا شخص ہے ۔

☆...... **حالات حاضرہ کیا ہیں؟ جب کوئی مفتی ان اصول کو سامنے رکھ کر فتویٰ دیگا وہ فتویٰ پائیدار اور مفید ہوگا۔**

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اِناَّ نرکب البحر ونحمل معنا القليل من الماء، فإن توضأنا به عطشنا،افنتوضأُ من ماء البحر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هوالطهور ماؤه والحِلُّ مَيْتَتُهُ (الترمذی:٦٩)

کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس تھوڑا پانی ہوتا ہے تو اگر ہم اس پانی سے وضو کریں گے تو ہم پیاسے ہوجائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت کیلئے نعم سے بھی جواب دے سکتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات حاضرہ کو دیکھ کر ایک اصولی جواب عنایت فرمادیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هو الطهور ماء ه والحل ميتته کہ سمندر کا پانی پاک ہے اوراس کا مردار حلال ہے جس سے مراد مچھلی ہے نعم کا جواب صرف سمندر کے پانی سے وضو کی اجازت تک محدود رہتا، مگر هوالطهور ماء ه سے وضو، غسل، کپڑے دھونے، برتن دھونے (یعنی ہر وہ کام جو پاک پانی سے متعلق ہے) کی اجازت مل گئی، اسی طرح جس انسان کو ضرورت پانی پینے کی ہے تو ایسی ہی ضرورت کھانے کی پیش آسکتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات حاضرہ کو دیکھ کر جواب عنایت فرمایا اور اسی طرح روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے بوس وکنار لینے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو اجازت دی اور دوسرے کو منع کیا کیونکہ ایک سائل نوجوان تھا جس کے متعلقہ روزہ کی حالت میں جماع کے مرتکب ہونے کا خطرہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا یعنی اس کو تقبیل کی اجازت نہیں دی اور دوسرا سائل عمر رسیدہ تھا ان سے بمقابل نوجوان کے خطرہ کم تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو دیکھ کر استفتاء کا جواب عنایت فرمایا اور حضرت اقدس بھی کسی مسئلے کے بارے میں رائے ظاہر کرتے ہوئے اسی اصول پر عمل فرماتے تھے، مجھے یاد ہے جب پرنٹ میڈیا اورالیکٹرانک میڈیا کے ذریعے لوگوں اورخصوصاً مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی کیلئے ایک اسلامی چینل کھولنے کی بحث چھیڑی گئی تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء سے بھی اس کے متعلق پوچھا گیا، چونکہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ جب جدید اورمعرکۃ الاراء مسائل کے متعلق سوالات کا جواب ڈاک کے ذریعے آتا تھا تو اس پر تحریر فرماتے کہ جواب لکھ کر میرے ساتھ مشورہ

کریں تو جامعہ دارالعلوم کراچی سے اس نوعیت کا ایک استفتاء آیا تو دارالافتاء کے ایک مفتی صاحب نے روایتی انداز میں عدم جواز کا فتویٰ لکھ کر حضرت اقدس رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا جب وہ جواب آپ رحمہ اللہ نے دیکھا تو فرمایا کہ میں اس جواب کو حالات حاضرہ کے مطابق نہیں سمجھتا اور برادرم محترم جناب مولانا یوسف شاہ صاحب سے فرمایا کہ یہ استفتاء مختار اللہ (راقم الحروف) کو دو اور اس سے کہو کہ حالات حاضرہ کو مدنظر رکھ کر مدلل فتویٰ تحریر کرکے میرے ساتھ مشورہ کریں، چنانچہ بندہ ناچیز نے اپنی بساط کے مطابق استفتاء کا جواب تحریر کرکے رَف صورت میں حضرت کی خدمت میں پیش کیا، جب حضرتؒ نے اس جواب کو دیکھا تو فرمایا یہی جواب حالات حاضرہ کے مطابق صحیح جو اب ہے اور فرمایا کہ اس جواب کو ماہنامہ ''الحق'' میں بھی شائع کرو، اسی طرح ایک موقع پر ہمارے ایک قریبی دوست کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا اس کی اہلیہ بیمار تھیں، حمل کے چار پانچ ماہ بعد اس نے لیڈی ڈاکٹر سے اہلیہ کا چیک اپ کروایا، اسوقت حالات نارمل تھے، ایک دو ماہ بعد اسکی اہلیہ کو سخت تکلیف شروع ہوگئی تو دوبارہ چیک اپ کیلئے گئے تو پتہ چلا کہ رحم کے اندر والی جھلی میں سوراخ ہو چکا ہے اور پانی جھلی میں سے نکل کر رحم میں آچکا ہے اور جھلی اس بچے کے ساتھ چپک چکی ہے اور رحم میں انفکشن ہو چکا ہے، جس سے زچہ و بچہ دونوں کو خطرہ ہے، ڈاکٹر نے اسقاط حمل کا مشورہ دیا چونکہ وہ ایک دیندار آدمی تھا تو اس نے بعض علماء و مفتیان کرام سے شرعی مسئلہ دریافت کیا تو بعض مفتیان کرام نے اس کو اسقاط حمل سے منع کیا کیونکہ بچے کے چار ماہ ہو چکے تھے لیکن جب اس نے مولانا صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا تو آپ نے اس کو اسقاط حمل کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ حیات مستقل کو حیات غیر مستقل کیلئے ضائع کرنا عقلمندی نہیں، جب اس نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ مولانا صاحب نے جو جواب دیا یہی مناسب ہے کیونکہ اس حوالے سے ڈاکٹر حضرات کی رائے معتمد ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے اور اسی کا ہمیں قرآن مجید نے حکم دیا ہے فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون کہ اگر کسی چیز کے بارے میں تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ کر اس پر عمل کرو، چونکہ طب کے میدان کے اہل ذکر ڈاکٹر حضرات ہیں تو مولانا صاحب نے جواب اسی کے مطابق دیا، جامعہ ازہر کے ایک مایہ ناز مفتی شیخ جاد الحق علی جاد الحق شیخ الازہر کا یہی فتویٰ ہے۔ اسی طرح جب کویت اور عراق کا مسئلہ چل رہا تھا اور اقوام متحدہ نے عراق کیلئے پاکستان سے فوج طلب کی، چونکہ اس معاملے میں پاکستانی فوج کا عراق جانا وطن عزیز کیلئے فائدہ مند نہ تھا اور نہ حالات حاضرہ کے مطابق درست تھا تو متحدہ مجلس عمل نے حضرت اقدس رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی

تشکیل دی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور مفتیان کرام کی نمائندگی تھی، راقم الحروف بھی اس کمیٹی کا ایک ممبر تھا، اس کمیٹی میں شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، حضرت اقدس مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مروت زید مجدہم، حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہ منصورہ لاہور اور دیگر علمائے کرام اور مفتیان عظام شامل تھے اور ان سب کے نگران اعلیٰ حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تھے اور ان کی نگرانی اور ہدایات پر ایک جامع فتویٰ مرتب کیا گیا جس پر سارے اکابرین نے دستخط ثبت کئے اور ۱۴/ اگست کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسے میں حضرت اقدس رحمہ اللہ نے سنایا اور اس کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے وطن عزیز کو اس مصیبت سے بچایا، اس قسم کے کئی واقعات ہیں جس کے حل میں جب حضرت اقدسؒ شرعی جواب اور رائے دیتے تھے تو حالات حاضرہ کو سامنے رکھ کر دیتے تھے، اسی بنا پر آپ رحمہ اللہ نے جو تحریرات لکھی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، ان سب میں ایک کہنہ مشق مفتی اور فقیہ ہونے کا عنصر واضح ہے۔

دوراندیشی اور بیدار مغزی

ویسے بھی ایک عالم دین اور مفتی کیلئے دوراندیشی اور بیدار مغزی انتہائی ضروری ہے گویا تیقظ مفتی کیلئے ایک شرط لازم ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ قلت وھذا الشرط لازم فی زماننا والحاصل ان من غفلة المفتی یلزم ضرر عظیم فی ھذالزمان (رد المختار ۴/۴۱۸)

میں کہتا ہوں کہ بیدار مغز ہونے کی شرط ہمارے اس زمانے میں لازم ہے کیونکہ مفتی کی غفلت اور لاپرواہی سے اس دور میں بڑا نقصان لازم آئے گا اور حضرت اقدس رحمہ اللہ دوراندیشی اور بیدار مغزی میں اپنی مثال آپ تھے، اس لئے چاہے عالمی سیاست کا میدان ہو یا فقہ کا میدان، یا معاشرتی مسائل کا میدان ان تمام میدانوں میں حضرتؒ جب بھی کسی رائے کا اظہار فرماتے تو بسا اوقات وقتی طور پر اگر چہ بعض معاصرین آپؒ سے اختلاف کرتے مگر کچھ ہی مدت میں وہ تمام حضرات آنجناب رحمہ اللہ کی رائے کے قائل ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کا موقف اس حوالے سے اس وقت بھی درست تھا اور آج بھی درست ہے۔

افتاء وقضاء میں عرف واحوال الناس

دوراندیشی اور بیدار مغزی کے ساتھ حضرتؒ کی عرف واحوال الناس پر بھی گہری نظر تھی، چونکہ ایک مفتی اور عالم دین کیلئے زمانے کا عرف جاننا لازم اور ضروری ہے جیسا کہ اصول افتاء میں ہے وفی القنیة لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاهر المذهب ویترکا العرف قنیه میں ہے کہ مفتی اور قاضی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ زمانہ کے عرف ورواج کو چھوڑ کر صرف ظاہر الروایۃ پر فیصلہ کرے کیونکہ ایک مفتی کیلئے جائز نہیں کہ وہ عرف کے خلاف فتویٰ دے علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے وهذاصریح فیما قلنا ان المفتی لایفتی بخلاف عرف زمانه (عقود......) اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ مفتی اپنے زمانے کے عرف کے خلاف فتویٰ نہیں دے سکتا، جیسا کہ ہم نے کہا ہے کیونکہ اگر مفتی اور قاضی زمانے کے عرف کو فتویٰ اور فیصلہ میں نظر انداز کردے تو بہت سارے لوگوں کے حقوق ضائع ہوجائیں گے:

> کما قال ابن عابدین ظهر لك ان جمود المفتی او القاضی علی ظاهرالمنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس یلزم منه تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین (عقود رسم المفتی)

جو کچھ عرض کیا گیا اس سے آپ پر یہ بات عیاں ہوچکی ہوگی کہ اگر مفتی اور قاضی نے عرف عام اور قرائن واضحہ کو نظر انداز کیا اور لوگوں کے حالات سے بے خبر رہا اور ظاہر پر جما رہا تو پھر یقین کرلینا چاہئے کہ اس طرح بہت سارے حقوق ضائع کرنا اور بہت سے لوگوں پر ظلم کرنا لازم آئے گا، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں مذکور ہے کہ آپ بازار جاتے، تاجروں وغیرہ سے ملتے اور ان سے ان کے معاملات کے بارے معلومات حاصل کرتے اور ان سے ان کے رواج کے بارے میں پتہ لگاتے ، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ میں بھی یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی کہ آپ رحمہ اللہ کو عرف اور احوال الناس کے بارے میں گہری معلومات تھیں اس لئے آپؒ جو بھی جواب دیتے یا مسئلہ بیان فرماتے تو اس میں عرف اور احوال الناس اور حالات حاضرہ مدنظر ہوتے تھے۔

مصلحت کی ترجیح

کیونکہ آپ اظہار رائے میں مصلحت کو سامنے رکھتے تھے اور فقہائے کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں دو رائے ہوں اور متاخرین نے کسی ایک رائے کو ترجیح نہ دی یا دی ہو

مگر موجودہ حالات اس ترجیح کے متحمل نہ ہوں تو مفتی مصلحت کی بنیاد پر فتوی دے سکتا ہے، چنانچہ صاحب بزازیہ نے لکھا ہے:

المفتی إنما یفتی بما یقع عندہ من المصلحة کما فی مهرالبزازیة
(الاشباہ والنظائر ۳/۸)

''مفتی بلاشبہ اس مصلحت پر فتویٰ دیتا ہے جسے وہ مناسب سمجھتا ہے جیسا کہ بزازیہ کے باب المہر میں ہے۔''

تہجد کی رکعات کی تعداد کے حوالے سے چونکہ روایات مختلف ہیں، بعض میں آٹھ بعض میں بارہ تو بعض میں اٹھارہ اور بعض میں اس سے کم مذکور ہے تو حضرت اقدس رحمہ اللہ نے فقہیانہ انداز میں ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ بارہ رکعتوں والی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ وہ غیر مضطرب ہیں یا پھر دونوں میں تطبیق کی جائے گی، یوں کہ تہجد میں اکثر اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بارہ رکعات پڑھنے کی تھی لیکن کبھی کبھی آٹھ پر اکتفاء بھی کر لیتے تھے اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں عام معمول یہی ہو (زین المحافل ۲/۱۵۹)

کمال احتیاط

ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے إن من استفتی عن مسئلة لایعلمها فعلیه أن لایجعل فی الإفتاء ولا یستنکف عن الإستفتاء عمن هو أعلم ولایبادر علی الاجتهاد مالم یضطر إلیه فإن ذلك من سنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وسنة جبریل ؑ(بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل ۱/۶۱)

جس مفتی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے جس کا جواب وہ جانتا نہیں تو اس کا فرض ہے کہ وہ فتویٰ دینے میں عجلت نہ کرے اور نہ اپنے سے بڑے عالم سے پوچھنے میں شرمائے اور جب تک بالکل اضطرار کی سی کیفیت نہ ہو جائے، اجتہاد کی ہمت نہ کرے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا، مگر اتنا گہرا علم اور وسیع معلومات کے باوجود حضرت اقدس مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ مسائل کے جواب میں اتنے محتاط تھے کہ جانے ہوئے مسئلہ کے جواب میں کسی بھی مستند عالم اور مفتی سے مشورہ کرتے، آپ رحمہ اللہ جب بھی عالمی سطح پر فقہی سیمینار میں بھی جاتے تو اس سیمینار میں زیر بحث مسائل کے حوالے سے اکثر مجھ ناچیز کو بلا کر ان مسائل کے متعلق بحث فرماتے پھر جو بھی مسئلہ سامنے آتا تو اس وقت اپنی رائے کے طور پر سیمینار میں پیش فرماتے۔

مگر دنیا سے ہر کسی نے جانا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ(الآیۃ) حضرت اقدس بھی اپنے رب کے پاس چلے گئے۔آپؒ ہر وقت شہادت کی تمنا لئے زندگی گزارتے تھے جو آخر کار اللہ تعالیٰ نے پوری کردی، اور پیرانہ سالی میں شہادت نصیب فرمائی، ویسے تو جب سے دنیا بنی ہے، انسانوں کا اس دنیا میں آنا اور جانا جاری ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سبيل الموت غاية كل حي　　　فـداعية لأهل الأرض داع

موت کا راستہ ہر زندہ انسان کا انجام ہے، اس لئے کسی وقت بھی اس کو زمین سے جانے کیلئے کوئی بلانے والا بلائے گا۔

فصبر فی مجال الموت صبرا　　　فـــما نيل الخلود بمستطاع

پس موت کے میدان میں صبر کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ ہمیشہ زندہ رہنا کسی کی طاقت میں نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں دائمی طور پر رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا، جب بھی کسی انسان کی زندگی کے لمحات پورے ہوئے تو اس کو دنیا سے جانا پڑا فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْن اگر کوئی دنیا میں ہمیشہ کیلئے رہنے کا مستحق ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو رہنا ہوتا...... دریں دنیا کسے تابندہ بودے　　　ابوالقاسم محمد زندہ بودے

ولو كانت الدنيا تدوم لواحد　　　لــكان محمد فيها مخلدا

اگر دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رہتے،لیکن جب ایسی شخصیت دنیا سے کوچ کرگئی، تو ثابت ہوا کہ اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ کیلئے رہنا نہیں ہے۔

الا إنما كانت وفاة محمد　　　دليل على أن ليس على الله غالب

خبردار بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی غالب نہیں تو گویا ہر کسی کو وقت مقررہ پر موت آنی ہی ہے، انسانی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ آنا تو ترتیب سے ہے مگر جانے میں کوئی ترتیب نہیں، موت کا علاج کسی بھی ڈاکٹر طبیب کے پاس نہیں۔

سبقنا إلى الدنيا فلوعاش اهلها　　　مــنعــنا بها من جيئة وذهوب

ہم دنیا کی طرف لائے گئے ہیں اب اگر موت نہ ہوتی اور سب لوگ زندہ رہتے تو پھر دنیا میں چلنا پھرنا دشوار ہوجائے گا۔

وقد فارق الناس الاحبة قبلنا　　　واعییٰ دواء الموت كل طبيب

ہم سے پہلے بھی لوگ اپنے پیاروں سے جدا ہو چکے ہیں کیونکہ موت کے علاج نے تمام طبیبوں کو عاجز کر دیا ہے مگر بعض شخصیات کی موت ایسا خلاء چھوڑ دیتی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، اس دھرتی پر عموماً اور سرزمین پاکستان پر خصوصاً اہل علم کی جانی قربانیاں کسی سے پوشیدہ نہیں، ۱۸۵۷ء سے لے کر تقسیم ہند تک اور تقسیم ہند کے بعد وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی اقدار کے تحفظ اور وطن عزیز کے دفاع کے لئے علمائے کرام کی قربانیاں عالم پر آشکارا ہیں مگر استاد العلماء، مخدوم العلماء، مجاہد اعظم، دفاع پاکستان کونسل کے عظیم سالار، شہید ناموس رسالتؐ حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی قربانی اپنی مثال آپ ہے، جس بیدردی اور سفاکیت کے ساتھ اس پیرانہ سالی میں آپ کو شہید کر کے آپ کا خون بہایا گیا، قریب ادوار میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، اس واقعہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یاد تازہ کر دی، حضرت اقدس شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے پورے عالم اسلام کے علماء وطلباء غمگین ہو چکے ہیں اور پورا عالم اسلام یتیم ہو گیا۔

وما هلك قيس هلك واحد

ولكنه بنيان قوم تهدما

شیخ الحدیث حضرت اقدس شہید رحمہ اللہ کی شہادت بھی کسی ایک انسان کی موت نہیں ہے، بلکہ اس شہادت سے پورے عالم اسلام کی بنیادیں ہل گئی ہیں،۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو شام کے وقت جب حضرت شیخ الحدیث، قائد ملت اسلامیہ کی شہادت کی المناک خبر میڈیا اور دیگر ذرائع پر پھیل گئی تو اس خبر کی تصدیق نے ہم سب کے ہوش اڑا دیئے۔

اتیٰ نباعظیم ذوشجونٍ فزعزع کلنا قبل العشاء

ففی الغبراء والحضراء وضوضاء و ذوقت المساء

عشاء سے پہلے غم واندوہ والی بہت بڑی خبر آئی، جس نے ہم سب کو ہلا کر رکھ دیا، شام کے وقت زمین کی وسعتوں اور آسمان کی بلندیوں میں چیخ وپکار اور شور وغوغا برپا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کو قبول فرمائے اور آپؒ کو جنت الفردوس میں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے اور مادر علمی جامعہ حقانیہ کو صبح قیامت تک آباد وشاد رکھے۔ (آمین)

مولانا محمد زمان حقانی
صدر مدرس مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: نقوشِ زندگی

- ...... ہمارے مخدوم شہیدؒ کی زندگی اور موت دونوں قابلِ رشک
- ...... زندگی غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں گذری
- ...... تحفظِ ناموسِ رسالت میں شہادت نصیب ہوئی

بزرگ عالمِ دین، بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد زمان صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل، سینکڑوں علماء کے استاذ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے شعبۂ تخصص فی الحدیث کے اوّلین فاضل، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خاص مسترشد، المصنّفات فی الحدیث کے مصنف، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور تمنا عمادی کے تعاقب میں ''فتنۂ انکارِ حدیث'' جیسی متعدد کتب کے مصنف ہیں، شہیدِ ناموسِ رسالت مولانا سمیع الحقؒ سے خصوصی تعلقِ خاطر، محبت و والہیّت کا تعلق تھا، ذیل کی تحریر ان ہی کے رُشحاتِ قلم کا عکسِ جمیل ہے جو نذرِ قارئین ہے۔...... (ادارہ)

محترم مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک دینی، مذہبی اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے آپ دارالعلوم دیو بند کے مایہ ناز استاد اور دارالعلوم حقانیہ کے بانی وشیخ الحدیث استاد محترم مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند تھے، آپؒ موصوف نے ابتداء سے دورہ حدیث شریف تک تعلیم اپنے والد گرامی قدر کے قائم کردہ دارالعلوم حقانیہ میں حاصل کی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر کی تکمیل کی (جن کو اب بڑے اہتمام وانہماک سے مرتب کر رہے تھے، غالباً ستائیس پارے مکمل ہو چکے تھے) دارالعلوم حقانیہ کی سند حدیث اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی تفسیری سند کے علاوہ مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا فخرالدین شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند، شیخ التفسیر والحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتوی اور مکہ مکرمہ کے شیخ علوی رحمہ اللہ سے بھی اعزازی سندات اور اجازت حدیث حاصل تھی والحمدللہ علی ذلک

حضرت شہیدؒ نے علوم دینیہ سے فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ بھی اسی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں شروع کیا اور سالہا سال عربی گرائمر صرف ،نحو، ادب ، منطق ،علم فقہ ،اصول فقہ ، تفسیر اور حدیث کے کامیاب اور نمایاں اساتذہ میں رہے ۔

ابتدائی تعارف اور پہلی ملاقات

۱۹۶۳ء میں جب ہم رفقاء ثلاثہ (مولانا جلال الدین ،مولانا گل بادشاہ، اور احقر الانام محمد زمان) نے درس نظامی کی تعلیم (ابتداء تا درجہ مشکوۃ شریف) مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی میں زیر اہتمام استاد محترم قاضی عبدالکریمؒ (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے مکمل کی۔حدیث شریف کی تکمیل کیلئے استاد محترم قاضی صاحب موصوف نے ملک کے اعلیٰ ترین جامعہ دارالعلوم حقانیہ (جو اس وقت ہی سے دارالعلوم دیوبند ثانی کے نام سے معروف ومشہور تھا) کے مہتمم مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے قلمی رابطہ کیا اور حضرت شیخ الحدیث نے بخوشی داخلہ کی منظوری دی تو غالباً دس شوال ۱۳۸۳ھ کو ہم رفقائے ثلاثہ جب دارالعلوم حاضر ہوئے تو سب سے پہلے مخدوم زادہ مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی اور موصوف ہی نے ہمیں حضرت شیخ الحدیث سے ملایا اور حضرت قاضی صاحب کے خصوصی تعلقات کی بناء پر داخلہ میں کوئی خاص دقت وپریشانی نہیں ہوئی ، بہرحال! بتلانا یہ مقصود ہے کہ اس دور میں مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب صرف کتب فنون کے اساتذہ تھے،جبکہ ہمارے اساتذہ مشائخ حدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب زروبوی، مولانا مفتی محمد یوسف صاحب بونیری اور مولانا محمد علی صاحب سواتی تھے۔

۱۹۶۳ء میں دارالعلوم حقانیہ کے طلباء دورہ حدیث کی تعداد صرف باون تھی ، ملک کے دیگر دینی مدارس میں کسی مدرسہ میں دورہ حدیث شریف کے طلباء کی تعداد اس قدر نہیں تھی ، ۱۹۸۸ء میں حضرت شیخ الحدیث کی وفات کے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں مہتمم کے عہدہ پر تقرری ہوئی ،آپ نے اہتمام وانتظام جامعہ حقانیہ کے ساتھ ساتھ درس وتدریس حدیث شریف میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اور اس وقت ۲۰۱۸ء میں وہ شیخ الحدیث کی حیثیت سے معروف تھے ، دارالعلوم حقانیہ میں اس وقت ہزاروں طلبہ مختلف درجات میں زیر تعلیم ہیں،صرف دورہ حدیث شریف میں ڈیڑھ ہزار سے زائد طلباء مختلف شیوخ حدیث کے زیر تربیت صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کی تعلیم سے فیضیاب ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اس علمی خانوادہ سے دارالعلوم حقانیہ کو علمی،

دینی، مذہبی، تبلیغی اور سیاسی خدمات سرانجام دینے اور اپنے اسلاف آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرماویں (آمین)

دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی

تمہیداً معلوم ہونا چاہئے کہ تقسیم ہندوستان سے کافی عرصہ پہلے استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے سینئر ترین مدرس اور استاد حدیث شریف تھے، تحریک تقسیم ہند کے دوران شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء میں اکوڑہ خٹک کی جامع مسجد میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل (بنیاد) رکھی اور اسی میں مولانا سمیع الحق صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کی، الحمد للہ مختصر ترین عرصہ میں حضرت شیخ الحدیث بانی و مہتمم اول کے خلوص نے دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی، تدریسی، تبلیغی، تربیتی نظام کو ایسے انداز سے چلایا کہ پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ کو دیوبند ثانی کی حیثیت عطا کردی اور حضرت شیخؒ کی جتنی نمایاں خدمات دینیہ، ملّی، مذہبی، ملکی وسیاسی، تبلیغی، اشاعتی ہوئی ہیں ان میں مخدوم زادہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ برابر کے شریک ہیں اور حضرت شہیدؒ و دیگر اولاد و احفاد اور لائق ترین اساتذہ کرام کے اعلیٰ ترین تعلیمی، تدریسی، اشاعتی، نظام کی بدولت، اس کو ملک کی ایک بڑی یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہے، جس میں علوم دینیہ (تفسیر و حدیث، فقہ اور دیگر علوم عربیہ و تخصصات) کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں خصوصا دورہ حدیث شریف کے طلباء کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہوا کرتی ہے، ملک کے کسی دینی مدرسہ میں اتنی تعداد نہیں ہوتی والحمد للہ علیٰ ذلک ان کے جملہ اخراجات کی کفالت ان خوش نصیب مخیّر حضرات کے تعاون سے ہوتی تھے، جو علوم نبویؐ کی تعلیم و تعلم اور اشاعت سے قلبی لگاؤ اور دینی جذبہ رکھتے ہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء

دارالعلوم حقانیہ میں مولانا شہیدؒ نے تعلیمی، تدریسی، تنظیمی خدمات کے علاوہ ۱۹۶۵ء میں ماہنامہ ''الحق'' کا اجراء کر کے اس میں اہم مضامین اور جاندار اداریے جو انہی ایام کے حالات کے مطابق ملک وملت، ارباب اقتدار، کی رہنمائی اور ملحد دین بے زار لوگوں کے افکار و نظریات پر ایسی خوش اسلوبی سے رد و قدح کرتے کہ اس فتنہ کو پھیلنے پھولنے کی نوبت نہ آتی، نیز ماہنامہ ''الحق'' میں لکھنے والے حضرات علماء و مشائخ کا شمار اس وقت کے چوٹی کے علمائے کرام و مشائخ عظام سے ہوتا ہے، اور ان کے تحریر کردہ مضامین نے ماہنامہ ''الحق'' کو چار چاند لگائے اور یہ سلسلہ اب تک

بحمداللہ جاری وساری ہے، اصاغر نوازی اوران کی ہمت بلند کرنا ان کی طبیعت کا لازمہ تھا چنانچہ ۱۹۶۴ ء میں جب احقرالانام کو جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاون کے درجہ تخصص فی الحدیث میں داخلہ لینے کیلئے ترغیبی مکتوب گرامی علامہ محمد یوسف بنوری بنام استاد قاضی مولانا عبدالکریم کلاچوی مدرسہ عربیہ نجم المدارس موصول ہوا اور بعد از مشورہ بندہ وہاں داخل ہوا اور مقررہ نصاب کے مطابق زیرنگرانی استاد مولانا محمد ادریس میرٹھی استاد حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن وناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان تعلیم جاری رکھی، جس میں طلباء درجہ تخصص کیلئے نصاب کتب مطالعہ کے علاوہ مختلف مسائل پر مضامین لکھنا بھی شامل تھا، چنانچہ میرے مضمون کا تعلق ''فتنہ انکار حدیث'' کی تردید کے متعلق تھا تو اس سلسلہ میں بندہ نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن (جو اس وقت ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈائریکٹر تھے) کے بعض مضامین (جو ماہنامہ فکرونظر میں چھپتے تھے) کی تردید میں جو مضمون لکھا اور ماہنامہ ''صدیق'' ملتان میں شائع ہوا، تو اس وقت شہیدؒ نے بطور شکوہ خط لکھا کہ آپ نے مادرعلمی دارالعلوم حقانیہ کے ترجمان ''الحق'' کیلئے یہ مضمون کیوں نہیں بھیجا، چنانچہ بندہ نے شکوہ کی تلافی اوراپنی معافی (معذرت) کے طور پر ایک دوسرا مضمون جو تمنادی عمادی کے مضامین کی تردید میں لکھا تھا، مرحوم شہید شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بھیجا تو اس پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اورغالباً ماہنامہ ''الحق'' کی تین چار اقساط میں چھپا۔

اورانہی مضامین کو محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی نے بعد میں ''فتنہ انکارحدیث'' کے نام سے شائع کیا ہے، واضح رہے کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے اس پہلے درجہ تخصص فی الحدیث میں متحدہ پاکستان (مغربی ومشرقی) سے چھ طلباء (جو وفاق المدارس میں امتیازی نمبروں سے پاس ہوئے تھے) کا انتخاب کیا گیا تھا، جن میں تین طلبہ مولانا عبدالحق دیروی، مولانا حبیب اللہ مہندی اوراحقر الانام محمد زمان) کا تعلق دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء سے تھا اور تین طلباء (مولانا حبیب اللہ مختار کراچی، مولانا محمد اسحاق اور مولانا عبدالحکیم مشرقی پاکستان) کا تعلق جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون کراچی سے تھا، اس سے دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی معیار کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے دوسالہ کورس کے آخری دنوں میں استاد محترم مولانا قاضی عبدالکریمؒ نے ایک مکتوب کے ذریعہ یہ لکھا کہ اگر آپ قوت لایموت جتنے مشاہرہ پر راضی ہوں تو آئندہ تعلیمی سال سے آپ کو اپنی سابقہ مادرعلمی نجم المدارس میں تدریسی خدمت کی پیشکش کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت الاستاد قاضی صاحبؒ کی انتہائی شفقت کے پیش نظر یہ پیشکش بخوشی قبول کی گئی اور ۱۹۶۶ء سے اب تک بحمداللہ اس

دینی خدمت کی توفیق ارزانی حاصل ہورہی ہے، اللہ قبول فرما کر ذریعہ آخرت بنائے، (آمین)

بتلانا یہ مقصود تھا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ نجم المدارس اور احقر الانام کا تعلق قدیمی تھا اور اس سلسلہ میں حضرت شہیدؒ بندہ سے انتہائی مشفقانہ معاملہ فرماتے جب کبھی ملاقات ہوتی تو فرماتے آپ نے مضامین لکھنا کیوں چھوڑ دیئے بندہ کچھ مصروفیات کا بہانہ کر کے معذرت کر دیتا تو فرماتے بہتر ہے کہ اس سلسلہ کو جاری رکھیں۔

دیگر ملی، ملکی وسیاسی خدمات

حضرت شہیدؒ نے سابقہ دینی خدمات کے علاوہ مختلف تحریکات کے ذریعہ ملّی، ملکی اور سیاسی خدمات احسن طریقہ سے انجام دیں، چنانچہ صدر ایوب کے دور حکومت میں جب ماڈرن اسلامی ازم کے داعی ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فتنہ نے سر اٹھایا تو شہید مرحوم اور علامہ محمد یوسف بنوری اور دیگر علمائے کرام نے اسکا بھرپور تعاقب کیا جس پر اسوقت ماہنامہ ''بینات'' کراچی اور ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک وغیرہ میں تردیدی مضامین اور لاجواب اداریے لکھے گئے، جن پر شہیدؒ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

حضرت رحمہ اللہ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی شاندار کردار ادا کیا، حتیٰ کہ قومی اسمبلی میں مرزائیت کو اقلیت قرار دیتے وقت (مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور دیگر علمائے کرام ممبران اسمبلی) کی معاونت میں حضرت شہیدؒ اور مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے شب و روز مصروف رہ کر مذکورہ حضرات کو اتنا قوی مدلل مواد مہیا کر دیا کہ انہوں نے قومی اسمبلی میں مرزائیت کے نمائندہ کو لاجواب کر کے پاکستان کے آئین میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی بڑی خدمت سرانجام دی اور یہی مسودہ ''ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ''موتمر المصنفین'' سے شائع کیا جو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

جبکہ تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی حضرتؒ نے قائدانہ کردار ادا کیا جس میں ہری پور جیل میں قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں، جب اکابرین جمعیت علماء اسلام نے آپ رحمہ اللہ کے والد گرامی شیخ الحدیث صاحب کو عام انتخابات میں حصہ لینے پر مجبور کیا تو آپ ہی نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کی کامیابی کیلئے انتہائی جدوجہد کر کے شاندار کامیابی سے ہمکنار کیا بلکہ جب بھی حضرت شیخ الحدیث نے انتخابات میں حصہ لیا تو حضرتؒ کی جدوجہد سے ایسی کامیابی ملی کہ اس کے مقابلہ میں علاقہ کے معزز ترین لوگوں کو شدید ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سب کچھ شیخ الحدیث کی دینی

علمی خدمات سرانجام دینے کے مرہون منت تھا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور مارشل لاء میں آپ کو وفاقی مجلس شوریٰ کا ممبر منتخب کیا گیا تو آپ رحمہ اللہ ہی کی شبانہ روز جدوجہد ہی کی بدولت زکوٰۃ وعشر، حدود وقصاص ودیت اورامتناع قادیانیت آرڈیننس کا نفاذ اورآئین میں بے شمار اسلامی شقوں اوردفعات کا شمول ممکن ہوسکا، آپؒ اورمولانا قاضی عبداللطیف صاحب جب سینٹ آف پاکستان کے ممبر منتخب ہوئے تو آٹھ سال کی طویل جدوجہد کے بعد سینٹ سے شریعت بل منظور کرایا، اسلامی جمہوری اتحاد کی بنیاد رکھی گئی، جسمیں نوسیاسی جماعتیں شامل ہوئیں اورآپ کو متفقہ طور پر اس اتحاد کا سینئر نائب صدر منتخب کیا گیا، جب بینظیر حکومت قائم ہوئی تو آپ نے نسوانی حکومت کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کے علماء اوراکابرین کو جمع کیا، جب بھارت میں بابری مسجد کے انہدام کا دلخراش حادثہ پیش آیا تو ملک میں دینی اقدار وآثار کو تباہی سے بچانے کیلئے تمام دینی جماعتوں کے قائدین کو جمع کرکے ''متحدہ دینی محاذ'' کی تشکیل کی اورجب پاکستان میں فرقہ واریت کی آگ ملک کے طول وعرض میں بھڑک اٹھی اورحکومتی سطح پر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کی سازشیں شروع ہوئیں تو اس نازک وقت میں آپؒ نے ہی تمام سیاسی اورمذہبی جماعتوں کوایک پلیٹ فارم پرجمع کرکے ''ملی یکجہتی کونسل'' قائم کی اورجب امریکہ نے افغانستان پر پابندیاں لگانے کا فیصلہ کیا تو آپؒ ہی نے ملک کی تمام دینی اورسیاسی جماعتوں کے مرکزی قائدین کو دارالعلوم حقانیہ میں جمع کیا، اس کانفرنس میں امریکی استعمار اورسامراج کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے، دفاع افغانستان وپاکستان کے قیام کا باضابطہ اعلان کیا گیا اورمرتبہ شہادت سے فیضیاب ہونے تک دفاع پاکستان کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے، حضرت شہیدؒ نے متحدہ جمعیت علماء اسلام پاکستان میں شیخ القرآن و الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی، مفتی محمود ودیگر اکابرین جمعیت کے ساتھ پوری دلجمعی کے ساتھ دینی، ملی اورسیاسی خدمات سرانجام دیں، آپ نے جمعیت علماء اسلام (س) کے نام سے جوخدمات سرانجام دی ہیں (جن کامختصر تذکرہ پہلے گذر چکا ہے) اس سلسلہ میں انکی دینی مذہبی اورسیاسی خدمات اوراپنے اکابر کے مسلک پر پختگی سے عمل پیرا ہوکر بلاخوف وخطرحق بات پر ڈٹ جانا اورپھر خلوص نیت سے جدوجہد کرنا اوراس موقف کوسرانجام دینے کیلئے طعن وتشنیع، قید وبند اوردیگر صعوبتیں برداشت کرنا ان کے اہل حق ہونے کی واضح دلیل ہے، قلت وکثرت افراد معیار حقانیت وصداقت نہیں بلکہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ہی کو مدار فلاح ماننا پڑے گا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہر

دینی، مذہبی مسئلے ملکی حالات اور عالمی معاملات میں کھل کر جرأتمندانہ اور بہادری سے اپنا مؤقف پیش کیا ہے، چاہے وہ تحفظ ختم نبوت، ناموس رسالت دفاع صحابہ یا دیگر مذہبی، سیاسی اور ملکی مسائل ہوں مولانا شہیدؒ کی آخری تقریر بھی تحفظ ناموس رسالت پر تھی، جس میں بلاخوف لومۃ لائم آپ نے بڑے اداروں پر سخت تنقید کر کے اپنا ردعمل واضح اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا اور اپنی دیرینہ خواہش جذبہ جہاد فی سبیل اللہ اور تمنائے شہادت کی تکمیل شہید ناموس رسالت کے معزز خطاب سے پائی۔

جامعہ ابوہریرہ کے ترجمان ماہنامہ ''القاسم'' کا نقش اول

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے ماہنامہ ''القاسم'' بابت دسمبر ۲۰۱۸ء کا اداریہ بعنوان ''شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ 'امت کا سرمایۂ حیات لٹ گیا'' اور دیگر ذیلی عنوانات لکھ کر حضرت مرحوم شہید مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مجاہدانہ، عاشقانہ پرخلوص دینی، ملی، مذہبی اور سیاسی خدوخال کا تذکرہ اس انداز سے لکھا جس سے متلاشیان حق اُن کی ان خدمات کے دل وجان سے معترف ہو کر دادِ تحسین دینے پر مجبور ہوں گے، محترم حقانی صاحب نے بالکل صحیح فرمایا، کہ

یہ عشق نہیں آسان بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

مولانا حقانی نے یہ بھی لکھا کہ ان کی آرزوئے شہادت ۲ رنومبر ۲۰۱۸ء کو برآئی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنت میں خود بھی جام شہادت نوش کر لیا اور اپنے مَن کی مراد بھی پالی، ہمارے مخدومؒ کی زندگی اور موت دونوں قابلِ رشک ہیں یعنی زندگی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی، سامراج کے بچاری حکمرانوں کا مزاج شروع دن سے یہ رہا ہے کہ وہ عقل اور استدلال اور حقیقت پسندی کے بجائے اپنا سارا کام دار ورسن، قید وبند اور قتل وغارت سے چلاتے آئے ہیں اور خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انسان جب نظر بند ہو گیا تو اس کا دماغ بھی بند ہو گیا، دل بھی بند ہو گیا، اور جذبات بھی بند ہو گئے اب وہ کیا سوچے گا کیا تمنا کرے گا اور کیا عزائم لے کر آگے بڑھے گا؟ حالانکہ تاریخ کا روز اول سے یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس طرح ''فرزانے'' حیلہ سازی سے باز نہیں آتے، اسی طرح ''دیوانے'' بھی جان بازی سے کبھی نہیں رکتے، سوا ایک ''خو'' حکمرانوں کی ہے اور ایک وضع افتادگان خاک کی ہے نہ وہ اپنی عادت بدلنے پر قادر نہ یہ اپنی روایت چھوڑنے کو تیار، دنیادار، ارباب اقتدار سوچتے ہوں گے کہ آخر یہ ''شہید'' زندگی کا کیا لطف لیتے ہوں

گے، حکمران دن کو خوب حکومت کا کاروبار کرتے ہیں اور راہ حق کے متمنی شہادت سرد و گرم سے بے نیاز اپنے مشن میں منہمک رہتے ہیں ارباب اقتدار کی راتیں عزلت کدوں میں بسر ہوتی ہیں اور متمنی شہادت جیل کے کسی کونے میں رات گذارتے ہیں، دنیا دار تخت اور ارباب تخت کے قرب میں سرگرداں رہتے ہیں اور متمنی شہادت اس کے سائے سے بھی دور اور نفور رہتے ہیں، نیز شہادت کے دیوانے اپنے ہی پاؤں میں پڑی بیڑیاں دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں دنیا کے بچاری دوسروں سے چھین کر مطمئن ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے محبین اپنا سب کچھ لٹا کر خوش ہوتے ہیں، ارکان حکومت وزارت کا عہدہ پا کر پھولے نہیں سماتے مگر شہادت کا مرتبہ پا کر اٹھلاتے نظر آتے ہیں، دنیاداروں کی نظر میں شہادت کی راہ چلنے والے لذت، خوشی، لطف، کیف اور سرور سے محروم ہوتے ہیں اور شہداء کی روحیں ایسے لوگوں کو متوجہ کر کے ان سے مخاطب ہوتی ہیں کہ:

ایسے دیوانے تو نہ تھے جہاں سے گذرنے والے
ناصحو! پند کرو راہ گذر تو دیکھو

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تمنائے شہادت کا مفہوم یہ رہا کہ دولت، طاقت اور ذرائع ابلاغ کے زور پر ظالم کو وضع دار اور مظلوموں کو آوارہ گرد ثابت نہ کیا جائے بونے کو قدآور اور صاحب قامت کو بے وقوف نہ بنایا جائے، علم و تقویٰ کی جگہ بیساکھی اور کلغی کو رواج نہ دیا جائے اور ہر شخص چمڑے کا سکہ چلا کر بچہ سقہ نہ بن جائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آخری پیغام

ان کا پیغام تھا کہ انقلاب میں کسی بیساکھی، کلغی، کسی نو ہزاری اور دہ ہزاری، کسی نوابی اور معلٰی انقلابی کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ اس کی بارگاہ میں صرف ایمان، تقویٰ علم، عزیمت، روشن ضمیری، راست فکری اور خود آگہی کو شرف ملتا ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فکر جب ایسی ہو تو باطل قوتوں کو اپنی فکر کیوں نہ لگے، سو مولانا سمیع الحق شہیدؒ غلبہ اسلام کی فکر پیش کرتے رہے اور امریکی سامراج کے بچاری اپنے اقتدار کی فکر کرتے رہے، یوں ایک کشمکش جاری تھی، سامراجی کارکن خنجر چلاتے رہے اور سمیع الحق شہید اپنا جگر آزماتے رہے، بالآخر خنجر کی تیز دھاریں ان کے سینے میں پیوست ہو گئیں، اقتدار و استبداد کے متوالے خوش ہو گئے تاہم سمیع الحق شہیدؒ کی آخری ہچکی قوم کیلئے گلبانگ مسیحا بن کر نشہ اقتدار کے بدمستوں کو پیغام دی گئی ہے۔

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتداء ہماری تیری انتہاء کے بعد

الحاصل مولانا سمیع الحق شہیدؒ اسلام، اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار بھی تھے اور تحریک نفاذ شریعت کے محرک بھی، وہ جہاد کے حامی بھی تھے اور مجاہدین افغانستان کے استاد بھی اس لئے مولانا سمیع الحقؒ اپنی عالمانہ وضع، قطع اور داعیانہ ومجاہدانہ کردار کے باعث امریکی اور یورپی دنیا کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے جنہیں بالآخر ایک منصوبہ بند سازش کے تحت بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا مگر ان کا مشن بھی زندہ ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت زندہ رہے گا۔

دارالعلوم حقانیہ اور جہاد افغانستان

دارالعلوم حقانیہ (دیوبند ثانی) کی دینی، مذہبی، ملّی، سیاسی خدمات ملک اور بیرونی ملک پھیلی ہوئی ہیں، چنانچہ ملکی سطح کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی فضلائے حقانیہ کی تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور جہادی خدمات سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا، خصوصاً افغانستان میں دینی مدارس کا اہتمام وانتظام اکثر فضلائے دارالعلوم حقانیہ کے مرہون منت ہے، سوویت یونین جیسی سپر طاقت کو شکست دینے والے افغان جہاد کے صف اول کے سرکردہ رہنما مولانا محمد نبیؒ، مولانا یونس حقانیؒ، پروفیسر سیافؒ، مولانا جلال الدین حقانیؒ بشمول ملا محمد عمرؒ اسی چشمہء فیض سے وابستہ رہے اور اکثر زعمائے جہاد دارالعلوم حقانیہ کی نسبت ہی سے خود کو حقانی کہتے رہے، اس لئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا سوویت یونین کے خلاف ''افغان جہاد'' میں بھی اہم کردار رہا ہے، وہ طالبان کے تمام دھڑوں میں ہمیشہ یکساں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور طالبان پر اثر ورسوخ کے سبب ہمیشہ افغانستان کی جانب سے مولانا سمیع الحقؒ سے مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ افغانستان میں امن وامان اور سیاسی حل کیلئے اپنا کردار ادا کریں جیسا کہ ماضی قریب کے اخبارات اس پر شاہد اور گواہ ہیں۔

دینی، مذہبی جرائد، ماہناموں میں علماء کے اداریے اور بیانات

ماہنامہ القاسم کے نقش اول سے بعض منتخب شدہ سطور کا تذکرہ تو پچھلے صفحات میں مختصراً ہو چکا ہے، دیگر رسائل میں بھی مولانا شہیدؒ کی شہادت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے یہاں صرف ماہنامہ ''الاحسن'' کراچی بابت ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ ص۹ مدیر اعلیٰ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی زرولی خان نے بعنوان ''مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا سانحہ'' کے تحت جو اداریہ لکھا ہے اس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودیئے
پیدا کیا جنہیں فلک نے خاک چھان کر

مولانا موصوف (شہیدؒ) بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ اور امت مسلمہ کے عظیم سرمایہ تھے، شاید ہی پاکستان میں خیر ورشد کا کوئی میدان ہو یا تنظیم جس کے مولانا سرپرست اور رہنما نہ ہوں، یہ ان کے عظیم پدر شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ (سابق استاد دارالعلوم دیوبند) کے چشمہ فیاض سے سیراب ہونے کا ایک منظر تھا جبکہ مولانا کے سگے ماموں حضرت الاستاد مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیروی نوراللہ مرقدہ فاضل دیوبند کے ساتھ قرابت اورنسبت کا بھی واضح اثر تھا،مولانا مرحوم موجودہ حکومت کے ناموزوں اقدامات پر اپنی ناراضگی اوراحتجاج کا مظاہرہ کرتے تھے اوراسی سلسلہ میں ان کا راولپنڈی، اسلام آباد جانا ہوااوروہاں قضاء وقدر اورمشیت ایزدی کاظہور مولانا کی شہادت کی شکل میں پیش آیا، مولانا مرحوم اپنے گھر میں آرام فرمارہے تھے، غالباً عصر اورمغرب کے درمیان کا وقت تھا،اسی وقت کسی خونخوار اورجہنمی نے آپ پر خنجر سے وار کرکے آپ کو ابدی نیند سلادیا إنا للّٰه وإنا اليه راجعون۔

آپ رحمہ اللہ کی دریائی شفقت، شایان شان عطوفت اورایک عظیم مقتدر زعیم ملت کے طور طریقوں نے اور تسلسل احسانات نے مجھے ہمیشہ ان کے کمالات اورخوبیوں کا گرویدہ رکھا، حضرت والا مرحوم کے علم وعمل کی جامعیت اوراپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا جذبہ وایثار دیدنی تھا، مکہ مکرمہ کے مناسک سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ میں ایام گذار کر آخری دن جمعۃ المبارک کی شام کو غالباً یہ وحشتناک، سوہان روح اورناقابل تلافی خبر سننے میں آئی۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

الا ان للّٰه مااخذ وله مااعطى وكل شئ عنده لاجل مسمىٰ

کوئی بھی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی
جاتے ہی ایک شخص کے کیا کیا بدل گیا

مولانا سعید الرحمٰن
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

علم وعمل کے گوہر نایاب

- ...... وہ ہر معرکہ دین ودنیا کے سپہ سالار تھے
- ...... وہ اپنی ذات میں انجمن تھے

برادرم مولانا سعید الرحمٰن صاحب شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالحلیم مدظلہ المعروف دیر بابا جی کے لائق وفائق فرزند ارجمند، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سینئر باکمال وقابل ترین استاد اور کئی درسی وعلمی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں،اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عظیم والد کی طرح درس وتدریس کا ملکہ،خطابت کے جوہر،درس قرآن وتفسیر کی اعلیٰ سمجھ اور بہترین اسلامی اخلاق، صفات اور بے نظیر صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ان شاء اللہ آگے چل کر اپنے والد کی طرح بہت عظیم علمی وروحانی شخصیت بنیں گے۔(مدیر)

دارالعلوم حقانیہ کے مؤسس ثانی کے بارے میں ایک جملہ زبان زدعام وخاص ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ اپنی ذات میں اک انجمن تھے،اس جملہ میں کوئی مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ ایک واقعاتی حقیقت ہے کیونکہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ بیک وقت ہمہ جہت اور ہمہ پہلو صفات کے مالک، مدبر سیاستدان، اعلیٰ منتظم،اسرار ورموز دین کے عالم، نڈر اور بیباک مجاہد، صاحب فراست وبصیرت، بہترین ادیب، صاحب مطالعہ، نرالے انداز کے استاد،معلم، شیخ الحدیث، ہزاروں علمائے کرام کے دلوں کی دھڑکن، ہر معرکہ دین ودنیا کے سپہ سالار، ایک زندہ اور متحرک سیاسی اور عملی شخصیت، پیرانہ سالی اور ضعف و ناتوانی کے باوجود اس دور میں ایک جوان رعنا اور جوش و جذبہ سے معمور دل کے مالک اور اپنے والد گرامی قدر کے گلستان کے رکھوالے تھے،غرض بایں صفات عالیہ وہ اپنی ذات میں انجمن قرار پائے۔

ممکن نہیں کہ تم سے زمانہ ہو بے نیاز تم ہو جہاں میں گوہر نایاب کی طرح

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر   أن یجمع العالم فی واحد

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم مردہ پرست ہیں، جب تک ایک ہمہ پہلو شخصیت، کردار و گفتار کے مالک حیاء و وقار جیسی صلاحیتوں سے مزین شخصیت دنیا سے رخصت نہ ہو، اس وقت تک ہم ان کو خراج تحسین و عقیدت پیش نہیں کرتے جب دار فانی سے کوچ کر جاتی ہے اور ایک عظیم خلا پیدا ہو جاتا ہے، تب اپنے اور پرائے انکو قلم و قرطاس کی زینت بنا کر انکی خوب مدح سرائیاں کرتے اور ان گنت صفات گن گن کر تحریر کرتے رہتے ہیں اور اس پر مستزاد بعض ناعاقبت اندیش لوگ ان کے تذکروں کو اپنی شہرت اور مال بنانے کا ایک ذریعہ بناتے ہیں، ہماری سرشت میں زندہ لوگوں کی قدر نہیں اس وجہ سے ہم پستی اور انحطاط کا شکار ہیں، یہی وجہ ہے کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کبھی کبھی شعر میں اس کی حالت بیان فرماتے:

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے   یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

کافی عرصہ سے اپنے استاد محترم جامعہ حقانیہ کے موسس اور منتظم کے بارے میں کچھ لکھنے کا خیال ہر وقت دل میں انگڑائی لیتا رہا لیکن قلم و قرطاس سے نابلد آدمی کے لیے ایسے عبقری اور ہمہ صفت شخصیت کے بارے میں لکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لیکن بقول شاعر:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی   کھلتے ہیں غلاموں پر آداب شہنشاہی

عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں جب مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی خود نوشت ڈائری سے ان کے پہلے سفر حج کی روئیداد کا مطالعہ کیا تو ان کے ساتھ عقیدت کے مزید دَر بھی وا ہو گئے اور قلم و کاغذ لے کر ان کے بارے میں کچھ لکھنے کے لیے بسم اللہ کی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جب دنیا میں قدم رکھا تو گھر والے سب دیندار و تقویٰ دار تھے، خود مولانا شہیدؒ فرماتے کہ بچپن سے اپنی دادی اماں کو چکی پیسنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا، اس وقت ایک عجیب سوز و گداز کا منظر ہوتا، گھر میں گھریلو کاموں کے ساتھ تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار کا خوب سماں ہوتا، مولانا شہیدؒ فرماتے کہ ابتدائی تربیت دادی صاحبہ نے کی۔ راتوں کو بوڑھی مائیں بچوں کو ادھر ادھر کے خرافاتی اور من گھڑت واقعات سنا کر سلا دیتی ہیں لیکن ہماری دادی اماں ہمیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سناتی اور صحابہ کرامؓ کے حکایات اور واقعات سنا کر ہمیں سلاتی تھیں۔ اس تربیت کا اثر یہ ہوا کہ بچپن سے دینی احساسات و جذبات

نے دل میں گھر کر لیا، مولانا شہیدؒ نے اپنی والدہ ماجدہ کے بارے میں لکھا کہ والدہ محترمہ باوجود نقاہت وضعف اور بیماریوں کے طلباء کے لیے ازخود روٹی اور سالن پکاتی تھیں اور اسی خدمت میں کبھی بھی تکلیف اور مشقت کا کلمہ اُف تک زبان پر نہیں لائیں، آج دارالعلوم کا قیام واستحکام انہی کا مرہون منت ہے، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ والدہ محترمہؒ دارالعلوم کی ترقی میں برابر شریک کار رہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی ذات میں ایک انجمن کیوں نہ ہوں گے جن کی دینی تربیت ایسے اساطین شریعت وطریقت کے دامن میں ہوئی کہ دنیا ان کے علمی وروحانی مقامات کا سن کر دنگ رہ جاتی ہے، انہی بابرکت لمحات اور مبارک ہستیوں کی توجہات سے حضرت شہیدؒ اپنی ذات میں ایک انجمن اور مرجع عوام وخواص بن گئے، مولانا شہیدؒ کی زندگی نے علم وعمل کے میدان سے لیکر جہاد کے میدان کارِزار تک احاطہ کیا ہوا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ مسجد ومدرسہ سے لیکر سیاست اور پارلیمنٹ کی جولانگاہوں تک بلکہ اللہ تعالیٰ نے قوم ووطن کی خدمت کی توفیق بھی ان میں کوٹ کوٹ کر رکھی ہوئی تھی۔

مولانا شہیدؒ ہر وقت ہر فتنہ کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے رہے، شریعت کے نفاذ میں ہر وقت کوشاں رہے، ان کی عملی زندگی شدائد اور کٹھن مراحل گزرنے کا نام ہے، تادم حیات ضعف ونقاہت اور لاغر جسم کے باوجود آپ ہر محاذ پر جواں ہمتی کے ساتھ تگ ودو میں مصروف رہے اور کبھی بھی پائے استقامت میں لرزہ نہیں آیا۔

میرے ذوق رنگ وبو کو نہ بدل سکی اسیری ــــــ پھر وہی چمن کی یادیں وہی یادِ آشیانہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامعہ حقانیہ کے گلشن کے مؤسس ثانی تھے اور آج جامعہ پوری آب وتاب کے ساتھ میدان عمل میں سرگرم ہے۔ تعلیم سے جہاد تک، تعمیر سے ترقی تک، کچی تعمیر سے پختہ تعمیر تک، صحراؤں سے گلشنوں اور چمنستانوں تک، ادنیٰ درجات سے اعلیٰ تخصصات اور کمپیوٹر لیب تک، پشتو زبان سے انگلش اور عربی زبان تک، چھوٹی چھوٹی تالیفات سے بڑی بڑی اعلیٰ نفیس تصنیفات وتحقیقات تک اور اس کے علاوہ بہت کچھ، یہ سب کے سب مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذات سے پھوٹنے والی روشن کرنیں ہیں جو پائندہ اور تابندہ رہیں گی اور قیامت تک آباد وشاداب رہیں گی (ان شاء اللہ)

ممکن نہیں کہ تم سے زمانہ ہو بے نیاز ــــــ تم ہو جہان میں گوہر نایاب کی طرح

مولانا شہیدؒ کا اُمت مسلمہ پر عموماً اور تاریخ وادب سے تعلق رکھنے والوں اور اکابر کے نام پر مر مٹنے والوں پر خصوصاً اتنا بڑا احسان ہے کہ ممکن ہے کہ آنے والی نسلیں انکے اس احسان کا بدلہ نہ چکا سکیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ــــــ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا رشید احمد سواتی
سابق مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

مردمؤمن مردحق

مولانا رشید احمد سواتی صاحب، معروف معقولی عالم دین، علم کلام وعلم منطق کے شناور، شاعر اور کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سابق استاد رہے ہیں، اب اپنا دینی ادارہ چلا رہے ہیں۔......(ادارہ)

حال من در ہجر قائد کم تر از یعقوبؑ نیست
او پسر گم کردہ بود و من پدر گم کردہ ام
رفتم و از رفتنِ من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

عشق حقیقی اورمحبت خداوندی کے اسرار ورموز نہایت لطیف اور ماروائے عقل ہیں کہ خلیل اورمحبوب کوآگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں پھینکا جاتا ہےتو آگ کے وہی انگارے اور شعلے بہار میں تبدیل ہوجاتے ہیں، حرارت کوسوں دور چلی جاتی ہے، اس کے راستے تختہ دار سے جاکر ملتے ہیں جب انگاروں میں بدن کا گوشت پک جائے، سروں کا سودا کیا جائے، جسم وجان خون بہا میں دے دی جائیں، جوانی کی بہاریں نذرانہ کی جائیں، عشق خداوندی کی ایک پیالی کے عوض زندگی دی جائے، راتیں بے خواب، راحتیں ترک کی جائیں، تھکاوٹ اور تکالیف مرغوب بن جائیں، چنگاریوں پر چل کر محبوب کے سامنے لہو کا جام رکھ دیا جائے، آگ کے ہار گلے میں ڈالے جائیں، لذت بھرے دردوں اورزخموں سے چور چور بدن کوشعلوں سے مرہم کیا جائے، پھانسی کے پھندے کوخود بخوشی گلے کا ہار بنایا جائے، تب محبتِ بیقرار، قرار پاتی ہے، عشق ناتمام تمام ہوجاتا ہے، ایمان کامل، عمل صالح یقین محکم ہوجاتا ہے، رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے، فرشتے رشک کرتے ہیں، حوران جنت یہ حسین

معرکے دیکھ کراس عاشق کی حصول کے متمنی ہوتی ہیں، عالمِ افلاک اور عالم ارواح میں ایک ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے، عشق الٰہی محض دعوؤں، زبانی جمع خرچ اور ظاہری لباس سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں کٹھن مرحلے، خطرناک معرکے پیش آتے ہیں کیونکہ دیدار الٰہی کا حصول اتنا آسان اورآغوش جنت اتنی ارزاں نہیں ہوتی کہ بغیر کسی قربانی وتکلیف کے یارانہ اوردوستانہ نبھایا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْامِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (البقرة: ٢١٤)

جامع الکمالات ایک ہمہ جہت جامع شخصیت

بالکل ایسا ہی مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے ساتھ ہوا کبھی آپ کفریہ طاقتوں سے برسرپیکار ہوکر دعوت مبارزت دے رہے ہوتے ،کبھی ایوانوں کی فضاؤں کوختم نبوت جیسے مقدس عقیدے سے معطر کرکے قادیانیوں کو ذلیل ورسوا کرتے ،کبھی سیاسی میدانوں میں اسلام مخالف قوتوں کی کمر توڑتے ،کبھی چوکوں اور چوراہوں پر ناموس رسالت ؐ کی خاطر تپتی دھوپ ، پسینہ سے شرابور غمگین دکھائی دیتے اورکبھی جلسوں اوراجتماعات میں دعوت حق، اسلام کا عظیم پیغام پہنچا کر نباتات اور جمادات اورانسانوں کواپنے لئے گواہ بناتے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا دین لوگوں کو پہنچا دیا اورکہیں آپ پاکستان میں فسادات ، دہشت گردی ، واردات ، اغواء ،ٹارگٹ کلنگ ، دھماکوں اورحملوں کے ختم کرنے کیلئے فرشتہ امن بن کرکوششیں کرتے نظرآتے توکہیں آپ کوملک کی اسلامی نظریاتی اور زمینی سرحدات کی حفاظت کیلئے ایک عظیم جرنیل بن کر دفاع پاکستان کونسل کی شکل میں دیکھا جاتا،کبھی آپ کو بے جا اختلافات، فرقہ واریت،تعصب اورنفرتوں کوختم کرنے، محبتوں کو بانٹتے ہوئے ملی یکجہتی کونسل کی شکل میں دیکھا جاتا،کبھی آپ کو دن کا شہسوار بن کر افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں اورپُر پیچ وادیوں میں کمیونزم اورسوویت یونین کے غرورکو خاک میں ملاکر اقوام عالم کیلئے مقام عبرت بناتے دیکھا گیا توکبھی آپ کو رات کا راہب بن کر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوکر گریہ وزاری کرکے امت کے غم میں آہ وبکا کرتے دیکھا جاتا تھا،کبھی آپ کومسند حدیث پرجلوہ افروز ہوکر احادیث نبویہ، آیات قرآنیہ کی گتھیاں سلجھاتے اورآخر میں دستار بندی کی پرنور تقریب میں اُن کے سروں پرعمامے باندھ کر

الوداعی وعظ ونصیحت کے ساتھ رخصت کر کے امت کے رشد و ہدایت کیلئے ہزاروں کی تعداد میں قافلے تیار کرواتے دیکھا جاتا تو کہیں آپ کو نسل نو اور آنے والی نسلوں کی آبیاری اور ان کے مستقبل کو تراشنے کیلئے ''زین المحافل''، ''دعوات حق''، ''حقائق السنن''، ''اسلام کا نظام اکل وشرب وفلسفہ حلال وحرام''، ''اسلامی معاشرہ کے خدوخال''، ''خطبات مشاہیر''، ''مکتوبات مشاہیر'' اور ''تفسیر لاہوریؒ'' وغیرہ جیسی بہت ساری تصانیف کی شکل میں دیکھا جاتا تھا اور کبھی آپ کو جامعہ حقانیہ اور اس کے مدرسین علماء اور طلباء کی خدمت میں مشغول دیکھا جاتا تھا، بنفس نفیس خود مدرسے کے لنگر میں جا کر طلباء کے سالن اور روٹی کو چیک کرتے اور احاطوں کا چکر لگا کر طلباء کے مسائل پوچھ کر احسن طریقے سے اہتمام کرتے دیکھا جاتا تھا، آج امریکہ اور اسکے حواری چالیس ممالک (نیٹو) کی فرعونیت اور استبداد وغرور جو خاک آلود نظر آتا ہے اور ان کی ذلت ورسوائی اور شرم سے سر جھکائے ہوئے رعونت بھری آنکھیں اور چہرے جن کا دنیا مشاہدہ کرتی ہے اور ان کو امن کی بھیک مانگتے دیکھا جاتا ہے یہ سب کچھ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جہد اور مساعی کا تسلسل ہے ان تمام کارناموں کا سہرا آپؒ کے نام ہے۔

اعلیٰ وارفع صفات

آپ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ وارفع صفات سے نوازا تھا، اخلاق نبوی سے مالا مال، مسکراہٹ بکھیرتا، سرخی مائل معصوم اور پرنور چہرہ، گھنی داڑھی، روشن آنکھیں، پیاری اور شیریں گفتگو، عمامے کا پیارا اور سہانا انداز، خشیت الٰہی سے لبریز دل، جسم مبارک کا ظاہری خضوع اور عاجزی، بے تکلفی، ریا اور تصنع سے لاتعلق رویہ، چھوٹوں بڑوں کا احترام اور شفقت، ہر ایک کے ساتھ کامل توجہ کے ساتھ مخاطب ہونا، غضب اور غصہ سے عاری طبیعت، بلا کا حافظہ اور ذہانت، عمیق اور تبحر علمیت، مخصوص علمی اور عملی انداز، عام فہم اور سہل انداز تدریس، علمی اور ادبی کتابت وغیرہ جیسے بے شمار اوصاف آپؒ کو ممتاز کر دیتے ہیں۔

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر مجسم

آپ اخلاق نبویؐ اور محبت وشفقت کے ایک مجسم پیکر تھے، آپ اپنے ملاقاتیوں اور زائرین کو حسن اخلاق کی وجہ سے اپنا عاشق اور گرویدہ بنائے بغیر نہیں چھوڑتے، آتے وقت آپ کے بارے میں ان کا الگ تصور ہوتا اور جاتے ہوئے الگ ہوتا، حضرت سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد ہر ایک کی یہی سوچ ہوتی کہ آپ کا صرف میرے ساتھ ہی خاص تعلق ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمتر سے کمتر

شخص کے ساتھ آپ نہایت عزت واحترام سے پیش آتے ، مہمان نوازی ، عزت افزائی اور عجز وانکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔

دل موہ لیتے تھے

ایک مرتبہ غالباً لبنان اور اردن سے اہل تشیع کا ایک وفد جامعہ دارالعلوم حقانیہ آیا وہ دورہ حدیث کے ہال کے آخر میں کھڑے نظارہ کررہے تھے کہ ان پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نظر پڑی تو آپؒ نے ان کو اسٹیج کی طرف بلالیا اور طلباء سے خطاب کا موقع بھی دیا، آپ کے حسن اخلاق سے وہ دنگ رہ گئے گویا کہ آپ نے دوسرے مسلک کے لوگوں کو دیو بندیت کا حقیقی خنداں رو چہرہ اور مثبت پیغام پہنچایا۔

اخلاق عالیہ سیاسی زعماء اور قائدین سے مختلف رویہ

ہمارے سوات اور دیگر علاقوں کے لوگ جامعہ حقانیہ کی زیارت کیلئے آتے تھے وہ گمان بھی نہ کرسکتے تھے کہ ان کی حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے ساتھ آسانی سے ملاقات ہوسکتی ہے کیونکہ وہ آپ کی ملاقات کو دوسرے سیاسی زعماء اور سرکردہ لوگوں کی ملاقات کی طرح جوئے شیر لانے کے مترادف سمجھتے تھے مگر جب یہ لوگ جامعہ میں مولانا شہیدؒ کے ساتھ آسان ملاقات یعنی بغیر تکلفات اور پروٹوکول کے ملتے اور ان کی شیریں گفتگو اور خندہ پیشانی دیکھتے تو انگشت بدنداں رہ جاتے تھے، آپ کے پاس جب کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مہمان آتا تو اپنے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خادم کا تعارف انتہائی عزت مندی اور احترام سے اس کے سامنے اس طرح کرتے گویا کہ وہ ایک بڑی شخصیت ہو۔

قیدیوں کی رہائی، غریبوں کی مدد اور فراخدلی میں عدیم النظیر شخصیت

مجھے جب سیاسی اور ذاتی اختلافات کی بناء پر خوانین سوات کی سازش اور شیطنت کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا کہ مجھے رہائی کا پروانہ مل گیا، میری رہائی میں آپ کا کلیدی اور جاندار کردار تھا، ایام اسارت سے قبل میری اور آپ کے مابین کوئی جان پہچان اور تعلق نہیں تھا، آپ نے میرے بارے میں کہیں سنا تھا کہ یہ ایک عالم دین ہے اور بے گناہ ناکردہ گناہوں کی سزا میں جیل کاٹ رہا ہے تو آپ نے اپنی رحمت وشفقت سے مجبور ہوکر میری رہائی میں حتی الوسع کوشش کی اور یہ آپ کی کوشش کے ثمرات وبرکات تھیں کہ آج آپ سے بقلم خود مخاطب ہوں، جیل حکام اور عسکری آفیسر بار بار مجھے کہتے کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کا کیا

رشتہ ہے؟ کہ وہ بار بار ہمیں آپ کے بارے میں تاکید اور اصرار کرتے ہیں؟ میرے تمام دوست واحباب کو معلوم ہوگا کہ میں مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے دور سے ہر محاذ پر اسلامی نظریات وعقائد کا دفاع جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر کرتا تھا اور اس اسلامی نظریاتی دفاع کی خاطر میرا کئی بار سوات کے ظالم وجابر خوانین کے ساتھ تصادم بھی ہوا اور اسلام کا یہی دفاع خانوں کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا تو انہوں نے میرے خلاف سازشیں کرکے اپنے اثر رسوخ استعمال کرکے مجھے دہشت گردوں کی فہرست میں ڈال کر میرے سر کی قیمت ایک کروڑ مقرر کردی اور یوں مجھے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور بالآخر اللہ کے فضل وکرم اور مولانا موصوف کی کوششوں سے رہائی ملی۔

میری زندگی کے قابل رشک لمحات

میرے خیال میں تو میری زندگی کی وہ چھ بہاریں انتہائی قابل رشک ہیں جو میں نے ایک ایسے شفیق ورحیم انسان (مولانا موصوف) کے ساتھ گذاری ہیں، آپ نے اپنی عملی زندگی سے اس سوال کا جواب انتہائی سہل اور دلنشین انداز میں دیا کہ انسانیت کس چیز کا نام ہے؟

متبحر عالم دین اور عبقری شخصیت کے حامل

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اخلاق نبوی اور رحمدلی اور شفقت سے مالا مال ہونے کے علاوہ ایک ماہر متبحر اور عبقری علمی شخصیت تھے، محقق العصر، محدث الدہر اور فقیہ الامت وغیرہ القابات کے آپ بہترین مصداق تھے، ان الفاظ والقابات کا کوئی اور آپؒ سے زیادہ مستحق نہ تھا۔

علم دین میں آپ کی حیثیت ایک کہنہ مشق اور صاحب بصیرت عالم نحریر کی تھی، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ، علامہ ابن حجر، ابن جریر، علامہ عینی، امام طحاوی، امام محمد، امام ابویوسف اور امام کوثری رحمہم اللہ جیسے اجلہ علماء کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے کی ایک کڑی تھی، دنیائے علم وحکمت میں آپ ایک روشن تابناک اور تابندہ ستارہ تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمام علوم خصوصاً علوم عربیہ جیسے لغت، صرف، نحو، ادب، فقہ، علم کلام (العقائد) منطق، فلسفہ، میں ایک خاص مہارت اور ملکہ سے نوازا تھا، بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں آپ رحمہ اللہ اپنی مثال آپ تھے، آپ نے علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے طالبعلموں کو انگلی سے پکڑ کر کوچہ حدیث وتفسیر کی گلی گلی میں پھرایا، آپ کے علمی لطائف اور نکات سن کر سخت سے سخت مخالف بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، وقت کے اجلہ اور چیدہ چیدہ علماء آپ کی علمی پختگی، استحضار اور قوی حافظہ کے خوشہ چین تھے۔

اندازِ تدریس، ذہانت اور علمی مقام

آپ کا درس حدیث دلائل قاطعہ، ضرب الأ مثال، آیات قرآنیہ، استدلال الحدیث بالقرآن، استدلال الحدیث بالحدیث ، استدلال الحدیث باشعار العرب وغیرہ جیسے طرق استدال سے لیس، مخالف فریق کو منہ توڑ اور مسلم جوابات دینے کی وجہ سے ایک میدان کا رزار کا منظر پیش کررہا ہوتا تھا اورآپ اس میدان میں ایک علمی اور بازی لے جانے والے مضبوط پہلوان کی صورت میں نمودار ہوتے تھے، منتہی اور ذہین طلبہ آپ کے علمی لطائف اورنکات سننے کے لئے بیتاب اور بیقرار نظرآتے تھے، ان کی کیفیت رمضان المبارک کی سخت گرمی میں پانی کی طلب اور اشد اشتیاق والے شدید پیاسے روزہ دار کی طرح ہوتی تھی اور جب آپ کے درس میں علمی نکات اور دلائل سنتے تو یوں لگتا جیسے افطاری کے وقت ان کی پیاس بجھ رہی ہو،شمائل ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کی حدیث نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجل الا غباً لفظ ''غِبٌ'' کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا معنی ہے یومًا بعد یوم یااحیانا یعنی کبھی کبھار اوراس پر استدلال کیلئے عرب کی مشہور ضرب المثل زرغبا تزدد حباً پیش کرتے اسی طرح شمائل ترمذی میں دوسری جگہ حضرت حسن بن علیؓ کی روایت بواسطہ هند ابی هاله خمصان الاخمصين مسيح القدمين الحدیث کے لفظ اخمص کو سمجھانے کیلئے متنبّی کے اس شعر کو بیان فرماتے :

فبأی ماقدم سعيت إلى العلى
أدم الهلال لاخمصيك حذاء

اسی طرح ترمذی میں آپ لفظ شج کی تحقیق فرمارہے تھے تو اس ضمن میں حدیث اُم زرع کی متن کی تلاوت فرماتے ہوئے آپ کے منہ مبارک سے شجك أو فلك أوجمع كلا لك ''الحدیث'' اداء کئے، الفاظ اب بھی کانوں میں گونج رہے ہیں،کبھی کبھار طلبہ کے تشحیذ اذھان کے لئے طلبہ پر سوالات بھی کرتے تھے، ایک مرتبہ ترمذی میں لفظ برحاءآیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لفظ بھی متنبّی نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے، بتاؤ کس کو یاد ہے؟ تو ایک طالب نے جواب دیا: يشكوا الملام إلى اللوائم حره ويصد حين يلمن عن برحائه

شاگردوں اوراکابرعلماء کا آپ پر پورا وثوق واعتماد

الغرض آپ کے حلقہ درس میں آپ کے فصیح الفاظ اور بلیغ عبارات یوں لگ رہی ہوتیں جیسے

لعل وجواہر اور موتیوں کی بارش برس رہی ہو یا آپ کے منہ مبارک سے شہد ٹپک رہا ہو، آپ کی علمی اور ذہنی قوت استعداد کی جھلک آپ کے شاگردوں میں نمایاں طور پر نظر آرہی ہے، جیسا کہ مفتی غلام الرحمٰن (مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور)، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ہزارویؒ، مولانا محمد ادریس صاحب وغیرہ۔

حاضر جوابی اور قوت حافظہ

آپ علمی پختگی کے علاوہ غضب کے حافظہ کے مالک تھے اوراس کے ساتھ حاضر جوابی اور برمحل مناسب جواب دینے میں بے مثال تھے۔ کچھ سال پہلے ہمارے علاقے سوات میں دیوبند کے دو عمر رسیدہ فضلاء مولانا میاں سید ابان اور مولانا فضل الرحیم کی وفات کے موقع پر تعزیت کے سلسلے میں سوات تشریف لائے تو ہمارے گھر درشخیلہ چینالہ میں بھی آمد ہوئی اور ہمیں عزت بخشی پھر جاتے ہوئے فرمایا جناب افضل خان کے ساتھ ہمارا سیاسی میدان میں کافی تعلق اور ملاپ کا دور گزرا ہے، اگر میں اُن سے بنا ملاقات کے یہاں (سوات) سے واپس جاؤں اوران کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہوجائیں گے لہٰذا مناسب یہ ہے ان کے ساتھ بھی ملاقات کریں تو ہم دونوں اور مولانا عرفان الحق ان کے حجرے میں چلے گئے، موصوف وہاں اپنے حجرہ میں موجود تھے، باتوں باتوں میں خان صاحب گویا ہوئے کہ تم (یعنی مولانا سمیع الحق شہیدؒ) اورنصیر اللہ بابر طالبان کے ساتھ ہو، آپ کو تو لوگ ''بابائے طالبان'' کہتے ہیں میری تو صبر کی انتہاء نہ رہی مگر مولاناؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لگا کر صبر کرنے کا اشارہ فرمایا پھر نکلتے وقت موصوف کے بیٹے اوراولاد بھی جمع ہوگئی تھی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ان سے بیٹوں کے متعلق پوچھا کہ کن میدانوں میں مصروف عمل ہیں تو جواب دیا کہ یہ تو فوج میں میجر اورکرنل ہیں، مولانا سمیع الحقؒ نے طنزاً فرمایا آپ تو چوکوں، چوراہوں اور شہروں شہروں میں مارشل لاء اور جنرل ضیاء الحق اورفوج کی مخالفت میں کافی سرگرم اورمتحرک تھے اوراب بیٹوں اور رشتہ داروں کو اسی ''مخالف'' فوج ہی میں بھرتی کروادیا؟ آپ کی ''غیرت''، ''سیاسی بصیرت'' اور ''پختون ولی'' کہاں رہ گئی؟ یہ سننا تھا کہ خان صاحب کو دن میں تارے نظر آنے لگے۔

منہ پر تعریف ناگوار تھی

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ حق گوئی اور بیباکی میں عدیم النظیر تھے، آپ اپنے نام کے

بہترین مصداق اور اسم با مسمی تھے، شہادت سے ایک روز قبل ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر آپ کی تقریر اس کی بین دلیل ہے اسی طرح آپ باوجود یہ کہ ایک سیاسی جماعت کے سربراہ تھے مگر طلباء کو ہمیشہ اپنی پڑھائی پر توجہ دینے کی تاکید فرماتے، ایک مرتبہ بھی کہیں طلبہ سے اپنے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت کی اپیل اور درخواست نہیں کی، آپ مرد مؤمن اور مرد حق کے نعرہ مستانہ کے بہترین مظہر تھے، تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ اکثر جذباتی طلبہ آپ کے دورہ حدیث ہال آمد پر نعرہ بازی کرتے اور مولانا سمیع الحق زندہ باد، مرد مؤمن مرد حق سمیع الحق سمیع الحق کے نعرے لگاتے تو حضرت کے چہرہ مبارک کی رنگت ناپسندیدگی کی وجہ سے متغیر ہو جاتی اور طلبہ کو منع کرتے کہ یہ نعرے مت لگاؤ، میں نے خود جامعہ حقانیہ کے طلبہ کی دستار بندی کے موقع پر عربی میں ایک قصیدہ لکھا تھا، جس میں ضمناً حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ذکر کچھ یوں تھا۔

وبعد وفات الشيخ قام بأمرها　　استاد مـــرب فاضل متوقد
يدعىٰ بسميع الحق شيخ مبجل　　زعيم الجمعية عالم متوحد
كريم على الطلاب سمح ومحسن　　عطوف شفيق فى المحاسن او حد
بسيل نبيل فائق الشأن ثابت　　مقدام على الاعداد سيف مهند
حـــبرٌ كبـــيرٌ مُتْقِنٌ ومحقق　　نـدس زكـى عـالم مـــتفرد
له فى السياسة منصب ومـــكانه يليق　　به و تـــقدم تـــسدد

دلی آرزو تھی کہ یہ اشعار مولانا صاحبؒ کے سامنے سناؤں مگر منہ پر تعریف کرنے پر انتہائی ناگواری کا اظہار فرماتے تھے، اس لئے آپ کی حیات میں تو نہ سنا سکا مگر آپ کی شہادت کے دن جنازے سے قبل علماء کے ایک جم غفیر میں پڑھ کر سنایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منامی اشارہ

ان تمام خوبیوں کے ساتھ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک خدارسیدہ اور کامل ولی اللہ تھے، عشق الٰہی آپ کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں کسی ڈر، خوف یا کسی مصلحت کا سہارا بالکل برداشت نہیں کرتے تھے اور یہی حق پرستی آپ کی شہادت اور المناک قتل پر منتج ہوئی، آپ کی شہادت سے قبل اور بعد نیک، پاکباز اور متقی لوگوں نے جو خواب دیکھے تھے وہ آپ کے کمال رتبی اور ولایت کاملہ پر خوب دلالت کرتے ہیں۔ میرے محترم دوست جناب قاری اسداللہ صاحب آف مردان فرماتے ہیں کہ مجھے مولانا منظور احمد چنیوٹی کے فرزند ارجمند

مولانا الیاس چنیوٹی نے بتایا کہ ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد قادیانیوں نے ہمارے والد صاحب کی مسجد جس میں آپ امام وخطیب تھے قبضہ کرلیا، بااثر ہونے کی وجہ سے حکومتی اداروں میں ہماری کوئی شنوائی نہیں کی گئی نہ عدالت سے انصاف ملا، نہ پولیس وحکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے کوئی دادرسی کی گئی کیونکہ قادیانی اثر رسوخ استعمال کرکے پوری مشینری اور سسٹم کو اپنی مرضی سے استعمال کررہے تھے، ہم پر ایک تو والد صاحب کا غم دوسرا تعزیت کیلئے آنے والوں کے ساتھ ملنا تھا مگر ان سب سے المناک اور دردناک غم ختم نبوت کے ڈاکوؤں کا مسجد پر قبضہ تھا، حیران وپریشان تھے کہ کیا کریں کیا نہ کریں، کہاں جائیں اور کہاں فریاد لے کر جائیں؟ اس رات کو ہمارے ایک مجذوب بھائی خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس مسئلے کے حل کے لئے قبلہ کی جانب چلے جاؤ۔

مولانا الیاس چنیوٹی فرماتے ہیں کہ صبح جب میرے بھائی نے مجھ سے یہ خواب بیان کیا توجب میں نے سوچا تو قبلہ کی جانب اکوڑہ خٹک واقع تھا، اس منامی اشارے کی مقتضٰی کے مطابق ہم اکوڑہ خٹک کی طرف عازم سفر ہوئے اور دارالعلوم حقانیہ میں اتر کر مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا گیا کہ وہ تو افغانستان میں ہیں، ہم نے مولانا صاحبؒ سے فون پر رابطہ کرکے مسئلہ اور منامی اشارے سے آگاہ کردیا تو آپ نے تھوڑا سا انتظار کرنے کا کہا، ہم غالباً ایک دودن مدرسے میں ٹھہرے کہ رات کو حضرتؒ واپس تشریف لائے۔

صبح تمام اہم سیاسی اور مذہبی زعما، وزراء، ایم پی ایز وایم این ایز کو ناشتے پر مدعو کیا، ناشتے سے فراغت پر اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کو فون کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت معززین، قائدین اور زعمائے ملت کی ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے، اگر آپ ہماری مسجد سے قادیانیوں کا غاصبانہ اور ظالمانہ قبضہ نہیں چھڑا سکتے تو ہم (مذکورہ اہم شخصیات کو لیکر) اپنی سطح پر چھڑانے کی کوشش اور احتجاج شروع کرتے ہیں، یہ بات کیا تھی کہ شہباز صاحب کو جان کے لالے پڑ گئے اور فوراً آپؒ کے مطالبہ کو تسلیم کرکے مسجد کو اُن نجس لوگوں سے آزاد کرادیا، مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے علاقے میں پہنچے تو حالات یکسر بدل گئے تھے، نہ کوئی قادیانی ملعون نظر آرہا ہے اور نہ کوئی سیکورٹی اہل کار، مسجد سابقہ کی طرح آزاد اور آباد تھی، اس خواب سے آپ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ولایت اور بزرگی کا مقام خود معلوم کرسکتے ہیں۔

مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی
مدیر ماہنامہ ''الہادی'' کراچی

امت مسلمہ کے حقیقی غم خوار

مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی صاحب جید عالم دین، بہترین منتظم اور کامیاب خطیب ہیں، کئی علمی و دینی کتابوں کے مصنف ومولف بھی ہیں، ''خطباتِ جمعہ'' کے نام سے آپ کی کتاب مقبولِ خاص وعام ہے، ماہنامہ ''الہادی'' کراچی کے مدیر اور بانی ہیں، جامعہ صدیقیہ کے نام سے کراچی میں اپنا ادارہ ہے۔حضرت شہیدؒ سے عقیدت اور والہانہ محبت کا اظہار زیر نظر مضمون میں ملاحظہ ہو۔(ادارہ)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

رہبر ملت اسلامیہ، غمخوار ومحافظ امت، سرمایہ اسلام ومسلمین، مرد مؤمن، مرد حق، مجاہد اعظم، مفکر اسلام، محدث جلیل، فقیہ عالم اسلام، مفسر قرآن حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پوری ملت اسلامیہ کا سرمایہ تھے، مولانا کی شہادت پوری امت مسلمہ کا مشترکہ صدمہ ہے، وہ امت مسلمہ کے حقیقی غمخوار تھے، ان کی شہادت ایک جہاں کی موت ہے، عاش سعیدا ومات شهیدا انہوں نے سعادت مندی کی زندگی گزاری اور شہادت کا اعلیٰ درجہ پا کر اعلیٰ مثال بن کر ہمیشہ ہمیشہ کی ابدی زندگی اور ابدی کامیابی پا کر اس دنیا کو چھوڑ کر گئے۔

عظیم المرتبت شخصیت

مولانا جیسے عظیم المرتبت لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور جب اس دنیا سے جاتے ہیں تو ان کا خلا پُر نہیں ہوتا، وہ ہمہ جہت شخصیت، مجموعہ کمالات ومحاسن تھے، وہ بیک وقت معلم، محدث، مفسر، فقیہ، سیاستدان، مجاہد وجرنیل اسلام تھے، وہ حقیقت میں وارث الانبیاء اور حضور خاتم النبیین صلی

اللہ علیہ وسلم کے وارث وامین تھے، وہ اس وقت بوڑھے وضعیف ہوچکے تھے مگران کے حوصلے اورولولے لاکھوں جوانوں سے بڑھ کر تھے، امت مسلمہ پر جہاں کہیں مظالم ہوتے وہ تیغ بے نیام بن کر نکلتے، صدائے حق بلند کرتے اوران کے دکھ درد میں شریک ہوجاتے، اس وقت میں دومصنوعی سپر پاور، روس اورامریکہ ہیں، رشین سپر پاور کوشکست دینے میں انکا بہت بڑا حصہ تھا اوراب دوسری سپر پاور امریکہ کی شکست بھی دیکھنے والے تھے، ان شاء اللہ قبراور عالم برزخ میں دیکھ لی ہوگی، وہ مسند درس وتدریس کے بادشاہ اورمیدان جہاد کے جرنیل تھے، اللہ انکی قبرکونور سے بھردے، وہ خود ہنستے ہوئے لاکھوں کو رُلا گئے، آج مجاہدین، طالبان علوم نبوت وعلمائے کرام ان کی جدائی سے غمگین وصدمہ رسیدہ ہیں...... ع مجنون جومرگیا تو جنگل اداس ہے

امت مسلمہ کے زخموں پر مرہم رکھنے والا

زخموں سے چور امت مسلمہ کے زخموں پہ مرہم رکھنے والا آج ان سے جدا ہوگیا، اس کی جدائی سے ماحول اداس ہے، پتا پتا مرجھا گیا، پھول کملا گئے۔

چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

خزاں چھا گئی بہار پر فضاء رخصت ہوگئی۔

آ عندلیب مل کر کریں آہ و زاریاں
تم پکارو ہائے گل میں پکاروں ہائے دل
میرا چمن میں جانا ہی تھا گویا دبستان کھل گیا
سن کر میرے نالے بلبلیں غزل خواں ہوگئیں
کلیوں کو یوں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

مولانا شہیدؒ اور جمعیت علماء اسلام کے ساتھ میری قدیم رفاقت

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے اول امیر مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تھے، انہوں نے یہ منصب حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کوسونپا، انہوں نے یہ شیخ التفسیر والحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو لاہور آئین شریعت کانفرنس میں ہزاروں کے مجمع

اور اکابر کی موجودگی میں سونپا، اس منصب کو تاحیات قائد جمعیت حضرت شہید اسلام مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے احسن طریقے سے سنبھالے رکھا، وہ استقامت واستقلال کے پہاڑ تھے، بالآخر وہ شہادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوکر حیات ابدی پا گئے۔

بنا کردن خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا شہیدؒ سے تعلق اوروابستگی

الحمدللہ بندہ فقیر (مشتاق عباسی) کا شروع سے تعلق اوروابستگی شہید حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور جمعیت علماء اسلام سے رہی، اللہ کے فضل وکرم سے یہ تعلق استقامت واستقلال کے ساتھ رہا، جمعیت میں بڑے بھونچال آتے رہے مگر الحمدللہ میرے دل میں حضرت قائد کی عقیدت قائم رہی، حضرت قائد کے ساتھ کئی سفر بھی کئے اور کراچی وسندھ اور ملک بھر میں حضرت قائد شہید رحمہ اللہ کے ساتھ جلسے جلوسوں اور اجلاسوں میں بھی شریک رہا۔ کئی بار اکوڑہ خٹک بھی جانا ہوا، حضرت ممدوح قائد شہید رحمہ اللہ کی ہمیشہ شفقتیں اور مہربانیاں حوصلہ افزائیاں ودعائیں لیتا رہا، ہمیشہ حضرت شہید رحمہ اللہ نے سر پر دست شفقت رکھا، وہ میرے مہربان والد کی طرح تھے، حضرت کو جمال میں بھی دیکھا اور جلال میں بھی دیکھا۔

جلال میں بھی ہزاروں شفقتیں

کئی مرتبہ حضرت قائد شہید رحمہ اللہ کے ساتھ حکام سے ملاقات میں بھی ساتھ رہا، اپنے موقف حق میں وہ کبھی پیچھے نہیں رہے، وہ کبھی نہ بکے، نہ دبے، نہ جھکے۔ کراچی جمعیت علماء اسلام میں ایک مرتبہ ہلچل مچ گئی، پرانے ساتھی جمعیت چھوڑ گئے مگر فقیر مشتاق ایک قدم پیچھے نہ ہٹا، حضرت قائد شہیدؒ نے کئی مرتبہ بڑے مجمع اور اجلاسوں میں میری پذیرائی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور بڑی تعریفیں کیں، خانپور میں جامعہ عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کے سالانہ اجتماع میں تشریف لاتے رہے، ایک مرتبہ میں نے دیکھا، ان کی گاڑی ڈی پی او رحیم یار خان سہیل چٹھہ چلا رہے تھے، جونہی حضرت قائد شہیدؒ کی نظر مجھ پر پڑی تو فوراً گاڑی رکوائی اور مجھ سے کافی دیر بات چیت کرتے رہے اور بعد میں روانہ ہوگئے، ہم جمعیت کے حضرات کو ان کو اپنا صرف امیر جماعت ہی نہیں بلکہ اپنے والد کی

طرح سمجھتے تھے، وہ عموماً اجلاسوں میں ہم پر ناراض ہوکر ڈانٹتے بھی تھے لیکن ان کے جلال میں بھی ہزاروں شفقتیں پوشیدہ ہوتی تھیں، مولانا شہیدؒ کی شہادت سے پتہ چلا کہ وہ عظیم بہادر تھے، بڑھاپے میں اور پھر بائی پاس آپریشن کرایا تھا، ظالموں، درندوں اور سفاکوں نے ان کو کتنی بیدردی، درندگی اور سفاکی سے مارا۔

چھپے گا نہ محشر میں خوں ناحق میرا
خاموش رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ظالموں نے منصوبہ بندی کے ساتھ بظاہر ان کو ماردیا، ان کی آواز کو خاموش کردیا مگر حقیقت ہے کہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی خدمت میں خراج عقیدت

وہ جو عمر کے آخری حصہ میں تھا مگر اس کے عزم جواں تھے وہ جو بوڑھا تھا مگر تھکا نہیں تھا، وہ جو ایک چٹان تھا اور کسی بھی لالچ پر پگھلا نہیں تھا وہ جو اسلام و پاکستان کے لئے کھڑا تھا کبھی بکا نہیں تھا، جس کے عزائم کی بلندی کی دنیا قائل تھی، ہزاروں علماء کا روحانی استاد تھا، وہ ایک شجر سایہ دار تھا، اس کا قصور تھا اسلام کی بات اور پاکستان سے محبت وہ جو ہمیشہ اتحاد و اتفاق کی بات کیا کرتا تھا۔ایک حلیم الطبع انسان عمر کے اس حصہ میں بھی اتحاد مسلمین کا علمبردار اور اپنے کاز کیلئے انتھک محنت کرتا رہا، کبھی حالات اسے بیٹھنے پر مجبور نہ کرسکے۔آج ایک عہد تمام ہوا، تاریخ کا ایک باب بند ہوا، علم کا ایک بہتا ہوا چشمہ رک گیا، ایک روحانی باپ بچھڑا ہے جو شخص محبت کا درس دیتا رہا، آج ظلم و بربریت کا شکار ہوگیا ہے، وہ جو سراپا رحم تھا آج ظالم کے ہاتھوں مظلوم بن گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

مولانا شہیدؒ کا اندازِ تدریس

در مدرسہ از جنبش لعلِ تو حکایت
در میکدہ مستیٔ چشم تو نشان است

محدث جلیل، شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جامع السنن الترمذی سے متعلق ابواب البر والصلة کے درسی آمالی ''اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال'' کے نام سے مرتب ہوگئیں تو حضرت الشیخ شہیدؒ نے ان کی اشاعت کے لئے القاسم اکیڈمی کو بہرہ ور فرمایا، کمپوزنگ میں بھی بابر حنیف کی طرح جان محمد جانؔ نے بھرپور حصہ لیا، مجھے پیش لفظ لکھنے اور اشاعت کی سعادت حاصل ہوئی، پیش لفظ میں احقر نے اپنے حضرت شہیدؒ کے تدریسی انداز اور درسی خصوصیات پر بھی لکھا جسے حقانی فضلاء، حقانی اساتذہ اور دینی مدارس کے اساتذۂ حدیث نے بے حد پسند کیا۔ ذیل میں وہی پیش لفظ نذرِ قارئین ہے...... (ع ق ح)

میرے شیخ و استاذِ مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کے جامع السنن للترمذی سے متعلق ابواب البر والصلة کے درسی امالی مرتب ہوکر پریس بھیجنے کے لئے تیار ہوگئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ طباعت و اشاعت کی سعادت ''القاسم اکیڈمی'' کو بخشی جا رہی ہے ابواب البر و الصلة اجتماعی، خاندانی اور معاشرتی حوالے سے انقلاب آفرین ابواب ہیں علم وعمل اور صالحیّت کے محرک ہیں۔

البر مصدر ہے اس کا عام مطلب، معنی اور مفہوم نیکی، اچھائی، حسنِ معاملہ اور عربی لغت میں کسی کے حق کو پورا کرنا ہے۔ برّ بڑا وسیع المعانی لفظ ہے۔ اردو لغت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جو اس کی وسعتوں کو اپنے اندر سمو سکے۔ اس کی معنوی وسعت کی وجہ سے وہ ساری نیکیاں اس کے تحت جمع ہوجاتی ہیں جو عدل یا احسان کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔ ان ابواب میں ''برّ'' سے مراد والدین سے حسنِ سلوک ہے۔ والدین کا ادب و احترام ان کے ساتھ حسن وخوبی کا برتاؤ ربّ ذوالجلال کا حکم، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور اخلاقیات کا اہم تقاضا ہے۔ صلہ کا مطلب ہے حسن سلوک، اخلاق میں، معاملات میں اور معاشرت میں اخلاقِ حسنہ کا پہلو حاوی رہے۔ یہی حسن سلوک ہے، یہی

صلہ ہے، یہی نیکی ہے، یہی اچھائی ہے اور یہی مطلوب ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کے معاشرے میں حسنِ معاشرت کی اصلاح اور درستگی کا اہتمام نہیں ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک امتیازی شان کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم و زیادتی کرے میں انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی اس کو معاف کردوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے میں اُس سے صلہ رحمی کروں جو مجھے محروم رکھے میں اسے عطا کروں، غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو اپنا شیوہ بناؤں۔

تاریخ کے دریچوں سے جھانک کر دیکھئے تو یہ منظر نظر آتا ہے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف ایذائیں پہنچاتے تھے، ہجو کرتے تھے، پتھر برساتے تھے، کانٹے بچھاتے تھے، جانوروں کی اوجھڑیاں پھینکتے تھے، آپؐ کے صحابہ کو تپتی ریت پر لٹاتے تھے، تیروں کی بارش سے ان کے بدن چھلنی کردیتے تھے تو فتح مکہ کے دن سب کیلئے معافی کا پروانہ جاری کردیا، عفو و درگزر اور احسان کے حوالے سے یہ واقعہ دنیا کی تاریخ میں لاجواب ہے۔ اسلام یہی منظر چاہتا ہے اور آپؐ نے ایسی پرامن زندگی کی ساری عمر تبلیغ فرمائی ہے۔

ابواب البر والصلة میں بھی یہی پیغام ہے، یہی دعوت ہے، یہی مشن ہے، یہی ہدف ہے، اسلام سراپا رحمت ہے، وہ یہی چاہتا ہے کہ تمام مسلمان اور تمام انسان آپس میں محبت، الفت، والہیّت اور گرویدگی کا معاملہ رکھیں، ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کی خدمت کریں، بغض وحسد اور عداوت ونفرت سے دور رہیں، اگر کوئی قطع تعلق کرے تو اس سے صلہ رحمی کریں، جوڑ پیدا کریں، اس سے بھلائی کریں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیاتِ طیبہ احترام، محبت، شفقت، عفو و درگزر اور پاکیزہ اخلاق کی تبلیغ میں صرف ہوئی۔ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ اور آپ کی زبان فیض ترجمان بشکل احادیثِ مبارکہ ہم سے ان اخلاقِ کریمانہ کا صدور چاہتی ہے۔

سیدی و استاذی الکریم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم نے اپنے درسِ جامع السنن للترمذی میں ابواب البر والصلة میں ''بر'' و ''صلہ'' پر خوب تفصیل سے عالمانہ، فاضلانہ اور محدثانہ بحث کی ہے۔ علمی نکات، حلِ نسخہ، سند حدیث کی توضیح، متن کی تشریح، استنباطِ فقہ و مسائل کے علاوہ نبوی مزاج کے عین مطابق تعلیم وتربیت، اصلاحِ انقلابِ اُمت، دعوت وارشاد اور رُشد و ہدایت اور تہذیب ومعاشرت میں اسلامی تعلیمات کو اپنا ہدف بنایا ہے۔

برادرم مکرم حضرت مولانا مفتی عبدالمنعم مدظلہٗ نے میرے استاذ کی درسی تقاریر کو ٹیپ ریکارڈر

سے نقل کر کے ترتیب و تالیف کے صعب ترین مراحل سے گذار کر اسے کتابی شکل دے دی ہے۔ الحمدللہ کہ اس میں وہ کامیاب رہے ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل المصنّفات فی الحدیث کے مؤلف استاذی و استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زمان صاحب حقانی کا بھی بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر آخری مراحل میں تصحیح اور بعض عربی عبارات کے ترجمہ میں بھرپور تعاون فرمایا۔ برادر محترم مولانا عرفان الحق حقانی نے مقدور بھر تصحیح میں مخلصانہ کوشش کی اللہ کریم سب کو اجرِ عظیم سے نوازیں۔

مولانا راشد الحق سمیع حقانی کے غالب شوقِ اشاعتِ حدیث، فروغِ علم اور خوبصورت طباعت کے ولولوں نے ہم خدام کو بھی کام پر لگائے رکھا اور اس کی پیش رفت میں ہماری ہمت آفرینیوں کو بڑھائے رکھا۔ القاسم اکیڈمی اسے اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتی ہے کہ استادِ مکرم نے اعتماد فرما کر اشاعت و تقسیم کی سعادت سے ہمیں بہرہ ور فرمایا (وأجرهم على الله)

اندازِ تدریس اور درسی خصوصیات

ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

میرے شیخ، میرے محسن اور میرے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم کی پوری زندگی سیاسی مساعی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا اہتمام وانصرام اور درس وتدریس الغرض زندگی کے ہمہ جہت لمحات، عشقِ رسولؐ و اطاعت اور یادِ یار سے معمور رہتے ہیں، درس وتدریس اور اشتغال بالحدیث کے دوران یہ پیمانۂ عشق مزید لبریز ہوجاتا ہے اپنے مشتاق اور بیتاب دل، اپنی قوتِ تخیّل، علمی، درسی اور ادبی زورِ کلام کے ساتھ وہ دارالحدیث کی وجد انگیز فضاؤں میں بار بار مدینۃ الرسولؐ کی پرواز کرتے رہتے ہیں اور انکا طائرِ فکر ہمیشہ ہمیشہ اُسی آشیانہ اور آستانہ پر منڈلاتا رہتا ہے۔

وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں اپنے دل، اپنی محبت، اپنے اخلاص، اور اپنی وفاؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ احادیث کے درس اور تشریح وتوضیح کے دوران ان کے علمی، روحانی، عملی اور محبت ووالہیت کے جوہر خوب کھلتے ہیں، علوم ومعارف اور معانی کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں وہ تمام حقائق ومعارف جو انہیں اپنے اساتذہ واکابر سے حاصل ہیں بے حجاب اور بے نقاب ہو کر سامنے آتے اور خوب رنگ دکھاتے ہیں۔

میرے استاذ کی شرح شمائل ’’زین المحافل‘‘ کی طرح پیش نظر جامع ترمذی کے اَمالی ابواب البر والصلة کی تشریح وتوضیح، ان کے علمی ودرسی افادات میں سب سے زیادہ جاندار، طاقتور، مؤثر، ان کی عشق ومحبت کی کیفیات اور والہانہ جذبات کی صحیح ترجمان، تجربات کا نچوڑ، رفعتِ علمی کی تصویر اوران کے نازک ترین والہانہ احساسات کے آئینہ دار ہیں۔ وہ اپنے درسِ حدیث میں علمی مباحث، لغوی تحقیق، فقہ ومسائل کے ساتھ ساتھ امتِ اسلامیہ اور عالم اسلام کے حالات، اس کے مسائل اور مشکلات، اس کی آزمائشیں اور مشکلات، نیز مغربی تہذیب، مادی فلسفوں، خالص بے دین تحریکوں پر خصوصی توجہ، نقد وجرح، اور اصلاح وانقلابِ اُمت پر خصوصی نظرِعنایت رکھتے ہیں۔ میرے استاذ کا یہ علمی، جہادی، تحریکی، تدریسی اور روحانی سفر اس زمانہ میں ہورہا ہے جب ان کی عمر ۷۵سال سے متجاوز ہے ان کے قویٰ کمزور ہوگئے ہیں، اس سن میں جب لوگ آرام کو ترجیح دیتے ہیں اور گوشہ نشینی کو پسند کرتے ہیں وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اہتمام کے ساتھ دفاعِ پاکستان اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے حوالے سے ملک کے کونے کونے میں پہنچ رہے ہیں مگر بایں ہمہ درسِ حدیث میں ناغہ بھی انہیں برداشت نہیں اس کو فرمانِ محبت کی تعمیل اور مقصدِ زندگی کی تکمیل کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

میرے حضرت کو سب سے بڑی فکر یہ ہے کہ اُمت اپنے سرمایۂ آرزو اور ذوقِ جستجو سے محروم ہوکر رنگ وبو میں گرفتار ہوگئی ہے اس کے کان نرم ونازک نغموں کے خوگر ہوگئے ہیں۔ علم، قلم، کتاب، مطالعہ، درس وتدریس اور جہاد کے نغمے اس کے لئے نامانوس ہوچکے ہیں اب نہ افرادامت کی آنکھ میں یقین کا نور اور عشق کا سرور ہے، نہ اس کے دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مخمور اور نہ اس کا سینہ محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے معمور ہے۔ وہ بارگاہِ رسالت میں قلبی حضوری سے بہت دور اور اصل منزلِ مقصود سے ناآشنا اور مہجور ہے۔

میرے استادِ مکرم لادینیت، عریانی اور مغربیت کے اس طوفانِ بلاخیز کو دیکھ رہے ہیں جو عالمِ اسلام پر بڑی تیزی سے یلغار کررہا ہے۔ لادینیت کے اس سیلاب کا سب سے بڑا راستہ خالص مادہ پرستانہ نظر، روحانی خلا اور قلب کی برودت ہے۔ میڈیا، عریانی اور مسرفانہ زندگی سے اس میں اور مدد مل رہی ہے اس تمام تر شیطانی طوفان کا مقابلہ اگر کسی چیز سے ہوسکتا ہے تو وہ علمِ دین، حدیثِ رسول اور علومِ نبوت کے فروغ واشاعت سے ہوسکتا ہے اس پر اگر کوئی چیز غالب آسکتی ہے وہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ اسلام کی زاہدانہ اور عاشقانہ زندگی ہے۔

میرے استادِ مکرم بھی اپنے دروس، علمی مباحث اور طلبہ سے احادیث کی تشریح وتوضیح کے

دوران مسلمانوں کے لئے اس مثالی زندگی کی آرزو کرتے ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں پر اثر انداز ہو۔ اسی ہدف کے پیشِ نظر جامع السنن للامام الترمذی کے ابواب البر والصلة میں اسلامی زندگی کے لازمی خدوخال کو اجاگر کیا گیا ہے جس میں والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا درس ہے اسلام کے عائلی اور خانگی روایات کا استحکام ہے اگر ایسی زندگی وجود میں آجائے تو ساری دنیا اس کے سامنے سر جھکانے اور اس کا احترام کرنے پر مجبور ہوگی، اس کے مطالعہ واستفادہ سے ''شعلۂ زندگی'' کی افسردگی بجھ جائے گی اور پھر وہی علمِ دین کی شمع نور روشن ہوگی جو مسلمانوں کے دلوں میں فروزاں تھی۔

مجھے اپنے استاد کے اندازِ تدریس، درسی خصوصیات اور تدریسی امتیازات سے خصوصی تعلقِ خاطر، ذاتی دلچسپی اور بہت قریبی تجربہ کا موقع ملا ہے، ذیل میں اپنے مشاہدہ کی حد تک جہاں تک میرا ذہن اور مشاہدہ کام کرتا رہا لکھتا رہا۔ ذیل میں وہی خصوصیات نذرِ قارئین ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے استاذِ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو بڑا وسیع اور عمیق علم عطا فرمایا ہے، بالخصوص علم حدیث سے ان کا لگاؤ فطری ہے ان کا ذوق خالص محدثانہ ومحققانہ اور علمِ حدیث کے حوالے سے والہانہ ہے، اپنے زمانے کے حالات اور مزاج سے بھی بھرپور واقفیت رکھتے ہیں، فہم وفراست کی دولت سے مالا مال ہیں، مزاج میں اعتدال ہے اپنے درسِ حدیث میں جادۂ اعتدال سے کہیں ذرہ برابر بھی ہٹتے ہوئے نظر نہیں آتے۔

☆ حدیث کا متن بیان کرنے کے بعد اس کا ایسا ترجمہ کرتے ہیں جس میں حدیث کے مفہوم ومدعا کی ترجمانی بھی چھلکتی ہے، عصرِ حاضر کے مسائل، ملکی اور عالمی حالات اور الجھے ہوئے مسائل کا احادیث کے رہنما اصولوں کی روشنی میں حل پیش کرتے ہیں۔

☆ حدیث کی تشریح کے عنوان سے حدیث کے مفہوم کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں جس میں نفسِ حدیث کی وضاحت کے ساتھ حدیث پر واقع ہونے والے کسی بھی اشکال یا کسی دوسری حدیث سے اس کے بظاہر تعارض اور تضاد کا جواب بھی مل جاتا ہے۔

☆ حدیث پڑھاتے ہوئے بالکل عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں اندازِ بیان اتنا سادہ ہوتا ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ بھی نہایت سہل ہو جاتا ہے۔ تبحرِ علمی اور دقتِ نظر کی دل کھول کر داد

دینی پڑتی ہے ان کی تدریس کا سہل ترین اور دلنشین انداز ان کی علمی دیانت و وسعتِ قلبی، فکری صحت اور علمی وقعت کا شاہدِ عدل ہے۔

☆ حدیث پڑھاتے ہوئے کبھی کبھار ایسی نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ حدیث کی شروحات میں ان نکات کا ذکر نہیں ملتا۔ علم ایسا راسخ، مرتب اور منقح ہے جس مسئلہ میں ایک بار جو رائے قائم فرمالیتے ہیں وہ ایسی صائب اور درست ہوتی ہے کہ ہزار تحقیق و تدقیق کے بعد بھی بات وہی رہتی ہے جسے آپ نے درست قرار دیا ہے۔

☆ اگر طالب علم کوئی اشکال پیش کرے تو حضرت بغیر کسی توقف یا مراجعتِ کتب کے فی البدیہ نہایت تشفی بخش جوابات عطا فرماتے ہیں۔ حضرت الاستاذ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ نہایت وسیع المطالعہ ہیں مختلف علوم وفنون کی امہاتِ کتب کے علاوہ دنیا بھر کے ہمہ جہتی موضوعات پر نو وارد مطبوعات سے بھی ان کو بے پناہ واقفیت ہے اس لئے کسی سوال کا جواب ان کے لئے مشکل نہیں رہتا۔

☆ ائمہ اربعہ کے دلائل کو بڑی وسیع الظرفی سے بیان کرتے ہیں اور پھر احناف کے دلائل پر اس انداز میں روشنی ڈالتے ہیں کہ کوئی بات تشنہ تکمیل نہیں رہتی۔

☆ حضرت الاستاذ بحرِ سیاست کے شناور ہیں لیکن درسِ حدیث کے دوران سیاسی ابحاث سے صرفِ نظر کیے رکھتے ہیں۔

☆ حضرت الاستاذ حدیث پڑھاتے وقت صاف آواز اور بھرپور واضح لہجے سے گفتگو فرماتے ہیں تا کہ ذہین طلباء بھی مستفید ہوں اور متوسط درجہ کے طلباء بھی فائدہ اٹھا سکیں، بعض اوقات انداز خطیبانہ، لہجہ جلال آمیز ہو جاتا ہے مگر طلبہ کیلئے ان کی گفتگو اور لب ولہجہ کے ہر زیر و بم سے جمال ہی جمال ٹپکتا ہے۔

☆ حضرت الاستاذ کے ہمہ جہت مشاغل، سیاسی مصروفیات، ہجومِ افکار، کثرتِ کار اور مسلسل اسفار کے باوصف صبح وشام قال اللہ وقال الرسول میں گزرتی ہیں، درس وتدریس ہی ان کی زندگی کا عنوان ہے۔ آپ علم کے لئے وقف اور علم میں فنا ہیں اس لئے طالبانِ علومِ نبوت

کو بھی دورانِ درس یہی سبق دیتے ہیں کہ علم کے پڑھنے پڑھانے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو اور حصولِ علم کے لئے مشکلات اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔

☆ حضرت الاستاذ کے سر کا سودا نازشِ دوران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی متاعِ حیات ہے، اسی محبت اور وارفتگی نے ان کو سرورِ کائنات کی بات (حدیث) پر فریفتہ کر دیا ہے۔ آپ میں حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ دارالحدیث میں بیٹھ کر جب قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے ہیں تو اپنے عظیم والد کی طرح یوں لگتا ہے گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر نچھاور ہو رہے ہیں۔

ہمارے زمانۂ طالب علمی میں حضرت الاستاذ جیسے ہی دارالحدیث میں تشریف لاتے میں ان کے ذوق، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے گنگنانے لگ جاتا......

کب تک آخر یورشِ افکار کی باتیں کریں
آؤ اب کچھ دیر بزمِ یار کی باتیں کریں

☆ درس وتدریس کے پہلو بہ پہلو باطل اور گمراہ فرقوں کے باطل نظریات، ہفوات اور شکوک وشبہات کے ردّ وازالے کی طرف بھرپور توجہ رہتی ہے اور یہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے یہ دور نبح کل کلب من کل زاویة وزرأ کل اسد من کل اجمة و ضبح کل ثعلب من کل تلعة ''ہر گلی سے کتا بھونکتا ہے ہر جھاڑی سے شیر دھاڑتا ہے اور ہر ٹیلے سے لومڑی آواز لگاتی ہے'' کا ہے، کہیں منکرین قرآن ہیں، کہیں منکرینِ حدیث ہیں، کہیں منکرین صحابہؓ ہیں، کہیں منکرینِ فقہ وفقہاء ہیں، کہیں منکرینِ ختم نبوت ہیں اور کہیں منکرین نظامِ شریعت ہیں، استاذِ مکرم تحریر وتقریر کی طرح ہر درس میں بھی ان تمام فتنوں کا تعاقب کرتے ہیں مگر بایں ہمہ مخاطب خواہ کوئی ہو اور موضوع جس انداز کا بھی ہو، آپ کا کوئی درس، علمی متانت سے عاری نہیں ہوتا آپ کی ہر تحقیق اور ہر درس پختگی ورزانت میں مستحکم ہوتا ہے۔

مولانا محمود الرشید عباسی حدوٹی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور

شہید اسلام مولانا سمیع الحق شہیدؒ

مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب ،جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل، سابق مدرس اور ماہنامہ ''آب حیات'' سمیت کئی ایک رسائل کے مدیر شہیر، متعدد سیاسی جماعتوں کے رُکن اور اب خیر سے ایک بڑے بزرگ کے خلیفۂ مجاز اور مسلک تصوف وسلوک کے داعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ صحافی، مصنف، ادیب اور مدیر شہیر ہیں، شہید ناموسِ رسالتؐ پر مفصل لکھا، خوب لکھا بلکہ اسے ایک دلچسپ داستان بنا کر سنا دیا۔ قارئین پڑھیں گے تو لطف اندوز ہوں گے (ادارہ)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا نام تو میرے کانوں کی دہلیز سے اس وقت ٹکرایا جب میں ابھی طفل مکتب تھا، میری عمر کوئی چودہ پندرہ سال تھی، جب میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم میں زیر تعلیم تھا، اس وقت تخت شاہی پر جنرل ضیاء الحق شہید براجمان تھے، ضیاء الحق شہید وقفے وقفے سے کوئی نہ کوئی ایسا کام کرگزرتے تھے جس سے دینی طبقہ خوش ہوجاتا تھا، کبھی وہ کسی مسجد کا افتتاح کرتے دکھائی دیتے اور کبھی کسی مسجد سے نکلتے وقت جوتی کا تسمہ باندھتے نظر آتے، کبھی وہ کسی دینی پروگرام میں تقریر کرتے اور اسلام کی آمد کی اطلاع دیتے سنائی دیتے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب ضیاء الحق شہید کی مخالفت کرنے والے سیاسی قائدین یا تو پس دیوار زنداں تھے یا جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے، اس دوران میں ضیاء الحق شہید نے اپنے حق میں ریفرنڈم بھی کروایا تھا، جس میں صبح سے شام تک پاکستان کے لوگوں نے، اسلام کے حبداروں نے، اسلام کے پاسبانوں نے ضیاء الحق شہید کے حق میں ووٹ دیا، یوں شام کو اطلاع آئی کہ ضیاء الحق کے حق میں پاکستان کی اکثریت نے اپنا ووٹ کاسٹ کیا۔ اسی زمانے میں سینٹ کے دو ممبران مولانا

قاضی عبداللطیف کلاچویؒ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے شریعت بل پاس کروایا، جس پر اہل سنت والجماعت کے علمائے کرام مولانا قاضی مظہر حسینؒ ، مولانا عبدالستار تونسویؒ ، مولانا قاضی عبداللطیف جہلمیؒ نے لاکھوں کی تعداد میں وہ شریعت بل طبع کروائے جن میں اہل سنت والجماعت کے مسلک اور موقف کی تائید شامل تھی، اس میں فقہ حنفی کا تذکرہ بھی تھا، اس شریعت بل پر علمائے کرام کو ''تحفظات'' بھی تھے، ان کے بیانات پرانے رسالوں اور اخباروں میں ریکارڈ پر ہیں۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے شریعت بل کی تائید میں علمائے کرام کی اکثریت شامل تھی جو چاہتے تھے کہ یہ بل کما حقہ پاس ہونا چاہیے، اس میں اہل سنت والجماعت کی اکثریت کے باعث اس کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہیے، ہم لوگ بڑے جوش وخروش سے شریعت بل کی اس تحریک میں شامل تھے۔

میں (بندہ عاجز) جہلم سے رخت سفر باندھ کر زندہ دلوں کے شہر لاہور آن پہنچا، تب سے اب تک لاہور ہی میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں، زندگی کا اکثر حصہ لاہور میں گزر چکا ہے، لاہور آمد کے بعد جب ناچیز کچھ عرصہ بعد جامعہ اشرفیہ لاہور سے سند فراغت پانے کے بعد اسی جامعہ میں بطور استاذ تعینات ہوا، اس دوران کئی بار اپنے مشائخ کے ہاں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی زیارت کی، شروع شروع میں مولانا اجمل خان مرحوم (مولانا امجد خان کے والد) مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ ہی کام کررہے تھے، بندہ کو جمعیت طلبائے اسلام لاہور کے نائب صدر کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا، مولانا اجمل خانؒ اور مولانا میاں اجمل قادری نے بڑی ترغیب اور مشفقانہ انداز میں مجھے قائل کیا کہ میں جمعیت طلبائے اسلام میں کام کروں، اس دوران مجھے جمعیت طلبائے اسلام کے ترجمان ''عزم نو'' میں بھی کام کرنے کا موقع ملا، میرے مضامین اس رسالے میں شائع ہوا کرتے تھے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے باضابطہ اور پہلی ملاقات براعظم افریقہ کے تپتے صحراؤں کے شمالی ملک لیبیا کے دارالحکومت طرابلس بحرابیض کے ساحل پر واقع دلکش، جاذب دل ونگاہ، فلک بوس ہوٹل ''ذات العماد'' کے آنگن میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب ہم ناموس رسالتؐ سے متعلق ایک کانفرنس میں شرکت کیلئے یہاں پہنچے تھے، کرنل معمر القذافی کی خصوصی دعوت پر حاضری ہوئی تھی، اس دوران جب مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے میرا تعارف کروایا گیا تو مولانا نے حیرت سے پوچھا کہ اچھا! آپ حدوٹی ہیں؟ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ فرمانے لگے کہ مولانا! آپ تو معروف آدمی ہیں، آپ کا نام تو سن رکھا تھا، آج اللہ نے ملاقات بھی کروادی۔ پھر راقم جمعیت علمائے اسلام نظریاتی میں شامل ہوگیا، بعدازاں خانیوال کے اجلاس میں مجھے صوبہ پنجاب کا جنرل سیکرٹری منتخب کرلیا گیا، کچھ عرصہ تک میں اس منصب پر فائز رہنے کے بعد مستعفی ہوگیا تھا، اس دوران سلالہ چیک پوسٹ

پر پاکستانی مسلح افواج کے کچھ سپوت جام شہادت نوش کر گئے تھے، اس بہیمیت کے خلاف مولانا سمیع الحقؒ میدان میں اتر آئے تھے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پہلے ''دفاع پاکستان کونسل'' قائم کی تھی، جس کے تحت وہ افغانستان میں ملا عمرؒ کی حکومت کا دفاع کرتے رہے، طالبان کی پشتیبانی کرتے رہے، عالمی سورماؤں کی سازشوں کو ناکام بناتے رہے، جب امارت اسلامیہ افغانستان سے طالبان تخت شاہی چھوڑ کر غاروں، کہساروں اور صحراؤں میں چلے گئے تو پاکستان میں عاقبت نااندیش جنرل پرویز مشرف کی شرانگیز پالیسیوں کے باعث قتل وقتال کا بازار گرم ہوگیا تھا، خودکش بمبار اور فدائی جگہ جگہ حملے کررہے تھے، مسجدوں، مدرسوں اورافواج پاکستان کے خلاف نادیدہ قوتوں نے ایک عجیب جنگ مسلط کررکھی تھی، ان تمام بُرے حالات میں حضرت مولانا شہیدؒ نے ''دفاع پاکستان کونسل'' کی تشکیل کی اور بکھری وخوفزدہ قوم کو یکجا کیا۔ پھر ''دفاع پاکستان کونسل'' کے زیراہتمام ہونے والے اجلاسوں میں بندہ ناچیز کو بھی شرکت کے مواقع ملے، میں نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بہت قریب سے دیکھا کہ تمام فرقوں اور مسلکوں کے لوگ ان کا نہایت ادب اوراحترام کرتے تھے، ان کی قدر کرتے تھے، مولانا سمیع الحق صاحبؒ ان اجلاسوں میں کسی بڑھک سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ نہایت عاجزی وانکساری، حکمت، تدبر، بصیرت، فہم وفراست اور معاملے کے مالہ وماعلیہ کو سامنے رکھ کر اپنی بات پیش کرتے تھے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف کے ساتھ ملاقات میں بندہ ناچیز بھی موجود تھا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی موجود تھے، مولانا محمد احمد لدھیانوی اور دیگر بہت سے علمائے کرام موجود تھے، ملکی حالات انتہائی دگرگوں اور مخدوش تھے، میاں نوازشریف سے ملاقات کے دوران مولانا سمیع الحق شہیدؒ اورمیاں صاحب کے درمیان شکررنجیاں بھی ہوئیں، ایک دوسرے کو ہلکے پھلکے انداز میں ماضی یاد کراتے رہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس دوران بھی ملکی حالات پر سخت تشویش کا اظہار کیا تھا۔ مولانا شہیدؒ نے پاکستان میں ہونے والی سنی شیعہ لڑائیاں ختم کرانے میں بھی نہایت ہی مخلصانہ کردار ادا کیا، سپاہ صحابہ کی قیادت اور جماعت پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف بھی بڑی زوردار آواز بلند کرتے تھے، سنی اور شیعہ قائدین کو ہمہ جتن بروئے کار لاکر سمجھاتے تھے کہ وہ اس دیس میں کس طرح کام کریں، وہ تبرائی مشن بند کرانے کیلئے اپنی سی کوشش کرتے رہے۔ اللہ نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بے پناہ خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا، اللہ نے انہیں بصیرت عطا فرمارکھی تھی، اسی خداداد بصیرت کے تحت وہ دین اسلام کی شبانہ روز خدمت کرتے رہے۔

اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ کے لگائے ہوئے گلشن جامعہ حقانیہ کی آبیاری کرتے

رہے، اپنے برادر مولانا انوارالحق اور برخورداروں کے جھرمٹ میں وہ دین اسلام کی خدمت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، عہد شباب تو اس دشت کی سیاحی میں گزرا ہی تھا، عہد شیخوخت میں پہنچے تو مختلف عوارض وامراض کے باعث عصا ٹیک کر چلتے تھے، اس کے باوجود دور دراز کے اسفار کرتے اور اپنے دل کی آواز لوگوں تک پہنچاتے تھے، وہ اپنا اظہار مافی الضمیر بلا خوف لومۃ لائم کرتے تھے، نرم دم گفتگو گرم دم جستجو ہونے کے باوجود حق وصداقت کا نعرہ لگاتے ہوئے سخت باتیں بھی بلاخوف کہہ جاتے تھے، میدان سیاست میں وہ اصولوں پر قائم رہ کر بات کرتے تھے، طبیعت کے خلاف ہونے والی کسی بھی بات کو رد کردیتے تھے یا بھری بزم سے اٹھ جاتے تھے، وہ سودوزیاں سے بے پرواہ ہوکر کام کرتے تھے۔

آسیہ مسیح نامی خاتون جس نے پنجاب کے شہر ننکانہ میں، فالسے کے باغ میں مسلمان عورتوں سے تو تکار، لڑائی اور کھینچا تانی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا، جسے سیشن کورٹ سے سزائے موت سنائی گئی پھر ہائی کورٹ لاہور میں اس سزا کے خلاف اپیل کی گئی تھی، اس اپیل میں بھی آسیہ مسیح گناہ گار قرار پائی اور سیشن کورٹ کی دی گئی سزائے موت برقرار رکھی، پھر سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی، سپریم کورٹ نے نچلی عدالتوں کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور چند مفروضوں کی بنیاد پر آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دے کر اکتوبر کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔

جانکار، اہل علم کہتے ہیں کہ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ حقائق کا خون ہے، انصاف کا خون ہے، عدل کا خون ہے، جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ یہی وہ سپریم کورٹ ہے جس نے اسی سال اپنی توہین برداشت نہ کرتے ہوئے کئی سیاستدانوں کو توہین عدالت کی سزائیں دیں، ان سیاستدانوں نے سزائیں بھگتیں، ان سیاستدانوں کو ذلیل کیا گیا کہ انہوں نے عدالت کی توہین کی ہے، آج یہ وقت آیا ہے کہ اس سپریم کورٹ کو آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، مرادالمشتاقین، راحۃ للعاشقین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کی جانے والی توہین، گستاخی کی کوئی پرواہ تک نہ ہوئی اور ایک گستاخ عورت کو رہا کرنے کا حکم دے دیا، حالانکہ اس کورٹ کے جہاندیدہ ججوں کو، قاضیوں کو، قاضی القضاۃ کو علم ہونا چاہیے تھا کہ آسیہ مسیح وہ ملعونہ، بدبخت اور راندہ درگاہ عورت ہے جس کی ہرزہ سرائی، ہفوات اور گالم گلوچ کے باعث شہباز بھٹی جیسا ایک مسیح نوجوان اور سلمان تاثیر جیسا انسان موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے، اس بدبخت عورت کی حرماں نصیبی اور بدبختی کے باعث ہی عاشق رسول جناب ممتاز حسین قادری کو پھانسی کا پھندا چومنا پڑا۔ جب آسیہ مسیح کو رہا کرنے کا عدالتی فیصلہ آیا تو ملک بھر میں راہ وفا کی خاطر راہ حق میں جان لٹانے والے دیوانے، پروانے، مستانے میدان عمل میں نعرہ رستا خیز بلند کرتے ہوئے کود پڑے، انہی نگاہ بلند، سخن دلنواز، جان پرسوز رکھنے والوں میں مولانا سمیع

الحق شہیدؒ بھی تھے۔ یوم شہادت سے ایک روز قبل ایک بہت بڑے جلسہ عام سے محو خطاب ہوتے ہوئے مولانا سمیع الحق شہید نے عجیب انکشافات کیے، مولانا گویا ہوئے کہ میں ایک ماہ پہلے پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان سے ملا ہوں، جب مجھے پتہ چلا کہ حکومت گستاخ رسول عورت آسیہ مسیح کو رہا کرنے والی ہے تو میں نے عمران خان سے اس بارے میں دریافت کیا، عمران خان میرے سوال پر پریشان ہوا کوئی جواب نہیں دے سکا، وہ گومگو کا شکار تھا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا کہ میں نے عمران خان سے صاف صاف کہہ دیا تھا اگر تم نے کسی سازش یا بیرونی دباؤ کے تحت آسیہ مسیح ملعونہ کو رہا کیا تو تمہارا انجام میاں نواز شریف سے بھی برا ہوگا، نواز شریف کے زمانے میں ممتاز حسین قادریؒ کو پھانسی دی گئی تھی، تمہارے دور میں آسیہ کو رہا کیا جارہا ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بہت ہی سخت الفاظ میں اس رہائی کی مذمت کی تھی بلکہ آپ نے دو قدم آگے بڑھ کر ان ججوں کو توہین رسالت اور آئین سے انحراف کی سزا دینے کا مطالبہ کیا تھا، بعض واقفان حال اور تجزیہ نگاروں کا یہ کہنا ہے کہ یہی وہ تقریر تھی جو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو شہادت کا جام شیریں پلانے کا ذریعہ بنی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد دنیائے کفر نے خوب شادیانے بجائے اور ان کی شہادت پر بڑے عجیب وغریب تبصرے کیے، امریکہ، افغانستان اور انڈیا میں خوشیاں منائی گئیں مگر پاکستان میں شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہر طبقے نے مولانا شہیدؒ کے سفاکانہ، بزدلانہ قتل پر سخت گہرے رنج وغم کا اظہار کیا، مسلح افواج، ججز، وکلاء، علماء اور طلباء نے افسوس کا اظہار کیا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جنازے میں بلامبالغہ کئی لاکھ انسانوں نے شرکت فرمائی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ وہ خوش نصیب انسان تھے جن کے احوال وسوانح زندگی ان کی حیات مستعار کے دوران ہی دو ضخیم جلدوں میں ان کے مایہ ناز شاگرد جناب مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ نے باحسن انداز زیور طباعت سے آراستہ فرما کر شائع کردیے تھے، اہل ذوق ان کی سرگرم، متحرک اور فعال شخصیت سے بخوبی آگاہ ہوجائیں گے۔ اسی طرح مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی اور تحریکی زندگی کی ڈائری بھی ان کی زیرادارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں شائع ہوتی رہی ہے، شائقین استفادہ کرسکتے ہیں، ان کے معرکۃ الآرا بیانات، ارشادات، فرمودات کہیں مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں، میڈیا میں ان کے انٹرویوز، ان کے مباحثے محفوظ ہیں، ان کی متحرک زندگی پر اب بھی بہت سا علمی کام کیا جاسکتا ہے۔ ہم مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے فرزندارجمند جناب مولانا حامدالحق حقانی، مولانا راشدالحق سمیع حقانی اور انکے برادر مولانا انوارالحق کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد قاسم حقانی
ناظم جامعہ ابوہریرہؓ نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ذوقِ شعر وادب

مولانا محمد قاسم حقانی صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے بڑے شریف النفس، قابل فاضل صاحبزادے، جامعہ ابوہریرہؓ کے مہتمم اور ماہنامہ ''القاسم'' کے مدیر شہیر ہیں،اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، بہترین خطیب، منجھے ہوئے مدرس اور کئی کتابوں کے بہترین مرتب ومؤلف ہیں......(مدیر)

اکابر علماءِ دیوبند کو اللہ پاک نے ذوقِ شعروادب کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا، دارالعلوم دیوبند میں طلباء کی انجمن میں باقاعدہ مشاعرہ کا اہتمام ہوتا تھا۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب کشکول میں ایک مشاعرے کا حال لکھا ہے۔اس مشاعرے کے لیے ''مصرعہ'' اور ''طرح'' یہ رکھا گیا تھا ع بارش کی علامت ہے کہ ہوتی ہے ہوا بند

اس ''طرح'' پر مفتی محمد شفیع نے غزل لکھی ہے جامعہ ابوہریرہ تشریف آوری کے موقع پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے اسی غزل کا ایک شعر سامعین کو سنایا، وہ شعر یہ ہے......

مسدود ہیں گویا ساری تدابیر کی راہیں
خوش ہو کہ نہیں تجھ پہ ابھی باب دعا بند
تمہید ہیں رحمت کی یہ دنیا کے مصائب
بارش کی علامت ہے کہ ہوتی ہے ہوا بند

یہ وہ موقع تھا جب شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ اور استاد مکرم حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے جامعہ ابوہریرہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا تھا تو ایک محفل علم وادب جم گئی تھی اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے کسی مناسبت سے فانی بدایونی کا یہ شعر سنایا ......

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

اس موقع پر حضرت مولانا ابراہیم فانی صاحبؒ بھی موجود تھے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ سے ان کا تعارف کرایا کہ یہ ماشاء اللہ عربی، اردو اور پشتو کے بہترین شاعر ہیں، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فانؔی صاحبؒ سے اپنا کلام سنانے کی فرمائش کی، فانؔی صاحبؒ نے اپنی غزل کے آخر میں مقطع کہا......

فانؔی بے چارہ اب احوال دل مت پوچھئے!
بجلیوں کے گھر میں پہلے ایسے اندھیرا نہ تھا

اس پر حضرت مولانا شہیدؒ نے ازراہ مزاح وتفنن فرمایا کہ آج کی طرح لوڈ شیڈنگ کی کیفیت تھی۔

شعراء کے طبقات

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کے ذوقِ شعروادب کی چند جھلکیاں ان کی خودنوشت ڈائری سے نذرِ قارئین ہیں، حضرت مولانا سمیع الحقؒ فرماتے ہیں:

شعراء کو چار طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

☆ الجاهليون ...... جاہلیت کے دور کے شعراء، جن کو الجاهليون کہا جاتا ہے، یہ وہ ہیں جنہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا، جیسے امرء القیس، زہیر اور طرفہ وغیرہ۔

☆ المحضرمون ...... یعنی وہ وہ شعراء جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار کو پایا، اور اسلام قبول کیا۔ جیسے حضرت حسانؓ اور حضرت لبیدؓ۔

☆ المتقدمون ...... جو اسلام کے ابتدائی دور میں گزرے ہیں جیسے فرزدق، جریر، ذی الرمۃ۔ یہ تینوں طبقات ایسے ہیں جن کے کلام سے لغت اور ادب شعروشاعری میں استدلال کیا جاتا ہے۔

☆ المحدثون ...... یہ وہ اسلامی شعراء ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور کے بعد گزرے ہیں۔ جیسے ابوتمام صاحب حماسہ، ابوطیب صاحب متنبّی، انکے اشعار سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ اپنے اردو کے پسندیدہ اشعار لکھتے ہیں:

بہار آگئی

بہار آگئی لیکن کہاں بہار ابھی — جمال عارضِ گل پر نہیں نکھار ابھی
بجا کہ رات غلامی کی کٹ گئی آخر — مگر ہوا نہیں خورشید جلوہ بار ابھی
سکون ہو گیا حاصل سکون پسندوں کو — مگر ہے فطرت جمہور بیقرار ابھی
خدا کا شکر کہ آرزو کامران ہے وطن — مگر عوام کو ہونا ہے کارگار ابھی
یہی ہے پھر بھی دعائے عوامِ پاکستان — مبارک اہل وطن کو قیام پاکستان

(نظم عبدالحمید سالک، بحوالہ ''الجمعیۃ آزادی نمبر''، ۱۵راگست ۱۹۴۹ء)

امن

امن کو قائم کرو اور امن ہو اپنا شعار — اے جوانو! ہوشیار، اے نوجوانو! ہوشیار
حق پرستی کے سوا آئے جو قوت سامنے — قوت بازو سے اپنی روک دو اس کی پکار

(جوہر سہسپوری، بحوالہ ''الجمعیۃ آزادی نمبر''، ۱۴راگست ۱۹۴۹ء)

قسمت نے کیا اس لئے چنوائے تھے تنکے — بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگا دے
آئین نو سے ڈرنا طرز کہن پر اڑنا — منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

(الحق نومبر ۲۰۰۹ء)

ابن تیمیہؒ کی شان میں ذہبیؒ کا نذرانۂ عقیدت

تقی الدین اضحٰی بحر علم
یجیب السائلین بلا قنوط
احاط بکل علم فیه نفع
فقل ما شئت فی البحر المحیط

امام ابوحنیفہؒ کا پسندیدہ شعر

کفی حزنا ان لا حیاة هنیئة
ولا عملا یرضی به اللّٰه صالح

غم والم کے لئے یہ باتیں کافی ہیں، زندگی ناخوشگوار گزرے۔ خوشنودی حق مطلوب ہونے

کے سوا کسی عمل میں مشغول ہو۔ (امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی، ص: ۱۴۹)

تذکرۂ آزادؒ سے منتخب اشعار

تھا جوش وخروش اتفاقی ساقی — اب زندہ دلی کہاں باقی ساقی
میخانہ نے رنگ روپ بدلا ایسا — میکش میکش رہا نہ ساقی باقی

عزلت نشینی اور خدا کی ذات میں انہماک

بیگانۂ جہاں ہمیں عزلت نے کردیا — کچھ کچھ کسی سے ملاقات رہ گئی
شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو — کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا
سودا قمار عشق میں شیرین سے کوہ کن — بازی اگر چہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

دین کی خاطر شدائد کا برداشت کرنا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز — اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
دو عالم از اثر شعلہ جمالش سوخت — بجز متاع محبت کہ در پناہ من است

جرم زاہد بجز عشقِ الٰہی کچھ نہیں

خونے نہ کردہ ایم و کسے را نہ کشتہ ایم — جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم
بجرمِ عشق اگر کشتی مرا ممنون احسانم — گناہ زاہدے بے چارہ یارب چیست حیرانم

حجاج کا حضرت ابنِ زبیرؓ کی نعش کو سولی پر لٹکانا

حجاج بن یوسف نے حضرت ابن زبیرؓ کی نعش سولی پر لٹکائی اس موقع پر حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو آپؓ نے اپنے بیٹے پر نظر ڈالی اور مظلومانہ اور دلیرانہ انداز سے فرمایا کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ شاہ سوار اپنے گھوڑے سے اترے؟ علامہ شبلیؒ نے حضرت اسماءؓ کے اس قول کا کس قدر اچھا ترجمہ کیا......

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن — ان کی ماں نے نہ کیا رنج والم کا اظہار
اتفاقات سے اک دن جو ادھر جانکلیں — دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں ایک بار
ہو گئی دیر کہ منبر پر کھڑا ہے یہ خطیب — اپنے مَرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

(ڈائری: ۱۲؍مارچ ۱۹۵۳ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی وفات

ابھی پچھلے ماہ دسمبر میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا سانحۂ وفات پیش آیا ان کے بارے میں تعزیتی مضامین اور مرثیوں کا سلسلہ جاری ہے ان میں سے بعض اہم منتخبات یہ ہیں۔

الم مظفر نگری

رہبرِ عالم ہے ان کے علم وفن کی روشنی — اب بھی تازہ دم ہے ان سے کاروانِ زندگی
گو بظاہر دور ہم سے ہے وہ میر کاروان — دے رہا ہے پھر بھی ہم کو راہِ منزل کا نشان
شمع ایسی کی ہے روشن اس نے زہد وعلم کی — روشنی پاتی ہے جس سے بزمِ ہستی ہر گھڑی
جس نے کی جہد وعمل سے زندگی کی راہ طے — اسکی منزل عرش کی منزل سے بھی ہے کچھ پرے
وہ حسین احمد یہاں تھے کل جو مسجودِ نظر — آج ہے بامِ حقیقت کی فضا میں جلوہ گر
دور ہیں نظروں سے گو لیکن قریبِ دل تو ہیں — خضر نادیدہ کی صورت رہبر منزل تو ہیں

شان مدنیؒ

صحابہؓ کی حیات پاک کو اس نے نہیں جانا — حقیقت میں یہ شان زندگی جس نے نہ پہچانی
وہ حسین کی خلوتِ شب کی بدولت اب بھی تازہ ہے — گداز بوذرؓ وعشق اویسؒ و سوزِ سلمانیؓ

امام شریعت

تیری دیار میں جو جاں نثار بیٹھے ہیں — بہت اداس بہت سوگوار بیٹھے ہیں
تری جدائی سے ٹوٹا ہے ان پہ غم کا پہاڑ — تڑپ رہے ہیں بہت دل فگار بیٹھے ہیں
خدا کو علم ہے کیا حشر ان کا اب ہوگا — جو دامن اپنا کئے تار تار بیٹھے ہیں
ترے تمام مخالف بھی دشمن جاں بھی — سنا ہے غم میں تیرے اشک بار بیٹھے ہیں

(مولانا محمد سلیمان نادم)

تمنا

چھن گئی ہم سے متاع علم ودانش چھن گئی — رنگ کیا دکھلا رہی ہے گردش لیل ونہار
گمراہوں کو جس نے دکھلائی صراطِ مستقیم — اسکے مرقد پر خدا کی رحمتیں ہوں بے شمار
ہے تمنا حشر میں اٹھوں ترے خدام میں — شاد بھی ہوجائے اپنی آرزو میں کامگار

(عمرالدین شاد)(الحق جنوری ۲۰۱۳ء)

مولانا محمد طفیل کوہاٹی
مدیر سہ ماہی ''المظاہر'' کوہاٹ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: علمی رسوخ وتبحر

مولانا محمد طفیل کوہاٹی صاحب، جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل، قابل مدرس اور سہ ماہی ''المظاہر'' کوہاٹ کے مدیر ہیں، کئی علمی، روحانی اور ادبی کتابوں کے مرتب ومؤلف بھی ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۸۲ سال کی عثمانی عمر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح خالی ہاتھ، جمعہ کے دن بعد از نماز عصر مقبولیت کی گھڑیوں میں اپنے سینے پر خنجر کے وار سہتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے، مولانا شہیدؒ وقت کے نابغہ روزگار عالم دین، علوم وفنون کے شہ سوار اور ملکی وملی مسائل میں متحرک شخصیت تھے، اس پیرانہ سالی میں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ذکر اشغال، یومیہ سینکڑوں مہمانوں سے ملاقاتیں، عالمی مسائل میں کردار، ملکی وملی امور میں دلچسپی، سیاسی وسماجی مسائل کے حل کے لئے بھاگ دوڑ روزانہ کی بنیاد پر ان زندگی کا حصہ تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جامعیت کے وصف سے نوازا تھا۔

آپ کے علمی رسوخ اور تبحر کی گواہی وقت کے بڑے مشائخ اہل علم دیتے ہیں، علمی رسوخ کے ساتھ فن تدریس کا ملکہ اور درس نظامی میں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی، ہمارے شیخ مولانا محمد اشرف صاحبؒ نے آپ کے نام ایک خط میں اظہار فرمایا کہ اصول فقہ پر آپ کا بصیرت افروز مضمون دیکھ کر تمنا پیدا ہوئی کہ کاش! درسی نظامی کے جملہ علوم وفنون پر آپ کی ایسی ہی آراء سامنے آجائیں، وقت کے اونچے مشائخ حضرت لاہوری، مولانا عبدالحق، قاری محمد طیب، مفتی محمد شفیع، مولانا بنوری، مولانا درخواستی، مولانا عزیر گل، مولانا نافع گل رحمہم اللہ کی صحبت وتربیت سے آپ نے روحانی کمال بھی حاصل کیا اور آخر وقت تک اپنے ذاتی اعمال ومعمولات کی قابل رشک پابندی کرتے رہے، تصنیفی و تالیفی معیار اونچے درجے کا رہا، آپ کے سیال اور ٹھوس قلم نے ''الحق'' رسالے کی شکل میں پون صدی تک اسلام کا مقدمہ پوری قوت سے لڑا۔

آپ نے روس اور پھر امریکہ کے خلاف جہادی قوتوں کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ ملک کے عسکری اور سیاسی اداروں کی رہنمائی کر کے جہاد و مجاہدین کیلئے راستہ ہموار رکھا، تحریک جہاد، تحریک ختم نبوتؐ، تحریک ناموس صحابہؓ میں متحرک وفعال کردار ادا کیا اور سخت سے سخت حالات میں بھی کسی خوف، مصلحت یا مفاد کی خاطر آپ کا دست شفقت ان کے سروں سے نہ ہٹا، ملا محمد عمرؒ، مولانا جلال الدین حقانیؒ اور افغان جہادی رہنما آپ کو اپنا روحانی پیشوا اور سرپرست تسلیم کرتے تھے، قومی اسمبلی میں قادیانیت کی تکفیر کے لئے پیش ہونے والا موقف کا نصف حصہ آپ کے قلم سے لکھا ہوا ہے، نیز قادیانیت کے خلاف سوالنامہ مرتب کر کے وقت کے اجل علماء سے تحریری مواد اکٹھا کیا، جس میں ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کا مضمون بھی شامل ہے۔

آپ کے بڑے کارناموں میں سے مولانا عبدالحقؒ کے بعد جامعہ حقانیہ کا معیاری تسلسل برقرار رکھنا تھا، آپ نے پرانے اساتذہ کی قدردانی کی، ان کی موجودگی میں علمی تبحر اور صلاحیت کے باوجود بخاری شریف کی تدریس نہیں لی بلکہ انہیں مقدم رکھا، وسعت ظرفی تحمل، بردباری سے مالا مال تھے، مدرسہ میں سیاسی اختلاف رائے رکھنے والے اساتذہ کو بھی پورا احترام دیتے اور کبھی اس بنیاد پر مدرسہ سے علیحدہ نہیں کیا، اسی برکت سے جامعہ حقانیہ کو دیوبند ثانی کا لقب ملا اور یہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی تعداد ہر سال ڈیڑھ ہزار کے قریب ہوتی ہے جو دنیا بھر کے کسی بھی دارالعلوم کے سالانہ فضلاء کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

موجودہ حکمرانوں کے ساتھ بھی آپ نے کچھ نرم گوشہ رکھا لیکن شاتم رسول کی سزا معاف کرنے پر اپنے ہزاروں متوسلین کے ساتھ میدان میں آئے اور حکومتِ وقت پر کڑے الفاظ میں تنقید کرنے کے ساتھ بعض ایسے حقائق کا انکشاف کیا، جس سے حکمرانوں کا اس مسئلہ میں بیرونی دباؤ کے تحت ملوث ہونا واضح ہورہا ہے، اس کے بعد فوراً ہی آپ کو مظلومانہ طریقے سے شہید کردیا گیا۔

حکومت کا فرض ہے کہ آپ کے قاتلوں کو بے نقاب کرے کیونکہ آپ کی شہادت بحریہ ٹاؤن میں ہوئی ہے جہاں کسی قاتل کا چھپنا ممکن نہیں، ہم اس غم و الم کے موقع پر آپ کے اہل خاندان، متوسلین اور تلامذہ سے تعزیت کرتے ہیں، اس حادثہ کو ذاتی حادثہ سمجھتے ہوئے اس میں پوری طرح شریک ہیں۔

مولانا محمد عارف قاسمی جیسلمیری
صدر جمعیت علماء لدھیانہ پنجاب انڈیا

علم وصداقت، اخلاص وللّٰہیت کا مظہر

دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں، مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی خودنوشت سوانح ''کاروانِ زندگی'' کے بالاستیعاب مطالعہ کا موقع ملا تھا اور کاروانِ حیات ہی کے توسط سے مجھے غالباً سب سے پہلے مولانا سمیع الحق شہید کی ذات اور کسی حد تک ان کے کام ومقام سے واقفیت حاصل ہوئی تھی۔ مولانا علی میاں ندویؒ نے بڑے بلند الفاظ میں مولانا شہید مرحوم کا ذکر کیا ہے، آگے بڑھنے سے پہلے، کاروانِ زندگی کے متعلقہ اقتباسات پر ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

مولانا ندوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''پاکستان کے اس سفر میں خاص طور پر جن حضرات کی رفاقت ومعیت رہی اور انھوں نے اس آمد سے (جو بہت طویل وقفہ کے بعد ہوئی تھی) فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، ان میں جسٹس افضل چیمہ صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب انصاری، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب، مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل، مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں آخری دن مولانا سمیع الحق (مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے اچانک ملاقات ہوئی، ان سے بھی راقم کا خاص ربط ہے، ان کو بھی قیام گاہ پر آنے کی زحمت دی گئی اور اچھی مجلس رہی، پاکستان میں قانونِ شریعت کی منظوری اور اس کے نفاذ میں مولانا کا خاص حصہ ہے، پھر اکوڑہ خٹک کی نسبت سے (جہاں سے سید احمد شہید کے جہاد کا آغاز ہوا تھا) مزید تعلق وخصوصیت محسوس ہوتی ہے'' (کاروانِ زندگی: ج۲، ص۲۶۶، ۲۶۷، ج۴، ص۳۰۳۔۳۰۴)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک جگہ شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور پاکستان کی چند دیگر شخصیات کے ذکر کے بعد، آخر میں یہ وقیع الفاظ لکھے ہیں کہ:

''یہ پاکستان کے وہ معتمدترین اور منتخب ترین افراد ہیں،جن سے راقم کوخصوصی ربط وتعلق ہے اور وہ بھی اس عاجز پر خصوصی کرم فرماتے ہیں''

ان اقتباسات سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے تئیں عقیدت ومحبت کے جذبات پیدا ہوئے اور ان کی شخصیت ذہن ودل میں برابر محفوظ رہی لیکن سچی بات یہ ہے کہ لدھیانہ قیام کے بعد ہی میں ان کی بلند شخصیت کا کماحقہ ادراک کر سکا،مجلس احرارِاسلام ہند کے صدر اور علمائے لدھیانہ کے علمی و روحانی جانشین مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ثانی لدھیانوی مدظلہم کے (دفتر واقع جامع مسجد فیلڈ گنج لدھیانہ پنجاب) میں ماہنامہ''الحق'' کے شمارے وقتاً فوقتاً نظر سے گزرے اور انھیں شماروں سے میں نے مولانا شہیدؒ کی علمی و دینی،سیاسی و سماجی اور ملکی و بین الاقوامی خدمات کوتفصیل کے ساتھ جانا سمجھا،مولانا ثانی لدھیانوی سے دورانِ گفتگو مولانا شہیدؒ کا بارہا ذکر بھی ہوا۔ابھی گذشتہ کل ہی کی بات ہے،احقر صبح کے وقت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور باتوں باتوں میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ذکرِخیر چل نکلا تو مولانا ثانی لدھیانوی مدظلہم نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے اپنی یادگار ملاقات کا واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ سنایا اور ضمناً کئی بڑے اکابر کا بھی ذکر آیا۔

ملاقات کا یہ موقع دارالعلوم دیوبند کے اجلاسِ صدسالہ کے معاً بعد کا ہے،جی چاہتا ہے کہ مولانا شہید کے حالات و خدمات پر خامہ فرسائی سے پہلے،لدھیانہ و سرہند سے منسوب ان کا یہ واقعہ بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے،یہ مکمل واقعہ قریب قریب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ثانی لدھیانوی ہی کے الفاظ میں کچھ اس طرح ہے:

''اجلاسِ صدسالہ سے کچھ عرصہ قبل ہی میرے نانا مرحوم مولانا یحییٰ لدھیانوی (مدفون ٹوبہ ٹیک سنگھ پاکستان) لدھیانہ پنجاب آ گئے تھے،اجلاسِ صد سالہ سے ایک آدھ روز پہلے اسپیشل ٹرین سے علمائے پاکستان کا ایک وفد امرتسر،جالندھر اور لدھیانہ کے راستے دیوبند پہنچنے والا تھا اور ہمیں پہلے سے اس کی اطلاع دی جا چکی تھی،میرے والد مرحوم مولانا مفتی احمد رحمانی لدھیانوی نے اسٹیشن پر ہی پہنچ کر سارے مہمانوں کو ناشتہ کرایا،نانا مرحوم نے والد مرحوم سے کہا تھا کہ مولانا مفتی محمود صاحب کو بغیر گھی اور نمک کا ابلا ہوا مرغے کا گوشت بہت پسند ہے،چنانچہ نانا مرحوم کی حسبِ ایماء مفتی محمود صاحب کے لیے ان کا مرغوب کھانا تیار کیا گیا،اجلاس سے واپسی میں یہ حضرات مجددالف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مزار پر حاضری کی غرض سے سرہند شہر اترے اور وہاں سے بس کے ذریعہ لدھیانہ پہنچے،

اتفاق سے مولانا سمیع الحق اپنا بیگ بس ہی میں بھول گئے، وہ اس واقعہ سے بہت پریشان و مضطرب نظر آئے اور انھوں نے والد ماجد مفتی احمد رحمانی لدھیانوی سے ملاقات کے فوراً بعد کہا کہ میرا بیگ بس ہی میں رہ گیا ہے اور فکر وتشویش کی بات یہ ہے کہ میرا پاسپورٹ اور دیگر کئی اہم کاغذات اسی بیگ میں ہیں۔

والد صاحب کے تعلقات چونکہ بہت وسیع تھے اور ان کے حلقہ تعارف میں یہاں کے تقریباً سبھی ادیان و مذاہب کو ماننے والے لوگ شامل تھے،انھوں نے مولانا سمیع الحق سے بس کا ٹکٹ لیا،معلوم ہوا کہ گرونانک ٹرانسپورٹ کی بس سے یہ سفر ہوا ہے،اس ٹرانسپورٹ کے مالک کی والد صاحب سے اچھی دوستی تھی، یہ ایک سکھ تھے جن کے امریکہ میں مقیم حقیقی بھانجے نے والد صاحب کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا اور پھر وہ پورا ہی گھرانہ داخلِ اسلام ہوگیا تھا اور ان صاحب کی والد صاحب کی حیات میں ہمارے ہاں مسلسل آمدورفت رہی تھی، والد صاحب نے اپنے ان دوست سے رابطہ کیا اور واقعہ کی تفصیل سے آگاہ کیا،ان صاحب نے کہا کہ بس کے ڈرائیور نے ایک بیگ میرے حوالے کیا ہے اور وہ میرے پاس محفوظ ہے، پھر یہ بیگ کچھ ہی دیر میں مولانا سمیع الحق کے حوالے کر دیا گیا،جس پر انھوں نے والد صاحب اور ان سکھ بھائی کا شکریہ ادا کیا اور کافی وقت لدھیانہ میں گزار کر اور ظہرانے سے فارغ ہوکر، یہ قافلہ علم وفضل اگلے سفر پر روانہ ہوگیا، والد مرحوم اور ان کے مابین تعلقات آخر تک برقرار رہے اور ان کا ماہنامہ ''الحق'' ہمارے دفتر پابندی سے پہنچتا رہا اور اب تک پہنچ رہا ہے۔''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک ممتاز دینی وعلمی گھرانے کے فرد تھے،آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحق صاحب (بانی وشیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کی شخصیت سے ایک جہاں واقف ہے۔مولانا عبدالحق صاحب ایشیا کی وہ عظیم شخصیت ہے،جس کے ذکر کے بغیر ایشیا بھر کی علمی و دینی اور سیاسی وملی تاریخ نامکمل ہے۔مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند اور اس کے نیک نام استاذ رہے ہیں، تقسیمِ ہند و پاک کے بعد بھی ان کے اساتذہ واکابر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی امروہوی،حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مفتی اعظم مولانا احمد سعید صاحب وغیرہ متعدد حضرات نے ان کو واپس لانے کے لیے کافی تگ و دو کی،اس کے لیے اپنے تعلقات کو بھی استعمال کیا، وہ خود بھی دارالعلوم آ کر اپنا تدریسی سفر جاری رکھنے

کے لیے دل سے ساعی و کوشاں تھے لیکن مشیتِ ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا، ان کی اور ان کے ہم وطن دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کی ہندواپسی کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوسکی، ایک بڑی تعداد ان طلبہ کی تھی، جو عربی ہفتم سے فارغ ہو چکے تھے اور امسال انھیں دورہ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کرنی تھی، جب دیوبند واپسی کا یہ انتظار کافی طول اختیار کر گیا اور آگے بھی دیوبندواپسی کے امکانات معدوم ہی محسوس ہوئے تو کچھ طلبہ اور ان کے سرپرستان ومتعلقین کی جانب سے، مولانا عبدالحق صاحبؒ سے تقاضہ کیا گیا کہ وہ ان طلبہ کی تعلیم وتربیت کا یہیں کوئی انتظام فرمادیں تاکہ ان کا یہ آخری سال ضائع ہونے سے بچ سکے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے اپنے اکابر واساتذہ سے مشورے کے بعد، بہ نامِ خدا اکوڑہ خٹک کی ایک معمولی سی مسجد میں دورہ حدیث کے طلبہ کو کتبِ حدیث پڑھانا شروع کردیں، آگے چل کر تدریسِ حدیث کے اسی پاکیزہ شغل نے دارالعلوم حقانیہ کی شکل اختیار کرلی اور من جانب اللہ ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ بانی کی حیات ہی میں ایشیا کے نامور وبافیض دینی مدارس کی صف میں اسے نمایاں مقام عطاء ہوا۔

ہند و پاک کے تمام ہی خدا رسیدہ علماء واساتذہ سے مولانا عبدالحق صاحب نے روابط استوار رکھے اور انھوں نے بھی مولانا کو اور ان کے قائم فرمودہ دارالعلوم حقانیہ کو مستجاب دعاؤں اور اپنے مفید وصائب مشوروں کے ذریعے ہمیشہ یاد رکھا، یہ ایک یادگار اور تاریخی اتفاق ہے کہ یہ ادارہ پاکستان کے ان چند مدارس میں سے ایک ہے، جو قیامِ پاکستان کے معاً بعد شروع ہوئے اور جن کے بانیان کا دارالعلوم دیوبند سے براہ راست تعلق تھا، یہ غالبا تین ادارے تھے، جن کا نام و مقام حسبِ ذیل ہے، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مظہرالعلوم کھڈہ کراچی اور ایک ادارہ ملتان میں تھا، جس کے قریب خیرالمدارس ملتان واقع ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی سعادت وخوش بختی تھی کہ دارالعلوم حقانیہ میں اپنے وقت کے مشہور اساتذہ کے سامنے انھوں نے زانوے تلمذ تہہ کیے اور ان کے تعلیمی و تربیتی ارتقاء میں ولی صفت والد ماجد کے علاوہ ہند و پاک کے تقریبا تمام ہی اکابرعلماء کی آراء اور انکے مخلصانہ مشوروں کا دخل رہا۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی، قطب وقت مفسرقرآن مولانا احمد علی لاہوری، مولانا خیرمحمد جالندھری، علامہ محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ، جیسے متعدد اکابرعلماء نے بہ ذریعہ خطوط، مولانا عبدالحق صاحب کو اپنے اس لائق وفائق جانشین کے بارے میں

قیمتی مشورے دیئے اور اکابر کے طے کردہ نقوش ہی کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت کا سفر اس شان سے اپنے انجام کو پہنچا کہ کم عمری ہی میں انھوں نے دین و دنیا کے بہ ظاہر متضاد سمجھے جانے والے شعبوں میں اپنے آپ کو اپنے والد کا سچا وارث اور ان کے علوم و کمالات کا امین ثابت کیا۔

فراغت کے معاً بعد ہی سے انھوں نے عملی میدان میں بڑی کامیابی کے ساتھ سفر شروع کیا، جس کا خوب صورت اختتام ان کی شہادت کی شکل میں سامنے آیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے والد ماجد کی حین حیات ان کے سیاسی و سماجی اور دینی و ملی کاموں میں بھرپور تعاون پیش کیا، ماہنامہ ''الحق'' جاری کیا، جو پاکستان کا ایک مشہور و معروف ماہنامہ ثابت ہوا اور اس کے ذریعے دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی کی روشن دینی و ملی خدمات کا شہرہ دور دور تک عام ہوا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چونکہ اس رسالے کے مدیر اور مستقل مضمون نگار تھے اور پھر ان کا مطالعہ بڑا وسیع اور مختلف زبانوں پر انھیں کامل عبور حاصل تھا، اس لئے انکے مضامین کو ایشیا بھر کے ادباء و علماء کے مابین شروع ہی سے وقعت و احترام سے دیکھا و پڑھا گیا اور نثر کی عمدگی کے لحاظ سے اسے پاکستان کا سب سے اچھا رسالہ قرار دیا گیا، اس رسالے میں انھوں نے مسلسل لکھا اور مختلف عنوانات پر لکھا، انکی حیات طیبہ قرآنی آیات الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا(الاحزاب: ۳۹) اور قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(الانعام: ۱۶۲) کی واقعی مصداق تھی، قرآن و حدیث کی رو سے وہ جس موقف کو درست سمجھتے تھے، اس پر پہاڑ کی طرح جم جاتے تھے اور عواقب و نتائج سے بے پرواہ ہوکر ''الحق'' کے صفحات اور اپنے عوامی بیانات کے ذریعے اس کا کھل کر اظہار کرتے تھے۔ یہ خوبی ان کے والد گرامی کا بھی مابہ الامتیاز تھی، جس نے ایوانِ اقتدار میں اپنا خوب رنگ دکھایا اور اسلامیانِ پاکستان کو ان کی نمائندگی سے حکومتی سطح پر بہت سے دینی و دنیاوی فوائد و منافع حاصل ہوے۔ مولانا عبدالحق صاحب کی ایوان کی تقاریر کو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے کتابی شکل میں شائع کر دیا تھا اور ''الحق'' میں بھی اپنے والد کی مصروفیات و حصول یابیوں پر ان کا قلم مسلسل چلتا رہتا تھا۔

مولانا مرحوم ملت اسلامیہ کے دینی و ملی مفاد کی خاطر بہ یک وقت کئی محاذ پر متحرک و سرگرم تھے۔ فکر و عمل اور مدارس کی آزادی کے لیے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا مرحوم اصلاً ایک علمی انسان تھے اور دیکھا جائے تو فرد واحد کی شکل میں وہ ایک کارواں کا کام کر گئے، دارالعلوم

حقانیہ میں درس و تدریس کی ذمہ داری شروع ہی سے ان سے متعلق رہی، غالبًا مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ کے حادثہ ارتحال کے بعد، حقانیہ کے شیخ الحدیث بھی آپ ہی منتخب ہوے، نصف صدی سے زائد مدت پر مشتمل اس تدریسی دورانیے میں ہزارہا طالبانِ علوم نبوت نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور پھر اپنی عملی زندگی میں قائد و مربی کا درجہ بھی انھیں کو دیا، اللہ نے ان کے شاگردوں کے دل میں ان کی عجیب محبت وعقیدت پیدا کی تھی، وہ اپنے استاذ کے ہر حکم کی بجاآوری کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ پاکستان و افغانستان سے متعلقہ مولانا شہید مرحوم کے کئی اہم خواب، ان کے باتوفیق شاگردوں ہی کے ذریعہ شرمندہ تعبیر ہوئے، عرصہ دراز سے دارالعلوم حقانیہ میں زیرِ تعلیم طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، اسے بانیِ دارالعلوم حقانیہ اور ان کے فرزند مولانا شہید مرحوم کے اخلاص کا مظہر ہی قرار دیا جائے گا کہ دارالعلوم حقانیہ کی ہمہ جہت ترقیات کا یہ سفر روزافزوں ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہر علم وفن کی چھوٹی بڑی تقریبا تمام کتابوں کا درس دیا اور آج دنیا بھر میں منتشر ان کے لاتعداد شاگردان کے تدریسی فیض کو عام کر رہے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم ادارے کے انتظام و انصرام اور درس و تدریس کی مصروفیات کے ساتھ ہی ساتھ، وہ مدت العمر سیاسی وملی امور سے بھی وابستہ رہے، جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر آپ ہی تھے، اللہ نے انہیں علم وعمل کی جامعیت کے ساتھ، سیاسی بصیرت سے بھی وافر حصہ عطاء فرمایا تھا، اپنے والد ماجد کی طرح وہ بھی پاکستانی سینٹ کے کئی بار ممبر منتخب ہوئے اور اسلامی سیاست کے احیاء کی سمت میں روشن نقوش چھوڑے۔

۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کے خلاف پارلیمنٹ میں بیان پیش کرنے کا مرحلہ آیا تو مولانا یوسف صاحب بنوریؒ اور مفتی محمود صاحبؒ وغیرہ کے حکم و ایماء پر یہ تحریری بیان دراصل آپ نے ہی مرتب کیا اور اس اہم کام میں شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ان کے ساتھ شریک اور ان کے معاون رہے تھے۔ ایسا تو شاید و باید ہی کبھی ہوا ہوگا کہ ملک و بیرون ملک کے علماء نے کسی اہم اسلامی نکتے کو حکومتی سطح پر اٹھانے کی ان سے گزارش کی ہو اور انھوں نے ذاتی مفادات کی راہ میں اسے حائل سمجھ کر، اسے نظرانداز کر دیا ہو۔

کئی دہائیوں تک ملک کی علمی و سیاسی دنیا میں چھائی رہنے والی یہ شخصیت ذاتی مفادات کے حصول ایسے پست خیال سے ہمیشہ بالا رہی، عظمت وشہرت کے اوجِ کمال پر فائز ہونے کے باوصف

ان کی سادگی کا وہی عالم تھا، جس پر وہ شروع دن سے کاربند تھے۔ پڑوسی اور اس سے بھی بڑھ کر ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے افغانستان کا انھوں نے بھرپور خیال رکھا، افغانستان میں روس کی شکست اور امریکہ کی ناکامی میں مولانا شہیدؒ کے دوررس مشوروں کی تعمیل اور ان کے دارالعلوم حقانیہ کے افغانی طلبہ کی مجاہدانہ خدمات نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔

مولانا شہیدؒ میں میانہ روی اور اعتدال پسندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، انھوں نے تشدد و منافرت کو کبھی پسند نہیں کیا بلکہ ایسا کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ان کی حیات کا ایک روشن عنوان ہے، افغانستان اور پاکستان کے تحفظ کے لیے ان کی مساعی جمیلہ مسالک و مشارب اور ادیان و مذاہب کی قید سے ہمیشہ آزاد رہیں، وہ سب کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے قائل تھے اور اس کو ملک کی ترقی کا اہم زینہ تصور فرماتے تھے۔ ملک کی دینی و سیاسی جماعتوں کے اتحاد کے لیے انھوں نے متحدہ شریعت محاذ، دینی محاذ، اسلامی جمہوری اتحاد، دفاعِ افغانستان کونسل، دفاعِ پاکستان کونسل جیسی تنظیمیں بنائیں اور مسلکی، گروہی اور طبقاتی نظام سے بہت اوپر اٹھ کر، اپنے اہداف و مقاصد کے لیے ہمہ تن کوشاں رہے اور ملک کے استحکام کے لیے زریں خدمات انجام دیں۔

مولانا شہیدؒ کے بعض سیاسی افکار و نظریات یا ان کے کسی سیاسی طرزِ عمل سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور ایسا کیا بھی گیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ملک و ملت کے ایک سچے خیرخواہ اور ان کے ایک بڑے دینی و علمی محسن تھے، وہ جب ملک میں عوامی یا حکومتی سطح پر کسی ایسے کام کی اطلاع پاتے، جو ان کے خیال میں ملک و ملت کے مفاد کے خلاف ہوتا تو پھر وہ بلا توقف میدانِ عمل میں کود پڑتے اور دلائل و شواہد کے سہارے عوام و خواص کی فہمائش کی اپنی سی کوششیں سرانجام دیتے۔ ان کے تعلقات کسی کے ساتھ چونکہ اپنی ذات کے لیے ہرگز نہ تھے بلکہ ملک و ملت کے لیے جینا اور ان کے بقاء و استحکام کے لیے ہرممکن کوشش کرنا ہی ان کا اصل مقصود تھا، اس لیے بعض دفعہ انھوں نے عوام و خواص کو سخت اسلوب میں بھی مخاطب کیا اور ان کو ان کے نقائص و عیوب سے بالتفصیل آگاہی دی۔ پاکستان کی موجودہ حکومت کو مولانا مرحوم کی حمایت حاصل تھی لیکن پھر بھی مولانا نے وزیراعظم سے لے کر شہر کے میئر تک ہر چھوٹے بڑے سیاسی و سماجی انسان کی قابلِ ذکر نقل و حرکت پر پوری نظر رکھی اور وقتِ ضرورت اپنا دردِ دل بڑی صفائی اور بے باکی کے ساتھ ان کے سامنے رکھا۔

مولانا شہیدؒ کی حیات پر کئی جہات سے تفصیلا روشنی ڈالی جا سکتی ہے، مشہور مصنف و محقق اور

صاحبِ دل عالمِ دین مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی دامت برکاتہم (بانی و مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ پاکستان) حضرت شہید کی حیات پر ایک مستقل سوانح عمری تحریر فرما چکے ہیں، جسے علمی دنیا میں وقعت و پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت پر دارالعلوم حقانیہ کے منتظمین ماہنامہ ''الحق'' کے مدیر مسؤل مولانا راشد الحق اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ایک ضخیم نمبر کی ترتیب وتسوید میں مشغول ہیں اور جلد ہی یہ نمبر طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزر کر، معرضِ وجود میں آئے گا۔ اس نمبر کے ذریعہ ہم دور کے رہنے والے لوگ، حضرت شہید کے علمی و دینی اور ملی و سیاسی کارناموں سے زیادہ تفصیل سے آگاہ ہوسکیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دو کام انھیں علمی و ادبی دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھیں گے، ایک ''مشاہیر''، جس کی سات جلدیں انھوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیں، پہلی جلد میں صرف وہ خطوط شامل ہیں، جو دنیا بھر سے ان کے والدگرامی کے نام لکھے گئے جبکہ باقی چھ جلدوں میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے نام مختلف ممالک کی شخصیات کی جانب سے لکھے گئے خطوط ہیں، یہ نصف صدی سے زائد مدت کے خطوط ہیں اور ان خطوط کی اہمیت وضرورت اور ان کی نافعیت و افادیت کو ہر حلقہ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ خطوط و مکاتیب کے اس ضخیم مجموعہ کے ذریعہ عالمی و ایشیائی سطح کے وہ بہت سے مختلف النوع مسائل وچیلنج اور ان کا حل سمجھا جا سکتا ہے، جن تک رسائی عہدِ حاضر کی ایک بڑی اہم ضرورت ہے۔

دوسرا اہم ترین کام جو اللہ نے ان سے حیات مستعار کے آخری سالوں میں لیا، وہ یہ کہ انھوں نے اپنے استاذ محترم قطب وقت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے تفسیری افادات کو اپنے قیمتی حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب کیا، ستائیس پارے مکمل ہو چکے تھے، محض آخر کے تین پاروں پر کام باقی تھا کہ وہ شہادت کا درجہ پا کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے، حادثۂ ارتحال کا صدمہ تو ہم نے ایک دن سہنا ہی تھا مگر یہ شہادت کی موت کتنی عظیم موت ہے، جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعہ ہائے شہادت سے کامل درجے کی مشابہت حاصل ہے۔

خدائے کریم ان کی مغفرت فرمائے، ان کی متنوع خدمات کو رفعِ درجات کا ذریعہ بنائے اور دارالعلوم حقانیہ کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔ (آمین)

مولانا سعد الباقی حقانی
مدیر سہ ماہی ''درر الفرید'' صوابی

مدرسانہ ومحدثانہ جلالتِ قدر وسیاسی رفعتِ مقام

مولانا سعد الباقی حقانی صاحب، جامعہ دار العلوم حقانیہ کے فاضل، جامعہ صدیقیہ زروبی صوابی کے استاد اور سہ ماہی ''درر الفرید'' صوابی کے مدیر ہیں۔ کاکاخیل میاں خاندان سے تعلق ہے، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اساتذہ ومشائخ بالخصوص حضرت شہیدؒ سے بے لوث عقیدت ومحبت ہے اس کی ایک جھلک زیر نظر مضمون میں ملاحظہ ہو۔ (ادارہ)

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بیتاب دِل ایک

مولانا سمیع الحق شہیدؒ جامع المعقول والمنقول عالم تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو حظ وافر عطا کیا تھا، ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم اور قدیم وجدید کے ساتھ دینوی اُمور اور معاملات میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے، ممتاز صفات اور جامع خصوصیات کی وجہ سے تدریس کے حوالہ سے گہری نظر رکھنے کی بنا پر آپ ایک کامیاب مدرس تھے، انداز بیان نہایت عام فہم اور حکیمانہ ہونے کی وجہ سے ہر کوئی آپ سے بہرہ مند ہوتا، تحریر کے ساتھ اللہ نے آپ کو تقریر کا ملکہ عطا کرنے کے ساتھ گفتار کی شرینی، زبان کی نزاکتوں اور لطافتوں سے بھی نوازا تھا، آپ کی ہر تقریر اور درس کئی کتب پر بھاری ہوتا تھا، دوران درس جب آپؒ بولتے اور امہات کتب کے حوالہ جات پیش کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ علم کا موسوعہ کھل گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپؒ اپنے دور کے کوئی رسمی عالم یا محدث نہیں تھے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کی عملی تصویر اور اذا رُؤوا ذکر اللّٰہ کے اصل مصداق تھے۔

محدثانہ جلالتِ قدر

آپؒ علی الاطلاق شیخ الحدیث تھے، آپؒ کا شمار برصغیر کے ان معدودے چند شیوخ الحدیث میں ہوتا ہے جو کہ واقعتاً شیخ الحدیث کہلانے کے مستحق اور اس باوقار منصب کے مظہر اتم تھے، آسان، عام فہم اور بہترین اسلوب تدریس کی وجہ سے آپؒ طالبان حدیث کے مرجع ومصدر بنے ہوئے تھے اور ملک وبیرون ملک سے ہر سال ہزاروں تشنگان علوم نبویہ آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے

آپؒ کے علوم ومعارف سے مستفیض ہوتے رہتے ،آپؒ نے ہمیں ذوق حدیث سے آشنا کیا،آپ کے درس حدیث کے زمزمے تا حیات ہمارے کانوں میں گونجتے رہیں گے ،درحقیقت مسند حدیث کی رونق اور زیب اورزینت آپؒ ہی سے وابستہ تھی ،آپؒ نے دارالعلوم حقانیہ میں مسند حدیث کے عظیم محدث ہونے کی حیثیت سے احادیث نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والتحیات کی اشاعت اور درس و تدریس میں مشغول ہوکراطراف واکناف کے ہزاروں طلبائے کرام کوعلوم نبویہ سے سیراب کیا۔

مدرسانہ عظمتِ شان

حضرت مولانا شہیدؒ علمائے دیوبند کے مسلک اعتدال کے ترجمان اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے علمبردار ہونے کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔اکابرین دیوبنداور ولی اللّٰہی علوم وفلسفہ کی تبلیغ وترویج کے لیے ہمہ تن مصروف رہنے کے ساتھ آپ ایک وسیع فکر اور ہمہ گیر سوچ کے مالک تھے۔آپؒ کی تمام زندگی علم وعمل اور خدمت دین کی ترویج واشاعت میں بسر ہوئی۔تحصیل علم سے فراغت کے بعد ۱۹۵۸ء میں ۲۲ رسال کی عمر میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درس تدریس کے شعبے سے منسلک رہے اور تادم زیست مسند حدیث پر بیٹھ کر ہزاروں طلبائے علوم نبویہ کی علمی آبیاری کی۔دوران تدریس پہلے سال علم الصیغہ ،کنز اول ،نحومیر ،میز ان الصرف ،فصول اکبری وغیرہ پڑھاتے رہے اور جلد ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ابتدائی کتب سے کتب حدیث کی تدریس تک پہنچ گئے ۔جب حدیث پڑھاتے تو عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ہر ادا سے چھلکتی تھی ۔حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اورحسن وجمال کے حوالے سے بحرمحبت میں ڈوب جاتے ۔آپؒ کے درس کے ایک ایک لفظ سے محبت، والہیت اور فنائیت کا اظہار ہوتا۔آپؒ کے دوران درس ضرب الامثال ،اشعار اور برمحل لطائف سے حلقۂ درس کشت زعفران بن جاتا۔دلچسپ اندازِ گفتگو ،سبق پر فصاحت وبلاغت آمیز تقریر ،دین ودنیا ،تعلیم وتربیت اوراخلاق وآداب کے حوالے سے بلیغ اشارے سونے پہ سہاگہ کا کام دیتے تھے۔بندہ کوبھی دورۂ حدیث میں آپؒ ہی سے شرفِ تلمذیت حاصل ہوا ہے فالحمد لله علی ذٰلك ۔

سیاسی رفعتِ مقام

دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح جہاد افغانستان کیلئے چن لیا تھا اسی طرح سیاسی شعور وآگہی میں بھی اس کے بانی ،فضلاء اور متعلقین درجۂ کمال پر فائز رہے۔درس وتدریس،تصنیف وتالیف ، ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت اور دارالعلوم کے انتظامی اُمور کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں بھی

آپؒ نے اہم خدمات سرانجام دیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نےؒ ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خان کے دور میں معرکۃ الآراء انتخابات میں حصہ لیکر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، آپؒ نے تدریس کے ساتھ ساتھ سیاسی خدمات کا سلسلہ بھی جاری رکھا، تحریک نفاذ شریعت کیلئے آپؒ کی خدمات اور مساعی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کا بھی سیاسی اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اسی سلسلے کی زرین کڑی ہے۔ پارلیمنٹ، وفاقی مجلس شوریٰ سینٹ جیسے اقتدار کے ایوانوں میں اعلائے کلمۃ الحق کیلئے آپؒ کے مساعی جمیلہ سماجی اور معاشرتی فلاح و بہبود کی خاطر مسلمانوں کے عقیدے کی اصلاح، اعمال کی درستگی، ملی یکجہتی اور ملک وملت کی ترقی کیلئے آپ کی دینی مساعی اور قومی وسیاسی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔

آپ جیسے علم وفضل کے پیکر، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت، سیاسی بصیرت دینی اور عصری علوم کی جامعیت سے لبریز و مسحور کن شخصیت کا اس قحط الرجال کے دور میں موجود ہونا ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ دینی اور ملی خدمات کا کوئی ایسا میدان نہیں جہاں آپؒ کے انمٹ نقوش موجود نہ ہوں اور عملی طور پر روشن مینار قائم نہ کیا ہو، آپ جیسے متاع گرانمایہ پر ملت بیضا کو بجا طور پر ناز ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ فرماتے ہیں: آپ صرف ایک عالم دین اور صاحب فکر شخصیت نہیں بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدمت قوم ووطن کی توفیق ارزانی بھی فرمائی تھی، علم اور عمل کے دونوں میدانوں میں آپ نے اُمت مسلمہ کی بیش بہا رہنمائی فرمائی، آپ ایک ایسے عالم دین تھے جن کی رہنمائی کا دائرہ مسجد ومدرسہ سے لے کر پارلیمنٹ اور سیاست کے میدانوں تک وسیع ہے۔

پاکستان میں نفاذ شریعت کی تاریخ میں آپ کی رہنمائی کے نقش ثبت ہیں، شریعت کے نفاذ کے حوالے سے فتنوں کا بھرپور تعاقب کر کے عملی زندگی کے ہر میدان کے شدائد اور کٹھن مرحلوں سے گزر کر جیل خانوں کی سلاخوں کے اسیر بھی رہے لیکن پائے استقامت میں لغزش نہ آئی، شب وروز ہمہ جہتی مشاغل، علمی، دینی و تدریسی مصروفیات، قومی وملی اور دینی خدمات، سیاست، جامعہ کے انتظامات، تصنیف وتالیف، ماہنامہ ''الحق''، مطالعہ کتب اور نفاذ شریعت کیلئے پارلیمنٹ میں صبر آزما محنت ومشقت کے باوجود بڑی مستعدی اور بیداری سے ہر ایک کی طرف آپؒ کی حسب حال پوری توجہ والتفات قابل دید ہے۔ الغرض آپ کی ذات اس شش جہات ہیرے کی طرح ہے جس کی ہر نوک سے آفتاب کی شعاعوں کے باعث مختلف رنگ کی روشنیاں جھلک رہی ہیں اور ہر آئینہ اُسے اپنا ہم رنگ سمجھ رہا ہے۔

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

فکر معتدل عام کرنے کی ایک مضبوط اور مستحکم آواز

۹؍جولائی ۲۰۱۳ء بروز بدھ کو پاکستان میں امریکی سفیر مسٹر رچرڈ اولسن نے مولانا شہیدؒ سے راولپنڈی میں انکی رہائش گاہ پر آ کر اُن سے ملاقات کی، ملاقات سوا دو گھنٹے جاری رہی، اس میں پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل کے علاوہ افغانستان کے طالبان اور پاکستان تحریک طالبان سے مذاکرات، پاکستان کی نئی حکومت کی تبدیلی کی سمت پیشرفت سمیت امت مسلمہ کے بارے میں امریکی اور مغربی ممالک کی پالیسیوں پر تفصیلی بات چیت ہوئی، مولانا شہیدؒ نے ڈرون حملوں پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے انہیں حالات کے بہتر بنانے میں ایک بڑی رکاوٹ قرار دیا، رچرڈ اولسن نے مولانا شہیدؒ کی بہت سی تجاویز اور خیالات سے اتفاق کیا اور کہا کہ میں اسے واشنگٹن کے متعلقہ اہم افراد تک پہنچاؤں گا، قطر مذاکرات کے بارے میں سفیر نے کہا کہ درحقیقت ابھی مذاکرات شروع نہیں ہوئے اسے سنجیدگی سے شروع کرنے میں ہمیں آپکی مدد درکار ہوگی، مولانا شہیدؒ نے مذاکرات کے آغاز میں مصر میں ہونے والی تبدیلی پر اپنی شدید تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سے پوری امت مسلمہ نے اچھا اثر نہیں لیا وہ ایسے اقدامات کو پوری مسلم امہ کی جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں، سفیر کیساتھ امریکن ایمبیسی کے اہم ارکان پولیٹیکل کونسلر مسٹر رک واٹرز اور پولیٹیکل آفیسر برائن بیڈیل بھی شامل تھے...... (ادارہ)

۲۰۱۳ جولائی میں اسلام آباد میں تعینات امریکی سفیر نے اپنی ذاتی خواہش پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی بحریہ ٹاؤن رہائش گاہ پر جا کر ان سے خصوصی ملاقات کی تھی اوران سے افغانستان کی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان میں طالبان کی حکومت کا وقتی خاتمہ ہو چکا تھا اور وہاں طالبان نے دوبارہ اپنے آپ کو منظم کر کے افغانستان کی سر زمین پر امریکیوں اور نیٹو افواج کے خلاف اعلان جنگ کیا ہوا تھا چونکہ افغانستان میں اس وقت امریکی سرپرستی میں نیٹو افواج افغانستان میں اتر چکی تھیں اور شہید مولانا سمیع الحقؒ کھل کر بانگ دہل طالبان کی حمایت کر رہے تھے امریکی سفیر نے اپنی اس ملاقات میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے کہا کہ وہ افغانستان کو خوشحال ملک بنانے کے لیے امریکا اور نیٹو افواج کی مدد کریں، امریکا کو بخوبی علم تھا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہی وہ واحد ممتاز شخصیت ہیں جن کو طالبان اپنا ولی اوراپنا سرپرست سمجھتے ہیں اور یہ ایک درست بات تھی

امریکی سفیر نے انتہائی مئودبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے التماس کی تھی کہ ہمیں صرف ایک سال دیدیں ایک سال کے اندر افغانستان کودنیا کا خوشحال ترین ملک بنادیا جائے گا یہ سن کر مولانا نے امریکیوں کو جو جواب دیا وہ شاید ہی کوئی دے سکتا ہے مولانا شہیدؒ نے دنیاوی حرص ولالچ سے ماورا ہوکر ٹھوس دلائل سے امریکی سفیر پر واضح کردیا کہ مسٹر ایکسی لینسی! افغانستان میں امریکا نے اپنے ٹروپس اتار کر تاریخ کی بہت بڑی غلطی کی ہے، وہاں آزادی کے لئے ایک جنگ کا آغاز ہوچکا ہے یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان کی سرزمین سے آخری غیر ملکی سپاہی چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو وہ واپس نہیں چلا جاتا، حق کو پوری ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا حق کی پہچان کا ایک خاص امتیاز ہوتا ہے مولانا سمیع الحقؒ اس اعتبار سے واقعی ایک جید حقیقی عالم دین تھے، وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے علمبردار تھے انسانیت کی بقا اور تحفظ پر مکمل یقین رکھتے تھے۔مولانا شہیدؒ نہایت عقلمند اور فہم وفراست کے مالک تھے، طبیعت سادہ اور نرم تھی لیکن حق گوئی میں بیباک تھے، عقیدہ کے معاملہ میں کوئی رو رعایت نہیں رکھتے تھے، شہادت سے چند دن پہلے ایک مظاہرے کا بیان ان کی تڑپ اور حق گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

رنگ و خوشبو کے حسن و خوبی کے
تم سے تھے جتنے استعارے تھے

مولانا سیاسی میدان کے ساتھ ساتھ درس وتدریس سے بھی منسلک تھے، جامعہ حقانیہ کی مسند حدیث آج بھی مولانا کی راہ تک رہی ہے، مولانا جس دن مصروفیات کی بنا پر اسباق نہ پڑھاتے تو طبیعت خراب رہتی اور کہتے آج روحانی غذا سے محروم ہوں، مولانا شہیدؒ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں بھی کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، مولانا شہیدؒ کے شاگرد آج پوری دنیا میں بالعموم اور خاص کر افغانستان کے ہر صوبے میں موجود ہیں، مولانا شہیدؒ عالم اِسلام کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جن کی آب وتاب سے ایک جہاں منور ہے، کسی کی رحلت پر لکھنا سہل نہیں ہوتا، لفظوں کا انتخاب سوچ پر حاوی ہوتا ہے اور زندگی بھر کا احاطہ ممکن نہیں ہوتا، جب مرحوم عالم باعمل اور مفسر قرآن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہوں تو ان کی روشن زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی سعی بمشکل ہی پایہ تکمیل کو پہنچ سکتی ہے۔مولانا شہیدؒ کو جس بیدردی سے درندوں نے شہید کیا اس کی مثال خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کے دور میں تو ملتی ہے آج کے دور میں نہیں ملتی، خلیفہ سوم

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو شہر نبی میں باغیوں نے اسی انداز سے جمعۃ المبارک کے دن شہید کیا، چھریوں کے وار حضرت شہیدؒ کے جسم پہ شہادت عثمان ذوالنورینؓ کی یاد تازہ کر رہے تھے، آج حضرت کی اس مظلومانہ شہادت نے ہر آنکھ کو اشکبار، ہر دل کو مغموم اور ہر روح کو بے چین کر دیا۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس　　یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

موت سے بھلا کس کو انکار ہوسکتا ہے یہ قدرت کا ایسا فیصلہ ہے نہ اس سے انکار ممکن ہے اور نہ فرار، یہ سلسلہ حضرت آدم سے چلا آ رہا ہے اور قیامت تک ایسا ہی چلتا رہے گا۔ موت کے سامنے سب بے بس اور لاچار ہیں مگر ایک عام آدمی کی موت سے محض اہل خانہ اور رشتہ دار متاثر ہوتے ہیں جبکہ ایک عالم دین کی موت سے ایک جہاں متاثر ہوتا ہے کہا جاتا ہے کہ موت العالم موت العالم یعنی ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے۔ حضرت شہیدؒ نے اپنے پیچھے صرف نسبی اولاد نہیں بلکہ روحانی اولاد بھی کثیر تعداد میں چھوڑی ہے۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت سے پاکستان و عالمِ اسلام نے ایک عظیم قائد، شیخ الحدیث، شیخ التفسیر، مفکر، مدبر، سرپرست اور شریعت کا ترجمان کھو دیا ہے، ان کی وفات علمی دنیا میں ایک بڑا خسارہ ہے۔ مولانا کا اس وقت دنیا سے چلا جانا بالعموم عالم اسلام اور بالخصوص علم، دعوت اور جہاد کی راہ میں عظیم اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے......

جب سے اس نے شہر کو چھوڑا ہر رستہ سنسان ہوا　　اپنا کیا ہے سارے شہر کا اک جیسا نقصان ہوا

مولانا شہیدؒ ایک بہت بڑے عالم دین اور خادم دین و ملت تھے، ان کی پوری زندگی دعوتی ومجاہدانہ زندگی تھی۔ ان کا خاص امتیازی وصف معتدل فکر کو عام کرنا تھا، ایک مضبوط و مستحکم آواز کا نام مولانا سمیع الحق شہیدؒ تھا، مولانا شہیدؒ کی کامیاب زندگی کی گواہی مولانا کی نمازِ جنازہ دے رہی تھی کہ جس میں علماء و مشائخ، اولیاء اللہ و مجاہدین اسلام، طلباء، سیاستدان، عوام الناس کثیر تعداد میں شریک تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ شہادت کے دوسرے دن ان کے صاحبزادے اور جانشین مولانا حامد الحق حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ تاریخی اعتبار سے یہ بہت بڑا جنازہ تھا۔ بالآخر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی والد کے پہلو میں چلے گئے اور یہ اعلان کر گئے ......

ہماری لاش پہ ڈھونڈو نہ انگلیوں کے نشاں　　ہمیں خبر ہے عزیزو! یہ کام کس کا ہے

اللہ تعالیٰ حضرت شہیدؒ کی دینی و ملی سیاسی وسماجی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضرت کے متعلقین و خاندان حقانی کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا حافظ محمد طیب حقانی
ابن مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا شہیدؒ کا انداز خطابت واسلوب نصیحت

مولانا حافظ محمد طیب حقانی ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے استاد و ناظم ہیں، اپنے والد گرامی کے طباعتی امور میں ہاتھ بٹھاتے ہیں، جامعہ، دارالعلوم حقانیہ اور حضرت شہیدؒ سے عقیدت و محبت اس خاندان کا خاصہ ہے، زیر نظر مضمون اس کا مظہر ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے لوگوں کو دینِ مبین کی طرف رغبت دلانے کیلئے وعظ وخطابت کو ذریعہ بنایا ، حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء کے لقب سے ملقب تھے، خود حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوہِ صفا پر چڑھ کر جب لوگوں کو پکارا ، لوگ جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے علماء نے یہ ذمہ داری خوب نبھائی اور ان کے زرین مواعظ وخطبات کی وجہ سے دنیا میں رشد وہدایت کی روشنی پھیلی ۔ ہمارے اکابر علمائے دیوبند کے مواعظِ حسنہ کو تو خصوصیت سے ان کے شاگردوں نے صفحہ قرطاس پر بکھیر کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ ' حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے مواعظ وخطبات اس وقت امت کے سامنے کتابی صورت میں موجود ہیں، حضرت مولانا سمیع الحق شہید بھی ایک کامیاب مدرس، مدبر سیاستدان اور اچھے ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ خطابت میں بھی اپنا ایک منفرد انداز رکھتے تھے۔

منفرد انداز

مولانا شہیدؒ کا اندازِ خطابت بعض دیگر خطباء کی طرح مروّجہ خطیبانہ نہیں ، خطیبانہ بلند آہنگی مولانا شہیدؒ کے یہاں کہیں بھی نظر نہیں آئے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ بنیادی طور پر ایک مدرس تھے اور مدرس اظہارِ افکار وخیالات کیلئے مروجہ خطابت کی راہ اختیار نہیں کرسکتا اس کے پیش نظر دلائل ہوتے ہیں، خطیبانہ گھن گرج نہیں ، اس بات کا فیصلہ کرنا سخت دشوار ہے کہ ان کی تقریر و

تحریر میں کیا فرق ہے، دونوں میں یکساں آمد ہے، فصاحت وبلاغت کا دریا ہے کہ متلاطم ہے، بولتے تو معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ ومعانی کا ایک ذخیرہ ہے جو امڈا ہوا چلا آرہا ہے۔تقریر کرتے وقت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اپنے سامعین کا بھی پورا خیال رہتا کیونکہ تدریس کے دوران تو سامعینِ طالبانِ علوم نبوت ہوتے لیکن تقریر کے سامعین میں تو ہر سطح کے لوگ ہوتے ہیں۔ دینی معلومات سے آگاہ ہونا عامۃ الناس کا بھی حق ہے۔تقریر کی بات کو سامعین سمجھنا چاہتے ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی ایسے سامعین کا حتی الوسع خیال رکھتے تھے چھوٹے چھوٹے جملے،آسان الفاظ، عمدہ استدلال اور زبان اس درجہ نرم کہ ایک کے بعد دوسری بات بھی سامعین کے ذہن نشین ہوجاتی ہے اپنے دور کے علماء میں مولانا شہیدؒ ان چند گنی چنی ہستیوں میں سے ہیں جن کی ہر بات سند اور حوالے کا درجہ رکھتی ہے، آپ کے خطبات میں تنوع ہے، عام مواعظ کی مجالس، مدارس دینیہ کی تقریبات،ختم ہائے بخاری شریف، افتتاح ہائے ترمذی شریف،ختم ہائے دورۂ تفسیر، درس ہائے قرآن وحدیث، عوامی جلسے، احتجاجی تحریکات، سیاسی کانفرنسیں، جہادی اجتماعات، مزاحمت واتہامات کے جوابات اور نفاذ شریعت کے اجتماعات سے خطابات کے ساتھ ساتھ اقتدار کے ایوانوں میں اعلائے کلمۃ اللہ کی جھلکیاں ذیل میں افادیت اور نافعیت کے لئے نذرِ قارئین ہیں۔

وقت کی قدر وقیمت

ارشاد فرمایا: وقت بہت قیمتی ہے جس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا ہمارے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حقوق کا تدارک ہوسکتا ہے ایک حقوق اللہ فی الاوقات ہیں مثلاً ظہر کی نماز وقت پر پڑھی جائے، عصر کی نماز وقت پر پڑھی جائے، اشہر حج میں حج کیا جائے اور رمضان کے مہینے میں روزہ رکھا جائے۔ بالفرض اشہر حج میں حج ادا نہ کیا تو آئندہ ادا ہوجائے گا، رمضان میں بوجہ مجبوری روزے نہ رکھے تو سال کے دیگر ایام میں رکھے جاسکتے ہیں لیکن وقت کا جو حق ہے اس کا تو تدارک نہیں ہوسکتا، گزرا ہوا وقت پھر دوبارہ نہیں لوٹایا جاسکتا اس لئے وقت کو اپنے مصرف میں خرچ کیا جائے جو وقت ضائع ہوگیا، دس ہزار سال میں اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔علم کے حصول کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں یہ ہر وقت حاصل کیا جاسکتا ہے اس کیلئے ذوقِ مطالعہ چاہئے، علماء کی مجالس میں حاضری چاہئے، مولانا شبلی نعمانیؒ نے ایک مستشرق انگریز پروفیسر آرنلڈ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بحری جہاز میں لندن جارہے تھے اور ہم بھی ساتھ سفر میں تھے کہ اتنے میں جہاز کو آگ لگ گئی، سارے لوگوں میں افراتفری مچ گئی، اس دوڑ دھوپ میں ہمیں فکر لاحق ہوئی کہ ہمارے اس انگریز پروفیسر (جو ہمارے استاذ بھی ہیں) کا کیا حال ہوگا؟ جب ہم نے ان کے قریب آکر دیکھا تو اس کو اس افراتفری کا کوئی علم نہیں تھا

اور وہ اپنی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھے، ہم نے انہیں صورت حال بتائی کہ جہاز غرق ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا جہاز غرق ہو رہا ہے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنا مطالعہ مکمل کرلوں ابھی چند صفحے باقی ہیں تو علم ایسی چیز ہے کہ اس کے حصول کے لئے وقت کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

ادب کی برکات

ارشاد فرمایا: کتابوں کا اور عام لکھے ہوئے کاغذات کا احترام کرو، عراق کے ایک کردی عالم کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن وہ کہیں سے گزر رہے تھے کہ اچانک ان کی ایک گندے نالے میں کاغذ پر نظر پڑی، دیکھا تو اٹھالیا، اس پر اللہ کا نام تحریر تھا، وہ رونے لگا روتے روتے اس کاغذ کو دھویا اور کہا اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے اور یہ گندے نالے میں پڑا ہے، رات کو سویا صبح جب اٹھا تو اس عمل کے صدقے علم لدنی سے مالامال ہو چکا تھا۔

انسان خلاصۂ کائنات

ارشاد فرمایا: اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے میں اس کائنات میں اپنا ایک نمائندہ، جانشین اور خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں، یہ چھوٹا سا انسانی وجود جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اسی میں سب کائنات کو سمو دیا ہے، عرش سے فرش تک کا نظام کائناتِ اکبر کہلاتا ہے تو یہ پانچ چھ فٹ کا انسان گویا کائنات اصغر ہے۔

فلسفہ نیابت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب قوت وبہادری یا کسی اور جسمانی وجہ پر نہیں بنایا، اگر قوت وبہادری یا شجاعت ودلیری کی وجہ سے خلافت اور نیابت کا شرف اسے ملا ہوتا تو پھر چاہیے تھا کہ اللہ پاک شیر کو اپنا خلیفہ بناتے کہ وہ زیادہ بہادر ہے اگر نیابت کا مدار طاقتوری اور جسامت ہوتی یا موٹاپا اور عظیم قامت ہوتی تو پھر چاہئے تھا کہ ہاتھی کو اللہ پاک اپنا خلیفہ بناتے، سرکش گھوڑے کو نیابت عطا فرماتے، صرف یہ کیا؟ ہزاروں انواع کی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو انسان سے قوت، طاقت اور جسامت میں کئی گنا بڑھ کر ہے یہ بھی نہیں کہ انسان کو کھانے کی وجہ سے خلافت دی گئی یا اسی غرض کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے، اسلام کی نظر میں اصل چیز انسان کی سیرت واخلاق کی تعمیر ہے، قلب اور اعمال کی اصلاح ہے اسلام نہ تو ظاہری شکل وصورت کو دیکھتا ہے اور نہ انسانیت کا معیارِ شرافت ظاہری مال ودولت، شان وشوکت میں ہے یہ سب فانی اور زوال پذیر اشیاء ہیں، اسلام انسان میں بنیادی تبدیلی لاتا ہے، سب سے پہلے قلب میں انقلاب لانا چاہتا ہے، جب دل میں انقلاب آجائے

تو باہر کی تمام چیزیں بدل جائیں گی، اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ مادہ پرست قوموں کی طرح ظاہری اشیاء اور مادیت کو مطمح نظر نہ بناؤ ان کا خیال دل میں نہ لاؤ، دل بدلو، دل میں انقلاب لاؤ تو یہ ساری چیزیں تمہارے قدموں میں ہوں گی۔

جنت میں پہلا اور سب سے آخر میں داخل ہونے والا مسلمان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: مجھے وہ شخص بھی معلوم ہے جو جنت میں سب سے پہلے داخل کیا جائے گا اور ایسا شخص بھی معلوم ہے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا، اس کی شکل بھنے ہوئے دھواں آلود انسان کی ہوگی، کوئلہ کی طرح ہوگا، زبان بھی بیکار ہوگی، فریاد تک نہ کر سکے گا پھر اللہ پاک اسے ماء الحیات میں ڈال دیں گے جہاں کے غوطہ سے وہ سرسبز وشاداب تروتازہ اور صحت مند ہوجائے گا جہنم سے نکالے جانے کے وقت اس کی حالت یہ ہوگی کہ اٹھنے کی تاب نہیں ہوگی، گھسٹ کر چلے گا، جب جنت کے دروازہ کے قریب پہنچے گا تو دیکھے گا کہ جنت میں کہیں جگہ نہیں، دروازہ میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھا اٹھا کر دیکھے گا کہ اے بارِالہ! جنت میں کہیں جگہ نہیں، میں کدھر جاؤں؟ کہاں بیٹھوں؟ اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہیں اس سے فرمائیں گے، اتذکر الدنیا؟ کیا دنیا کی حالت یاد آگئی تو نے دنیا پر جنت کو قیاس کرلیا جہاں جگہ بھر گئی تو وسعت کی گنجائش نہیں، جنت دنیا کی طرح نہیں وسیع ہے فراخ اور کشادہ ہے، دوسرا معنی اس کا یہ بھی ہے، اتذکر الدنیا؟ تجھے دنیا بھی یاد ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے دنیا مستحضر کرادینا چاہتے ہیں کہ دنیا کس قدر وسیع تھی، یورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیاء، چین، بحر وبر سب اس میں تھے سب کو مستحضر کرلے پھر جب سب کچھ وہ شخص اپنے تصور میں مستحضر کرلے گا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوگا۔

مانگو جو کچھ مانگتے ہو جو تمنا رکھتے ہو

انسان کی تمنا پر کوئی پابندی نہیں جو کچھ مانگو گے سب کچھ دے دیا جائیگا و عشرۃ اضعاف الدنیا اس دنیا اور دنیا سے دس چند بڑھ کر جنت میں جگہ اور مقام تجھے دے دیا گیا، یہ خدا تعالیٰ کی شانِ جمال ہے جس کا ظہور ہورہا ہے۔ انسان تو بہرحال کمزور اور ضعیف ہے حیران ہوجائے گا کہ پہلے آگ میں جلایا گیا اب جنت کے دروازے پر لایا گیا، بظاہر جگہ ہی نہیں ہے۔ تکالیف ہیں، عرض کرے گا الٰھی! اتسخر بی وانت الملك؟ آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں حالانکہ آپ تو بادشاہ ہیں۔

عنایت غفار کا عجیب منظر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بیان فرمایا تو اس پر خوب قہقہہ سے ہنس دیئے۔ اب جہاں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قہقہے سے ہنسے تو وہ دنیا کی چیز پر نہیں، دنیا کے لہو ولعب پر نہیں، دنیا کی خوشی پر نہیں بلکہ آخرت کی بات اور خدا کی رحمت کے عظیم مظاہرہ پر بے حد خوش ہوئے۔ خدا کی عظیم رحمت کے ظہور پر خوشی سے ہنس دیئے۔ ایک موقع پر ایک کافر مفتوح ہوا اور مسلمان فاتح ہوا، خدا کی رحمت کا مظاہرہ ہوا تو بے اختیار ہنس دیئے۔ (ماخوذ از خطبات حق)

دینی اور مادی علوم: (مدارس کے اجتماع میں خطاب)

مولانا شہیدؒ کی فضیلتِ علم پر ایک اہم تقریر کے چند اقتباسات، یہ تقریر دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کے سالانہ جلسہ میں کی گئی، ارشاد فرمایا، دینی علم انسان کو کہتا ہے تم کیا تھے؟ کیا بنے؟ کیا تمہارا انجام ہوگا؟ کیا مقصد حیات ہے؟ کس کام کیلئے یہاں بھیجے گئے؟ اس علم کا تعلق انسان کی ہدایت اور رہنمائی سے ہے، علم انسان کو سیدھا راستہ بتا تا ہے وہ راستہ جس سے دل کو اطمینان وقرار مل سکتا ہے، علم انسان کے دل کو منور کرتا ہے، علم چاہتا ہے انسان میں ایک ایسی روحانی اور ایمانی قوت پیدا ہوجائے جو لاکھوں ہائیڈروجن بموں سے زیادہ قوی ہو، دینی علم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، امن وسلامتی کا پیغام پھیلاتا ہے، ایک نقطۂ وحدت پر انسانیت کو جمع کرتا ہے، یہ علم جسے آپ قرآن کا علم کہتے ہیں، حدیث کا علم کہتے ہیں، وہ علم ہمیں اپنے رب کی معرفت دیتا ہے کہ اپنے رب کو پہچان لو، یہ علم حق وباطل کی تمیز کراتا ہے کہ دنیا میں حق بھی ہے اور باطل بھی، دن بھی ہے رات بھی، نور بھی ہے تاریکی بھی، شر بھی ہے خیر بھی، ظلم بھی ہے عدل بھی، مادی علوم کا تقاضا ہے کہ اب ہم آسمانوں پر کمندیں پھینک دیں، چاند کو بھی قدموں سے روند ڈالیں، سمندروں پر ہمارا قبضہ ہو، پہاڑوں کا جگر چیر ڈالیں مگر سوال یہ ہے کہ اس علم نے انسان کو انسانیت بھی دی ہے یا نہیں؟ مادی اور سائنسی علم نے ہمیں ایسی خطرناک حالت میں پہنچا دیا ہے کہ گویا ہم سب موت کے منہ میں نوالہ ہیں، چند منٹوں میں اس علم کے ذریعے پورے عالم کو تباہ کیا جاسکتا ہے، جبکہ دین کے علم نے ہمیشہ انسان کو انسانیت سکھائی ہے، اخلاقی قدریں سکھائی ہیں۔

ختم بخاری شریف کا اجتماع

فرمایا: بخاری شریف کے ختم میں شرکت تمام تکالیف اور پریشانیوں کا علاج بھی ہے، آج

بیماریاں ، قحط سالی اور خانہ جنگیاں عام ہیں ، آج ہم جو دعا مانگیں گے ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی ، ایک بہت بڑے عالم اور محدث نے ایک سوبیس مرتبہ اس کا تجربہ کیا ہے کہ ختم بخاری میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، امام بخاری نے اپنی کتاب کا آغاز نیت سے کیا ہے،عمل کے لئے اس حدیث کو بنیاد بنایا کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے، اس کے بعد باب بدأالوحی کا ذکر کیا کہ اعمال وہ معتبر ہوں گے جس کی بنیاد وحی پر ہو، وحی پر اگر اعمال کی بنیاد نہ ہوتو وہ اعمال وعبادات مردود ہیں ۔

وہ عبادت اور جہاد قبول ہیں جو وحی کے نور سے مستفاد ہو، اگر نیت صحیح ہوئی تو عمل صحیح ہوئے اس میں وزن پیدا ہوگا تو اللہ کی بارگاہ میں قدر و قیمت لگائی جائے گی، آخر کتاب میں امام بخاری نے وزن اعمال کی حدیث کا ذکر کیا کہ اعمال میں اگر وزن پیدا ہوا اور وحی کی روشنی میں اس عمل کو کیا تو اس کو اللہ پاک دنیا پر ظاہر کردے گا کہ یہ عمل کتنا وزنی ہے، ایک رجسٹر ۹۹ رجسٹروں پر بھاری ہوگا ، اعمال تولے جائیں گے، کس طرح تولے جائیں گے؟ ہوسکتا ہے اعراض کو اجسام میں بدل دیا جائے ، آج سائنس نے بھی یہ بات واضح کردی ہے کہ اعراض کو بھی تولا جاسکتا ہے ، تھرمامیٹر سے بدن کی حرارت معلوم کرسکتے ہیں ، گرمی اور سردی کو مشین کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا ہے تو اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اعمال اپنی حقیقی شکل میں حقیقی معنوں میں تولے جائیں گے ۔

درسی افادات

شمائل ترمذی اور سنن ترمذی کے اسباق پڑھانا مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے روزمرہ کے معمولات میں سے تھے ،شمائل ترمذی کی ایک جامع اور مؤثر ترین حدیث کے درس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو، ارشادفرمایا:حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ عالیہ کی ہر ہر ادا ہمارے سامنے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری چال ڈھال ہر ہر ادا اور نقل وحرکت تمہارے لئے نمونۂ عمل اور قابل اتباع ہے، ایک صحابیؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی، لنگی اوپر اٹھاؤ کہ اس سے ظاہری نجاست اور باطنی غرور سے انسان محفوظ رہتا ہے میں نے مڑکر دیکھا تو حضور تھے اور فرما رہے تھے ارفع ازارک اپنی لنگی ٹخنوں سے اوپر رکھو، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا اہتمام تھا۔تمہاری عقل جو بھی کہے ، تمہارا فلسفہ جو بھی کہے ، تمہارے فیشن کے جو بھی تقاضے ہوں لیکن کیا میں تمہارے لئے نمونہ نہیں ہوں؟ مجھے دیکھئے اور باتیں چھوڑیے! چادر پرانی ہے یا قیمتی ہے، جب میری ذات نمونہ ہے تو اسی کو نمونہ بنائے رکھو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی چھوٹی باتوں ، کھانے پینے اور نشست وبرخاست میں بھی چاہا کہ میرا نمونہ اختیار کیا جائے ، اب یہ نمونے ہمارے سامنے علم (شمائل) میں موجود ہیں ۔

اسلامی انقلاب (سیاسی اجتماعات سے خطاب)

ایک مرتبہ جامعہ حقانیہ میں سیاسی، زعماء اور جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں کی آمد کو موقع غنیمت سمجھ کر ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طالبان علوم نبوت کے علاوہ ضلع ہزارہ، مردان، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، صوبہ بلوچستان اور مختلف علاقوں سے لوگ جوق درجوق آئے دارالحدیث کا وسیع ہال بھر چکا تھا سامنے کا صحن تنگ دامنی کی شکایت کر رہا تھا، آخری خطاب مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا: یہ خطاب مغربی استعمار کے خلاف برسرِ پیکار اور نفاذِ اسلام کی کوششوں میں منہمک تمام دینی قوتوں کے لئے ایک فکر انگیز خطاب تھا۔

مغربی نظام سے ٹکر لینی ہے

مولانا شہیدؒ نے ارشاد فرمایا: ہم بیوروکریسی اور انگریز کے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے ہیں ہم غلام ہیں، ہمیں حقیقی آزادی تا حال میسر نہیں، ہم پر اب بھی گویا کالا انگریز حکومت کر رہا ہے، ہمیں نفاذِ شریعت کیلئے جنگ لڑنی ہے، اپنے بازوؤں پر انحصار کرنا ہے، ہمیں سوچنا ہوگا، ہم حزب اللہ ہیں یا نہیں؟ اگر حزب اللہ ہیں تو حزب الشیاطین کے ساتھ کوئی میل جول کوئی مداہنت اور کوئی توقع وامید نہیں رکھنی، صرف خدا کی مدد ونصرت پر بھروسہ کر کے آگے بڑھنا ہوگا، مقابلہ کرنا ہوگا، جہاد کرنا ہوگا، اصل چیز انگریزی نظام سے ٹکر لینے کی ہے یہی ہمارا مطمح نظر ہے یہی ہماری پالیسی ہے۔

جہادافغانستان

دارالعلوم حقانیہ میں افغان زعماء، جہاد اور اسلامی قوتوں کے قائدین کی موجودگی میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے فرمایا، دنیا کی تمام باطل قوتیں اس پر متحد ہوگئیں ہیں کہ اسلام کو بہر حال پنپنے نہیں دینا، الجزائر، فلسطین اور افغانستان جہاں کہیں بھی اسلام اور اس کے نظام کے ابھرنے کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، باطل قوتیں اسے روندنے کے لئے متحد ہوجاتی ہیں، دنیا جانتی ہے کہ روس جیسے ملک کو جامعہ حقانیہ کے تلامذہ اور علماء نے ناکوں چنے چبوائے ہیں، اللہ نے ان کی بہادری اور جرأت ایمانی کی لاج رکھ لی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے افغان مجاہدین اور فضلائے حقانیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اب آپ نے امریکی سامراج سے ٹکر لینی ہے، اس دور کا نیا سامراج امریکہ ہے، ان شاء اللہ جہاد اسلامی کی برکت سے روس کی طرح اس کا وجود بھی ریزہ ریزہ ہوجائے گا۔

مولانا محمد افلح عمر
جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شعری و ادبی ذوق

حضرت مولانا سمیع الحق شہید قدس اللہ سرہ کو اللہ تعالیٰ نے حسِ لطیف اور ذوقِ سلیم سے نوازا تھا، وہ نہ صرف عربی، فارسی اور اردو ادب کا ستھرا ذوق رکھتے تھے بلکہ خود بھی اردو کے بہترین ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ ان کی تحریریں علمی اعتبار سے مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ ادب و انشاء سے بھی مزین ہوا کرتی تھیں۔ حضرت مولاناؒ اپنی مصروف درسی، سیاسی اور تحریکی زندگی میں ادبی سرگرمیوں کے لیے بھی وقت نکال لیتے تھے۔ ان کی رہائش گاہ میں وقتاً فوقتاً ادبی محافل کا انعقاد ہوتا رہتا تھا جس میں نامی گرامی علماء، ادباء اور شعراء رونقِ محفل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کو جن کی فکرمندی کی بدولت ایسی بعض مجالس کی روداد ''ساعتے با اہلِ حق'' میں محفوظ ہوگئی ہے۔

مولانا کے حلقہ احباب میں وقت کے بڑے نامی گرامی ادباء، شعراء اور نقاد شامل تھے جن کیساتھ مولانا کی ملاقاتوں اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان میں سے چند مشہور اصحابِ قلم کے نام یہ ہیں: مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا شاہ معین الدین، مولانا نور عالم خلیل امینیؒ، جناب محمد حسن عسکریؒ، جناب حفیظ جالندھریؒ، جناب شورش کاشمیریؒ، جناب ماہر القادریؒ، جناب ڈاکٹر سید عبد اللہؒ، جناب مجید نظامیؒ، جناب محمد طفیلؒ، مولانا کوثر نیازیؒ، جناب جانباز مرزاؒ، جناب مشفق خواجہؒ، جناب اجمل خٹکؒ، جناب عبادت بریلویؒ، جناب اثر بدایونیؒ، جناب نعیم صدیقیؒ، جناب جمیل جالبیؒ، جناب مجیب الرحمٰن شامی اور جناب اجمل نیازی وغیرہ۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین ادبی ذوق سے نوازا تھا۔ اپنی تحریروں میں وہ اس خوبی سے اشعار کا استعمال کرتے تھے کہ آدمی عش عش کر اٹھے۔ بعض اوقات ایک شعر کے ذریعے اتنا کچھ کہہ جاتے تھے کہ جس کے لیے نثر میں مضامین کی ضرورت پڑے۔ ذیل میں بطورِ مثال اس سلسلے کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) ایک مرتبہ کسی سیاسی جماعت نے اجتماعی طور پر مولانا کے خلاف بیان دیا، اگلی صبح اخبار آیا تو مولانا نے اخبار پر نظر ڈالتے ہوئے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:

لاؤ تو قتل نامہ مرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

حاضرین مولانا کے برمحل شعر سے کافی محظوظ ہوئے۔

(۲) متحدہ شریعت محاذ اور پارلیمانی اپوزیشن گروپ کے بعد اسلامی پارلیمانی اتحاد کی جانب سے بھی قومی اسمبلی کے اجلاس کے بائیکاٹ کا اعلان ہوا تو پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر سیاسی سرگرمیاں کافی تیز ہوئیں۔ کیفے ٹیریا، لابیوں اور اور ارکان کے کمروں میں جہاں جہاں اپوزیشن کے ارکان کا برسرِ اقتدار پارٹی کے ارکان سے آمنا سامنا ہوتا ایک دوسرے پر جملے کسنے لگتے تھے اور فقرہ بازی شروع ہوجاتی تھی، وزیرِ مذہبی امور حاجی سیف اللہ کے کمرے میں مولانا اپنے رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے، حاجی صاحب نے مولانا سے پوچھا ''مولانا صاحب! کیسے آنا ہوا؟'' مولانا نے برجستہ جواب دیا......

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار اے کاش جانتا نہ تری رہگذر کو میں

(۳) اپنی کتاب ''مکتوباتِ مشاہیر'' میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلق پر روشنی ڈالنے کے بعد لکھتے ہیں:

اسلامی علوم پر دسترس، تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، ادب وانشاء کا یہ شہسوار آسمانِ علم وفضل پر کمندیں ڈال چکا مگر ان کا یہ کم سواد، کم ہمت ہمدمِ دیرینہ ابھی تک کوچہ ہائے پیچ وتاب میں بھٹکتا اور سوز وساز کی وادیوں کی خاک چھان رہا ہے۔ گویا نقشہ وہ ہے کہ ......

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق او بہ صحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

(۴) جناب شفیق الدین فاروقی مولانا کی جیل کی سرگرمیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''صبح مولانا، مفتی محمود کے پاس گئے۔ آپ نے مولانا ابوالکلام آزاد کی تصنیف ''تذکرہ'' سے سورۂ یوسف کی تفسیر بیان کی اور خاص کر ایک شعر......

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

پر پہنچ کر عجیب گل افشانی کی۔ پھر اشعار کا دور چلا اور مختلف اساتذہ کے کلام پر بحث ومباحثہ ہوا پھر مفتی محمود اور مولانا سمیع الحق کے درمیان شعر بازی رہی۔''

(۵) اپنی ڈائری میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''حضرت ابوعبداللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ وصالِ نبویؐ کے بعد ان کے فراق سے دیوانہ ہوگئے۔ رات دن عربی کا ایک شعر جس کا حاصل یہ پڑھتے تھے:

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی

جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

ان کی آنکھوں میں دنیا تاریک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات خالی دیکھ کر ان کا کلیجہ شق ہوتا تھا۔ آخر اسی وجہ سے شام کو ہجرت کر گئے۔''

مولانا کو مناظرِ قدرت سے بڑی دلچسپی تھی اور کبھی کبھار وقت نکال کر اپنے ہم ذوق احباب کے ساتھ سیر فی الارض کے لیے نکلتے تھے۔ چنانچہ ماہنامہ ''الحق'' کے ایک شمارے میں لکھتے ہیں:

''پچھلے دنوں میں محبِ محترم مولانا محمد تقی عثمانی مدیرِ ماہنامہ ''البلاغ'' مع برادرِ مکرم مولانا محمد رفیع عثمانی اکوڑہ خٹک تشریف لائے، دو تین پرلطف محفلیں رہیں، ان مجالس کی یادگار یہ ایک نظم ہے۔ اس نظم سے شاعر نے چاندنی رات میں دریائے لنڈا کی سیر کرتے ہوئے کشتی میں احباب کو محظوظ کیا، دریائے لنڈا اکوڑہ خٹک کی آبادی سے متصل دریا ہے۔ سامنے اس پار وہ گھاٹی ہے جس کو طے کر کے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کے دیگر رفقاء نے دریا کو عبور کیا اور رات کے وقت اکوڑہ خٹک کے سکھوں کے کیمپ پر شب خون مارا۔ اس ماحول نے اشعار میں لطف و تاثیر کی ایک عجیب شان پیدا کر دی تھی۔ پڑھنے والا خود بھی سراپا سوز بنا ہوا تھا اور سننے والے بھی اپنے آپ کو ڈیڑھ صدی قبل یہاں کی اس تاریخی رات میں محسوس کر رہے تھے جسے سید شہید نے ''لیل الفرقان'' قرار دیا تھا۔ مولانا محمد تقی عثمانی سے معذرت کرتے ہوئے ''الحق'' غالباً پہلی بار انہیں بحیثیت ایک قادر الکلام شاعر متعارف کرا رہا ہے۔''

اسی طرح اپنی ڈائری میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''صبح کی تنہائی ہے، لطیف ہوا چل رہی ہے، ہر طرف سنسان خاموشی، عزلت نشینی اور خلوت پسندی کا وہ لطف جو مے خانوں کے مکینوں کو کہاں؟ عالمِ تصور میں خود ہی مجلس جمالی ہے۔ مقصود تو لطف اندوزی ہے، دیر میں ہو خواہ حرم میں، منتہائے خیال تو حبیب ہی ہوگا۔ چاہے مے خانہ میں سجدہ کیا جائے یا مسجد و حرم میں......

مقصود ز دیر و حرم جز حبیب نیست

ہر جا کنیم سجدہ بآں آستان رسد

چوتھا باب

اہل قلم وارباب صحافت کی نظر میں

قومی اخبارات، رسائل وجرائد، اصحابِ صحافت اورارباب ِقلم کا
مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے اظہارِ عقیدت وزبردست خراجِ تحسین

وہ جن کے دم سے جنس وفا تھی گراں بہا
وہ لوگ بزم دھر سے نایاب ہوگئے

....

تیرے کس کس کمال کا اب کرے کوئی تذکرہ
تیرے ہر اِک کمال میں لاکھوں کمال ہیں

جناب حامد میر
معروف صحافی و تجزیہ نگار

مولانا سمیع الحقؒ ایک وسیع النظر شخصیت

تاریخی جنازے کی شہادت، توہین رسالتؐ پر بے چینی، بعض تصنیفات کا تذکرہ اور تاریخ کا سب سے بڑا کارنامہ

جناب حامد میر صاحب پاکستان کے سینئر صحافی، تجزیہ نگار اور معروف کالم نگار ہیں، ''جنگ گروپ'' اور خصوصاً جیوٹی وی کے ساتھ عرصہ دراز سے منسلک ہیں، پاکستان اور دنیا بھر کی صحافتی دنیا میں آپ ایک بڑے نامور، نڈر، جرات مند، قابل و معروف صحافی ہیں، آپ کے صحافتی، ادبی، سیاسی اور تاریخی کالموں سے ایک عالم بہرہ ور ہورہا ہے، دارالعلوم حقانیہ، جہاد افغانستان اور خصوصاً مولانا شہیدؒ سے خصوصی لگاؤ اور دیرینہ تعلق تھا۔تحریک طالبان کی اعلیٰ قیادت اور خصوصاً شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ سے انٹرویوز کے لئے آپ نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے رابطہ کیا تو حضرت مولانا شہیدؒ نے انہیں خصوصی پروٹوکول اور خصوصی ہدایات کے ساتھ افغانستان بھیجا اور آپ نے وہاں سے عالمی شہرہ آفاق انٹرویوز ریکارڈ ونشر کرکے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا، دوران صحافت آپ کئی آزمائشوں سے بھی دوچار ہوئے مگر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمیشہ ہر موقع پر آپ کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آتے۔(مدیر)

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے جنازے ہماری حقانیت کا فیصلہ کریں گے، جب ان کا انتقال ہوا تو بغداد میں لاکھوں افراد ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور اس جنازے کی شان دیکھ کر ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرلیا۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا جنازہ ان کی حقانیت کا بین ثبوت

تین نومبر کو اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے جنازے میں شریک متعدد علماء نے مجھے امام احمد بن حنبلؒ کا قول یاد دلایا اور کہا کہ یہ جنازہ دیکھ لیں اور مولانا سمیع الحقؒ کی حقانیت کا فیصلہ کرلیں، اس بہت بڑے جنازے میں شریک اکثر لوگوں کو مولانا سمیع الحقؒ کی سیاست سے کوئی سروکار

نہیں تھا وہ ایک عالم دین کو اس دنیا سے رخصت کرنے آئے تھے جسے جمعہ کے دن عصر کے وقت شہید کیا گیا۔

توہین رسالتؐ پر مولانا شہیدؒ کی بے چینی

شہید کرنے والوں نے ایک ایسے وقت کا انتخاب کیا جب پورے ملک میں توہین رسالتؐ کے مسئلے پر بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور خود مولانا سمیع الحقؒ بھی شہادت سے کچھ دیر پہلے اپنی زندگی کی آخری تقریر میں اس مسئلے پر بہت بے چین نظر آئے لیکن ان کا جنازہ بے چینی میں اضافے کے بجائے بے چینی ختم کرنے کا ذریعہ بنا۔

مولانا صاحبؒ کی شہادت پر طرح طرح کے تبصرے کئے گئے۔ کسی نے کہا ''فادر آف طالبان'' دنیا سے چلے گئے۔ کسی نے کہا (مثلاً جدید طبقہ، لبرلز قوم پرست اور افغان جہاد وتحریک طالبان افغانستان کے مخالفین وغیرہ وغیرہ) کہ ان کا دینی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ''نرسری آف جہاد'' تھی اور کچھ خواتین وحضرات کو یہ بھی اچھا نہ لگا کہ مولانا صاحبؒ کو شہید کیوں کہا جارہا ہے اور یہی وہ انتہا پسندانہ رویہ ہے جو روز بروز ہمیں تقسیم کرتا جارہا ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ ایک وسیع النظر شخصیت

میں جس مولانا سمیع الحقؒ کو جانتا ہوں وہ ہمیشہ مسکرا کر اختلاف رائے برداشت کرنے والے انسان تھے۔ میری ان کے ساتھ پہلی ملاقات ۱۹۸۸ء میں روزنامہ جنگ لاہور کے ایک سینئر ساتھی جاوید جمال ڈسکوی مرحوم کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اس زمانے میں مولانا سمیع الحقؒ کو جنرل ضیاء الحق کا اتحادی سمجھا جاتا تھا اور میں اس زمانے کی فوجی حکومت کا شدید مخالف تھا لیکن اسکے باوجود مولانا کے ساتھ ایک ایسا ذاتی تعلق قائم ہو گیا جو ان کی زندگی کی آخری سانسوں تک قائم رہا اور مجھے یہ اعتراف ہے کہ اس تعلق کو نبھانے میں مولانا صاحب کا کردار زیادہ تھا۔ وہ ہر مشکل وقت میں میرے بلائے بغیر خود ہی میرے ساتھ آ کھڑے ہوتے اور پھر میری وجہ سے جس دباؤ کا سامنا کرتے اس کا کبھی ذکر تک نہ کرتے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی اصل دلچسپی تصنیف وتالیف

کچھ سالوں سے مولانا سمیع الحقؒ کی زیادہ توجہ تصنیف وتالیف اور تحقیق کی طرف تھی۔ ۲۰۱۵ء میں انہوں نے دس جلدوں میں ''خطبات مشاہیر'' کو شائع کیا جس میں منبر حقانیہ سے کئے گئے

اہم شخصیات کے بیانات اور ''الحق'' میں شائع ہونے والے مضامین کو موضوعات کی ترتیب سے اکٹھا کر دیا گیا۔

خطباتِ مشاہیر

''خطباتِ مشاہیر'' کی جلد اول میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری محمد طیب قاسمیؒ کی ایک تقریر شامل کی ہے جس میں دین اور شعائر دین کا احترام بیان کیا گیا اور کہا گیا کہ علماء کو ایک دوسرے کی بے ادبی اور تذلیل نہیں کرنا چاہئے، کئی معاملات میں امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کیا لیکن کہیں بھی بے ادبی کا شائبہ نہیں آنے دیا۔

ایک دلچسپ واقعہ

ایک دفعہ مولانا قاسم نانوتویؒ نے دہلی کی لال کنویں والی مسجد کے امام کے پیچھے صبح کی نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ ان کی قرأت بہت اچھی تھی، مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے نانوتوی صاحبؒ کو بتایا کہ وہ امام تو آپ کی تکفیر کرتا ہے لیکن نانوتوی صاحبؒ اگلی صبح اپنے شاگردوں کے ہمراہ نماز پڑھنے لال کنویں والی مسجد جا پہنچے، نماز ختم ہوئی اور مسجد کے امام کو پتہ چلا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا محمود الحسنؒ بھی شامل تھے تو بڑا شرمندہ ہوا اور ان سے مصافحہ کر کے شرمندگی کا اظہار کرنے لگا، نانوتوی صاحبؒ نے اس کی وہ غلط فہمی دور کی جسکی وجہ سے وہ ان کی تکفیر کرتا تھا اور کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر تکفیر واجب ہے لیکن توہین کی درست تحقیق بھی واجب ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی ڈائری ایک اہم تاریخی دستاویز

مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ۲۰۱۶ میں اپنی ڈائری شائع کی تھی۔ یہ ڈائری ان صاحبان کو ضرور پڑھ لینی چاہئے جو مولانا کو ''فادر آف طالبان'' کہتے ہیں۔ مولانا شہیدؒ کے والد محترم مولانا عبدالحق صاحبؒ نے ایک درویش حاجی صاحب ترنگزئیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ خان عبدالغفار خان (باچا خان) بھی ترنگزئی صاحب کے پیروکار تھے اور مولانا سمیع الحقؒ نے اپنی ڈائری میں باچا خان کے ساتھ ہونے والی وہ گفتگو شامل کی ہے جو ۱۹۵۸ء میں حاجی صاحب ترنگزئیؒ کی مسلح تحریک کے بارے میں ہوئی جس کا مقصد برصغیر سے انگریزوں کو بھگانا تھا۔

ایام اسیری کی یادیں

اس ڈائری میں کہیں ولی خانؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں آمد کا ذکر ہے، کہیں اجمل خٹکؒ کی باتیں ہیں، کہیں ہری پور جیل میں مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ گزرے ایام اسیری کی یادیں ہیں، کہیں لاہور میں داتا گنج بخشؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور مولانا بہاء الحق قاسمیؒ سے ملاقاتوں کا ذکر ہے۔

اس ڈائری میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی شان میں اشعار بھی نظر آتے ہیں اور میر پور (بنگلہ دیش) میں حضرت شاہ علی بغدادیؒ کے مزار کی زیارت کا بھی ذکر ہے۔

افغان طالبان سے متعلق ایک انگریزی کتاب

مولانا صاحبؒ نے افغان طالبان کے بارے میں ایک کتاب انگریزی میں بھی شائع کی اور بتایا کہ بہت سے افغان طالبان ان کے مدرسے کے سابق طلبہ ہیں لیکن وہ اپنے مدرسے کے پاکستانی طلبہ کو افغانستان لڑنے کے لئے نہیں بھیجتے۔

مولانا سمیع الحقؒ کا سب سے بڑا کارنامہ

مولانا سمیع الحقؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ہمیشہ پاکستان کے آئین کے اندر رہ کر جمہوری جدوجہد کی تلقین کی۔ وہ پاکستانی ریاست کے خلاف شورش اور مسلح جدوجہد کے قائل نہ تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اپنے ایک شاگرد محمد اسرار مدنی کے ذریعہ انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی شائع کردہ کتاب کا اردو ترجمہ ''جدید فقہی فیصلے'' کے نام سے شائع کرایا اور اس کا دیباچہ لکھا جس میں اس کتاب کو تمام دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرنے پر زور دیا۔

اس کتاب میں جدید دور کے اہم مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا دیباچہ ان کے خلوص اور اسلام سے ان کی گہری وابستگی کا آئینہ دار ہے اور ان کا یہی خلوص تھا جو مجھ جیسے دنیا دار اور گناہ گار انسان کو ان کے جنازے میں لے گیا، وہ جنازہ جس نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اس قول کو سچا ثابت کیا کہ ہمارے جنازے ہماری حقانیت کا فیصلہ کریں گے۔

جناب مجیب الرحمٰن شامی
چیف ایڈیٹر روزنامہ ''پاکستان''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آخری کارنامہ

- ...... مولانا سمیع الحقؒ نے اپنی جماعت کو بجھنے نہیں دیا اپنا الگ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔
- ...... وہ افغان طالبان سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے اس حوالے سے ان کا نام دُنیا بھر میں گونجتا تھا۔
- ...... ان کی شہادت کی خبر نے ملک بھر میں رنج والم کی چادر تان دی۔
- ...... ہر مکتب فکر ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور اہل سیاست میں بھی ان کا احترام پایا جاتا تھا۔
- ...... انہیں فادر آف طالبان کہا جاتا تھا اُنکا اپنا اسلوب اور اثر ورسوخ تھا
- ...... مولانا سمیع الحقؒ کا آخری کارنامہ یہ تھا کہ جان دے کر بھی اہل وطن کی جان میں جان ڈال دی اور امر ہوگئے۔

جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قریبی احباب میں سے ہیں، مشہور ایڈیٹر، کالم نگار، کئی ہفت روزوں اور روزنامہ اخبارات سے وابستہ رہے، اس وقت روزنامہ ''پاکستان'' کے چیف ایڈیٹر ہیں۔مختلف ٹی وی چینلز کے اینکر پرسن بھی ہیں (ادارہ)

توہین رسالتؐ کے الزام سے آسیہ مسیح کی بریت کے خلاف ملک بھر میں دھرنے جاری تھے، کاروبار زندگی معطل ہو کر رہ گیا تھا، پنجاب اور سندھ میں تعلیمی ادارے بند تھے، سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں پہنچنا مشکل ہوتا جا رہا تھا، گاڑیوں اور جہازوں کی آمدورفت معطل تھی، تحریک لبیک

پاکستان کے حامیوں کی ٹولیاں جگہ جگہ معمولاتِ زندگی میں خلل ڈال رہی تھیں، موٹروے پر سفر کرنا ممکن نہیں رہا تھا، جی ٹی روڈ پر قدم رکھنا بھی اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا، منقولہ اور غیر منقولہ املاک پر حملے جاری تھے، جگہ جگہ شعلے بھڑک رہے تھے، اور طرح طرح کے نعرے جلتی پر تیل ڈال رہے تھے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے سلیمانی ٹوپیاں پہن کر غائب ہو چکے تھے اور اگر کہیں تھے بھی تو کوئی اقدام کرنے سے قاصر تھے، ایسے میں (جمعہ کی شام) یہ اندوہناک خبر آئی کہ مولانا سمیع الحقؒ پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ چند ہی لمحوں بعد بتایا گیا کہ وہ جانبر نہیں ہو سکے اور جام شہادت نوش کر گئے ہیں،۸۲سالہ مولانا سمیع الحقؒ پاکستان کیا، عالم اسلام کے ایک ممتاز تعلیمی ادارے دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ تھے۔ اکوڑہ خٹک میں روشن اس چراغ کی روشنی دور ونزدیک پھیلی ہوئی ہے۔ افغانستان اور پاکستان ہی نہیں پورے عالم اسلام کے نوجوان یہاں سے فیض پا چکے ہیں۔ مولانا مفتی محمودؒ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد جمعیت علمائے اسلام دوحصوں میں تقسیم ہوئی تو مولانا سمیع الحقؒ اپنے حصے کے سربراہ بن گئے۔ یہ سیادت اب تک ان کے نام کا لاحقہ تھی۔ مولانا فضل الرحمٰن کے زیر قیادت جمعیت علمائے اسلام (ف) نے اپنے سیاسی اثر و رسوخ کو بہت پھیلایا اور ایک سیاسی قوت کے طور پر اس ہی نے اسلاف کی جانشینی کا منصب حاصل کر لیا لیکن مولانا سمیع الحقؒ نے بھی اپنی جماعت کو بجھنے نہیں دیا، اپنا الگ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب رہے۔

آپ کئی بار سینیٹر منتخب ہوئے، مولانا سمیع الحقؒ افغان طالبان سے ایک تعلق خاص رکھتے تھے۔ اس حوالے سے ان کا نام دنیا بھر میں گونجتا رہتا تھا، امریکہ اور طالبان کے درمیان حالیہ رابطوں میں ان کے کردار کے بارے میں متضاد اطلاعات تھیں لیکن کہا جاتا ہے کہ افغان صدر اشرف غنی کے فون پر انہوں نے کوئی کردار ادا کرنے کی ہامی نہیں بھری تھی۔ وہ افغان مسئلے کے حل کے لیے وہاں سے امریکی فوج کی واپسی کو لازم قرار دیتے تھے۔ مولانا کی شہادت کی خبر نے ملک بھر پر رنج والم کی چادر تان دی۔ ہر مکتب فکر ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور اہلِ سیاست میں بھی ان کا احترام پایا جاتا تھا۔ انہیں اسلام آباد (راولپنڈی) میں ان کے گھر میں چھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا گیا تو ہر شخص بھونچکا رہ گیا، بتایا گیا کہ پشاور جانے والا راستہ بند ہونے کی وجہ سے وہ سفر نہیں کر سکے تھے، نمازِ عصر کے بعد محوآرام تھے کہ حملہ ہو گیا۔

ابھی تک اس پراسرار واردات سے پردہ نہیں اٹھ سکا، قاتل کے چہرے سے نقاب اٹھا ہے، نہ قتل کے محرکات سامنے آئے ہیں۔ تجزیہ کار ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں،۸۲سالہ بزرگ کو (جو کہ دِل

کے عارضہ میں بھی مبتلا ہو) قتل کرنے والا بدبخت کس کا کھیل کھیل رہا تھا؟ اس کے بارے میں مصدقہ طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ دھرنا نشینوں کے پرجوش حامی تھے اور تقریری طور پر جذبات کے گڑھے میں غوطہ زن تھے۔ ان کے رخصت ہونے سے پاکستان کے مذہبی اور قومی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ بآسانی پر نہیں ہو سکے گا۔ وقتی جذباتیت سے قطع نظران کا اپنا اسلوب اور اثر و رسوخ تھا، اِس مقام تک پہنچتے پہنچتے عشرے لگتے ہیں، یہ ایک دن، ایک ماہ یا ایک سال میں حاصل نہیں ہوسکتا۔ ان کے والدِ گرامی مولانا عبدالحقؒ مثالی شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لے کر قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ بہت کم مذہبی شخصیات کو خاص و عام سے وہ عزت اور محبت ملی ہوگی، جو مولانا کے حصے میں آئی تھی۔

مولانا سمیع الحقؒ اپنے والد کے نام اور مقام کی حفاظت کے جذبے سے سرشار رہے۔ انہیں ''فادر آف طالبان'' کہا جاتا تھا، لیکن وہ پاکستان کے اندر مسلح جدوجہد کو حرام سمجھتے تھے۔ افغانستان پر غیرملکی قبضے نے جہاد کا جو جواز فراہم کیا تھا، ان کے نزدیک پاکستان پر اس کا اطلاق ممکن نہیں تھا۔ جہادِ افغانستان کے مختلف مرحلوں میں ان کا کردار مختلف رہا، لیکن وہ اس سے غیر متعلق نہیں ہوئے۔ انہوں نے سیاسی جدوجہد کو شعار بنائے رکھا اور مختلف مسالک کے درمیان امن اور سلامتی کی فضا پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ ان کی یہ ادا شاید مالکِ حقیقی کو ایسی بھائی کہ ان کے لہو سے بھی چاروں طرف لگی ہوئی جذبات کی آگ کو سرد کرنے میں مدد لے لی گئی، ان کی شہادت کی خبر نے حکومت اور دھرنا قائدین کو جلد مفاہمت کے لیے مجبور کر دیا۔ مولانا سمیع الحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ کے متعلقین اور محبین پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے قافلوں کو دور و نزدیک سے آنا تھا، دھرنا پسند اگر راستے بند رکھتے تو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔ بریلوی اور دیو بندی مسالک کے ہزاروں افراد ایک دوسرے سے ٹکراتے تو خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور حکومت کی رٹ قائم کرنے والوں کیلئے کارروائی کا راستہ کشادہ ہو جاتا۔ پس مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے دو گھنٹوں کے اندر اندر حکومت اور دھرنا قیادت کے درمیان معاہدہ ہو گیا، اس معاہدے کے مختلف پہلوؤں پر بات ہوتی رہے گی، اسکے منفی اور مثبت پہلو اجاگر ہوتے رہیں گے، لیکن اس کا فوری اور پسندیدہ نتیجہ یہ نکلا کہ پوری قوم نے اطمینان کا سانس لیا، معمولاتِ زندگی بحال ہونے لگے، تصادم اور خونریزی کا خطرہ ٹل گیا۔ مولانا سمیع الحقؒ کا آخری کارنامہ یہ تھا کہ جان دے کر بھی، اہلِ وطن کی جان میں جان ڈال دی اور امر ہو گئے کہ ع صلۂ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ

جناب عطاء الحق قاسمی
معروف کالم نگار

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت: چند پہلو

- ...... وہ طالبان کے حوالے سے امریکہ اور افغانستان کے ڈمی حکمرانوں کو بہت کھٹکتے تھے۔
- ...... وہ بہت بڑے مدرسے کے مہتمم، جید عالمِ دین، بڑے سیاستدان اور امریکہ کے شدید دشمنوں میں شمار ہوتے تھے۔

محترم عطا الحق قاسمی صاحب نامور عالم دین اور تحریک پاکستان کے رہنما مولانا بہاء الحق قاسمی کے فرزند ہیں، موصوف مایہ ناز ادیب، سفر نامہ نگار اور معروف کالم نگار ہیں، وہ ایک طویل عرصے سے روزنامہ ''جنگ'' میں ''روزنِ دیوار'' کے نام سے کالم لکھ رہے ہیں، ایک درجن سے زائد کتب کے مصنف بھی ہیں، آج کل الحمراء آرٹس کونسل لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین ہیں۔ان کے والد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے کافی گہرا تعلق تھا، اسی مناسبت سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے موصوف کا بھی دوستانہ و برادارنہ تعلق رہا۔(ادارہ)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کر دیئے گئے۔ مولانا سے میری ملاقاتیں بہت کم ہیں لیکن ہر ملاقات میں ان کی بے پناہ شفقت مجھے یاد ہے۔ دراصل مولانا کے عظیم والد مولانا عبدالحقؒ میرے والد ماجد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کے بہت عزیز دوست تھے اور مولانا سمیع الحق کو یہ رشتہ یاد تھا۔جیسا کہ گزشتہ روز حامد میر نے بتایا کہ مولانا اپنی یادداشتیں باقاعدگی سے لکھتے تھے اور انہوں نے اپنی ان یادداشتوں پر مشتمل بہت ضخیم کتاب شائع بھی کی اور دیگر احباب کے علاوہ اس کی ایک جلد مجھے بھی تحفتاً ارسال کی۔ یہ تاریخی لحاظ سے ایک بہت اہم کتاب ہے اور مستقبل کے مؤرخ کو اس میں بہت کچھ ملے گا۔

مولانا ایک دفعہ والد ماجد سے ملاقات کے لئے ہمارے ماڈل ٹاؤن والے گھر بھی تشریف لائے تھے لیکن یہ بہت پرانی بات ہے۔ میں ایک کھلنڈرا سالڑکا تھا اور خود مولانا بھی جوان تھے۔ والد

ماجد نے مجھے ان کے والد ماجد کے بارے میں بتایا کہ ہمارے درمیان بہت محبت کا رشتہ ہے پھر جب میں عملی زندگی میں داخل ہوا تو مولانا سے چند ملاقاتیں مختلف محفلوں میں ہوئیں۔ وہ ہمیشہ مجھے اپنے کسی قریبی عزیز کی طرح ملتے تھے۔انہوں نے مجھے متعدد بار دعوت دی کہ میں ان کے دارالعلوم حقانیہ کا وزٹ کروں مگر مجھے اپنی ادبی سرگرمیوں ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں دارالعلوم حقانیہ سے جہاں لاکھوں طلبہ نے دین کی تعلیم حاصل کی، وہیں بقول حامد میر ۷۰ فیصد طالبان بھی اسی مدرسے کے فارغ التحصیل تھے۔ چنانچہ جب عالمی طاقتیں یکے بعد دیگرے افغانستان میں دخل انداز ہوئیں تو ان طالبان نے بھرپور مزاحمت کی، پہلے روس سے مڈبھیڑ ہوئی اور اس کے بعد امریکہ کے خلاف مزاحمت کا سلسلہ شروع ہوا۔

مولانا سمیع الحقؒ کو جس سفاکانہ طریقے سے شہید کیا گیا، وہ بہت دردناک ہے۔ پولیس کا خیال ہے کہ یہ کارروائی کسی بہت ہی قریبی شخص کی ہے۔ ہوسکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو مگر جب کوئی طاقت کسی بات کا ارادہ کرتی ہے تو ایسے افراد پہلے سے اس نے تیار کئے ہوتے ہیں۔مولانا شہیدؒ طالبان کے حوالے سے امریکہ اور افغانستان کے ڈمی حکمرانوں کی نظر میں بہت بری طرح کھٹکتے تھے لہٰذا اس شہادت کو کسی اور تناظر میں ہی دیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب مولانا کو شہید کیا جاتا ہے تو اس سے چند گھنٹوں بعد طالبان پالیسی کے بانی حمید گل کے صاحبزادے کو قتل کرنے کی کوشش سامنے آجاتی ہے۔ ہماری تمام ایجنسیوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قاتلوں کی جستجو کے دوران وہ ایک ہی تسلسل میں ہونے والے ان واقعات کو بھی نظر میں رکھیں۔کئی عشرے قبل مولانا کے بارے میں بغیر کسی مضبوط ثبوت کے اخبارات (اس وقت کی سیاسی وریاستی حکومت مخالف سرگرمیوں کی پاداش میں[ادارہ]) بہت کیچڑ اچھالا گیا، مجھے یہ بات اچھی نہ لگی اور شاید میں واحد کالم نگار تھا جس نے اپنے کالم میں اس رویے کی شدید مذمت کی اور کہا کہ کسی بھی شخصیت کی اس طرح کردارکشی صحافتی اصولوں کے منافی ہے، یہ کالم پڑھ کر مولانا کا مجھے فون آیا اور انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں میرا شکریہ ادا کیا اور کہا ''آپ نے خاندانی روابط کی لاج رکھ لی، میں نے عرض کیا کہ ایسا نہیں جو آپ فرما رہے ہیں، میں نے وہی لکھا جو میں نے محسوس کیا۔'' مولانا سمیع الحقؒ بہت بڑے مدرسے کے مہتمم ہی نہیں عالم دین ہی نہیں، ایک بڑے سیاستدان بھی تھے اور امریکہ کے شدید دشمنوں میں شمار ہوتے تھے۔اب وہ ہم میں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور خدا کرے ان کے قاتل جلد از جلد کیفر کردار کو پہنچیں۔

جناب مجاہد بریلوی
معروف کالم نگار

پیکر اخلاص ، شرافت وعظمت

جناب مجاہد بریلوی صاحب پاکستان کے معروف ادارے ''آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس'' کے بانی و مؤسس محترم سید الطاف علی بریلوی مرحوم کے فرزند ارجمند اور صحافت کی دنیا کا معروف نام ہیں، عرصہ سے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا سے وابستہ ہیں، روزنامہ ۹۲ نیوز میں کالم لکھتے ہیں، ''رہبر'' کے نام سے ایک میگزین بھی نکالتے ہیں، کئی کتابوں اور افسانوی مجموعوں کے مصنف بھی ہیں۔ (ادارہ)

دہائی تو آہی گئی ابھی اسلام آباد ائیرپورٹ پر اترا ہی تھا کہ ایس ایم ایس کی لائن لگ گئی ، اجمل خٹکؒ اب ہم میں نہیں رہے ، اسلام آباد کے بجائے گاڑی کا رُخ اکوڑہ کی طرف موڑ دیا ، شدید بارش میں اکوڑہ خٹک میں پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے ، اجمل خٹکؒ کی تدفین کے انتظامات ایک اسکول کے احاطے میں ہورہے تھے ، مرکزی دروازے پر دیکھا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے صاحبزادے اورشاگردوں کے ساتھ آنے والے سوگواران سے بڑھ بڑھ کر پرُسالے رہے ہیں، قوم پرست اشتراکی ، شاعر ، صحافی ، سیاستدان کٹر مخالف اجمل خٹکؒ کے سفرآخرت میں طالبان کے سب سے بڑے حامی مذہبی رہنما مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اس طرح موجود ہونا پشتون معاشرے کی روایت کا مظہر تو تھا ہی مگر اس سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شرافت اورعظمت کا بھی میں قائل ہوا ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے اسکرین کے حوالے سے گاہے بہ گاہے ملاقات رہتی اور اکثر تلخ اور ترش گفتگو ہوتی مگر پروگرام کے بعد مولانا بڑی خوش مذاقی سے کہتے ، آپ ہمارے مدرسے کب آرہے ہیں؟ ''بریلویوں'' کے آنے سے اچھا تأثر جائے گا۔ میں ازراہِ مذاق کہتا ، اچھا ۱۲ / ربیع الاول کو آؤں گا ، میلاد کا اہتمام رکھیئے گا ، ''ضرور ضرور'' کہہ کر زوردار قہقہہ لگاتے مولانا نے اکوڑہ خٹک میں بڑھ کر گلے لگایا تو بڑی افسردگی سے کہا ، آپ آئے بھی تو ایسے دن جب میرا عزیز دوست ہم سے بچھڑ گیا ، میلاد کا اہتمام تو نہیں ہوسکے گا ، مگر کھانا کھائے بغیر نہیں جایئے گا ، ساتھ کھڑے بیٹے سے تاکید کی ، ''بریلوی صاحب بغیر کھانا کھائے نہیں جائیں گے'' قوم پرست اشتراکی شاعر ، سیاستدان ، طالبان کے کٹر مخالف اجمل خٹکؒ کے سفرِ آخرت میں فادر آف طالبان مولانا سمیع الحقؒ کا گھر کے ایک بزرگ کی طرح آنے والے مہمانوں کا اس طرح شریک غم ہونا پشتون معاشرے کی اعلیٰ روایت کا تو مظہر تھا ہی مگر مولانا سمیع الحقؒ اپنی شخصیت اور سیاست میں یوں بھی ایک منفرد مقام رکھتے تھے ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد

مولانا عبدالحقؒ نے ۱۹۴۷ء میں اکوڑہ خٹک میں محدود وسائل اور مختصر قطعہ اراضی پر مدرسے کی بنیاد رکھی اور پھر مہینوں ، برسوں میں یہ صوبے کا ہی نہیں بلکہ پورے ریجن کا سب سے بڑا دینی مدرسہ بن گیا، مولانا عبدالحقؒ محض عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ صوبہ سرحد کے دیگر علمائے کرام کی طرح قومی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے،۱۹۷۰ء میں اس وقت کے صوبہ سرحد میں جمعیت علماء اسلام ،نیشنل عوامی پارٹی کے بعد دوسری بڑی جماعت تھی ،مولانا عبدالحقؒ جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۷ء تک رکن قومی اسمبلی رہے ۱۹۷۷ء کے متنازعہ الیکشن میں بھی وہ اکوڑہ خٹک سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے اور پھر ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی الیکشن میں بھی انہوں نے کامیابی حاصل کی۔

مولانا عبدالحقؒ کے سیاسی میدان میں ہوتے ہوئے مولانا سمیع الحقؒ سیاسی طور پر بہت نمایاں سامنے نہیں آئے تھے،البتہ جنرل ضیاء الحقؒ کی مجلس شوریٰ کے وہ رکن رہے اور ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۱ء کے دوران سینٹ کے رکن بھی رہے، ۱۹۸۸ء میں مولانا عبدالحقؒ کے انتقال کے بعد مدرسہ اکوڑہ خٹک کا سارا انتظام ہی نہیں بلکہ مولانا سمیع الحقؒ کے پاس انکی سیاسی وراثت بھی آ گئی تھی ، جمعیت علمائے اسلام میں ان کا مولانا فضل الرحمٰن سے ''دوستی اور مخالفت کا رشتہ'' ساتھ ساتھ چلتا رہا،کبھی حکومت مخالف جلسوں میں اسٹیج پر شیر وشکر تو کبھی انتخابات میں ایک دوسرے کے مخالف ،مولانا سمیع الحقؒ نے جمعیت علمائے اسلام (س) بنائی اور مولانا فضل الرحمٰن کی ڈٹ کر سیاسی مخالفت بھی کی مگر ذاتی سطح پر ان کا تعلق مولانا فضل الرحمٰن سے کبھی نہیں ٹوٹا، مگر ۲۰۱۳ء کے الیکشن کے آتے ہی انکے راستے مولانا فضل الرحمٰن سے مکمل طور پر جدا ہوگئے تھے مولانا سمیع الحقؒ اپنے مدرسے میں پڑھے مگر سیاسی قد کاٹھ میں بہت آگے بڑھے۔ مولانا شہیدؒ کی رحلت کی یاد کیونکہ ابھی تازہ ہے، اس لئے افغان جنگجو طالبان کی سرپرستی میں جوان کا اوران کے مدرسے کا کردار رہا، اسکی بہت زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مگر ایک دینی اور سیاسی قائد کی حیثیت میں پاکستانی ریاست کے مقابلہ میں پاکستانی ریاست کو ملیامٹ کرنے والے جنگجو پاکستانی طالبان اورانکے لشکروں کی جو انہوں نے دامے ، درمے سخنے مذمت کی، اسکا ذکر کئے بغیر بھی مولانا سمیع الحقؒ کی دینی اور سیاسی شخصیت پر گفتگو مکمل نہیں ہوسکتی ،مولانا سمیع الحقؒ سینہ ٹھوک کر برسرمنبر فخر یہ کہا کرتے تھے ،کہ ''افغان طالبان'' انکے روحانی بچے ہیں اوروہ انکے فادر بلکہ گاڈ فادر ہیں، طالبان حکومت کے امیر ملاعمر ہی نہیں بلکہ طالبان کی پہلی کابینہ کے کم ازکم ۱۲ وزیر مولانا سمیع الحقؒ کے مدرسے اکوڑہ خٹک کے سند یافتہ تھے جنکا ذکر وہ بڑے فخر سے کیا کرتے تھے،مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پاکستان کی سرزمین پر ہونے والے ہرقسم کے خودکش حملوں کوحرام قرار دیا تھا،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کوبھی اس کا بڑی شدت سے احساس ہوگیا تھا، اورعملی طور پرانہوں نے پاک افغان مذاکرات سے عملی طور پر خودکوالگ بھی کرلیا تھا،ایک عالم دین کی حیثیت سے وہ ایک سند کا درجہ رکھتے تھے۔

حافظ محمد طاہر محمود اشرفی
ایڈوائزر وزیراعظم، وچیئرمین پاکستان علماء کونسل

محسن ومربی مولانا سمیع الحق شہیدؒ

جناب حافظ محمد طاہر محمود اشرفی صاحب، ایڈوائزر وزیراعظم وممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، نہایت ہی متحرک، فعال اور باصلاحیت شخصیت ہیں، ابتداء میں انہوں نے جمعیت طلباء اسلام میں بڑا فعال کردار ادا کیا پھر آپ جمعیت علماء اسلام کا حصہ بن گئے اور حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی پالیسیوں اورتحریکات میں ایک انتھک رہنما کے طور پر کام کرتے رہے۔ بعد میں اپنی ایک الگ تنظیم ''پاکستان علماء کونسل'' کے نام سے قائم کی لیکن پھر بھی حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ ادب و احترام، محبت وعقیدت کا سلسلہ آخری دم تک قائم رکھا۔ (مدیر)

۱۹۸۶ء کی ایک شام جامع مسجد امام احمد علی لاہوریؒ میں قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں قائد جمعیت سے عرض کیا کہ ہماری طلباء کی تنظیم جمعیت طلباء اسلام روز و شب کمزور ہورہی ہے، اگر آپ سر پرستی کریں تو اس کو ایک مضبوط طلبا تنظیم بنایا جاسکتا ہے۔ قائد جمعیت نے وعدہ کیا کہ میں وفا کروں گا لیکن آپ کو بھی وفا کرنی ہوگی، اس دن سے لے کر زندگی کے آخری دن تک حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ایک بیٹے، ایک بھائی، ایک کارکن اور ایک رضا کار جیسا تعلق رہا، تیس سال سے زائد عرصہ کے تعلق میں کسی بھی مرحلے پر یہ احساس نہ ہوا کہ راقم اور قائد جمعیتؒ کسی طور پر اجنبی ہیں۔ اپنے ساتھیوں اور اپنے بیٹوں کی طرح آپ نے جس اعتماد، محبت اور خلوص کا اظہار کیا وہ آج میری زندگی کا اہم حصہ ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیساتھ افغانستان کے پہاڑوں سے لے کر لیبیا کے صحرا تک اور لیبیا کے صحرا سے لے کر بیت اللہ شریف تک ہم سفر رہنے کا بھی اعزاز حاصل رہا، مشکل سے مشکل حالات اور خوشی کے لمحات میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ہمیشہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز دیکھا۔ وہ نہ دنیا کے طاقتوروں، مالداروں، حکمرانوں سے مرعوب ہوتے اور نہ ہی ان کو کوئی خوفزدہ کرسکتا تھا، وہ کلمہء حق کا اظہار بلاخوف وخطر ہر جگہ کرتے۔

دیانت اور امانت میں آج کی اس صدی میں میں نے ان جیسا کوئی اور نہیں دیکھا، جہاں جاتے لوگ ان کو ہدیہ دیتے، وہ سب سے پہلے پوچھتے کہ یہ دارالعلوم کیلئے ہے یا ذاتی ہے؟ اور اگر کوئی کہتا کہ یہ دارالعلوم کیلئے ہے تو وہ اس کو ایسے محفوظ کرتے جیسے وہ ان کی متاع عزیز ہے اور اکثر اپنے لیے ہدیہ کو قبول کرنے سے گریز کرتے، جمعیت علماء اسلام (درخواستی) سے لے کر ''دفاع پاکستان کونسل'' تک اور ''اسلامی جمہوری اتحاد'' سے لے کر ''ملی یکجہتی کونسل'' تک ان کا کردار امت کی وحدت اور اتحاد کیلئے تھا۔ جنرل فضل حقؒ نے ایک بار کہا تھا کہ اگر مجھے موقع ملا تو میں مولانا سمیع الحق پر کتاب لکھوں گا، جس کا عنوان ہوگا ''بیباک اور جرات مند مولوی'' مولانا سمیع الحق شہیدؒ دنیائے اسلام کیلئے چلنے والی تحریکوں کے سرپرست تھے اور دنیائے اسلام میں ان کی محبت کا اندازہ اس وقت ہوا جب وہ کسی اسلامی ملک میں یا بیت اللہ میں اپنی روایتی پگڑی کے ساتھ موجود ہوتے تو ایک جہان اِن سے ملنے کے لئے لپکتا اور ہر ایک سے آپ بہت محبت اور تواضع سے ملتے۔

بلا شبہ مولانا سمیع الحقؒ ایک ایسا چاند تھے جس کی روشنی سے مشرق ومغرب منور ہوئے اور ہورہے ہیں، رات کی تاریکیوں میں اپنے رب کے حضور چیخ چیخ کر امت کی کامیابی اور فتح کی دعائیں کرنے والے مولانا سمیع الحقؒ آج اگر زندہ ہوتے تو وہ اپنی اس بات کی سچائی کو دیکھتے جو وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ طالبان افغانستان کو ایک دن غالب آنا ہے، (بلاشبہ وہ شہید ہیں اور شہید تو زندہ ہوتے ہیں، اس لیے مجھے یقین ہے کہ وہ جنت کے بالا خانوں سے افغان طالبان کی کامیابی کو دیکھ کر مسکرا رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ میں نہیں کہتا تھا کہ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم اللہ کے دین کے پاسدار رہو گے)

مولانا سمیع الحق شہیدؒ مدارس کے منتظمین اور مہتممین کیلئے ایک بہت بڑی مثال ہیں، اگرچہ آج کی دنیا میں ان کے اور مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ کے نقش قدم پر چلنا بہت مشکل ہے لیکن بہرحال ابھی علمائے حق بانجھ نہیں ہوئے اور ان کے جانشین ضرور موجود ہیں۔ مولانا سمیع الحقؒ ختم نبوتؐ کے عقیدے کے چوکیدار اور اصحاب رسولؐ و اہل بیتؓ کی عظمت وصداقت کے وکیل تھے، وہ ایک محبّ وطن پاکستانی ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے غم خوار بھی تھے اور وحدت امت کے علمبردار بھی، جب کوئی افغانستان اور اسامہ بن لادنؒ کا نام لینے سے خوفزدہ ہوتا تھا ان حالات میں انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے لاکھوں کے اجتماع میں افغان طالبان اور اسامہ بن لادنؒ کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔ تاریخ کے اوراق میں یہ بات موجود ہے کہ ۸۰ء کی دہائی میں آسمان نے اسامہ بن

لادنؒ کو مولانا سمیع الحقؒ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے دیکھا اور ۲۰۰۰ء میں اسامہ بن لادنؒ کے بیٹے سعد کو اپنے باپ کی طرز پر مولانا سمیع الحقؒ کے پاؤں دباتے دیکھا۔ مولانا سمیع الحقؒ وحشت اور دہشت کے قائل نہیں تھے، وہ بے گناہ انسانیت کے قتل عام کے ہمیشہ سے مخالف تھے اور جہاد کے حقیقی پیغام کو دنیا کو بتلانے کیلئے سرگرم عمل رہتے تھے، جہاد اور دہشت گردی کے حوالے سے جب وہ اپنا موقف بیان کرتے تو ہر زبان ان کے سامنے ساکت ہو جاتی، بہت سارے محبت کرنے والے ان سے کہتے کہ اس طرح کھلے عام آپ افغان طالبان کی حمایت نہ کیا کریں لیکن ان کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ میں مظلوموں کے ساتھ ہوں اور اس کے لئے مجھے جو قیمت بھی ادا کرنی پڑے میں ادا کرنے کو تیار ہوں، سچ تو یہ ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ نے افغان طالبان کی تائید وحمایت کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شہادت کا جو درجہ اور رُتبہ ان کو ملا ہے وہ نصیب والوں کا ہی مقدر ہوتا ہے۔ ایک ۸۳ سال کے بوڑھے کو پے درپے خنجروں کے وار کر کے شہید کرنے والے بزدلوں نے ثابت کر دیا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت، سیدنا عمر بن خطابؓ کی سنت ہے، بلاشبہ وہ اس صدی سے فلسطین وکشمیر اور افغانستان کے شہداء کے سرخیل ہیں۔ مولانا سمیع الحقؒ اپنی شہادت سے کچھ ماہ پہلے دل کے آپریشن کیلئے ہسپتال میں داخل تھے تو پاکستان کی ایک بہت بڑی شخصیت نے عیادت کے دوران ازراہِ مذاق اِن سے کہا کہ میں ڈاکٹروں سے کہوں گا کہ وہ آپ کا بہت اچھا آپریشن کریں لیکن جو آپکے دل میں طالبان کی محبت کی وین (رگ) ہے وہ نکال دیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ محترم! اپنے ڈاکٹروں سے کہو کہ ساری وینیں نکال دیں صرف یہ ایک وین رہنے دیں جو جہاد سے محبت کی ہے، جو دین سے محبت کی ہے، جو قرآن سے محبت کی ہے، جو طالبان افغانستان سے محبت کی ہے، اِسے تو میں اپنے ساتھ قبر میں لے کر جاؤں گا کیونکہ یہ میری آخرت کی نجات کے لئے ہے۔

آج پینتیس، چالیس سال کے عرصے کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک بات یاد آتی ہے لیکن نہ دل میں طاقت ہے نہ قلم میں حوصلہ ہے اور نہ آنکھوں میں اتنا پانی ہے کہ ان سب کو بیان کرسکوں۔

آخر میں صرف یہ بتاؤں گا کہ جب افغانستان سے امارت اسلامیہ کا قبضہ ختم کروانے کی بات ہورہی تھی، اس دوران کابل سے ایک خبر آئی کہ کچھ علماء نے کہا ہے کہ اسامہ بن لادن افغانستان چھوڑ دیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے تڑپتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مولانا جلال الدین حقانی اور ملاعمر کو یہ بات کہی کہ کیا تم ایک مہاجر جو بیت اللہ چھوڑ کر صرف اس لیے آیا ہے کہ وہ دنیا میں شریعت اسلامیہ کا نفاذ چاہتا ہے، کفر کے حوالے کر دو گے؟ مولانا سمیع الحقؒ کی اس سرزنش اور غصے

کا نتیجہ تھا کہ چند ساعت میں اس وقت کے امارت اسلامیہ کے پاکستان میں سفیر ملا عبدالسلام ضعیف دارالعلوم حقانیہ پہنچے اور انہوں نے اپنے دستخطوں سے اس بیان کی تردید کی ، یہ وہ لمحہ تھا جب مولانا جلال الدین حقانی ، حضرت مولانا عبدالحقؒ کی قبر کے ساتھ لپٹ کر رو رہے تھے اور اپنے استاد کے ساتھ ایسی محبت کا اظہار کر رہے تھے جس کی مثال ملنا مشکل ہے ، زندگی میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ہمراہ بڑے بڑے حکام ، امراء ، افغانستان کے قائدین سے ملنے کا اتفاق ہوا ، ان کے احترام میں میں نے سب کو خاموش پایا۔

تقویٰ اور اللہ پر یقین کامل اس مرد قلندر کا ایسا تھا کہ ایک دن ان کو بتایا گیا کہ دارالعلوم کے طلبا کیلئے ناشتے کے بعد دوپہر کے کھانے کا بندوبست نہیں ہے ، انہوں نے فرمایا ناشتے کے بعد طلبا کو بتا دیا جائے کہ یہ صورتحال ہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور ہوگا تو ان کا بندوبست ہو جائے گا اور اگر اللہ کو منظور نہیں ہوگا تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں ؟ رات ۳ بجے ایک صاحب خیر مولانا شہیدؒ کے پاس پہنچے اور انہوں نے کہا کہ میں نے نیت کی تھی کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں دارالعلوم حقانیہ کو اتنا ہدیہ دوں گا ، ابھی مجھے خبر آئی کہ میرا کام ہو گیا ہے۔

کیا لکھیں اور کیا نہ لکھیں ، اگر کتابیں بھی لکھی جائیں تو کم ہیں صرف ایک بات کہوں گا کہ اس صدی میں اگر ہم تلاش کریں تو ان جیسا ملنا مشکل ہے۔ جنت کے بالا خانوں میں اپنے رب کے ساتھ راضی رہنے والے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو آج پوری دنیا سلام عقیدت پیش کر رہی ہے ۔کل تک جو افغان طالبان کا نام لیتے ہوئے گھبراتے تھے آج اپنا تعلق ان سے جوڑ رہے ہیں لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے خود اور نہ کبھی دنیا نے اس کا انکار کیا کہ وہ ''فادر آف طالبان'' ہیں ، تاریخ میں جب بھی مولانا سمیع الحق شہید کا ذکر آئے گا تو یہ لکھا جائے گا کہ ایک ملنگ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے فرزند مولانا سمیع الحق ؒ کے ماننے والوں نے دنیا کی دو سپر طاقتوں کو شکست دے دی ۔ وہ مولانا سمیع الحقؒ جو باسی سالن اور سوکھی روٹی کو لذیذ طعام پر ترجیح دیتے تھے لیکن اپنے نظریے ، سوچ اور فکر پر کبھی کوئی کمپرومائز نہیں کرتے تھے ۔طویل عرصہ پارلیمنٹ میں ہونے کے باوجود نہ کبھی کسی انٹی کرپشن ، نہ کبھی کسی نیب ، نہ کسی احتساب بیورو نے ان کے حوالے سے کوئی الزام لگایا ، اس لیے کہ انہوں نے اپنی دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی تھی ۔اے قائد جمعیت ! اے ہمارے غم وخوشی کے محسن! اللہ تمہاری جنتوں کو وسیع فرمائے۔

جناب اسرار بخاری
کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عظیم مجاہد

- ...... تمام باطل قوتوں کے لئے حق کی للکار
- ...... پاکستان اور اسلام دشمنوں کا نشانہ بن گئے
- ...... شہادت پر بھارت وافغانستان میں جشنِ مسرت کیوں؟

بظاہر تو اتنا ہی ہے کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے تھے، فرشتہ اجل نے اپنا فرض ادا کر دیا اور زندگی کا خاتمہ جیسے ہونا تھا ویسے ہوگیا مگر ایک خاص پہلو یہ ہے کہ بلاقصور قتل رتبہ شہادت کی بنیاد بنتا ہے، اس لئے یقین کر لینا چاہیے۔ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ شہادت کا سرخ جوڑا پہن کر دائمی زندگی کی شاہراہ پر داخل ہوئے لہٰذا اس حوالے سے انہیں ایک کامیاب سرخرو انسان قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ ایک عام انسان نہیں ،ایک عالم بلکہ ہزاروں علماء کے استاد تھے، ان کی دینی خدمات کا دائرہ سات عشروں سے زیادہ عرصہ پر پھیلا ہوا ہے لیکن ان کی زندگی کا یہ ایک پہلو ہی نہیں بلکہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور پاکستان کی بقا وسلامتی کے لیے بھی وہ روشن خدمات کا اعزاز رکھتے ہیں اگر چہ ان کا تعلق دیوبندی مسلک سے تھا مگر ان کی سوچ مسلکی دھارا بندی سے بلند تھی یہی وجہ ہے کہ ''دفاعِ پاکستان کونسل'' اور ''ملی یکجہتی کونسل'' میں اہل حدیث اور بریلوی علمائے کرام نے ان کی قیادت وسیادت کو بخوشی قبول کیا تھا۔

یہ بھی ایک خاص پہلو ہے کہ ملا محمد عمرؒ سمیت افغان طالبان کی قیادت مولانا سمیع الحقؒ کی شاگردی کا اعزاز رکھتی ہے، اس بنا پر طالبان کی صفوں میں وہ انتہائی عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، طالبان پر ان کے اثرورسوخ کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان اور افغانستان طالبان کے مابین رابطے کا موثر ذریعہ تھے، کہا جاتا ہے کہ قطر میں امریکہ کے

ساتھ اور روس میں افغانستان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی راہ ہموار کرنے میں ان کا اہم کردار ہے، طالبان نے امریکہ سے مذاکرات کو امریکی اور اتحادی افواج کی واپسی سے مشروط کیا ہے، امریکیوں کی کوشش ہے کہ کوئی راہ نکل سکے تو طالبان ان کے امریکا میں قیام کو قبول کر کے دنیا کے سامنے کامیابی کا دعوی کرنے کا موقع فراہم کردیں یہی وہ رکاوٹ ہے جو قطر مذاکرات کے انعقاد اور کامیابی میں رکاوٹ ہے، روس کے حوالے سے طالبان کی ایسی کوئی شرط نہیں ہے اس لئے ۹ نومبر کو ماسکو میں ان کے افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی راہ کھل گئی ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کا اس پہلو سے بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ انہیں شہید کر کے کیا ماسکو مذاکرات وغیرہ کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ اس سوچ میں اس لیے وزن ہے کہ طالبان کے ساتھ جب بھی ماضی میں مذاکرات کی بساط بچھی انہیں سبوتاژ کر دیا گیا کیونکہ مذاکرات کے نتیجے میں امریکی مقاصد پورے نہیں ہورہے تھے اور امریکہ ایسے مذاکرات نہیں چاہتا تھا جو اس کیلئے بےثمر ہوں، چنانچہ مذاکرات سے پہلے عبداللہ محسود بلکہ اختر منصور پر ڈرون حملے اور ملا عمر کے انتقال کی خبر افشا کر کے پہلے ہی مذاکرات کو ناکام بنانے کی سازش کامیاب بنائی گئی، ماسکو مذاکرات کامیاب ہو جائیں تو امریکہ کا خسارہ ہی خسارہ ہے، مذاکرات ناکام ہو جائیں تو اس کے آلہ کار افغان حکومت پر عالمی سطح پر انگلیاں اٹھ سکتی ہیں، اس لیے انہیں سبوتاژ کر کے مقصد پورا کیا جاسکتا ہے، اس بناء پر مولانا سمیع الحقؒ پر قاتلانہ حملے میں ان کی شہادت کو اس پس منظر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

ان کا طالبان سے قریبی تعلق اور افغانستان کے حوالے سے مضبوط موقف تھا کہ جب تک افغانستان میں امریکہ اور اس کی اتحادی افواج موجود ہیں خطے میں امن نہیں آ سکتا، آپ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم سے کشمیریوں کی آزادی کیلئے بھی آواز بلند کرتے رہے، اسلئے بھارت ہی افغانستان میں اپنا کردار ادا کررہا ہے، اس وجہ سے بھی انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا ہے، اس لئے ان کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی کی اس بات میں خاصا وزن ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کو افغان پٹھو حکومت سمیت مختلف طاقتوں کی طرف سے خطرہ تھا، جس کی توثیق ان کی شہادت پر افغانستان اور بھارت سے آنے والے قابل مذمت ردعمل نے کردی ہے، دونوں ملکوں میں ان کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا گیا، افغانستان کی خفیہ ایجنسی این ڈی ایس نے دعوی کیا ''ہم نے کمانڈر رازق کا بدلہ لے لیا ہے'' حالانکہ این ڈی ایس کے سربراہ کمانڈر رازق کو طالبان نے نہیں افغان فوجی نے قتل کیا ہے جو جنرل ملر اور دیگر امریکی افغان حکام کے ساتھ ایک اجلاس کی حفاظت پر مامور تھا، اسلئے بدلے کا دعوی

کوئی جواز نہیں رکھتا۔ بھارت اور افغانستان کی جانب سے شہادت پر جشن نہ غیر متوقع ہے اور نہ ہی باعث تعجب ہے کیونکہ وہ مولانا سمیع الحقؒ کو افغانستان میں اپنے عزائم کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ بھارتی میڈیا نے ان کی شہادت کو ایک بڑے دشمن کی موت قرار دیا اور انہیں بھارت کے خلاف منصوبہ بندی کا ذمہ دار قرار دیا۔ بھارتی چینلز میں (جن میں را کی سرپرستی میں چلنے والا ڈی این اے نیوز پیش پیش ہے) جشن منایا جا رہا ہے۔

افغان حکومت کے سابق میڈیا ڈائریکٹر اور اب وزارت داخلہ کے ترجمان صدیق صدیقی نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سب سے بڑا دشمن قرار دیا اور کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ نے افغان حکومت اور امریکہ کے خلاف طالبان کو ہزاروں جنگجو فراہم کیے، افغان خفیہ ایجنسی این ڈی ایس کے سابق ڈائریکٹر اور افغان صدر کی حفاظت فورس پریزیڈنٹ پروٹیکشن سروس کے بانی رحمت اللہ نے کہا مولانا سمیع الحقؒ کے قتل سے بڑے افغان دشمن کا خاتمہ ہوا، وہ پاکستان کی آئی ایس آئی کا عظیم اثاثہ تھے ان کے قتل ہونے کی حمایت کی، حکومتی عہدے دار امر اللہ صالح نے انہیں افغانستان کی موجودہ صورتحال کا ذمہ دار قرار دے کر قتل کی حمایت میں ناقابل تحریر جملے لکھے ہیں۔

پاکستان میں صرف دینی و مذہبی حلقوں میں ہی نہیں بلکہ عوامی سطح پر ان کے سانحہ قتل پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ وہ ایسی شخصیت تھی جن پر مختلف مکاتب فکر کے علماء وقائدین کا اتفاق ہو جایا کرتا تھا جماعۃ الدعوہ جیسی انتہائی منظم ترین بڑی جماعت کے سربراہ حافظ سعید نے پاکستان اور کشمیر کاز کیلئے انہیں ''دفاع پاکستان کونسل'' کا سربراہ تسلیم کیا۔ ان کے جنازے میں شریک ہوئے اور انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے جماعۃ الدعوہ نے ان کے حوالے سے ایک دستاویزی فلم جاری کی جس میں ان کی پاکستان کشمیر اور نفاذ اسلام کے لیے خدمات کو اجاگر کیا گیا جس کا آغاز ان کی شہادت کی خبر سے ہوتا ہے بالخصوص ''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم سے ان کی خدمات کو نمایاں کیا گیا ہے۔

نومبر ۲۰۱۱ء میں جب افغانستان اور نیٹو افواج کی جانب سے پاکستان کی سرحدی چیک پوسٹ پر حملہ کیا گیا تو اس جارحیت کے خلاف ملک کی چالیس مذہبی و سیاسی جماعتیں ممتاز عسکری دانشور جنرل حمید گلؒ، سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ جیسی شخصیات ''دفاع پاکستان کونسل'' کے پرچم

تلے دفاع وطن کیلئے متحد ہوگئیں تو اس کونسل کا سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کو بنایا گیا اور یہ ذمہ داری اس طرح نبھائی کہ پیرانہ سالی کے باوجود حق ادا کردیا۔ چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا جماعۃ الدعوہ کے سربراہ حافظ سعید، مولانا عبدالرحمٰن مکی، مولانا امیر حمزہ، مولانا خالد بن ولید، حافظ طلحہ سعید، جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق، وفاق المدارس العربیہ کے ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مفتی رفیع عثمانی، مولانا حنیف جالندھری، اہل سنت والجماعت کے مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا اورنگزیب فاروقی، مجلس احرار کے مولانا سید عبدالرحمٰن بخاری، عالمی مجلس ختم نبوت کے خواجہ عزیز احمد، مولانا ناصر الدین خاکوانی، مفتی شہاب الدین پوپلزئی، مولانا اعجاز مصطفیٰ، جمعیت علمائے اسلام (س) کے حافظ احمد علی، قاری عبدالمنان نور، مولانا عبدالوہاب انقلابی، مرکزی جمعیت اہل حدیث سندھ کے امیر مفتی یوسف قصوری اور دیگر علماء ورہنماؤں نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو عالمی سازش قرار دیا، جس کا مقصد پاکستان میں عدم استحکام پیدا کرنا ہے، ان کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا گیا، جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر زبیر نے کہا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے آسیہ مسیح کیس کے حوالے سے ٹھوس موقف اختیار کیا جس سے پوری قوم کی ترجمانی ہوئی ہے، یہ بیان لادینی عناصر کو نہیں بھایا ملک کو سیکولر بنانے والوں نے انہیں راستے سے ہٹایا ہے، تفتیشی ایجنسیاں اس پہلو کو بھی سامنے رکھیں، ان کی شہادت سے ''ملی یکجہتی کونسل'' اور ''دفاع پاکستان کونسل'' کے مشن کو سخت دھچکا لگا ہے۔

افغانستان میں حزب اسلامی کے سربراہ گلبدین حکمت یار نے کہا مولانا سمیع الحق شہیدؒ افغان عوام کے محسن تھے۔ افغان جہاد کے حوالے سے ان کو کردار کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، ہر مکتب فکر کے لوگوں کی ان سے محبت وعقیدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا جنازہ ۷کلومیٹر علاقے پر محیط تھا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو سوگواروں کی موجودگی میں مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ بہرحال! اس میں کوئی شک نہیں موت العالم موت العالم ایک حقیقت ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت بہت بڑا سانحہ ہے۔

جناب سرفراز سید
معروف کالم نگار روزنامہ ''اوصاف''

شریف النفس، حلیم الطبع عالم باعمل

تقریباً ۸۲ سالہ مولانا سمیع الحقؒ کے انتہائی دردناک سانحہ نے پوری ملت اور قوم کو ہلا دیا ہے۔نہایت شریف النفس، باعلم، باعمل انسان! ساری عمر اپنے انداز میں دین اسلام کی خدمت کی۔ کبھی اپنی ذات کی نمود و نمائش نہیں کی، ان کے والد صاحب کی قائم کردہ بہت بڑی درس گاہ جامعہ حقانیہ سے لاکھوں افراد نے تعلیم حاصل کی، تین بار سینیٹ کے رکن رہے، سیاسی آلائشوں سے ہمیشہ دور رہے،نرم گو حلیم الطبع استاد، ۸۲ر سال کی عمر میں یہ المناک شہادت کی تفصیل بیان کرنے سے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔عجیب بات یہ کہ مولانا راولپنڈی کے بحریہ ٹاؤن میں اپنے گھر میں ایک کمرے میں عصر کی نماز کے بعد بستر پر آرام کر رہے تھے۔ان کا دیرینہ خادم کھانا وغیرہ لینے کے لیے باہر گیا، ۱۵ر منٹ میں واپس آ گیا۔اس دوران ایک یا دو حملہ آور دیواریں پھلانگ کر اندر آئے اور مولانا کو شہید کر کے فوراً چلے بھی گئے، ایک ہمسایہ کے مطابق ایک موٹر سائیکل پر تین افراد آئے تھے۔ایک کہیں چلا گیا واپس آیا تو تینوں افراد موٹر سائیکل پر بھاگ گئے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بیٹے مولانا حامد الحق حقانی کا یہ بیان اہم ہے کہ مولانا کو افغان حکومت کی طرف سے کسی کارروائی کا خطرہ تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا کے افغانستان کے طالبان کے ساتھ ذاتی تعلقات تھے۔ جنرل ضیاء الحق کے تعاون سے سوویت یونین (روس) کو افغانستان میں شکست دینے والے طالبان کے امیر ملا عمر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے عاشق زار اور دوسرے ارکان مولانا سمیع الحق شہیدؒ والے دارالعلوم حقانیہ سے ہی فارغ التحصیل تھے۔خبروں کے مطابق وہ ملا عمر کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ افغانستان کی حکومت انہی وجوہ پر مولانا سمیع الحقؒ کے خلاف طرز عمل اپنائے ہوئے تھی۔ یہ بھی ہے کہ ملک کی ہر پارٹی کے رہنماؤں، عدلیہ اور فوج کے سربراہوں نے مولانا کے قتل کی شدید مذمت کی ہے مگر مولانا کے اس المناک سانحہ پر تادم تحریر افغانستان کی حکومت کا کوئی بیان سامنے نہیں آیا تھا۔ممکن ہے کالم جانے کے بعد افغان حکومت کی مذمت یا قتل کے شبہ پر کوئی تردید آ چکی ہو! اس معاملہ کا ایک پہلو یہ کہ پاکستان کے ایک وسیع حصے کو افغانستان کی ملکیت قرار دینے والے افغان حکومت کی نمائندگی کے علمبردار محمود خان اچکزئی کا بھی اس واقعہ پر کوئی بیان نظر سے نہیں گزرا، قارئین کے علم میں ہو تو مجھے بتا دیں۔

قاری نوید مسعود ہاشمی
معروف کالم نگار روزنامہ ''اوصاف''

جہاد کی شمع کو فروزاں رکھنے والی شخصیت

- ...... مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پوری اُمت کے لئے بڑا سانحہ ہے۔
- ...... مولانا کے بہیمانہ قتل پر دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔
- ...... مولانا کی شہادت کے دوسرے روز ۳/نومبر کو روزنامہ اوصاف نے انکی حیات وخدمات پر جامع اور خصوصی مفصل ایڈیشن شائع کیا۔
- ...... اللہ نے انہیں شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز کرکے ان کی اُخروی کامیابی کا ڈنکا بجادیا۔

مولانا قاری نوید مسعود ہاشمی صاحب، ملک کے معروف صحافی، ادیب، قلمکار، تجزیہ نگار اور منجھے ہوئے لکھاری ہیں۔ علمی و دینی حلقوں میں بڑا نام اور بڑا کام ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ اخلاص ومحبت کے ذاتی مراسم قائم تھے۔ حق بات میں ہمیشہ مولانا سمیع الحقؒ کی ترجمانی کی اور جہاد وعزیمت کے ہر موڑ میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔ علم وقلم اور ادب وتحریر کے حوالے سے صحافت کی دُنیا میں ان کا کام اور نام بڑا روشن ہے۔ (ادارہ)

پیر کی شام روزنامہ اوصاف کے چیف ایڈیٹر محترم مہتاب خان کے ہمراہ میں ایک دفعہ پھر جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک پہنچا تو ایسے لگا کہ جیسے جامعہ کے در دیوار بھی اپنے عظیم مہتمم حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی جدائی میں آنسو بہا رہے ہوں ۳/نومبر کو مولانا کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے جب یہ خاکسار اکوڑہ خٹک آیا تھا تو بلا مبالغہ وہاں لاکھوں فرزندان توحید موجود تھے اور آج بھی وہاں تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ مغرب کی نماز جامعہ حقانیہ کی مسجد میں ادا کرنے کے بعد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بیٹے مولانا راشد الحق، مولانا یوسف شاہ اور سابق ایم این اے مولانا شاہ عبد العزیز سے

تفصیلی ملاقات ہوئی، محترم مہتاب خان نے ان سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سمیع الحق کی شہادت پوری امت مسلمہ کیلئے بڑا سانحہ ہے امن اور دوستی کا پرچار کرنے والی شخصیت کو اس قدر بیدردی سے قتل کر دینا شقاوت قلبی کی انتہا ہے۔ مولانا کے بہیمانہ قتل پر دل خون کے آنسو رو رہا ہے، مولانا سمیع الحق کی شہادت سے پاکستان ایک نڈر، محبّ وطن عالم دین، ممتاز سیاستدان اور لاکھوں علماء اور طلباء ایک مشفق شیخ الحدیث سے محروم ہوگئے، مولانا سمیع الحق نے ہر مشکل وقت میں قوم کو صبر وتحمل کی تلقین اور پاکستان کے دفاع کے لئے ایک طویل جدوجہد کی۔

روزنامہ ''اوصاف'' کی دینی حلقوں میں پذیرائی کی اصل وجہ جہاں ایک طرف اس کی اسلام پسند پالیسی ہے وہاں چیف ایڈیٹر مہتاب خان کا علماء صلحاء سے ذاتی تعلق اور قربت بھی ہے۔ قومی اخبارات میں یہ اعزاز بھی اوصاف کو ہی حاصل ہے کہ جس نے سب سے پہلے یعنی ۳ رنومبر کے دن مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات پر خصوصی ایڈیشن شائع کرکے اسلام اور علماء دشمن عناصر کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کرنے کی کوشش کی جس پر مولانا راشد الحق حقانی اور مولانا شاہ عبدالعزیز نے علماء اور طلباء حقانیہ کی طرف سے نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ روزنامہ ''اوصاف'' کی اسلام پسند پالیسیوں کو بھی سراہا۔ مولانا یوسف شاہ، شاہ عبدالعزیز اور مولانا راشد الحق کا اس خاکسار سے کہنا تھا کہ بھارتی خفیہ ایجنسی را اور افغان خفیہ ایجنسی کے ایجنٹ سوشل میڈیا کے ذریعے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے حوالے سے منفی پروپیگنڈے کی خبریں پھیلانے کی کوششیں کررہے ہیں، امریکی دسترخوان پر راتب خوری کرنے والے بعض سیکولر شدت پسند ان کو پھیلانے میں انکے معاون بنے ہوئے ہیں لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے جنازے میں لاکھوں اسلام پسندوں کی شرکت اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ سمیع الحق اک مردمومن اور مردحق تھے، جھوٹی خبریں پھیلا کر قوم کو گمراہ کرنے کی کوششیں کرنے والے این جی اوز کے ناپاک بلوگڑوں کو کوئی بتائے کہ جسے اللہ عزت دے تو ساری دنیا کے شیطان الٹے بھی لٹک جائیں تو ان کی شان گھٹتی نہیں، ان کا کہنا تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قتل کی کڑیاں افغانستان سے مل رہی ہیں، اس خاکسار نے عرض کیا کہ مولانا نے ساری عمر علم حدیث اور علوم قرآن کو پڑھنے پڑھانے میں گزاری، وہ جہاد اور جہادیوں سے محبت کرتے رہے ،انہوں نے سیاست کے میدان میں بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔

اللہ نے انہیں شہادت عظمٰی کی نعمت سے سرفراز کرکے ان کی اخروی کامیابی کا بھی ڈنکا بجا دیا، شہادت تو وہ عظیم نعمت ہے کہ جس کی تمنا خود آقا و مولی حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے

تھے، مولانا سمیع الحقؒ اگر شہید نہ ہوتے تو اور کتنا عرصہ زندہ رہ لیتے؟ بیاسی تراسی سال تو ان کی عمر ہوچکی تھی ممکن ہے کہ مزید دو چار دس سال زندہ رہ لیتے مگر بالآخر مرنا تو تھا ہی لیکن اللہ نے انہیں شہادت کی موت دے کر جو سرفرازی عطا فرمائی ہے ان سے یہ اعزاز اب کوئی چھین نہیں سکتا، ان کے جسم پر لگنے والے خنجر اور چھریاں تکلیف دہ تو بہت ہیں جس پر صرف ان کا خاندان ہی نہیں بلکہ پوری قوم افسردہ ہے لیکن کسی مردحق کو شہادت کی موت مل جائے اس سے بڑی خوش قسمتی کی بات کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ تحقیقات ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، کیا اس سے قبل اس ملک میں جید علماء شہید نہیں ہوئے؟ ولی کامل حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کے گولیوں سے چھلنی لاشے کو کون بھول سکتا ہے؟ مفتی نظام الدین شامزئیؒ، مفتی محمد جمیل خانؒ ،مولانا محمد عبد اللہؒ، مولانا سعید جلال پوریؒ، مولانا عبد الغفور ندیمؒ، علامہ حسن ترابیؒ، مفتی سرفراز نعیمیؒ غرضیکہ کس کس شہید عالم دین کا نام لکھوں؟ یہاں تو شہداء کی ایک لمبی قطار ہے کہ دہشت گردوں نے طاغوتی طاقتوں کے ایماء پر جن کے حسین وجود تہہ خاک سلا دیئے ان کی تحقیقات بھی ہو رہی ہیں اور ہوتی ہی رہیں گی۔

شاید پاکستان میں بڑھتی ہوئی بے سکونی، بے اطمینانی اور نحوست کا اک سبب یہ بھی ہے کہ یہاں بڑے بڑے اکابر علماء اور صلحاء کو نفرت کے سوداگروں نے خون میں نہلا کر شیطان اور اس کے حواریوں کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ ہم تعزیت کرکے جامعہ حقانیہ سے رخصت ہونے لگے تو امن کمیٹی کے چیئرمین پیر سید اظہار بخاری نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ ذرا جامعہ کا پیغام بھی سنئے! جامعہ حقانیہ زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ تو خلد بریں جا پہنچے مگر میں ابھی قائم و دائم ہوں اور یہاں سے قرآن وسنت کی خوشبو پہلے ہی کی طرح چہار دانگ عالم میں پھیلتی رہے گی۔

۱۹۴۷ء میں قائم ہونے والا جامعہ حقانیہ ۷۱سال کا ہونے کے باوجود ابھی تک کڑیل جوان ہے اور کسی اسلامی لشکر کے بہادر سپہ سالار کی طرح عالم کفر کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے آپ حضرات سرکار کی زیر کمان چلنے والی یونیورسٹیوں کی تعلیمی خدمات کا ریکارڈ بھی چیک کر لیجئے! تنہا جامعہ حقانیہ تعلیمی خدمات میں ان سب میں ممتاز نظر آئے گا۔ جامعہ حقانیہ نے طاغوت کے پھیلائے ہوئے خوف و ہراس اور بدنامی کے جھکڑوں میں بھی علم تصوف اور جہاد کی شمع کو فروزاں رکھا آج ۷۱سال بعد جامعہ کو نئی اور جدید تعمیرات کا پیراہن پہنایا جارہا ہے، اللہ کرے کہ عمارتوں کی جدت پسندی میں بھی قرآن وحدیث کے علوم کے ساتھ ساتھ بدر واُحد کے معرکوں کی خوشبو بھی ہمیشہ حسب سابق برقرار رہے۔ (آمین) وما توفیقی الا باللّٰہ

جناب تنویر قیصر شاہد
کالم نگار روزنامہ ''ایکسپریس''

مکالمے کی موت

راولپنڈی وہ بدقسمت شہر ہے جہاں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان شہیدؒ کیے گئے، جہاں پاکستان کے پہلے منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی اور جہاں پاکستان و عالمِ اسلام کی پہلی خاتون وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو کو شہید کیا گیا اور اب اِسی شہر میں پاکستان کے نامور عالمِ دین اور اکوڑہ خٹک کی عالمی شہرت یافتہ اسلامی درسگاہ کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیے گئے ہیں، کہا جاتا ہے موت العَالِم موت العالَم قبلہ مولانا سمیع الحقؒ کی اچانک شہادت پر یہ مقولہ سچا لگتا ہے۔

جہادِ افغانستان کے نتیجے میں ہمارے ملک کو دہشتگردی کی جس خونی بلا نے اپنے پنجوں میں جکڑا، اِس نے جہاں پاکستان کے ۸۰ ہزار سے زائد معصوم شہریوں کی جانیں لی ہیں، وہیں اِس نے ہمارے کئی ممتاز ترین اور بے بدل علمائے کرام کو بھی ہم سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا ہے۔ دہشتگردی کے اس خونخوار طوفان نے کراچی میں مولانا محمد امین، مولانا مختار احمد اور مولانا ڈاکٹر مسعود بیگ کو شہید کر دیا۔ ٹانک میں مولانا معراج الدین جیسے شاندار عالمِ دین کو شہید کیا گیا۔ پشاور میں جامعہ مسجدِ درویش کے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حسن جانؒ کی جان لے لی گئی۔ لاہور میں جامعہ نعیمیہ کے مہتمم و تبحر عالمِ دین مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو خودکش حملہ آور نے شہید کر کے ہمارے دل خون کر دیئے۔ کس کس کا ماتم کیا جائے؟ اور اب مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ظالموں نے شہید کر کے پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کو گہرا زخم دیا ہے، یہ زخم جلد مندمل نہیں ہو سکے گا، یہ اندازہ لگانا سہل نہیں ہے کہ جس شخص نے ۳۰ برس تک مسلسل اکوڑہ خٹک کی قدیم اور مستند درسگاہ کی سربراہی کی ہو، اس نے کتنے شاگردوں میں اسلامی علوم کا نور تقسیم کیا ہوگا! یہ ریکارڈ شاید اِس مدرسے کے پاس بھی نہیں ہوگا جواب اسلامی یونیورسٹی کی ایک شاندار اور قابلِ فخر مثال بن چکا ہے۔

مولانا حسن جانؒ جو راقم کے محسن بھی تھے اور مشفق بھی، کسی شقی القلب کے ہاتھوں شہید

ہوئے تھے تو دل خون کے آنسو رویا تھا۔ اب خنجروں کے وار سے مولانا سمیع الحقؒ کی جان لی گئی ہے تو دل کی عجب کیفیت ہے، ان سے ہونے والی لاتعداد ملاقاتوں کا اب صرف دھواں باقی رہ گیا ہے، ان سے اولین اور تفصیلی ملاقات اب تک دل پر نقش ہے۔ یہ ملاقات لاہور کی ایک مشہور دینی درسگاہ (نیلا گنبد، انارکلی) کے ایک سادہ سے کمرے میں ہوئی تھی۔ راقم ان دنوں ایک ہفت روزہ اخبار کا نائب مدیر تھا۔ اس ملاقات میں گوجرانوالہ کے ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب بھی شریک تھے، ملاقات کے اختتام پر راقم نے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے عرض کیا: آج کی ملاقات اگلے ہفتے انٹرویو کی شکل میں ہماری ٹائٹل اسٹوری بنے گی۔ سن کر تبسم فرمایا اور خاموش رہے۔ گزشتہ روز مجھے انھوں نے پھر اپنے ہاں یاد فرمایا۔ حاضر ہوا تو پہلے چائے اور بسکٹ عنایت فرمائے اور پھر ڈھیرے سے اپنی ایک شاندار تصویر بھی، یہی فوٹو اگلے ہفتے جریدے کے ٹائٹل کی زینت بنی۔ یہی ملاقات بعد ازاں ان سے متعدد ملاقاتوں کا موجب بنی تھی، وہ لاہور تشریف لاتے تو ممکن ہی نہیں تھا کہ ان کی خدمت میں حاضری نہ ہو، خوش مزاجی کے حامل اور خوشگوار گفتگو کرنے والے شہید مولانا اب ہمیں کبھی میسر نہیں آئیں گے، ان سے جب بھی ملاقات ہوتی، نئی کتاب کا تحفہ ضرور عنایت فرماتے۔ مسند پر جم کر بیٹھنے والے عالمِ دین تھے۔ عرق ریزی سے کتاب لکھنے والے محقق۔ کتنے علماء ایسے رہ گئے ہیں جنہیں کتاب پڑھنے سے رغبت ہے اور کتنے ایسے ہیں جو صاحبِ کتاب ہیں! ایسے جامعہ کے مہتمم تھے جہاں کبھی نو سال تک حضرت مولانا فضل الرحمٰن بھی زانوئے تلمذ تہ کیے رہے۔

ایک عظیم عالمِ دین، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند، وہی مولانا عبدالحق مرحوم و مغفور جنھوں نے بطورِ رکنِ قومی اسمبلی پاکستان کے پہلے متفقہ آئین پر خود بھی دستخط کیے اور دوسرے علمائے کرام کو بھی اس پر متفق کیا۔ مولانا سمیع الحقؒ نے اپنی سرکردگی میں جہادِ افغانستان کے لیے ان گنت مجاہدین کو تیار کیا، برسوں ان کا مدرسہ افغان مجاہدین کا مرکز بنا رہا، جنرل ضیاء الحقؒ کے مقربین علماء میں سے ایک رہے، ایک دور میں نواز شریف کے معتمد علماء میں بھی شامل تھے، ایک سے زائد بار سینیٹر بھی چنے گئے، افغانستان میں ملا محمد عمرؒ کے طالبان اقتدار میں آئے تو افغانستان بھر میں مولانا سمیع الحقؒ کے احترام و اکرام کا پرچم بھی لہرانے لگا تھا۔ ملا محمد عمر بھی ان کے مدرسے کے طالب علم رہے اور افغانستان میں امریکیوں کے اعصاب توڑنے والے اور حقانی نیٹ ورک کے خالق مولانا جلال الدین حقانی بھی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ ''بابائے طالبان'' کہلاتے تھے تو اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں تھا، مغربی میڈیا انھیں ''فادر آف طالبان'' کے نام سے یاد کرتا اور پکارتا تو وہ برا نہیں مناتے تھے۔

وطن عزیز کی سیاست کا بھی وہ ایک متحرک کردار تھے۔ ہمیشہ چاہا کہ دین کا نام بلند آہنگ سے پکارنے اور دین کے نام پر سیاست کرنے والی جماعتیں، فرقہ ومسلک سے بلند تر رہ کر، ایک متحدہ اورمشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو جائیں؛ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ اس ضمن میں ان کی کوششیں ثمر آور بھی ہوئیں، ایم ایم اے کی شکل میں۔ جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں ''متحدہ مجلسِ عمل'' کو خیبر پختون خوا میں اقتدار ملا تو اس میں مولانا سمیع الحقؒ کی مساعیِ جمیلہ کو مرکزی مقام حاصل تھا۔ پاکستان انکل سام کی خفیہ وارداتوں اور زیادتیوں کا ہدف بننے لگا تو انھوں نے ''دفاعِ پاکستان کونسل'' بنا کر حب الوطنی کا عملی ثبوت دیا۔اس پلیٹ فارم پر ان کے ساتھ پروفیسر حافظ محمد سعید بھی تھے اور جنرل حمید گلؒ بھی، شیخ رشید احمد بھی تھے اور جنرل ضیاء الحق کے فرزند اعجاز الحق بھی۔عملی جہاد کے وہ علمبردار تو تھے ہی، مجاہد ساز بھی تھے اور جہاد کو اسلامی مملکت کا سب سے بڑا ستون بھی قرار دیتے تھے۔مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ مگر مکالمے کے آدمی بھی تھے۔ زندگی کے ان آخری برسوں میں تو وہ مکالمے کے بڑے مبلغ اور پیامبر بن گئے تھے۔انھوں نے مکالمے کی طاقت سے افغان طالبان کے کئی متحارب دھڑوں کے تفرقات بھی مٹا ڈالے تھے۔ وہ افغان امن عمل کو ہر صورت کامیاب کیے جانے کے متمنی تھے۔افغان حکام، خواہ وہ صدر حامد کرزئی تھے یا صدر ڈاکٹر اشرف غنی ہیں، بخوبی جانتے تھے کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ افغان طالبان پر گہرا رسوخ رکھتے ہیں؛ چنانچہ دونوں افغان صدور نے کئی بار ان سے درخواست کی کہ وہ افغان امن عمل کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور افغان طالبان قیادت کو اس جانب مائل فرمائیں۔

ابھی پچھلے ماہ کے آغاز میں بھی ان سے ایسی ہی ایک گزارش کی گئی تھی ۔ ایک ہائی فائی افغان سرکاری وفد بھی اِسی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔مولانا سمیع الحق صاحبؒ مگر افغانستان میں امریکیوں اور بھارتیوں کی شیطانیوں کے کارن اس امن عمل سے تقریباً مایوس ہو چکے تھے، اس لیے اِس جانب اپنا ہاتھ آگے بڑھانے سے گریزاں رہے۔اتحاد بین المسلمین کے اس عظیم علمبردار کو شہید کرکے دراصل مکالمے کی طاقت کو قتل اور خاموش کرنے کی سازش کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی شہادت سے کئی فریقین کے درمیان بنا مکالمے کا پل ٹوٹ گیا ہے۔اس ناگہانی موت پر ہم سب بہت رنجیدہ اور دل گرفتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

جناب سجاد میر
کالم نگار روزنامہ '۹۲'

روشن چراغ

محترم سجاد میر صاحب سینئر صحافی، معروف کالم نگار و تجزیہ نگار ہیں، اردو زبان کے بہترین ادیب اور نقاد، علمی و ادبی حلقوں میں شہرت رکھتے ہیں، کئی اخبارات اور مجلوں کے ایڈیٹر رہے ہیں، اب روزنامہ ''۹۲'' میں باقاعدگی سے لکھتے ہیں، مولانا شہیدؒ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کی روداد بہت خوب لکھی۔ (ادارہ)

میں نے ان کو پہلی بار اکوڑہ خٹک ہی میں دیکھا تھا۔ ان کی وہ تصویر ذہن میں ایسے نقش ہوئی کہ آج تک تازہ ہے۔ ہم اسلام آباد سے غالباً ورسک میں قائم افغان مہاجر کیمپ میں جا رہے تھے کہ اچانک صلاح الدین صاحب (مدیر تکبیر) نے کہا کیوں نہ راستے میں اکوڑہ خٹک چند لمحوں کے لیے رک جائیں۔ یہ ایک طرح کا مطالعاتی دورہ تھا۔ غالباً میجر ابن الحسن صاحب بھی ساتھ تھے۔ دو چار دوست اور بھی تھے۔ ایسی عمدہ تجویز سے کون انکار کرسکتا تھا، افغان جہاد اپنے عروج پر تھا اور دارالعلوم حقانیہ کی شہرت ایسی تھی کہ اسے افغان مجاہدوں کا جی ایچ کیو کہا جاتا تھا۔ مولوی یونس خالص، مولانا جلال الدین حقانی اور تحریک جہاد کے بڑے بڑے رہنما یہاں کے طالب علم رہ چکے تھے۔ دراصل یہ اس پورے خطے میں علوم اسلامیہ کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھی۔ جب برصغیر کی تقسیم ہوئی تو اسلامیان ہند کی میراث کی تقسیم کا بھی مسئلہ پیدا ہوا، برصغیر کی بڑی بڑی اسلامی درسگاہیں اس سرزمین پر رہ گئی تھیں جو اب بھارت کا حصہ تھیں۔ فیض کے وہ سرچشمے اس پاک سرزمین پر پہنچے تو جگہ جگہ اپنا رنگ دکھانے لگے۔

دیوبند مکتب فکر میں فکری طور پر دو دبستان تھے۔ ایک وہ جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مکتب فکر تھا اور پاکستان کا حامی تھا۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ نے کراچی کا رخ کیا۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے دارالعلوم کورنگی کی بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے یہ اتنا بڑا ادارہ بن گیا کہ آج وہ علوم اسلامیہ کی بہت بڑی یونیورسٹی ہے۔ تاہم دیوبند کی وہ روایت جو سیاسی اعتبار سے تو تشکیل پاکستان کی حامی نہ تھی۔ اس کے علماء نے بھی جگہ جگہ دینیات کے چراغ روشن کئے۔ کراچی میں نیوٹاؤن کا مدرسہ اتنا بڑا بن گیا کہ دنیا بھر سے لوگ وہاں تعلیم حاصل کرنے آتے۔ انکے سربراہ مولانا یوسف بنوریؒ کے نام پر

نیو ٹاؤن کا نام بھی بنوری ٹاؤن رکھ دیا گیا۔ وہ تحریک ختم نبوت کے سربرآوردہ قائدین میں سے تھے۔

خیبر پختونخواہ کے علاقے اکوڑہ خٹک میں مولانا عبدالحقؒ نے ایک ایسی مضبوط بنیادوں والی درسگاہ بنائی کہ اس علاقے میں علم کا شوق رکھنے والا ادھر کا رخ کرتا۔ پاکستان کے پختون علاقے ہی میں نہیں افغانستان میں بھی اس مکتب فکر کی کوئی اور درسگاہ نہ تھی۔ جس نے بھی علم حاصل کرنا ہوتا وہ ادھر کا رخ کرتا۔ مولانا عبدالحقؒ کی ایک سیاسی پہچان بھی بن گئی تھی۔ وہ ۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن بھی تھے۔ اس اسمبلی میں پروفیسر غفور احمدؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا مصطفیٰ الازہریؒ، مولانا ظفر احمد انصاریؒ اور نہ جانے کتنے اہم ارکان تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہماری قانون ساز اسمبلی کو ختم نبوتؐ کے مسئلے سے دوچار ہونا پڑا۔ میں دور نکل گیا، بتانا یہ تھا کہ اکوڑہ خٹک میں رکنے کا خیال اس لئے آیا کہ افغان جہاد میں اس کے طلبہ کا کردار اس وقت بھی نمایاں تھا۔ یہ تب کی بات ہے جب طالبان کی ابھی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔ مولانا عبدالحقؒ انتقال کر چکے تھے، ان کے بیٹے مولانا سمیع الحقؒ کے بارے میں مرا تاثر یہ تھا کہ یہ بڑے باپ کی میراث کے امین ہیں تو جانے یہ اس مرتبے کے شایان شان ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ میں ان کی وہ تصویر اب تک نہیں بھولا۔ صلاح الدین صاحبؒ سے تو ان کی خاص ملاقاتیں تھیں مگر ہم لوگوں کے نام سن کر بھی ایسے جھوم اٹھے جیسے بہت بڑی دولت مل گئی ہو، خوشی خوشی ایک ایک جگہ ایک ایک چیز دکھاتے رہے، لائبریری میں لے گئے، دارالعلوم کا کچن دکھایا باتیں کرتے ہوئے مدرسے کے پیچھے لے گئے اور انگلی کے اشارے سے بتایا وہ سامنے دریا کے اس پار دیکھ رہے ہو، یہ شہدائے بالاکوٹ کا مسکن رہا ہے، میں بالاکوٹ کے مجاہدین کی حکمت عملی کے بارے میں فکری طور پر بعض تحفظات رکھتا ہوں مگر اس لمحے مجھے یوں لگا کہ مولانا سمیع الحقؒ کہہ رہے ہوں تم اس افغان جہاد کی بات کرتے ہو، ہماری تاریخ تو اس کی لمبی داستان رکھتی ہے۔

اس کے بعد مولانا سمیع الحقؒ سے جب جب ملاقات ہوئی وہ اس منظر کی مجسم تصویر نظر آئے۔ ہمیشہ ایسے تپاک سے ملتے جیسے روز کا ملنا جلنا ہے، وہ اس ''دفاع پاکستان کونسل'' کے صدر تھے جس کے حافظ سعید نائب صدر ہیں، ''ملی یکجہتی کونسل'' بنی تو شاہ احمد نورانیؒ کی صدارت میں وہ سیکرٹری جنرل تھے، اپنے موقف کے پکے مگر دین کا نام لینے والوں کے بلاتفریق مسلک محبت کرنے والے، انہوں نے افغان جہاد کے بارے میں کبھی لگی لپٹی نہیں رکھی، اس لیے ان کی باتوں میں سچائی کی ایک مہک تھی۔ جب طالبان وجود میں آئے تو انہوں نے صاف کہا کہ وہ اپنے وطن کی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں، یہ امریکی یہاں کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ مگر اس کے ساتھ پاکستانی طالبان کے خودکش حملوں کی مذمت کرتے تھے

اور کہتے تھے کہ افغانستان میں تو جہاد ہے۔مگر پاکستان میں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ یہاں تو آئین کی حکمرانی ہے، اسکے باوجود ان کا احترام کیا جاتا تھا، انہیں استاد اور باپ کا درجہ دیا جاتا تھا۔ جب اسامہ بن لادنؒ کا نام لینا بھی گناہ ہوگیا تھا تو ان سے پوچھا گیا! مولانا آپ کبھی اسامہ سے ملے ہیں؟ بے ساختگی سے کہا، ہاں! یہ جوان ادھر پشاور میں رہتا تھا...... ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

ملا عمرؒ انہیں اپنا استاد کہتے تھے، یہ بتاتے تھے کہ وہ دارالعلوم حقانیہ میں طالب علم رہا ہے، مگر تعلیم مکمل کئے بغیر چلا گیا تھا، ملا عمرؒ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بنوری ٹاؤن کے استاد مفتی نظام الدین شامزئیؒ کے بھی شاگرد تھے۔ ایک بار کوشش کی گئی کہ ان کی رائے پر اثر انداز ہونے کے لیے انہیں بھیجا جائے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، سیاست اپنی اپنی ہوتی ہے، شاید سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا اب تو خیر دماغ بھی نہیں ہوتا۔ مولانا فضل الرحمٰن بھی تو مدرسہ حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں مگر سیاست میں ان کی راہیں جدا ہیں، مولانا جلال الدین حقانیؒ کے بارے میں تو مولانا سمیع الحقؒ بیان کر چکے ہیں کہ یہ یہاں کا طالب علم بھی تھا اور استاد بھی۔ جب افغانستان کے حالات بگڑے تو مولانا عبدالحقؒ نے کہا کہ جاؤ! تمہارے وطن کو تمہاری ضرورت ہے، یہ وہی جلال الدین حقانی ہیں جن کی نسبت سے حقانی نیٹ ورک کا چرچا ہے، مولانا سمیع الحقؒ ایسے انگاروں کے درمیان رہے مگر طبیعت میں ایک عجب ٹھنڈک تھی......

ہم دشمن کے دشمن جاں ہیں ہم یاروں کے یار
ہم سورج کی جلتی کرنیں چاند کی نرم پھوار

مولانا کے بارے میں کہتے ہیں انہوں نے بندوق تک نہیں اٹھائی۔ ہمیشہ آئین پاکستان سے وفاداری کی۔ مجاہدین و طالبان کے اکثر دھڑے ان کا آج بھی احترام کرتے ہیں۔ جب پاکستان کی حکومت نے نواز شریف کے زمانے میں مذاکرات کا ڈول ڈالا تو مولانا سمیع الحقؒ کو بنیادی اور کلیدی کردار کی زحمت کی انہوں نے بہت کچھ لکھا۔ مذہبی بھی اور سیاسی بھی مگر یہ داستان لکھنے کا موقع ہی نہیں آیا، یہ تاریخ تو تب لکھی جا سکتی تھی جب یہ مشن مکمل ہو جاتا، جنگ ختم ہو جاتی، روسیوں کی رخصتی کے بعد امریکی بھی رخصت ہو جاتے مگر ابھی اس کا وقت نہ آیا کہ موت نے آن لیا، وہ اس دھرنے میں بیٹھنے والوں سے بھی متفق تھے جو آج کل میدان میں تھے، شاید وہ ان کے اجتماع میں بھی جانا چاہتے تھے مگر سڑکوں کی بندش نے موقع نہ دیا مگر اللہ نے یہ کرم کیا کہ شاید ان کی شہادت نے ملک میں امن کی راہیں کھول دیں۔

جناب شاہد حمید
معروف کالم نگار

اتحادامت کے سرخیل

عام انتخابات کے انعقاد سے پہلے ہی یہ باتیں زیر گردش تھیں کہ انتخابات کے دوران کوئی نہ کوئی اہم شخصیت دہشت گردی کا نشانہ بنے گی اور اس حوالے سے سب کی نظریں تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان اور جے یو آئی کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن پر لگی ہوئی تھیں تاہم عام انتخابات کے دوران دہشت گردوں نے پشاور، مستونگ اور ڈی آئی خان ہی میں دہشت گردی کی وارداتیں کرتے ہوئے امیدواروں کو نشانہ بنایا اور کسی بڑی شخصیت کو نشانہ نہ بنایا جاسکا تاہم انتخابات ختم ہونے اور حکومتوں کے قیام کے بعد بھی مسلسل یہ افواہیں زیر گردش رہیں اور تھریٹ الرٹ جاری ہوتے رہے اور ان افواہوں کا ڈراپ سین مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی صورت میں سامنے آیا، مولانا سمیع الحقؒ کی پہچان جہاں طالبان کے ساتھ قربتیں تھیں وہیں وہ ایک متحرک شخصیت بھی تھے اور مذہبی ودینی جماعتوں کے ہر اتحاد کے سرخیل کے طور پر وہ نظر آتے یہی وجہ ہے کہ انھیں نشانہ بناتے ہوئے منظر عام سے ہٹادیا گیا تاہم ان کے جانشین کی جانب سے بار بار افغانستان کا نام لینا اور افغانستان کی جانب سے دھمکیاں ملنے کی بات کرنا یقیناً تشویشناک ہے۔

طالبان پر مولانا شہیدؒ کا اثر ورسوخ

مولانا سمیع الحقؒ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہے کیونکہ وہ استاد الاساتذہ تھے اور ان کے شاگرد صرف خیبر پختونخوا یا پاکستان نہیں بلکہ افغانستان اور دیگر ممالک میں بھی تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ ملنے کیلئے اکثر افغانستان سے وفود کا آنا جانا لگا رہتا تھا، تاہم فوکس اس بات پر رہتا کہ وہاں کے طالبان کی ان سے کتنی ملاقاتیں ہورہی ہیں، افغانستان کے طالبان اور وہاں کے علماء کی جانب سے مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ اس حوالے سے بھی روابط جاری

تھے کہ وہ اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے افغانستان میں قیام امن کیلئے اپنا کردار ادا کریں اور اسی سلسلے میں گزشتہ دنوں بھی افغان حکومت کا ایک وفد ان سے ملاقات کرنے کے لیے اکوڑہ خٹک آیا تھا جس نے ان سے قیام امن کے لیے کردار ادا کرنے کی استدعا کی تھی۔ مذکورہ وفد کی جانب سے جو استدعا کی گئی مولانا سمیع الحقؒ نے اِن پر واضح کر دیا تھا کہ وہ اب مختلف گروپوں کو اکٹھا کرتے ہوئے ان سے مذاکرات کرائیں اس لیے تمام گروپوں کے نمائندے آپس میں مل بیٹھیں اور مسائل کا حل تلاش کریں۔

مولانا شہیدؒ کو خطرات کہاں سے تھے؟

اصولی طور پر تو یہ معاملہ یہیں پر ختم ہوجانا چاہیے تھا تاہم ان کے صاحبزادے اور سیاسی جانشین مولانا حامد الحق حقانی کی جانب سے بار بار افغانستان اور پھر ساتھ ہی بھارت کا نام لینا اور اس بارے میں تحقیقات کا مطالبہ کرنا اس بات کا غماز ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کو افغانستان کی جانب سے کچھ زیادہ ہی خطرات لاحق تھے اور شاید یہی ان کی شہادت کی وجہ بھی بنی تاہم اس بارے میں اصل ذمہ داری اب تحریک انصاف کی مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس معاملے کی سنجیدگی کے ساتھ تحقیقات کرتے ہوئے ملزمان کی گرفتاری بھی کرے اور ساتھ ہی اصل محرکات بھی سامنے لائے کیونکہ مولانا سمیع الحقؒ کوئی عام شخصیت نہیں بلکہ قومی سطح کے رہنماء اور ایک اہم شخصیت تھی جن کی شہادت کی وجہ سے پورے ملک کا نقصان ہوا ہے۔

بات اگر صرف مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر ہی ختم ہورہی ہوتی تو الگ بات تھی لیکن اب بھی مولانا فضل الرحمٰن سمیت اہم قومی سیاسی شخصیات کو خطرات درپیش ہیں اور اس ضمن میں وزارت داخلہ اور صوبائی محکمہ داخلہ کی جانب سے تھریٹ الرٹ جاری کیے جارہے ہیں جن کے تناظر میں نہ صرف یہ کہ ان اہم قومی سیاسی شخصیات کو اپنے طور پر اپنی سرگرمیوں اور سیاسی معاملات کو سنبھال کر چلنا ہوگا بلکہ ساتھ ہی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو بھی ان کی حفاظت کے حوالے سے خاطر خواہ انتظامات کرنے ہونگے تاکہ جس طرح کا سانحہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی صورت میں قوم کو جھیلنا پڑا، ایسے مزید سانحات سے بچا جاسکے۔

جناب احمد کامران

روزنامہ ''مشرق'' لاہور

اپنے عظیم والد کے سچے جانشین

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے جلیل القدر والد کے سچے جانشین تھے
- ...... ہر شخص سے نہایت ہی نرمی اور نوازش سے پیش آتے تھے
- ...... اعلیٰ شرافتوں کے انسان تھے
- ...... دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کو استناد کا درجہ حاصل ہے
- ...... مولانا شہیدؒ نے ہمیشہ پاکستان کے استحکام کے لئے جدوجہد کی
- ...... وہ ہمیشہ وطن عزیز کو لاحق اندرونی و بیرونی خطرات سے خبردار کرتے رہے

عرصہ ہوا ہے میں روزنامہ ''مشرق'' لاہور کے ایڈیٹوریل پیج پر کام کرتا تھا۔ اقبال زبیری مرحوم ہمارے چیف ایگزیکٹو تھے۔ بعض وجوہ سے ان سے میری اَن بَن ہوگئی انہوں نے میرا تبادلہ پشاور کردیا، میں پشاور پہنچا اور نیوز ڈیسک پر کام کرنے لگا۔ ''مشرق'' پشاور کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر جناب مسعود انور شفقی بڑی خوبصورت اور دل نواز شخصیت تھے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے، انہوں نے میری بہت عزت افزائی کی دیگر سب ایڈیٹر صاحبان اور رپورٹر بھی بہت خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے۔ ایک رپورٹر ولی الرحمٰن مجھ پر بہت مہربان ہوگیا، اس نے اپنے جاننے والے ایک شخص سے مجھے کرائے پر دو کمروں کا مکان دلوا دیا، میں نے اپنے بچوں کو پشاور بلا لیا، زندگی اونے پونے بسر ہونے لگی، میرے بوڑھے والدین لاہور میں تھے اور مجھے والدین سے جدائی کا بڑا غم تھا، لاہور میں میرے والد محترم مجھ سے کبھی کبھی حضرت مولانا عبدالحقؒ کا تذکرہ بڑی عقیدت سے کرتے تھے، اب جو میں پشاور پہنچا تو مجھے حضرت مولانا عبدالحقؒ سے ملنے کی جستجو ہوئی۔ میں نے ان کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کیں اور ان کی زیارت کے لیے اکوڑہ خٹک جا پہنچا۔

وہ بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آئے، سلام دعا اور تعارف کے معاً بعد انہوں نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی اور اس کا یہ ترجمہ بیان کیا ''جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے (ہر تنگی سے) راستہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتا ہے جو کسی کے سان گمان میں بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے'' پھر اس کی تشریح فرمائی، کیا بتاؤں وہ کس قدر پاکیزہ لہجے میں کتنی سچی، سیدھی اور میٹھی باتیں کررہے تھے۔ میں ان کی مخلصانہ باتیں سن کر آبدیدہ ہوگیا اور سارے غم بھول گیا جنھوں نے مجھے بے چین کررکھا تھا۔ مولانا نے مجھے مہمان خانے میں بھیج دیا اور اپنے گھر سے میرے لیے کھانا ارسال فرمایا۔ میں نے اتنا ستھرا، پاکیزہ اور لذیذ کھانا آج تک نہیں کھایا۔ بس میں اسی دن سے حضرت مولانا عبدالحقؒ کے دامن عقیدت سے ایسا وابستہ ہوا کہ اکثر چھٹی کے دن پشاور سے ویگن پر بیٹھتا اور مولاناؒ کی زیارت کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچ جاتا۔ یہی موقع تھا جب حضرت مولانا عبدالحقؒ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے تعارف ہوا اور انہوں نے اپنے اوصاف حمیدہ سے مجھے بندہ احسان بنا لیا۔ میں کبھی کبھی مولانا عبدالحقؒ کی خدمت میں خط لکھتا تھا۔ مولاناؒ میرے خطوں کا جواب مولانا سمیع الحقؒ کو ڈکٹیٹ کراتے اور اپنے دستخط سے مزین فرما کر مجھے بھیج دیتے تھے۔

مولانا عبدالحقؒ جیسا منور چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا، سرخ وسفید رنگ، اُجلی بقعہ نور داڑھی، ان کے مقدس چہرے پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہ اپنے رب کے حضور شام وسحر امت مسلمہ کی بھلائی کی دعائیں مانگتے تھے، دن کو دارالعلوم میں حدیث شریف پڑھاتے تھے، رات کو بہت جلد بیدار ہوجاتے اور نوافل تہجد میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ شہرت عام ہوگئی تھی کہ جس شخص نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کو نہیں دیکھا وہ مولانا عبدالحقؒ کو دیکھ لے، مولانا عبدالحقؒ کامل معنوں میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا عکس جمیل تھے۔

قریب قریب یہی بات میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ وہ اپنے جلیل القدر والدؒ کے سچے جانشین تھے، نفاذ شریعت کے علم بردار تھے، امیر ہو یا غریب، ہر شخص سے نہایت نرمی اور نوازش سے پیش آتے تھے، بڑے پائے کے عالم تھے، بہت اچھی اُردو لکھتے اور بولتے تھے، تحریر وتقریر پر یکساں قدرت تھی، تحریر حشو وزوائد سے پاک تھی۔ وہ ماہنامہ ''الحق'' کے ایڈیٹر تھے، بڑے سلجھے ہوئے متوازن اداریے لکھتے تھے۔ ان کی بھاری بھرکم تصانیف ان کے گہرے علمی رسوخ کی خبر دیتی ہیں۔ وہ کبھی کبھی راقم الحروف کے نام خط لکھتے تھے، ان کے حروف کے پیچ وخم میں سادگی

اور دلکشی کی شان چمکتی نظر آتی تھی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی یاد میں ''مولانا عبدالحقؒ نمبر'' شائع کیا تو اس کا ایک نسخہ میرے مرحوم دوست مولانا عبدالرشید ارشدؒ ایڈیٹر ''الرشید'' کے ہاتھ مجھے بھی بھیجا۔ جن دنوں افغانستان میں روسی فوجوں کی یلغار جاری تھی، انہی دنوں میرا تبادلہ پھر لاہور ہوگیا، میرا دل بھر آیا، حضرت مولانا عبدالحقؒ اور مولانا سمیع الحقؒ سے جدائی کا بڑا ملال ہوا، میں پشاور سے لاہور چلا آیا، مگر اُن کی یاد ہمیشہ میرا دامن دل کھینچتی رہی۔

مولانا سمیع الحقؒ اعلیٰ شرافتوں کے انسان تھے، انہوں نے مجھے تبلیغی جماعت سے وابستگی سے پہلے بھی مجھے دیکھا تھا اور بعد میں بھی، وہ پلکیں جھکا کر مسکرا مسکرا کر میری دونوں حالتوں کا موازنہ کرتے تھے تو مجھے بڑا مزہ آتا تھا، وہ تبلیغی جماعتوں کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کرتے تھے۔

ایک دن اخبار میں خبر پڑھی کہ حضرت مولانا عبدالحقؒ لاہور تشریف لائے ہیں اور حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کے ہاں مقیم ہیں۔ میں بیتابی سے شیرانوالہ دروازہ پہنچا تو وہاں مولانا سمیع الحقؒ سے ملاقات ہوگئی، بڑے تپاک سے پیش آئے۔ معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحقؒ تو سب سے الگ تھلگ رہ کر اس حجرے میں مصروف نوافل ہیں جہاں حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری وقفِ عبادت رہتے تھے۔ اس لیے ان سے ملاقات نہیں ہوسکی......

از درِ دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم، ہمہ حرماں رفتم

دارالعلوم حقانیہ کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ہوتا تھا تو مولانا سمیع الحقؒ سب سے زیادہ مصروف ہوجاتے تھے۔ وہ جہاں ملک بھر کے ثقہ علمائے کرام کو دعوت نامے بھیجتے تھے وہیں مجھ خاکسار کو بھی یاد فرماتے تھے۔ قیام پاکستان سے پہلے صوبہ سرحد، افغانستان اور روسی ریاستوں کے مسلمان نوجوان دینی علوم کی تحصیل کے لیے دیوبند جایا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بھارتی حکمرانوں کے تعصب کی وجہ سے اضلاع سرحد کے طالبان علم کا دیوبند جانا ناممکن ہوگیا۔ اس صورت حال کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحقؒ بے قرار ہوگئے، انہوں نے قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس جاری رکھنے کے لیے ستمبر ۱۹۴۷ء میں اکوڑہ خٹک ہی میں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی اور اس کے افتتاح کے لیے اپنے استاد گرامی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے درخواست کی کہ وہ پاکستان تشریف لائیں، حضرت مدنیؒ بوجوہ پاکستان نہیں آسکے۔ چنانچہ مولانا عبدالحقؒ نے ازخود ہی قرآن

وحدیث کے علوم کی تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انہوں نے جس اخلاص اور فدویت سے دینی علوم کی تدریس کا جو بلند پایہ معیار قائم کیا اس کی شہرت پاکستان سے لے کر افغانستان اور روسی ریاستوں تک پھیل گئی۔ آج دارالعلوم حقانیہ کے تعلیم یافتہ علمائے کرام کو استناد کا درجہ حاصل ہے اور انہیں ہر جگہ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مولانا عبدالحقؒ کی للّٰہیت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے دارالعلوم کے مطبخ سے کبھی کھانا تک نہیں کھایا، ان کا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا۔ کبھی کھانے میں نمک نہ ہوتا تو وہ دارالعلوم کے مطبخ سے نمک لینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، تاکیداً اپنے ہی گھر سے نمک منگواتے تھے، بہت بڑے عالم اور شیخ الجامعہ کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود خود دارالعلوم کا پھیرا لگاتے تھے اور جس کمرے میں بلا ضرورت پنکھا چلتا یا بلب جلتا دیکھتے تھے اس کا بٹن خود اپنے دست مبارک سے بند کر دیتے تھے، وہ واحد شخصیت تھے جن کے احترام میں آگے بڑھ کر ذوالفقار علی بھٹو نے خود ان کی کار کا دروازہ کھولا۔ مولانا عبدالحقؒ آخر دم تک علوم اسلامیہ کی آبیاری میں مصروف رہے۔ ۱۹۸۸ء میں وہ اپنے خالق ومالک سے جا ملے۔

ان کی رحلت کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم کا منصب سنبھالا اور اپنے والد گرامی کی طرح پوری بے لوثی سے دینی علوم کے فروغ اور طالبان علم کی فلاح وبہبود کے لیے مصروف کار رہے۔ انہوں نے دارالعلوم کی ترقی وتوسیع کے لیے خدمت اور محنت کا حق ادا کر دیا۔ ان کی علمی خدمات اور بے لوثی سے عمران خان بھی متاثر ہوئے۔ اپنے والد محترم کی طرح وہ بھی پارلیمنٹ کے ممبر رہے اور شرعی نظام کے نفاذ کے لیے آخر دم تک ہر ممکن جدوجہد کرتے رہے۔ وہ اپنے دینی عقائد پر چٹان کی طرح جمے رہے، ان کا ایک مخصوص سیاسی اسلوب تھا۔ وہ دینی اقدار کے استحکام کے ساتھ ساتھ دور جدید کی نزاکتوں پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔

گلشن دہر میں ہر سمت خزاں چھائی ہے
جگمگاتے ہوئے سورج کی کرن ڈوب گئی
آج پھولوں میں لطافت نہ فضاؤں میں سرور
چھپ گیا وقت کے زمانے کا چمکتا ہوا خورشید

ڈاکٹر حسین احمد پراچہ
معروف کالم نگار روزنامہ ''جنگ''

علم وعرفان، استقلال وخلوص کا مرقع

- ...... مولانا شہیدؒ وحدت امت اور وسعت قلبی کے خوگر
- ...... دینی جماعتوں کے مؤثر اتحاد متحدہ مجلس عمل کے قیام میں کلیدی کردار
- ...... مولانا شہیدؒ پر حملہ، بڑا ظالمانہ، سفاکانہ اور انتہائی قابل مذمت اقدام

جناب ڈاکٹر حسین احمد پراچہ صاحب، جماعت اسلامی سے وابستہ عالم دین، مولانا گلزار احمد مظاہری مرحوم کے صاحبزادے، علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں، ممتاز دانشور اور کالم نگار، سرگودھا یونیورسٹی کے شعبہ تعلقات عامہ کے سربراہ ہیں اور مختلف اخبارات میں کالم لکھنے کے ساتھ ایک اچھے مصنف بھی ہیں۔

علمائے کرام کا احترام ہماری گھٹی میں پڑا ہوا ہے، والد گرامی مولانا گلزار احمد مظاہری اپنے ایام جوانی میں علی گڑھ یونیورسٹی تعلیم حاصل کرنے گئے تھے مگر ان کی فکری گاڑی نے کانٹا بدلا اور وہ جب واپس بھیرہ پہنچے تو وہ جامعہ دارالعلوم سہارنپور سے باقاعدہ سند یافتہ عالم دین تھے۔ وہ علامہ سید ابوالاعلی مودودیؒ کی کتب، فکر اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے جماعت اسلامی میں شرکت کرلی۔ وہ جماعت اسلامی کے سینئر رہنما تھے مگر وہ ہر مکتب فکر کے عالم دین سے گہرا قلبی تعلق رکھتے تھے، اسی لیے جماعت اسلامی میں رہتے ہوئے بھی انہوں نے جمعیت اتحاد العلماء قائم کی۔ جمعیت اتحاد العلماء کے قیام اور ۱۹۶۰ء کی دہائی کے مشرقی ومغربی پاکستان میں اس کی وسعت اور قبولیت کے لیے وہ جن علمائے کرام کی خدمت میں رہنمائی کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے ان میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مدارالمہام مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد چراغؒ اور مفتی سیاح الدین کاکا خیلؒ جیسی انتہائی واجب الاحترام شخصیات شامل تھیں۔ ہمارے غریب خانے پر جب کبھی مولانا محمد چراغؒ یا مفتی سیاح الدین کاکا خیلؒ تشریف لاتے تو والد گرامی ہم بچوں کو بھی ان کی زیارت

کا موقع دیتے اور ہمیں عملی تربیت دیتے کہ واجب الاحترام علمائے کرام کا کس طرح ادب و احترام کیا جاتا ہے۔ انہی مجالس میں ہم نے والد گرامی سے اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ذکر خیر سنا، بعدازاں والد گرامی کا مولانا عبدالحقؒ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحقؒ سے بھی شفقت و محبت کا رشتہ قائم ہوگیا۔ مولانا سمیع الحقؒ والد گرامی کا بے حد احترام کرتے تھے اور بعدازاں بھائی فرید پراچہ سے اس شفقت و مودت کا اظہار مولانا سمیع الحقؒ فرمایا کرتے تھے۔

اگرچہ مولانا سمیع الحقؒ ایک سیاست دان بھی تھے، سینیٹر بھی رہے، وہ ایک سکالر بھی تھے، وہ بہت بڑا سماجی مقام و مرتبہ بھی رکھتے تھے مگر ان کی سب سے نمایاں شان اور پہچان ایک عالم دین کی حیثیت سے تھی۔ وہ کئی برس سے غیر اعلانیہ طور پر سیاست ترک کر چکے تھے اور زیادہ وقت دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کو دیتے تھے۔ مولانا اپنے والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی پیروی کرتے ہوئے فرقہ واریت کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیتے۔ وہ مسالک کی نہیں وحدت کی بات کرتے تھے، وہ تنگ نظری کی نہیں وسعت قلبی کی بات کرتے تھے۔ یہی مولانا کی سب سے بڑی خوبی تھی، وہ دلوں کو توڑنے کا نہیں دلوں کو جوڑنے کا کام کیا کرتے تھے، دینی جماعتوں کے سب سے موثر اتحاد متحدہ مجلس عمل کے قیام میں ان کا کلیدی کردار تھا۔ مولانا سمیع الحقؒ کے والد گرامی مولانا عبدالحقؒ متعدد بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ وہ اپنے حلقے میں انتہائی محبوب محترم شخصیت سمجھے جاتے تھے۔

۱۹۷۰ء میں مولانا عبدالحقؒ نے اجمل خٹک جیسے بڑے سیاستدان کو شکست دے کر قومی اسمبلی کے ایوان میں پہنچے جہاں انہوں نے حق گوئی کی اعلیٰ وارفع مثالیں قائم کیں۔ دوسری بار وہ ۱۹۷۷ء میں اس دور کے سابق وزیراعلیٰ کے پی کے نصراللہ خٹک کو شکست دے کر کامیاب ہوئے۔ وہ علم و عرفان، حکمت و دانش، عزم و استقلال اور خلوص و خیر خواہی کا مرقع تھے۔ مولانا سمیع الحقؒ اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ انہیں نہ صرف اپنے والد گرامی سے سیاست، شہرت اور عزت ورثے میں ملی بلکہ انہیں ان صفات میں سے بھی بہت بڑا حصہ ملا جن کی بنا پر ان کے والد مرجع خلائق تھے۔

مولانا عبدالحقؒ کا جنازہ بہت بڑا تھا۔ اسی طرح مولانا سمیع الحقؒ کے جنازے میں تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے اور تمام دینی مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام شامل تھے۔ علمائے کرام کے جنازے ان کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہوتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سنی مکتب فکر کے انتہائی واجب الاحترام عالم دین تھے۔ ان کا عرب و عجم میں بے حد احترام کیا جاتا تھا۔ وہ عالم باعمل

تھے۔ خلیفہ معتصم معتزلہ کے مسئلہ خلق قرآن میں ان کے ساتھ تھا اور اس معاملے میں قرآن وحدیث سے ثابت شدہ کسی دوسری دلیل یا رائے کو سننے پر بھی آمادہ نہ تھا۔ جب امام احمد بن حنبلؒ نے معتصم کی رائے سے علی الاعلان اختلاف کیا تو خلیفہ کے حکم پر امام محترم کو کوڑے مارے گئے۔ انہیں حق کی پاداش میں صعوبتیں دی گئیں۔ جیل کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں اذیتیں دی جاتی تھیں مگر ہمت کے اس کوہ گراں نے اپنے موقف میں سرمو لچک بھی پیدا کرنے سے انکار کر دیا۔ جب حکومت کے بعض کارندے ان سے کہتے کہ آپ کس ذلت میں ہیں اور خلیفہ کو کیا عزت حاصل ہے تو وہ صرف اتنا کہتے کہ ہمارے اور تمہارے آقاؤں کے درمیان ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے اور تاریخ کی گواہی یہی ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کا انتقال ہوا تو چشم فلک نے ان کے جنازے جیسا جنازہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس زمانے کے بغداد میں ان کے جنازے میں آٹھ لاکھ افراد نے شرکت کی۔

بہر حال! حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو انتہائی بیدردی سے ناحق ان کے گھر کے کمرے میں جمعۃ المبارک کو شہید کر دیا گیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ممتاز دفاعی تجزیہ کار اور صوبہ خیبر پختونخوا کی سب سے زیادہ باخبر شخصیت میجر عامر سے رابطہ قائم کیا۔ میجر صاحب سے ہمارے بھی دلی اور دینی روابط ہیں۔ میں نے میجر صاحب سے پوچھا کہ ان کی رائے میں مولانا کے قتل کے پیچھے کیا محرکات ہیں اور کون سی قوتیں ہیں؟ میجر صاحب نے بتایا کہ خیبر پختونخوا میں دو بڑی دینی درس گاہیں ہیں، ایک اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ اور دوسری پنج پیر میں دارالقرآن، جو ان کے والد گرامی شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ نے قائم کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ دونوں درس گاہوں اور ان کے اکابر کے درمیان گہرے قلبی روابط موجود تھے۔ میجر عامر کے ذاتی طور پر بھی مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ بڑے قریبی مراسم تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت سے ایک بار پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ پاکستان میں شخصیت بڑی بلکہ بہت بڑی ہی کیوں نہ ہو اس کو ختم کیا جا سکتا ہے اور ایسی ''اندھی وارداتوں'' کے قاتلوں کا کوئی پتہ بھی نہیں چلتا چاہے وہ لیاقت علی خان کا قتل ہو یا بینظیر بھٹو کا قتل ہو اور اب مولانا سمیع الحقؒ کا قتل ہو، ہم مولانا سمیع الحقؒ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

جناب حفیظ چوہدری
کالم نگار روزنامہ ''اوصاف''

میرا آئیڈیل مر نہیں سکتا

- ...... نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد ومالک
- ...... اردو زبان کے ممتاز اور صاحب طرز ادیب، سحر البیان مقرر وخطیب
- ...... ماہنامہ ''الحق'' ان کے اعلیٰ ادبی ذوق اور علمی دلچسپیوں کا آئینہ دار
- ...... پاک وہند کی زمین علم وادب کی سرسبزی وشادابی میں آپؒ کا حصہ سب پر بھاری
- ...... مولاناؒ کی امن پسندی کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر
- ...... ان کے حکیمانہ رویوں کے سبب حقانیہ ہمیشہ ممتاز اہل علم اور طلبہ سے معمور رہا
- ...... دارالعلوم دیوبند کے بعد سب سے زیادہ تعداد دارالعلوم حقانیہ میں

مولانا سمیع الحقؒ کو وحشیانہ انداز میں شہید کر دیا گیا، پاکستان کا یہ المیہ ہے کہ جب بھی ملک میں کسی اہم ایشو پر قوم جمع ہوتی ہے تو قوم کو منتشر کرنے کیلئے ایک نیا ایشو کھڑا کر دیا جاتا ہے، جس سے قوم مجبور ہو کر پہلے ایشو کو بھول جاتی اور نئے مسئلے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی کچھ اس وقت بھی ہوا تھا جب تحریک انصاف کا دھرنا طویل ہوتا جا رہا تھا تو ان دنوں سانحہ پشاور رونما ہو گیا، آج جبکہ پورا پاکستان آسیہ ملعونہ کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد سڑکوں پر ہے اور پرامن احتجاج ریکارڈ کروا رہا ہے تو اس موقع پر عالم اسلام کے عظیم ہیرو، نامور عالم دین وسیاستدان حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو گھر میں چاقوؤں کے وار سے شہید کر دیا گیا ہے، تمام قانون نافذ کرنے والوں کو اس طرف بھی توجہ دینا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین سمیت پوری امت مسلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذات گرامی علمی، ادبی، سیاسی، مذہبی، صحافتی اور دینی حلقوں کے

لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں، یہ بات سب پر عیاں ہے کہ پاک وہند کی بنجر زمین کی سرسبزی وشادابی میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا حصہ سب پر بھاری ہے۔مملکت عزیز کی دینی وقومی روایات کے تحفظ، بدعات وخرافات میں توحید وسنت کی شمعیں روشن کرنے، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، مجاہد، عالم، محدث ومفسر، مناظر ومتکلم، قاری وحافظ اور فقیہ ومفتی اور ادبی وصحافتی شہسواروں کی فوج تیار کرنے میں مولانا کی شخصیت اوران کا ادارہ ستاروں میں چاند کی مانند ہے۔انشاء، نثر نگاری، تصنیف، تالیف اور تحقیق میں مولانا کا نام سرفہرست ہے، آپ اپنے دور کے ایک نامور خطیب تھے، نثر میں ایک خاص طرز اور اسلوب کے موجد ومالک تھے، الفاظ اور تراکیب کے حسن اور اندازِ بیان سے عبارت میں ایک مخصوص رنگ جھلکتا تھا، واقفانِ حال سمجھتے ہیں کہ آپ کی تحریر میں ابوالکلام آزادؒ اور شورش کاشمیری کی مکمل جھلک نظر آتی تھی۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اردو زبان کے ممتاز اور صاحب طرز ادیب ہونے کے ساتھ سحر البیان مقرر وخطیب بھی تھے، موقع محل کے مناسب ایسا انداز گفتگو اپناتے کہ ہر مقام پر جدت وندرت اور شائستگی پیدا ہوجاتی، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب مولانا نے قلم اٹھایا تو علمی دنیا کے شہنشاہ ادب بن گئے، ان کی کتابیں گواہ ہیں کہ وہ صاحب تخلیق اور بے مثال انشاء پرداز کی شکل میں نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اسلامی وادبی دنیا پر حکومت کرتے رہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مؤرخ نے ان کے ساتھ درست انصاف نہیں کیا، آج ہماری اجتماعی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مولانا کی ان اعلی کارکردگیوں کو منظرعام پر لائیں جو سیاسی و علاقائی عصبیت کے پردے میں چھپ کر رہ گئی ہیں۔نسلِ نو کو ان جیسے جلیل القدر علماء کو اپنا آئیڈیل بنانا ہوگا۔

تحریک ختم نبوتؐ، ۱۹۷۳ء کے آئین کی تیاری، شریعت بل کی منظوری میں پاکستان کی کسی بھی مذہبی جماعت کے لیڈر یا عالم دین کی حیثیت سے سب سے زیادہ کوشش اور کردار مولانا سمیع الحقؒ کا تھا، تحریری وتحریکی جدوجہد اور دینی وملی اغراض کے لیے مولانا سمیع الحقؒ ۵۰ء سے ۲۰۱۸ء تک مسلسل کوشاں رہے، نصف صدی تک جمعیت علما اسلام کے مرکزی رہنما اور امیر رہے، ان کی تحریکی زندگی بلاشبہ قابل تقلید ہے، انہوں نے ویسے تو بہت سے اکابر کا مبارک دور دیکھا مگر سب سے زیادہ رفاقت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور شیخ القرآن غلام اللہ خانؒ جیسے جلیل القدر علماء کے ساتھ طویل عرصہ تحریکی وسیاسی جدوجہد کی۔

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت قومی سانحہ ہے، مولانا کی دینی وملی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں

گی، مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کا سانحہ پوری ملت کیلئے افسوسناک ہے،مولانا کی شہادت کی غیر جانبدارانہ اور منصفانہ تحقیقات کروائی جائیں اور مولانا کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے ، اگر اس سے قبل شہید کیے گئے علمائے کرام کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا تو آج ایک اور قومی لیڈر کی شہادت کا سانحہ پیش نہ آتا۔

ماہنامہ ''الحق'' ان کے اعلی ادبی ذوق اور علمی دلچسپیوں کا آئینہ تھا اور ایک زمانہ میں پاک وہند کے ادبی حلقوں میں اسکا طوطی بولتا تھا۔ماہنامہ ''الحق'' نے ادب وصحافت کی بین الاقوامی نرسری کا رول ادا کیا۔جس کی ورق گردانی کرتے ہوئے بے شمار افراد نے قلم پکڑنا سیکھ کر،علمی وتحقیقی ذوق لے کر تصنیف وتالیف کی دنیا میں نئی تخلیقات کے انبار لگائے۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے رواں دواں قلم نے ہزاروں صفحات سیاہ کئے، یوں وہ لازوال تصنیفات چھوڑ گئے۔''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم سے انہوں نے مذہبی طبقے کو ایک جگہ جمع کیا اور ملک بھر میں بڑے بڑے اجتماعات کرائے ،مولانا کی امن پسندی کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہیں، وہ صرف مذہبی طبقے کی آواز نہیں تھے بلکہ مملکت خداداد پاکستان میں بسنے والے ہر پاکستانی کی آواز تھے ،انہوں نے ہمیشہ ملکی سطح کی بات کی اور ملکی وقار پر کوئی آنچ نہ آنے دی، پاکستانی میڈیا ہو یا انٹرنیشنل میڈیا انہوں نے ہر ایک کو انٹرویو دیئے مگر کبھی بھی انہوں نے مسلکی تعصب اور ملکی وقار کے خلاف بات نہ کی،دنیا جانتی ہے کہ وہ ہمیشہ افغان طالبان کے حامی رہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سیاسی حوالے سے جداگانہ شناخت رکھتے تھے۔ان کے ادارے کے مدرسین اور طلبہ، دونوں ہمیشہ مولانا کی سیاسی مخالفت کرتے تھے مگر مولانا نے کبھی اپنی سوچ ان پر مسلط کرنے کی کوشش نہ کی، ان کے حکیمانہ رویوں کے سبب جامعہ حقانیہ ہمیشہ ممتاز اہل علم اور طلبہ سے معمور رہا۔گذشتہ کئی برس سے وہاں دورہ حدیث کے شرکاء کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے، دورہ حدیث ہی نہیں،ہم بچپن سے سنتے آرہے ہیں کہ عالم اسلام کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے بعد سب سے زیادہ تعداد دارالعلوم حقانیہ میں ہوتی ہے ، راقم الحروف کا تعلق بنیادی طور پر اہل صحافت کے ہی قبیل سے ہے ،راقم کے والد ماجد مفکر اسلام ، نامور صحافی ومصنف حضرت مولانا اللہ وسایا قاسم نہ صرف مولانا سمیع الحقؒ کے عقیدت مندوں میں سے تھے بلکہ حضرت والد ماجد کا شمار ان کے تلامذہ میں ہوتا تھا ،حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ ،مولانا عبید اللہ انورؒ اور مولانا سمیع الحقؒ سے والد محترم نے بہت کچھ سیکھا۔

جناب ایم ایم ادیب
معروف کالم نگار

ایک عالم باعمل کی موت

- ...... مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی ایک صاف شفاف چشمے کی طرح تھی
- ...... ان کے دینی قد وقامت اور افکار ونظریات پر دو آراء نہیں ہوسکتیں
- ...... مولاناؒ کو جدید علوم وفنون سے آگہی، نئے علمی اُفق سے ہم آہنگی اور محبت

جناب ایم ایم ادیب صاحب (حافظ محمد معاویہ ادیب) امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کے تحریکی رفیق حافظ عبدالکریم مرحوم کے فرزند، مولانا سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ کے شاگرد، ملتان کے نامور ادیب، نقاد، خاکہ نگار اور کالم نگار ہیں، ''آموزش'' کے نام سے ایک تعلیمی مجلّہ بھی نکالتے رہے، عرصہ سے ''کرچیاں'' کے نام سے نہایت عمدہ کالم لکھتے ہیں، اہل علم سے محبت رکھنے والے ایم ایم ادیب نے مولانا شہیدؒ پر عمدہ انداز سے لکھا۔ (ادارہ)

ایک عالم کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے، موت سے کسی کو مفر نہیں مگر ناگہانی موت ایک قیامت برپا کر دینے والی ہوتی ہے، وہ موت جس کے لئے نہ مرنے والا تیار ہوتا ہے نہ اس کے لواحقین، پھر ایک عالمِ باعمل کی موت! گو وہ ہر لحظہ اپنے مالک سے ملنے کے لئے آمادہ وتیار ہوتا ہے، عالم تو موت کے لئے پابندی اوقات کا قائل ہی نہیں ہوتا، وہ اپنے رب کی امانت ہتھیلی پر سجائے پھرتا ہے اور جب آخرت کا سامانِ سفر بھی پاس ہو تو ڈر یا خوف کس بات کا؟

صاف وشفاف چشمے کی طرح زندگی

مولانا سمیع الحقؒ کی زندگی ایک صاف وشفاف اور معطر چشمے کی طرح تھی، جس سے سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں تشنگانِ علم نے جی بھر کر پیاس بجھائی، مگر یہ ریجھ ان کی درونِ ذات پر پھر بھی موجود رہی کہ انکی معیت ورفاقت کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔ مولانا سمیع الحقؒ کے سیاسی نقطہ نظر سے

اختلاف کی گنجائش موجود ہے مگر ان کے دینی قد و قامت اور افکار ونظریات پر دوآراء نہیں ہوسکتیں، اپنے والد مولانا عبدالحق حقانیؒ کی طرف سے وراثت ملی ایک دینی درس گاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی جس طور انہوں نے پاسداری کی یہ انہی کا وصفِ خاص تھا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی کے چھوڑے ہوئے اثاثے کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ دارالعلوم حقانیہ کو ملک کی ایک ایسی مثالی درسگاہ بنا دیا کہ جس میں روایتی دینی علوم پڑھانے کے ساتھ عصری علوم کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، فزکس، کیمسٹری، میتھ اور کمپیوٹر کے ساتھ ساتھ فلسفے اور نفسیات کے مضامین پڑھانے کا اہتمام بھی کیا جارہا ہے یہ مولانا کی جدید علوم فنون سے آگہی اور نئے علمی افق سے ہم آنگی اور محبت تھی۔

ان کی شہادت سے تمام حلقوں میں اضطراب

مولانا کے اندھے قتل کے پیچھے جو بھی ہاتھ ہے وہ ایک نہ ایک روز عیاں ہوکر رہے گا، یہ قتل ایک قومی نوعیت کا سانحہ ہے، جس نے دینی حلقوں ہی میں نہیں سیاسی حلقوں میں بھی اضطراب کی لہر دوڑادی ہے، حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں؟ ملزمان تک پہنچنے کے کون سے اسباب کام آتے ہیں؟ اس جانکاہ حادثے کا مثبت پہلو یہ ہے جامعہ حقانیہ کی انتظامیہ اور طلباء نے کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کی ڈگر نہیں اپنائی اور خاموش احتجاج کے ذریعے حکومت کو ملزموں تک پہنچنے کی مہلت دی ہے، اب حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاملے کی حساسیت کا بھر پورادراک کرتے ہوئے تفتیش کے جدید ترین ذرائع استعمال کرتے ہوئے متاثرینِ سانحہ کے زخموں پر مرہم کا اہتمام وانصرام کریں۔

پسماندگان ان کی قیمتی وراثت کو علم وعمل کا گہوارہ بنائیں

مولانا سمیع الحقؒ کے ورثاء سے بھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آباء کی قیمتی وراثت کو انہی کی طرح امن وآشتی اور علم وعمل کا گہوارہ بنائے رکھیں گے، اپنی درسگاہ کی روایتی حیثیت کو زندہ و تابندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مولانا کے اس خواب کو بھی شرمندہ تعبیر کریں گے کہ دینی مدارس کے طلباء بھی زندگی کی دوڑ میں دیگر سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء کے شانہ بشانہ سفر طے کریں، اس کے ساتھ دینی اقدار وروایات کی پاسداری کی ذمہ داری بھی اسی تن دہی سے انجام دیتے رہیں جو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شیوہ خاص، ان کا مقصدِ حیات اور سرمایہ زیست تھا، مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت سے دینی حلقوں ہی میں نہیں پاکستان کی سیاسی زندگی میں بھی بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کے پُر ہونے میں نہ جانے کتنا عرصہ لگے گا۔

جناب سعد اللہ شاہ
کالم نگار ''روزنامہ ۹۲''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ: توانا آواز

ہمارے دوست عدیم ہاشمی نے کہا تھا:

غم کی دکان کھول کے بیٹھا ہوا تھا میں   آنسو نکل پڑے ہیں خریدار دیکھ کر

کچھ ایسی صورت حال میرے پیارے وطن کی ہے، جتنا سوچتے ہیں سوچ کے دھاگے الجھتے جاتے ہیں، کبھی سوچا کرتے تھے کہ کہانی میں یہ کیسا بے وقوف شخص ہے جو اسی شاخ کو کاٹ رہا ہے جس پر وہ خود بیٹھا ہے کوئی اپنے ہی لیے گڑھا کیسے کھود سکتا ہے اور کوئی اپنے سامنے اپنے ہی جیسے شخص کو مرتے ہوئے کون دیکھ سکتا ہے؟ ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، عقل گنگ ہوگئی، حواس شل اور ادراک لا پتہ، کہاں خالد احمد یاد آئے......

شہر جاگے تو ہمیں خون میں تر دیکھیں گے   سنگ آنکھیں نہیں رکھتے ہیں کہ سر دیکھیں گے

اپنے ہی شہر کا نوحہ لکھنا کس قدر اذیت ناک عمل ہے، شاعر اس وقت کیسے لکھے؟ اس پر کچھ نہیں کھلتا، اس کے دل پر زخم لگتے گئے اور درمیان میں ایک اور گہرا گھاؤ آن پڑا، ابھی کل کی بات ہے کہ جب ہم ظہیر الدین بابر مرحوم کے جنازے کیلئے ملٹری اکاؤنٹس کیساتھ ملحقہ قبرستان میں کھڑے تھے اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ ناسازی طبع کے باوجود خاص طور پر اکوڑا خٹک سے جنازہ پڑھانے کیلئے آئے تھے، انہوں نے جنازہ سے پہلے مختصر سا خطاب کیا اور ظہیر الدین بابر مرحوم کی اسلام کی اشاعت کیلئے خدمات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس جنازے میں بے شمار علماء بھی شریک ہیں، جنازے کے بعد میں انہیں بہت قریب سے دیکھ رہا تھا ہاتھ ملانے والے انہیں آگے بڑھنے نہیں دے رہے تھے، وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ ملاتے گئے، اس سے پہلے بھی وہ ظہیر صاحب سے ملنے آتے اور ظہیر صاحب اکوڑہ خٹک ان سے ملنے جاتے، یہ سارا منظر اسی طرح میری آنکھوں میں تر وتازہ ہے مگر اس کا رنگ بدل کر سرخ ہوگیا ہے ان کی عزت اور قدر لوگوں کی نظر میں بہت زیادہ تھی کہ وہ مولانا فضل الرحمٰن سے الگ سوچ رکھتے تھے، کھرے اور سچے آدمی، آپ مشفق کا لفظ بھی استعمال کر سکتے ہیں، طالبان

انہیں اپنا روحانی باپ کہتے تھے وہ طالبان کے خلاف پروپیگنڈے کو مسترد کرتے تھے، امریکہ ان کی اہمیت سے واقف تھا۔ ان کی صاف گوئی پر مشتمل ایک کلپ اب بھی وائرل ہے جس میں ان کی آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہویدا ہے۔ وہ ختم نبوتؐ کے حوالے سے کس قدر سخت اور بے لچک موقف رکھتے تھے، پھر عدیم ہاشمی یاد آیا......

مصالحت نہ سکھا جبر ناروا سے مجھے　　　　میں سربکف ہوں لڑوادے کسی بلا سے مجھے

دفاع پاکستان کے لیے انہوں نے باقاعدہ ایک محاذ بنا رکھا تھا جس میں محبّ وطن لوگ ایک گونہ آسودگی محسوس کرتے تھے۔ یہ چند لوگ ہی تو نظریہ کے عملی محافظ تھے، ان کے مدرسہ حقانیہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، میں نے میجر عامر سے ان کی بہت تعریف سنی تھی، ہمارے دل کی دل میں رہی کہ ان کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کریں اور کچھ سیکھیں، میں اسے گھر کی بات سمجھتا رہا کہ ظہیر الدین بابر کے ساتھ روز کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ کس کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا ہو جائے گا لگتا ہے کہ ان کی ریکی کی جارہی تھی اور پھر موقع پیدا کیا گیا کہ جب لوگ ان کے پاس نہیں تھے اس سانحہ کو پورے ملک میں بہت زیادہ محسوس کیا گیا ہے کہ وہ ایسے محبّ وطن تھے کہ جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے......

ہیں ابھی شہر میں ناموس پہ مرنے والے　　　　جینے والوں کے لیے اتنا سہارا ہی سہی

ان کے جنازے میں پاکستان ہی نہیں دوسرے اسلامی ملکوں سے بھی وفد آئے۔ نماز جنازہ ان کے بیٹے مولانا حامد الحق صاحب نے پڑھائی، خیبر پختونخواہ میں سوگ، قومی پرچم سرنگوں۔ حامد میر کہہ رہا تھا کہ کچھ عرصہ قبل انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ انہیں شہادت نصیب ہو جائے۔ اب اتفاق دیکھئے کہ وہ بیمار بھی رہے مگر انہیں شہید کر دیا گیا انہوں نے بھرپور زندگی بسر کی۔ وہ سیاستدان کم مصلح زیادہ تھے اور وہ افغانستان میں پاکستان کا عمل دخل چاہتے تھے۔ اشرف شریف نے اپنے کالم میں جس اسٹریٹجک پہلو کا تذکرہ کیا ہے وہ غلط نہیں وہ عالمی قوتوں کی نظر میں کھٹکتے تھے کہ انہیں طالبان میں بہت توقیر اور وقار حاصل تھا۔ ایک سچے عالم دین کا چلا جانا یقیناً ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ آخر میں حبیب تلونڈوی کی نعت کا ایک بند:

اے نبیؐ امی لقب اے وارثِ ام الکتاب　　　　اے عرب کے ماہِ روشن اے عجم کے آفتاب

آیہ انا فتحنا شانِ محبوبی تری　　　　حسن کی معراج ہے ہر حسن ہر خوبی تیری

تیرے آنے سے اندھیروں میں اجالا ہو گیا　　　　تیرے دم سے دین حق کا بول بالا ہو گیا

جناب محمد انصاری
مدیر ماہنامہ ''نشور'' کراچی

ایک قدآور دینی شخصیت

مولانا سمیع الحقؒ ملک کی قد آور دینی وسیاسی شخصیات میں انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔ افغانستان کی صورت حال سے براہِ راست ان کا تعلق تھا۔تحریک طالبان افغانستان کے بیشتر رہنما مولانا کے شاگرد ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ، خیبر پختونخوا میں مرکزی حیثیت کا حامل مدرسہ ہے، مولانا اس کے مہتمم تھے۔ پاکستان، افغانستان ، ایران وسط ایشیا کے ساتھ ساتھ دنیا کے دوسرے ملکوں سے دینی علوم کے طلباء اس مدرسے سے پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ افغانستان کی جنگ میں مولانا شہید تحریک طالبان کے حوالے سے انتہائی اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ افغان جنگ کے تصفیے کیلئے اور امریکی افواج کے انخلا کیلئے ان کی کوششیں جاری تھیں۔ اسکے علاوہ پاکستان میں بھی علماء کی بڑی تعداد ان کی تنظیم سے وابستہ تھی، مولانا سمیع الحقؒ ، مولانا فضل الرحمٰن سے الگ سیاسی سوچ رکھتے تھے، وہ ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کے سرگرم علمبردار تھے اور اس کیلئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں جبکہ وہ سینٹ آف پاکستان کے رکن تھے، اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے شریعت بل پیش کیا تھا جو بوجوہ سینٹ سے منظور نہ ہوسکا، منظوری سے قبل ہی میاں نواز شریف صاحب کی حکومت کو برخاست کر دیا گیا تھا۔

مولانا کے والد مولانا عبد الحقؒ نے قیام پاکستان کے بعد خیبر پختونخوا کے شہر نوشہرہ اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ قائم کیا تھا۔ انہوں نے اس مدرسے کی ترقی و استحکام کیلئے ان تھک کوششیں کی تھیں اور چند ہی سالوں میں اسے وسیع وعریض اور معیاری مدرسہ بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مولانا عبد الحقؒ کے انتقال کے بعد مولانا سمیع الحقؒ نے اس مدرسے کو سنبھالا اور اس کی حیثیت میں قابل قدر اضافہ کیا، طلباء کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ ہزاروں کتب پر مشتمل لائبریری قائم ہوئی اور

اس کے نصاب تعلیم کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا۔ اس وقت بھی اس مدرسے میں ساڑھے پانچ ہزار طلباء علم دین کے حصول میں مصروف ہیں۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ مسلمانوں کے مختلف مسالک کے کسی بھی مسلک کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۹۷ء میں پاکستان کی تمام دینی جماعتوں کے اشتراک سے ایک مؤثر تنظیم ''ملی یکجہتی کونسل'' قائم کی تھی۔ اس کونسل کے وہ پہلے سیکرٹری جنرل تھے جبکہ مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کو اس کونسل کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ اس کونسل نے مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں یکجہتی، قربت اور اتحاد میں اہم کردار ادا کیا۔ یہی یکجہتی کونسل ۲۰۰۲ء عام انتخابات میں ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام سے الگ سیاسی اور انتخابی اتحاد کے طور پر سامنے آئی۔

ان کی شہادت سے دوسرے دن ۳ نومبر کو دارالعلوم اکوڑہ خٹک سے ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ جنازے کا جلوس چاروں طرف کئی کلو میٹر تک پھیلا ہوا تھا اور مولانا کے معتقدین علما اور سیاسی رہنما بڑی تعداد میں شریک تھے۔ مولانا کے جنازے کی خاص بات یہ تھی کہ انتہائی نظم وضبط، شائستگی اور مکمل امن وامان کے ساتھ اس جنازے کو ان کی قبر تک لے جایا گیا۔ نہ کوئی گملا ٹوٹا اور نہ کسی نے کوئی پتھر پھینکا۔ نہ کوئی بھاگ دوڑ ہوئی اور نہ کوئی ہڑ بونگ مچی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ قدآور دینی اور سیاسی شخصیت کے مالک تھے اور انہیں نہایت ظالمانہ اور بہیمانہ طریقے سے قتل کیا گیا تھا۔ مگر ان کے لواحقین، معتقدین اور حامیوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور قانون کو ہاتھ میں نہ لیا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت مولانا کے قاتلوں کو گرفتار کرنے میں کسی تساہل سے کام نہ لے اور حکومت کے آہنی ہاتھ قاتلوں کی گردن تک پہنچ کر انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت قبول فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

اخلاص کا یہ عالم ہر ایک یہ سمجھتا ہے
جو مجھ سے تعلق ہے اوروں سے نہیں ایسا

جناب عمر فاروق
کالم نگار روزنامہ ''اسلام''

ایک عظیم رہنما کی جدائی

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی منفرد اور قلندرانہ شان
- ...... روایتی سیاست کے لوازمات سے بالکل نا آشنا
- ...... سیاستدان کم اور محقق عالم زیادہ
- ...... اسلام کے خلاف تہذیبی خلفشار کا انتہائی جوانمردی سے مقابلہ کیا

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ قیادت وسیادت ، صحافت وخطابت، خود اعتماد وخوداری کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ کردار اور حوصلہ مندانہ عزم واستقلال جیسے بیش بہا کمالات و امتیازات کے مالک تھے، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ تنہا ایک فرد نہیں بلکہ اپنی ذات میں انجمن تھے، ان کا جسد خاکی جن عناصر سے تشکیل پایا تھا، ان میں قیادت وسیادت کی آمیزش بھی تھی اور علم وعمل کا امتزاج بھی ، زبان وبیان کی طغیانی بھی تھی اورادب وصحافت کی جولانی بھی حب الٰہی اور عشق نبی کی آتش سوزاں بھی تھی اوراس میں جل کر خاکستر ہوجانے کا حوصلہ بھی ۔

آپ کے آباء واجداد سلطان محمود غزنویؒ کے ساتھ جہاد کے سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور پھر اکوڑہ خٹک میں مستقل سکونت اختیار کرلی، جامعہ حقانیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ علم ، سیاست اور جہاد تینوں شعبے ورثے میں ملے اور جامعہ حقانیہ نے ان تین شعبوں میں بھرپور کام کیا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی زندگی بھی علم ، سیاست اور جہاد سے مزین تھی ،مولانا سمیع الحقؒ جہاں ایک عظیم دانشور، ہوش مند لیڈر، بلند پایہ خطیب اور انشاء پرداز تھے، وہیں ایک دردمند انسان اور ایک عاشق سرگشتہ بھی تھے ، اللہ نے انہیں وہ تمام صلاحیتیں اور کمالات بدرجہ اتم عطا فرمائے تھے جو ایک قومی درجے کے بلند پایہ رہنما کے لئے لازم وضروری ہوتے ہیں، ان میں خلوص کا بحر بیکراں موجزن

رہتا تھا،ان کی شخصیت میں دلآویزی کے ساتھ ساتھ پارے کی سیمابی اوربجلی کی بیتابی بھی بخوبی تھی ، ان میں ایک منفرد قلندرانہ شان تھی کہ انہوں نے اپنی بات کہنے میں کبھی کسی کی طاقت کی پروانہ کی۔

مولانا کی ایک عادت تھی کہ جو بھی مہمان ان سے ملنے جاتا تو وہ مہمانوں کو جامعہ حقانیہ دکھائے بغیر واپس نہیں جانے دیتے تھے ، بسااوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ اگر کلاس کا وقت ہے تو مولانا مہمان کو دورہ حدیث کی کلاس میں لے جاتے اورمہمان کو درس میں شامل کرتے پھر مہمان کا طلبہ سے تعارف کرواتے ،آپ کا سبق پڑھانے کا انداز عام فہم اور سلیس تھا،آپ درس میں ترقی ، سائنس سے پیدا شدہ مسائل ، جدید سیاسی صورت حال کا جائزہ ، جدید معاشی نظام کا نشیب وفراز ، نئے فتنوں کے عزائم ، استعماری طاقتوں ، یہودو ہنود کے مذموم منصوبوں ، عالم اسلام کو درپیش مسائل اور پھر قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے تھے ، جس کا اندازہ ان کے درسی افادات سے لگایا جاسکتا ہے، دورہ حدیث کی کلاس سے باہر نکلیں تو فضلاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی فہرست بھی دیکھنے کوملتی ہے ،آپ کے تلامذہ کی فہرست دیکھی جائے تو تین درجن سے زائد ایسے رہنما شامل ہیں جوممبر قومی ، صوبائی اسمبلی اورسینٹ کے رکن رہے ہیں اورانہوں نے ملکی سیاست میں اہم کردار ادا کیا،بعض رہنماوفاقی وصوبائی وزراء بھی رہے:

آپ کے والد بزرگوار مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ممبر قومی اسمبلی ،مولانا سمیع الحق شہیدؒ تین مرتبہ سینٹ کے رکن اورآپ کے صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی رکن قومی اسمبلی رہے ہیں،آپ نے اپنے والد محترم مولانا عبدالحقؒ کی سیاسی مہم میں بھرپور کردار ادا کیا ، جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دورِ مارشل لاء میں آپ کو وفاقی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کیا گیا تو زکوۃ وعشر ، حدود ، قصاص ودیت اورامتناع قادیانیت آرڈیننس کا نفاذ اورآئین میں بے شمار اسلامی شقوں اوردفعات کا شمول آپ ہی کی شبانہ روز جدوجہد کی بدولت ممکن ہوا اور جب ۱۹۸۵ء میں سینٹ کے آپ ممبر بنے تو آٹھ سال کی طویل تاریخی جہدوجہد کے بعد سینٹ سے شریعت بل منظور کروایا۔۱۹۷۷ء میں جب تحریک ''نظام مصطفیٰ'' شروع ہوئی تواس میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا، جس کی پاداش میں آپ نے ہری پور جیل میں قید وبند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

زمانہ آپ کی شہادت سے ایک عالم ہی نہیں بلکہ سلف کی روایات کے امین ،امن کے خیرخواہ سے بھی محروم ہوگیا ،آپ کا تفسیری ذوق بہت اعلیٰ تھا،بیسیوں تفاسیر مطالعہ میں رہیں جس کا اثر آپ کے خطبات میں نظر آتا تھا،حالات حاضرہ ، سیاست سمیت دیگر موضوعات پر بیسیوں کتابوں کا مطالعہ

کیا، آپ نے اپنے عظیم والد کی میراث کا تحفظ کرتے ہوئے دینی تعلیمات کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا، علم کے میدان میں تحقیق آپ کا شیوہ رہا، اسلام کے خلاف تہذیبی خلفشار کا انتہائی جوان مردی سے مقابلہ کیا۔ جہاد افغانستان اور تحریک طالبان افغانستان پر حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے اثرات کسی پر مخفی نہیں، اسلئے کہ تحریک طالبان افغانستان میں شامل طلبہ اوران کے قائدین آپ کے شاگرد ہیں، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ افغانستان اور تحریک طالبان افغانستان کے حوالے سے ایک ٹھوس موقف رکھتے تھے، جس میں کوئی لگی لپٹی نہیں ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ غیر ملکی صحافیوں کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ جب بھی پاکستان آئیں تو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا انٹرویوضرور کریں غیر ملکی صحافی جب تک مولانا سے ملتے نہ تھے، اس وقت تک انہیں ایک ڈر اورخوف رہتا تھا لیکن مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے ملاقات کے بعد ان کے خیالات یکسر مختلف ہوتے تھے، چند سال قبل ایک جرمن خاتون صحافی کے ساتھ جامعہ حقانیہ میں ملاقات ہوئی تو ہم نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا تو واپسی پر وہ خاتون ''فادر آف طالبان'' کے اس مثبت و مہمان نوازی سے بھرپور طرز عمل پر حیران تھی اور بار بار اس کا تذکرہ کرتی رہی۔

آپ علمی و تحقیقی میدان کے شہسوار تھے، آپ روایتی سیاست کے لوازمات سے بالکل ناآشنا تھے، اسلئے آپ سیاستدان کم اور محقق عالم زیادہ تھے، اگرچہ آپ طویل عرصہ پارلیمنٹ کی راہداریوں میں رہے، مگر روایتی سیاست کی گرد آپ کے کردار کو آلودہ نہ کرسکی، آپ نے اپنی سیاسی زندگی میں بے شمار تحریکوں کی بنیاد رکھی اور کامیابیاں حاصل کیں، سیاست، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی انتظامی ذمہ داریوں، تدریس اور دیگر مشغولیت کے باوجود تصنیف وتالیف کا کام کیا اور تیس سے زیادہ کتابیں تحریر کیں، جن میں بعض کتابیں چھ سے سات جلدوں اور بعض دس جلدوں پر مشتمل ہیں اور اسی تصنیف وتالیف اور ریسرچ کیلئے آپ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ ''مؤتمر المصنفین'' کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا ہے، ماہنامہ ''الحق'' کے جاندار اداریے آپ کا عظیم شاہکار ہیں۔ مولانا ان چند دینی و سیاسی رہنماؤں میں شامل تھے جو اپنا بیان اور پریس ریلیز اکثر خود لکھواتے تھے اور ہم جیسے صحافی مولانا کی پریس ریلیز آنکھیں بند کر کے چلا دیتے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ مولانا اپنی پریس ریلیز کے آخر میں خبر بھی دیئے جاتے تھے، اپنا موبائل خود اٹھاتے تھے اور ہر ایک سے بات کرتے تھے، ہر ایک سے اپنائیت سے ملتے تھے، وہ حقیقی معنوں میں مردمؤمن مردحق تھے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محترمہ طیبہ ضیاء
کالم نگار روزنامہ ’’نوائے وقت‘‘

نئے پاکستان کی ’’ریاست مدینہ‘‘ کا شہید

محترمہ طیبہ ضیا چیمہ صاحبہ ایک نامور خاتون کالم نگار ہیں، نیویارک امریکہ میں رہتی ہیں، پاکستانی اخبارات میں نہایت جراتمندی اور بیباکی کے ساتھ لکھتی ہیں، اردو کی بہترین ادیبہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مصنفہ بھی ہیں،’’دل کی باتیں‘‘، ’’سچ تو یہ ہے‘‘، ’’مومنہ‘‘، ’’جھلی‘‘ ان کی کتابوں میں قابل ذکر ہیں، مومنہ چیمہ فاؤنڈیشن کی بانی بھی ہیں۔

یہ ہے نئے پاکستان کی ریاست مدینہ جس میں ایک بزرگ ناتواں نہتے کو چھریوں سے بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا ؟ ہم مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کا پس منظر نہیں جانتے لیکن نیا پاکستان کی نام نہاد ریاست مدینہ میں اس ضعیف العمر بزرگ کی المناک موت نے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا حسرت موہانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ پاکستان کیوں نہیں چلے جاتے؟ مولانا نے سرد آہ بھرتے ہوئے جواب دیا دونوں جگہ جذباتی جنونیت کا دور دورہ ہے اور اپنی تو دونوں جگہ جان خطرے میں رہے گی، یہاں رہے تو جانے کب کوئی ہندو انتہا پسند مسلمان کہہ کر مار ڈالے، پاکستان میں یہی کچھ کسی جوشیلے مسلمان کے ہاتھوں ہوسکتا ہے لیکن وہ مجھے گستاخ یا کافر کہہ کر مارے گا، میں سمجھتا ہوں کہ بھارت میں رہ کر مسلمان کی موت مرنا بہتر ہے پاکستان میں رہ کر کافر کی موت مرنے سے۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے کہا تھا اگر تم نے کسی قوم کو تباہ کرنا ہے تو اس کی نوجوان نسل میں جنونیت پھیلا دو تا کہ اس کے سوچنے اور سوال کرنے کی قوت سلب ہو جائے، ادھر ایک بہت نامور بزرگ عالم دین قتل کر دیئے گئے۔ مولانا سمیع الحقؒ بھی مسلمان ریاست میں غالباً کسی مسلمان کے ہاتھوں مارے گئے لیکن اس موت نے خلفائے راشدین کی شہادت کے واقعات کی یاد تازہ کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے ان کے گھر میں گھس کر خنجر سے شہید کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک غلام نے مسجد نبویؐ میں خنجر سے تین وار کر کے شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ پر کوفہ کی مسجد میں کرائے کے ایک قاتل نے خنجر سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔

مولانا سمیع الحقؒ کے بارے میں ہماری ابتدائی معلومات ناقص ہیں لیکن خنجر یا چاقو کے پے در پے وار سے جو موت انہیں نصیب ہوئی ہے وہ یقیناً شہادت کا مقام ہے۔اس ظلم کے پس پشت کچھ تو ہے جس نے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ مولانا سمیع الحقؒ کو نہ گولی ماری گئی اور نہ ہی کوئی اور طریقہ شیطانی استعمال کیا گیا بلکہ چاقو اور خنجر کے آلات سے کئی وار کیئے گئے، اس ضعیف العمر عالم دین کے نصیب میں شاید خلفائے راشدین کی سنت پر شہید ہونا لکھ دیا گیا تھا(انالله وانا اليه راجعون) پاکستان میں ظلم و بربریت کی انتہا کسی نے دیکھنی ہے تو ان بزرگ کی شہادت کا واقعہ دیکھ لے۔

مولانا ایک جید مذہبی اسکالر، عالم اور سیاست دان تھے۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ اس وقت دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور سربراہ تھے۔ دارالعلوم حقانیہ ایک دینی درس گاہ ہے جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتی ہے، مولانا ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین تھے اور جمعیت علمائے اسلام کے مولانا سمیع الحق گروپ کے امیر، وہ ''متحدہ مجلس عمل'' کے بانی رکن بھی تھے۔ وہ پاکستان کے ایوان بالا (سینٹ) کے تین مرتبہ رکن بھی رہے۔ مولانا سمیع الحقؒ نے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم شروع کی جس کی بنیاد ان کے والد محترم نے رکھی تھی۔ وہ افغانستان میں طالبان کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کی کھلے طور پر حمایت کرتے تھے، انہوں نے ایک موقع پر کہا ان کو صرف ایک سال دیجئے اور وہ سارے افغانستان کو خوشحال بنا دینگے، سارا افغانستان ان کیساتھ ہوگا، ایک بار امریکی چلے جائیں تو یہ ایک سال کے اندر اندر ہوگا۔

مولانا سمیع الحقؒ نے آسیہ کی رہائی کے ایشو پر چند روز قبل وزیر اعظم عمران خان سے ملاقات کر کے انہیں اپنی تشویش سے آگاہ کیا تھا اور عمران خان کو عالمی دباؤ مسترد کرنے اور ڈٹ جانے کا مشورہ دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وزیر اعظم پریشان اور گومگو میں تھے، یہ ساری بات انہوں نے آسیہ کی رہائی کے فیصلے کے خلاف گزشتہ روز احتجاج میں تقریر کرتے ہوئے بتائی مگر مولانا سمیع الحقؒ کے قتل کا ایک بڑا نقصان افغانستان کے معاملے سے وابستہ ہے، افغانستان میں نیٹو افواج اپنی مسلسل ناکامیوں کے بعد ایک مرتبہ پھر طالبان سے مذاکرت کی میز پر ہیں۔ ایسے میں پاکستان کی اثر اندازی کا مضبوط کردار مولانا سمیع الحقؒ کی صورت میں موجود تھا۔ حیرت ہے کہ پاکستان کا اتنا قیمتی اثاثہ بغیر سیکورٹی کے گھر میں چھریوں کے ذریعے قتل ہوگیا؟ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت عمران خان کی حکومت کیلئے بڑا چیلنج ہے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مولانا سمیع الحقؒ نئے پاکستان کی ریاست مدینہ کے پہلے شہید ہیں جو اس حکومت کے لئے آزمائش اور امتحان ثابت ہوگا۔

جناب ناصر رضا کاظمی
معروف کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

شہید مولانا سمیع الحقؒ: نا قابلِ تلافی نقصان

- ...... مولانا شہیدؒ نے دنیاوی حرص و لالچ سے ماورا ہو کر ٹھوس دلائل سے امریکی سفیر پر واضح کر دیا
- ...... افغانستان میں امریکہ نے اپنے ٹروپس اُتار کر تاریخ کی بہت بڑی غلطی کی ہے
- ...... افغانستان میں آزادی کیلئے ایک جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان کی سرزمین سے آخری غیرملکی سپاہی چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو وہ واپس نہیں چلا جاتا

مولانا سمیع الحقؒ کی اچانک شہادت کی خبر نے اہل وطن کو صدمے سے دوچار کر دیا۔۸۳ کی عمر میں ظالموں نے انہیں اتنی بیدردی سے شہید کیا، یہ مذموم اور انسانیت کے نزدیک شرمناک کام ہمیں اگر دیکھنے کو کہیں ملتا ہے تو انسانیت کے خلاف جرائم کرنے والی تاریخوں کے صفحات میں ملتا ہے، گزرتے ہوئے لمحات جبکہ افغانستان انتخابات کے عمل سے گزر رہا ہے اور وہاں غیرملکی عناصر جن میں امریکی اور بھارتی معاشی تباہ کار اپنی سازشوں کی آخری کوششوں کو بروئے کار لا رہے ہیں، ایسے وقت میں جب امریکا بھی تھک چکا ہے، امریکا تسلیم کر چکا ہے کہ افغان طالبان اور پاکستان کو علاقائی اسٹرٹیجک پارٹنرز کے طور پر شامل کئے بغیر افغانستان میں امن قائم نہیں ہوسکتا خود امریکا پاکستان کی عملی مدد حاصل کئے بغیر افغانستان سے اپنی افواج نہیں نکال سکتا ایسے میں مولانا سمیع الحقؒ جیسی اہم شخصیت کو سین سے ہٹا دینے کی سازش نے معاملات کو اور گھمبیر کر دیا ہے۔

ایک نظر مولانا شہیدؒ کی زندگی پر

مولانا سمیع الحقؒ کا شمار پاکستان کی ان چند ممتاز شخصیات میں تھا جنہیں بیرون ملک بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ۲۰۱۳ء جولائی میں اسلام آباد میں تعینات امریکی سفیر نے اپنی ذاتی خواہش پر ان کی رہائش گاہ پر جاکر مولانا سمیع الحقؒ سے خصوصی ملاقات کی تھی اور ان سے افغانستان کی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان میں طالبان کی حکومت کا وقتی خاتمہ ہو چکا تھا اور وہاں طالبان نے دوبارہ اپنے آپ کو منظم کر کے افغانستان کی سرزمین سے امریکیوں اور نیٹو افواج کے خلاف اعلان جنگ کیا ہوا تھا چونکہ افغانستان میں اس وقت امریکی سرپرستی میں نیٹو افواج افغانستان میں اتر چکی تھیں اور شہید مولانا سمیع الحقؒ کھل کر بانگ دہل طالبان کی حمایت کر رہے تھے۔

مولانا شہیدؒ کا دنیاوی لالچ کے بغیر امریکی سفیر سے دوٹوک مکالمہ

امریکی سفیر نے اپنی اس ملاقات میں حضرت مولانا سمیع الحقؒ سے کہا کہ وہ افغانستان کو خوشحال ملک بنانے کیلئے امریکا اور نیٹو افواج کی مدد کریں، امریکا کو بخوبی علم تھا کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ ہی واحد ممتاز شخصیت کے طور پر اپنی ایک شہرت رکھتے ہیں طالبان حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو اپنا والی اور اپنا سرپرست سمجھتے ہیں اور یہ ایک درست بات تھی، امریکی سفیر نے انتہائی مودبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے التماس کی تھی کہ ہمیں صرف ایک سال دے دیں ایک سال کے اندر افغانستان کو دنیا کا خوشحال ترین ملک بنا دیا جائے گا یہ سن کر مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے امریکیوں کو جو جواب دیا وہ شاید ہی کوئی دے سکتا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے دنیاوی حرص ولالچ سے ماورا ہو کر ٹھوس دلائل سے امریکی سفیر پر واضح کر دیا کہ مسٹر! افغانستان میں امریکا نے اپنے ٹروپس اتار کر تاریخ کی بہت بڑی غلطی کی ہے، وہاں آزادی کیلئے ایک جنگ کا آغاز ہو چکا ہے یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان کی سرزمین سے آخری غیر ملکی سپاہی چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو، وہ واپس نہیں چلا جاتا، حق کو پوری ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا حق کی پہچان کا ایک خاص امتیاز ہوتا ہے، مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ اس اعتبار سے واقعی ایک جید حقیقی عالم دین تھے، وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے علمبردار تھے، انسانیت کی بقا اور تحفظ پر مکمل یقین رکھتے تھے۔

مولانا شہیدؒ مذہبی اسکالر، بصیرت کے حامل سیاستدان

مولانا پاکستانی مذہبی اسکالرز میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے نیک شہرت سیاست کے قائل تھے، سیاسی سودا بازیوں سے ماورا تھے، مولانا ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ تھے، مرحوم سینٹ کے رکن بھی رہے، پاکستان کی قومی سیاست میں مرحوم کا کردار اعلیٰ صلاحیتوں سے ہمیشہ ممتاز رہا، شہید مولاناؒ پاکستان کی قومی سلامتی پر اپنا ایک خالص موقف رکھتے تھے، افغانستان میں امریکیوں سے برسرپیکار افغان طالبان کے رہنماؤں کی اکثریت نے اپنی تعلیم ان ہی کی نگرانی میں دارالعلوم حقانیہ سے حاصل کی تھی، یہی وجہ تھی کہ طالبان ان کی بڑی عزت کرتے تھے، مولانا سمجھتے تھے کہ افغانستان کے عوام کو اپنے ملک میں امن وامان کی جس قدر اشد ضرورت ہے پاکستان کے عوام بھی یہ چاہتے ہیں افغانستان میں مستقلاً اور فوری امن جلد از جلد قائم ہوجائے۔

پاکستانی مغربی سرحد پار حقیقی امن کے قیام کے بعد اس خطہ میں بھی ترقی وخوشحالی کا یقینی دور دورہ ہوگا، دنیا کے ترقی یافتہ ممالک خصوصاً شرق البعید کے ترقی یافتہ ممالک کی طرح سے پاکستان اور افغانستان اپنے درمیان پیدا ہونے والی بے اعتمادیوں اور بدگمانیوں کے بلاوجہ کے اندیشوں اور وسوسوں کو فراموش کردیں تاکہ دونوں پڑوسی ممالک کثیر الجہتی سفارتی پہلوؤں پر آگے بڑھ سکیں، پرامن فضا کا ایسا دوستانہ ماحول پروان چڑھا سکیں جو برادرانہ مسلم اقوام کے مابین ناممکن نہیں ہوسکتا، نیتیں پرفیکٹ ہوں تو یہ سب ہوسکتا ہے۔

پاکستان نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے افغان عوام کی اکثریت مانتی ہے کہ اہل پاکستان نے افغان بھائیوں پر وارد ہونے والے کٹھن مصائب اور مشکل ترین حالات میں کل ان کے لئے اپنے دیدہ ودل فرشِ راہ کئے تھے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ہزاروں افغان خاندان پاکستان کے مختلف شہروں میں آج بھی امن وسکون کے ساتھ اپنی زندگیوں کے شب وروز بسر کررہے ہیں، ملی اخوت و محبتوں کا یہی وہ انمٹ اور ناقابل تسخیر رشتہ ہے جس ملی رشتہ میں آج تک بھارت اپنی سی لاکھ مذموم کوششوں کے باوجود کوئی دراڑ ڈال نہ سکا، اپنے تئیں بھارتی خفیہ ایجنسی را نے لائق نفریں سازشیں تو بہت کی ہیں لیکن ناکامی ہمیشہ اس کے مقدر میں رہی۔

جناب ضیاء الرحمٰن ضیاء
کالم نگار روزنامہ ''جناح'' لاہور

جید عالم، اعتدال پسند رہنما

- ...... یہ وہی طالبان ہیں جنہیں خود امریکہ نے مجاہدین کا لقب دیا تھا
- ...... مولانا شہیدؒ میں بھی حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا
- ...... آپ کی شہادت یقیناً ملک کیلئے بڑے سانحے سے کم نہیں ہے
- ...... مولانا تنازعات سے الگ رہتے اور معتدل نظریات کے حامی تھے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک بزرگ اور جید عالم دین تھے، ملکی سیاست میں بھی ان کا نہایت اہم کردار رہا ہے، وہ پاکستان کی اہم سیاسی شخصیات میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کی دینی، تدریسی اور جہادی خدمات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہیں، ان کا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ وطن عزیز کا بہت اہم جامعہ ہے، جس میں بہترین دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جہادی ترغیب بھی دی جاتی رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ''بابائے طالبان'' یا ''طالبان کا استاذ'' کہا جاتا تھا کیونکہ افغان مجاہدین اور طالبان کے اہم سربراہان انہی کے مدرسہ سے فارغ التحصیل تھے اور افغانستان میں مجاہدین کی بڑی تعداد اسی مدرسہ سے پڑھی ہوئی تھی جو اپنے وطن کی آزادی کے لیے پہلے دس سال روس کے خلاف برسرپیکار رہی اور اب وہ امریکہ کے خلاف اس کے مذموم مقاصد کے سامنے دیوار بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہی طالبان ہیں جنہیں خود امریکہ نے مجاہدین کا لقب دیا تھا جب یہ لوگ روس کے خلاف مصروف جہاد تھے مگر جب ان مجاہدین نے امریکہ کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا تو امریکہ نے انہیں ''دہشت گرد'' قرار دے دیا، چونکہ ان کا مدرسہ حقانیہ سے گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے بہت سے لوگ جو دین اور جہاد

سے بیزار ہیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بھی شدت پسند قرار دیتے ہیں، حالانکہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک محبّ وطن پاکستانی تھے اور وہ خود یا ان کے مدرسہ سے فارغ التحصیل کوئی بھی شخص مسلمانوں، پاکستان یا کسی بے گناہ کے خلاف کسی کاروائی میں ملوث نہیں پایا گیا انہیں فقط جہاد افغانستان میں امریکہ کے خلاف برسر پیکار ہونے کی وجہ سے دہشت گرد وشدت پسند کہا جاتا رہا۔

آپ ۱۹۳۷ء کو مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے گھر میں پیدا ہوئے جن کا شمار تحریک آزادی کے بڑے رہنماؤں میں ہوتا تھا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ میں بھی حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ حقانیہ کا انتظام و انصرام کئی دہائیوں تک بہت احسن طریقے سے چلایا اور اس مدرسہ کو ملک کی نامور دینی درسگاہ کا درجہ دلایا۔ اس مدرسہ میں ملک بھر کے دور دراز علاقوں سے طلباء دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں یہی نہیں بلکہ بیرون ممالک بالخصوص افغانستان سے بھی طلباء دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے اس مدرسہ میں آتے رہے، آپ ایک اعتدال پسند مذہبی رہنما تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ ملک کے تمام مذہبی اور سیاسی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ لوگ جو آپ سے سیاسی اختلاف رکھتے تھے وہ بھی آپ کے عقیدت مند تھے کیونکہ مولانا تنازعات سے دور رہنے کو ترجیح دیتے تھے اور وہ اعتدال پسند نظریات کے حامی تھے۔

آپ کی شہادت یقیناً ملک کے لیے بڑے سانحے سے کم نہیں ہے، آپ کی شہادت کی خبر ملک بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور ہر شخص غمزدہ ہوگیا آپ کے سیاسی حلیف وحریف تمام افراد نے اس واقعہ پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور آپ کے قتل کی شدید الفاظ میں مذمت کی، اس واقعہ نے بہت سے سوالات کو جنم دیا اور اہم شخصیات کی سیکورٹی کے متعلق عوام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اب یہ سیکورٹی اداروں کے لیے چیلنج ہے کہ وہ کتنی جلدی قاتلوں کا تعین کرکے ان کی گرفتاری کو ممکن بناتے ہیں، علماء اور عوام کی بھی شدید خواہش ہے کہ ان کے قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور علمائے کرام کی سیکورٹی سخت کی جائے۔

اللہ رب العزت مولانا کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

جناب نوید جان
کالم نگار روزنامہ ''۹۲ نیوز''

ایک عالمگیر شخصیت

ضلع نوشہرہ کی یہ ہمیشہ سے خوش قسمتی رہی ہے کہ ہر دور میں یہاں نابغہ شخصیات نے جنم لیا جنہوں نے نہ صرف ملکی سطح پر بھی سیاست، مذہب، ادب، ثقافت، کھیلوں سمیت ہر شعبہ زندگی میں نام کمایا جن میں ایک شیخ القرآن والحدیث مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ بھی شامل ہیں جو اعلیٰ پائے کے سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز مذہبی سکالر بھی تھے جن کا ملکی سیاست میں ہمیشہ اہم کردار رہا، اس کے علاوہ ان کو افغان جہاد کے حوالے سے بھی کافی شہرت حاصل ہوئی کیونکہ ان کے مدرسے میں پڑھنے والے اکثر طلبہ نے افغان جہاد میں حصہ لیا، جس میں طالبان کے سابق امیر المؤمنین ملا عمرؒ بھی شامل تھے، اگر دیکھا جائے تو پاکستان کی ساری سیاسی، مذہبی، معتدل اور روشن خیال جماعتوں کے قائدین ان کا دل وجان سے احترام کرتے۔

ریاستی اداروں سمیت کئی عالمی فیصلوں میں ان کی اہمیت مسلم تھی، مسند تدریس، تصنیف وتالیف، جہادی قوتوں کی سرپرستی، پاکستان میں امن کی بحالی، افغانستان میں غیر ملکی تسلط کے ساتھ نبرد آزما طالبان کی پشت پناہی، کشمیر، فلسطین، شام اور دیگر ممالک میں جاری آزادی کی تحریکوں کی حمایت اور پاکستان میں لبرل سیکولر طبقوں کا مقابلہ کرنے کیلئے مولانا صاحبؒ ہمیشہ کمربستہ رہے، وہ اس صدی کی ہمہ جہت شخصیت قرار دیئے جاسکتے ہیں۔مولانا کی شہادت کے دوسرے تیسرے دن اس حوالے سے دارالعلوم حقانیہ، جمعیت علماء اسلام (س) کی مجلس شوریٰ اور خاندان کی جانب سے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت پر بڑا مؤثر بیان جاری ہوا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک بین الاقوامی اور عالمگیر شخصیت تھے، وہ خاندانی دشمنی یا عداوتی جھگڑوں کی وجہ سے شہید نہیں ہوئے بلکہ انہیں عالمی قوتوں اور پڑوسی ممالک نے شہید کیا ہے، آپ نہ صرف ایک بہت بڑے تعلیمی ادارے کے مہتمم اور سیاسی جماعت کے امیر تھے بلکہ اس وقت ساری دنیا میں اسلامی بیداری اور انقلابی تحریکوں کے سرپرست اور پشتیبان تھے، خصوصاً جہاد افغانستان کے تمام ادوار اور خصوصاً مجاہدین لیڈروں کی آپس کی چپقلش مٹانے، صلح جوئی میں نمایاں کردار ادا کیا۔اسی طرح تحریک طالبان کے سیاسی اوراخلاقی لحاظ سے پرزور حامی رہے، اسی لئے مغربی دنیا اور افغان حکومت انہیں ''فادر آف طالبان'' کے لقب سے

یاد کیا کرتے تھے، جب کہ انہوں نے تمام عمر قیام امن، صلح اور افغانستان کے متحارب گروپوں کے درمیان مذاکرات کی بھرپور کوشش کی تھی، اسی طرح پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے میں مؤثر کردار ادا کیا، سیاسی لحاظ سے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اپنے والد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ساتھ سرگرم عمل رہے، آپ نے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی ہمیشہ کھل کر مخالفت اور تعمیری تنقید جاری رکھی، اسی کے ساتھ آئین میں اسلامی ترامیم ودفعات کو شامل کیا اور دستور سازی میں کردار ادا کیا، اس ہمہ گیر شخصیت، نڈر رہنما کی پوری زندگی جہد مسلسل اور اعلائے کلمۃ الحق میں گزری۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ عرصہ سے افغانستان صلح کیلئے مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ رابطے میں تھا لیکن مولانا سے مذاکرات کیلئے حامی بھرنے کے ساتھ ساتھ اپنے پرانے موقف پر ڈٹے رہے اور یکم اکتوبر ۲۰۱۸ء کو افغان سرکاری وفد سے دوبارہ اپنے تحفظات کا کھل کر اظہار کیا، جس میں ناکامی کے بعد افغان حکومت اور وہاں کا میڈیا دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحقؒ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرتا رہا، اس سانحہ کے فوراً بعد پورے عالم اسلام میں دکھ اور غم کی لہر دوڑ گئی تھی لیکن افغانستان وہندوستان کے اکثر وبیشتر چینل اور خصوصاً سوشل میڈیا پر مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر سڑکوں پہ جشن منایا گیا اور مٹھائیاں بانٹی گئیں، مولانا سمیع الحق کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی اور عناد نہیں تھا، مدرسہ حقانیہ سے لیکر جمعیت علماء اسلام تک، ''دفاع پاکستان کونسل'' سے لیکر دیگر اسلامی تحاریک تک، خاندان سے لیکر اہل علاقہ تک سب سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے، سیاست میں حصہ لینے کے باوجود اپنی اعلیٰ ظرفی اور خلاقی اقدار کی وجہ سے تمام طبقات میں یکساں محبوب ومقبول رہے، مولانا صاحبؒ پر جس بہیمانہ اور سفاکانہ انداز سے حملہ کیا گیا وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ ملک کے کچھ عناصر اور اداروں کی جانب سے اپنی نااہلی کو چھپانے کیلئے اس قتل کو فروعی اختلافات یا ذاتی دشمنی کا شاخسانہ قرار دینے کی بھونڈی کوشش کی تاکہ اصل حقائق اور سازشوں پر پردہ ڈالا جائے، حقیقت میں مولانا کی شہادت کو گروہی یا ذاتی تنازع کا نام دینا بے بنیاد بیانات ہیں، ہزاروں لوگ، ان کی جماعت، دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حقانی سمیت اس پر شاہد ہیں، ان کی شہادت کوئی اندرونی مسئلہ نہیں بلکہ افغانستان اور انڈیا بیرونی عناصر کی سازشیں اس میں بہت حد تک شامل ہیں لہٰذا ملک کے تمام مقتدر حلقوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ فوراً مولانا کے اصل قاتلوں کو پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ تادم تحریر مولاناؒ کی شہادت کے حوالے سے کوئی اہم پیش رفت نہیں ہوئی اگر دیکھا جائے تو مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت عالم اسلام کا بڑا سانحہ ہے اور حکومت کے تحقیقاتی اداروں کیلئے مولانا کے قاتلوں کو گرفتار کرنے اور اس سازش کو بے نقاب کرنے کا چیلنج درپیش ہے۔

انجینئر افتخار چودھری
ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات پی ٹی آئی

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

انتہائی افسوسناک خبر کہ مولانا سمیع الحق کو شہیدؒ کر دیا گیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ تا دیر اسلامیان عالم کے دلوں میں زندہ رہیں گے، شاید ڈومور کا مطالبہ کرنے والوں نے خود ہی وہ کچھ کر لیا جو وہ پاکستان سے چاہتے تھے، وہ تو انہیں حقانی نیٹ ورک کا سربراہ بھی سمجھتے تھے، یاد رکھیے! اس قتل میں ایک ویب سائٹ کے مطابق را اور سی آئی اے شامل ہیں، دنیا بھر میں وہ ایسے واقعات کرتے رہتے ہیں۔

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کا جائزہ لیا جائے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس کے پیچھے کوئی پوشیدہ طاقت ہے، یہ غیر مرئی طاقتیں آپ کے ساتھ ہاتھ کر جاتی ہیں اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا، پاکستان کے عوام تو اب تک لیاقت علی خان، بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، انہیں بھی اسی لسٹ کا شہید سمجھیں، مولانا سمیع الحقؒ کسی گنجان آبادی والے گھر میں نہیں مارے گئے، اسلام آباد سے جڑے شہر جس میں لیاقت علی خان، بے نظیر بھٹو شہید ہوئیں۔ کسی ڈھوک کھبہ ریلوے کالونی میں نہیں راولپنڈی کے انتہائی پوش علاقے میں ان کی جان لی گئی جو محفوظ ترین سمجھا جاتا ہے۔ جہاں ٹیکسی داخل نہیں ہوسکتی داخلے اور خروج پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔ راولپنڈی میں علم کے سمندر کا قتل ہوا۔ اب دیکھتے ہیں ہماری ایجنسیاں مجرموں کا کہاں تک پیچھا کرتی ہیں؟ مجھے تو ڈر ہے اسامہ بن لادن کی طرح یہ کوئی آپریشن تھا؟ ڈر کیوں نہ ہو جہاں سے عافیہ صدیقی، ایمل کانسی اٹھا لئے گئے ہوں وہاں یہ واقعہ ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ ایسے میں جب ایک ہنگامہ بپا ہو پوری قوم رضوی دھرنے میں مگن تھی ایسے میں دشمنان پاکستان ہی یہ وار کر سکتے ہیں۔ جامعہ حقانیہ کے مہتمم کہ جس مدرسے کی مالی امداد کرنے پر لبرل طبقے کو شدید اختلاف تھا آج کسی ظالم جہنمی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی
شب کی سنگین سیاہی کو مبارک کہہ دو

آسیہ کیس پر ان کا موقف خادم رضوی سے زیادہ شدید تھا، وہ لگی لپٹی کے بغیر اپنا موقف

بیان کرتے تھے،مولانا سمیع الحقؒ ایک شہید وفا ہیں، انہوں نے ساری زندگی اللہ اوراس کے پیارے رسول سے وفا کی،مولانا سمیع الحقؒ نے حق پرست علماء کی طرح زندگی کے آخری ایام حرمت رسول پر قربان کیے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ بڑے دھیمے لہجے کے مقرر تھے لیکن وہ آسیہ کیس پر آتش فشاں بنے ،انہوں نے کہا آسیہ کی بریت کی حمایت کسی صورت نہیں کی جاسکتی اس حرافہ اور ملعونہ کو ایک سازش کے تحت اس موقع پر رہا کیا گیا جب عمران خان کی حکومت پر پے در پے حملے ہورہے تھے۔ان کی آخری تقریر سنئے! ان کی جانب سے اٹھائے گئے سوال اپنی جگہ وزن رکھتے ہیں۔قوم اس وقت شدید بحرانی دور سے گزر رہی ہے،وزیراعظم اس قوم کے معاشی سمندر میں ڈانواں ڈول کشتی کو نکالنے کیلئے ہاتھ پاؤں ماررہے ہیں ایسے میں دشمنان پاکستان نے پاکستان پر حملہ کردیا ہے۔ پی ٹی آئی کے ذمہ داران کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا پر چلنے والے پیجز کی بڑی تعداد دشمن ملک سے چل رہے ہیں۔لگتا ہے پی ٹی آئی کی حکومت کے خلاف کوئی سازش کی جارہی ہے آپ کسی پولیس آفیسر کونہیں بدل سکتے آپ یہ نہیں کرسکتے وہ نہیں کر سکتے گویا نتیجہ بھی دو مگر بندھے ہاتھوں کے ساتھ۔

سوچئے! یہ سب کیوں ہوا؟ اس کے پیچھے کون سرگرم عمل ہے؟ ہم نے کہاں غلطی کی؟ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہمارا موقف یہ ہوتا کہ عدالتیں آزاد ہیں ہم کس کھیت کی مولی ہیں جو ججوں کو روک سکیں ہم تو ایک آئی جی کونہیں بدل سکتے، ایک سی سی پی او بدلنا ہمارے بس میں نہیں ہے تو ہم آسیہ ملعونہ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ میرے خیال میں آج لبرل طبقہ جیت گیا ہے آج وہ لوگ جیت گئے جو اس ملک کو مادر پدر آزاد دیکھنا چاہتے ہیں، مجھے تو لگتا ہے ان کی شہادت کا فیصلہ زمینی خداؤں نے کیا ہے جو اسے افغانستان میں نہیں مار سکے وہ یہاں مار گئے پنڈی میں،ایک اور نامور عالم دین کی شہادت ہوگئی اور تو شاید کچھ نہیں مگر ہم نے ایک باوفا شہید پایا،حق مغفرت کرے مگر یاد رکھئے! ان کی شہادت سے بھڑکنے والی آگ اب پورے خطے کو لپیٹ میں لے گی۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

جناب محمد انیس الرحمٰن

کالم نگار ہفت روزہ ''ندائے ملت''

مولانا سمیع الحقؒ کی مظلومانہ شہادت کے مضمرات

مولانا سمیع الحقؒ کا قتل سامراجی قوتوں کی طرف سے افغان طالبان کے حمایتی حلقوں کیلئے پیغام ہے، آٹھ دہائیوں پر مشتمل مولانا کی عملی زندگی سے واقف حلقے اس بات کو جانتے ہیں کہ ان کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کے بعد شکوک وشبہات کی انگلیاں ان بین الاقوامی قوتوں کی جانب اٹھتی ہیں جو افغنستان میں افغان طالبان کے ہاتھوں برسوں سے اپنے زخم چاٹ رہے ہیں، لازمی بات ہے کہ اس میں امریکہ اور امریکہ نواز کابل انتظامیہ سرفہرست ہے، یہ بھی خیال کیا جا رہا ہے کہ کچھ عرصہ قبل افغان طالبان کے ایک حملے میں افغان فوج کا ایک اہم کمانڈر عبدالرزاق کچھ امریکی اور افغان فوجیوں کے ہمراہ مارا گیا تھا تو یہ اس کا ردعمل ہوسکتا ہے کیونکہ مولانا سمیع الحقؒ کو ایک دنیا افغان طالبان کے استاد کے طور پر زیادہ جانتی ہے، اس کے علاوہ کچھ عرصہ قبل کابل انتظامیہ نے امریکی آشیر باد سے مولانا کے در پر حاضری دی تھی کہ کسی طرح سے افغان طالبان کی قیادت کو براہ راست مذاکرات کیلئے راضی کیا جائے! لیکن اس معاملے میں مولانا نے پڑنے سے انکار کر دیا ان کا کہنا تھا کہ میرے کمزور کندھے اب اس ذمہ داری کے متحمل نہیں ہو سکتے لیکن دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ ملا عمرؒ کے بعد سے جو بھی افغان طالبان لیڈرشپ سامنے آئی ہے ان کے نزدیک مولانا سمیع الحقؒ کی بہت عزت تو تھی لیکن افغانستان کے اندرونی معاملات میں وہ اپنے فیصلے خود کرتے تھے یہی صورتحال تا حال جاری ہے جبکہ خود مولانا کا افغانستان کے حوالے سے وہی موقف تھا جو افغان طالبان کی لیڈرشپ کا تھا کہ پہلے افغانستان سے تمام خارجی عسکری قوتیں نکلیں، اس کے بعد مذاکرات کیے جائیں گے۔ اس لیے ان کا یہ موقف بھی امریکہ اور کابل انتظامیہ کیلئے تکلیف دہ تھا، اس پر نیٹو کے اجلاس میں افغان طالبان نے جو کاروائی کی تھی اس نے امریکہ اور کابل انتظامیہ کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا، اس لیے ممکن ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کا قتل ان قوتوں کی جانب سے افغان طالبان کے حمایتی حلقوں کے لیے پیغام ہو لیکن افغانستان کے اندر کے حالات یہ بتاتے ہیں کہ امریکہ اور افغان انتظامیہ یا ان کے علاقائی اتحادی کچھ بھی کرلیں معاملات کا اونٹ کسی کروٹ نہیں بیٹھ سکتا بلکہ وہ کبھی نہ ہوگا جو امریکہ یا اشرف غنی انتظامیہ چاہتی ہے۔ وطن عزیز جو پہلے ہی معاشی گراوٹ کا شکار ہے، ایسی صورتحال میں ملک میں کسی بھی قسم کا انتشار یا تصادم ملک اور قوم کے حق میں نہیں ہے۔

جناب نعیم مصطفیٰ
کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ایک عالمی سازش

یہ کس قدر بدنصیبی کی بات ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کی تاریخ اہم شخصیات کے بہیمانہ قتل سے بھری پڑی ہے کبھی ملک کا منتخب وزیر اعظیم شہید ہوتا ہے تو کبھی کسی سیاسی جماعت کے سربراہ کو دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے، دہشت گردی کی آگ کس کس کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے، یہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں لیکن نہ جانے کون کون ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہونے والا ہے، اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر سانحات کے مجرم اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

لیکن کئی واقعات اب بھی سربستہ راز بنے ہوئے ہیں اور ہم سالہا سال گزر جانے کے باوجود اس تانے بانے کو جاننے میں کامیاب نہیں ہو سکے جو پاکستان کی اہم شخصیات کو منظر عام سے ہٹانے کا باعث بنتے رہے، ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کی شہادت کی اطلاع ملتی رہی لیکن اکثر اوقات پہلے کے ذمہ داران قانون کی گرفت میں آئے اور نہ دوسرے تیسرے کے، کئی بار تو ایسا ہوا کہ ہم نے اصلی مجرموں کو بچانے کی خاطر بے بنیاد کہانی گھڑ کر بے قصوروں کو مستوجب سزا قرار دیا، تازہ ترین سانحہ جمعیت علماء اسلام (س) اور دفاع پاکستان کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ہے جس پر جتنا غم وغصہ ظاہر کیا جائے یا جن الفاظ میں بھی اس کی مذمت کی جائے، کم ہے۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا سمیع الحقؒ ایک جید عالم دین اور عالمگیر شہرت کے حامل تھے، اہم بات یہ ہے کہ مولانا کی شہادت کیلئے جس وقت کا انتخاب کیا گیا وہ بڑا نازک اور پاکستان یا اہل پاکستان کیلئے نہایت اہمیت کا حامل تھا، ملک بھر میں اس روز توہین رسالتؐ کی ملزمہ یا مجرمہ آسیہ ملعونہ کی عدالت عظمٰی سے بری ہونے کے خلاف مذہبی جماعتیں سراپا احتجاج تھیں، بعض مقامات پر مظاہرین کا احتجاج پر تشدد بھی ہو چکا تھا، جبکہ حکومتی ٹیمیں ان کے ساتھ مذاکرات بھی کر رہی تھیں خود

مولانا بھی ''دفاع پاکستان کونسل'' کے پلیٹ فارم سے احتجاج کی کال دے چکے تھے، عدالتی فیصلے کے بعد مولانا سمیع الحقؒ نے پہلے اکوڑہ خٹک اور پھر وفاقی دارالحکومت میں آسیہ ملعونہ کی رہائی کو جس انداز سے ہدف تنقید بنایا تھا وہ بھی ایک اہم نکتہ بن کر سامنے آیا ہے، اس حوالے سے بحریہ ٹاؤن راولپنڈی کی جائے وقوعہ پر پہنچنے والے خفیہ اداروں کے افسروں نے جو تفصیلات اکٹھی کیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوئے اور خفیہ ایجنسیوں کے تفتیشی افسران کے بقول یہ واقعہ توہین رسالتؐ کی ملزمہ آسیہ کی رہائی پر ہونے والے ردعمل کا جواب یا شاخسانہ ہوسکتا ہے، تاہم یہ امر بھی تفتیش کا اہم نکتہ ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ امریکہ کے ساتھ طالبان کے مذاکرات کیلئے ایک عرصے سے سہولت کار کا کردار ادا کر رہے تھے، اس تناظر میں ان کے قتل کو عالمی سازش کے طور پر بھی دیکھا جارہا ہے۔

ایک تفتیشی افسر کا خیال تھا کہ اس امر کا غالب امکان ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ آسیہ کیس کے تسلسل میں جاری احتجاج کے نتیجے میں شہید کئے گئے ہیں کیونکہ ان کی شہادت کے صرف دو یا اڑھائی گھنٹے کے درمیان مظاہرین اور حکومت میں معاملات طے پاگئے، اسے حسن اتفاق کہا جائے یا کچھ اور؟ اسے جو بھی نام دیں لیکن مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پاکستان کے مذہبی وسیاسی اور معاشرتی حلقوں کیلئے ایک بہت بڑا نقصان اور صدمہ ہے، ان کا خلاء تادیر پُر نہیں کیا جاسکتا، شہید کی نماز جنازہ میں ہر طبقہ فکر اور شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے جتنی بڑی تعداد میں شرکت کی اس سے ان کی مقبولیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے مقدمہ قتل کے ہر پہلو کو سامنے رکھ کر نہایت باریک بینی سے تفتیش کی جانی چاہئے اور پس پردہ تمام حقائق وسازشوں کو منظر عام پر لاکر قوم کو اعتماد میں بھی لیا جائے، اول تو یہ کہ یہ ایک بڑے عالم دین کے اندوہناک قتل کا معاملہ اور دوسرا مذہبی جماعتوں کے احتجاج کے دوران وقوع پذیر ہوا ہے اس لئے اس کی اہمیت مزید دوبالا ہو جاتی ہے اس لئے بھی یہ کیس منفرد اور جدید انداز میں کی جانے والی تفتیش کا متقاضی ہے، پاکستان اور افغانستان سمیت دنیا بھر میں مولانا کی شہادت پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا گیا ہے اور ہر سطح پر مطالبہ کیا جارہا ہے کہ اس سانحے کے پس پردہ حقائق اور اصل سازش سے پردہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔

جناب سید فواد علی شاہ
کالم نگار روزنامہ ''اسلام''

ایک قدآور علمی شخصیت کی شہادت

وطن عزیز میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ جیسی قدآور علمی شخصیت کو جس بیدردی سے قتل کیا گیا اس پر ہر آنکھ اشکبار اور ہر انسان پریشان اور رنجیدہ ہے، آپ متعدد خوبیوں کے مالک تھے، آپ نہایت نرم خو، ملنسار، مہمان نواز، صلح پسند، متواضع اور منکسر المزاج انسان تھے، نہایت علم دوست اور کتاب دوست انسان تھے، ''دفاع پاکستان کونسل'' میں ان کے ساتھ وہی لوگ تھے جو قومی سلامتی ودفاع کے بارے میں حساسیت رکھتے تھے، مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر سخت وقت کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے تحریک انصاف کے ذریعے مغرب سے بھی صلح کا ہاتھ بڑھایا اور کوشش کی کہ مسلمانوں پر کوئی سخت وقت نہ آئے، اس لئے کہ مسلمان اس وقت کمزور ہیں، مدارس کی اصلاح وقت کی اہم ضرورت اور عصرِ حاضر کا تقاضا ہے وہ دراصل اسلئے بھی تیار تھے کہ تحریک طالبان کے ساتھ بھی امن مذاکرات کیلئے کوشاں رہا جائے اور امریکہ وطالبان کے درمیان بھی چند شرائط کے ساتھ صلح کے خواہاں تھے، ایسے دردمند شخص کو ایسی بیدردی سے قتل کرنا شدید ظلم اور سفاکی کی انتہا ہے۔

میرے تجزیے سے قبل یہ بھی دیکھیں کہ مولانا کی شہادت کے فوراً بعد ''تحریک لبیک'' کی احتجاجی تحریک ختم کردی گئی، اس پر تو میں کسی اور کالم میں تفصیلی روشنی ڈالوں گا کہ یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ اور اس کے پیچھے محرکات کیا تھے؟ مگر ابھی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کو چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے کہ خیبر پختونخواہ پولیس کی طرف سے بعض اہم علماء کو خطرے کے خطوط بھیجے گئے، یہ امریکی، برطانوی اور قادیانی سازش ہے کہ پاکستان میں علماء کے کردار کو ختم کیا جائے اسلئے انہیں ماردیا جائے، یہ ایک بڑی عالمی سازش ہے۔

جناب یاسر محمود آرائیں
کالم نگار روزنامہ ''اسلام''

خوش مزاج وخوش گفتار شخصیت کی شہادت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے سپریم کورٹ کی طرف سے ملعونہ آسیہ کی رہائی کی مخالفت کرتے ہوئے اس فیصلے پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ ملک کے عوام اس فیصلے کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔اس دوران وہ خود دہشت اور سفاکیت کا نشانہ بن کر شہادت کا رتبہ پا گئے۔کسی بھی مہذب معاشرے میں اختلاف، دلیل اور مباحثہ کی آزادی ہونا ہر شہری کا بنیادی حق ہونا چاہیے، مولانا ایک دینی سیاسی جماعت کے سربراہ تھے، ملک کے ایک بڑے مدرسے کے مہتمم تھے اور مستند عالم دین مانے جاتے تھے، وہ تین مرتبہ سینیٹ کے رکن بھی منتخب ہوئے اور۸۲ برس کی عمر تک پہنچنے کے باوجود اب بھی ملکی سیاست میں متحرک تھے، ان پر زندگی بھر الزام لگے کہ یہ ''طالبان کا باپ'' اور ''دہشت گردی'' کا پرچار کرنے والا تک کہا گیا مگر آج تک ان سے منسوب ماورائے آئین و قانون حرکت یا ریاست کے مفاد کے منافی سرگرمی ثابت نہیں کی جاسکی، اس میں شبہ نہیں کہ افغان مجاہدین اور طالبان افغانستان میں سے بیشتر انکے مدرسہ سے فارغ التحصیل تھے مگر اسمیں بھی کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں وقوع پذیر ہونے والی پر تشدد کارروائیوں میں افغان طالبان یا مولانا کے شاگردوں کا کبھی دخل نہیں رہا۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا صاحب بنیادی طور پر سخت نظریات کے حامل تھے مگر ''سخت موقف'' کے باوجود وہ کبھی کسی فرقہ وارانہ تنازعے یا جھگڑے میں ملوث نہیں رہے۔ان کو قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ نہایت خوش مزاج اور خوش گفتار شخصیت تھے۔جن میں مخالف نقطۂ نظر کو برداشت کرنے اور اختلاف رائے کا جواب دلیل سے دینے کا حوصلہ موجود تھا۔وہ صحافیوں کے تلخ ترین سوالات اور اپنے بارے میں متعصب رویے کے باوجود بعض دیگر مذہبی و سیاسی رہنماؤں کی مانند کبھی بدمزہ نہیں ہوئے۔اس لیے یہ قیاس کرنا بہت مشکل ہے ان کی شہادت ذاتی دشمنی یا فرقہ وارانہ دہشت گردی کا شاخسانہ ہوسکتا ہے۔۸۲سالہ معمر مولانا سمیع الحقؒ کو جس شخص نے بھی چاقو کے

وار کر کے شہید کیا ہے، اس کی سفا کی وشقاوت اور اس کے پس پردہ عناصر کی سنگدلی اور شدت پسندی سے انکار ممکن نہیں لیکن اس سفاکیت کے پس پردہ کون تھا اور کیا محرکات تھے؟ یہ تحقیقات کے بعد ہی اندازہ ہوگا، مگر غالب امکان یہی ہے کہ ایک غیر متنازع بزرگ عالم دین کی شہادت میں غیر ملکی عناصر کا ملوث ہونا خارج از امکان نہیں ہوسکتا۔ مولانا کی شہادت کے بعد میری ان کے بھتیجے اور داماد مولانا عرفان الحق صاحب سے بات ہوئی تو ان کا بھی یہی کہنا تھا مولانا صاحب کی کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی لہٰذا ان کی شہادت میں بیرونی ہاتھ ملوث ہونے کی تحقیقات لازم ہیں۔

گزشتہ سترہ سال کے دوران افغان حکومت خود اور ایسے تمام افراد کی مدد سے طالبان کے ساتھ مذاکرات کی کوشش کرتی رہی جوان پر اثر ورسوخ رکھتے تھے لیکن طالبان افغان حکومت کو کٹھ پتلی قرار دے کر اس کے ساتھ مذاکرات کرنے سے انکار کرتے رہے۔ مولانا سمیع الحقؒ بھی ایسے افراد میں شامل تھے اور ان کا اول روز سے موقف یہ تھا کہ غیر ملکی افواج کی افغانستان میں موجودگی مسئلے کی اصل وجہ ہے اور جب تک قابض افواج نکل نہیں جاتیں، اس مسئلے کا کوئی دیرپا حل نہیں ہوسکتا۔ اب امریکا طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات پر آمادہ ہوگیا تھا لیکن اس عمل سے اس بار امریکا نے افغان حکومت کو باہر رکھا ہوا تھا۔ افغان حکومت کا خیال ہوسکتا ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں امریکا اور طالبان کے براہ راست مذاکرات سے اس کی وقعت اور حیثیت متاثر ہوسکتی ہے۔

ماضی میں مری مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے ملا عمرؒ کی وفات کی خبر چلائی گئی تھی۔ انہیں صفحات پر میں کچھ عرصہ قبل سکیورٹی سے متعلق انتہائی ذمہ دار ذرائع کے حوالے سے یہ خبر دے چکا ہوں کہ پاکستان میں تین سے چار ہزار کے درمیان ایسے خطرناک ومشکوک افراد اور عناصر موجود ہیں جو افغان اور امریکی حکومت کے مکمل کنٹرول میں ہیں اور کسی بھی ممکنہ واردات میں سہولت کار کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس حقیقت سے بھی ہر کوئی باخبر ہے کہ خود امریکی اسٹیبلشمنٹ کے علاوہ خطے کی بہت سی طاقتوں کی بھی دیرینہ خواہش ہے کہ امریکی موجودگی افغان سرزمین پر برقرار رہے لہٰذا مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی تحقیق اس زاویے پر بھی ہونا ضروری ہے کہ کہیں ایسے ہی عناصر کو کسی نے حالیہ مذاکرات کو خراب کرنے کی کوشش کے طور پر استعمال نہ کیا ہو۔

مولانا رضوان اللہ پشاوری
کالم نگار روزنامہ ''آئین''

ایک محبّ وطن عالم دین

- ...... امریکی سفیر کو مولانا شہید کا دوٹوک جواب
- ...... حق بات دوسروں تک پہنچانا حق کی پہچان ہے
- ...... مولانا شہیدؒ ملنسار، متواضع اور مہمان نواز
- ...... جید مدرس، مدبر سیاستدان اور محبّ وطن

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی مکمل سوانح مولانا عبدالقیوم حقانی نے ''حیات وخدمات'' کے عنوان سے دو جلدوں میں لکھی ہے، جس میں انہوں نے مولانا شہیدؒ کی حیات وخدمات، سیرت و کردار، اوصاف وکمالات، جدوجہد وکارنامے اور ان کی زندگی کے ہر گوشے اور پہلو پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہی وہ واحد ممتاز شخصیت ہیں جن کو افغان طالبان اپنا ولی اور اپنا سرپرست سمجھتے تھے چونکہ ۲۰۱۳ء جولائی میں اسلام آباد میں تعینات امریکی سفیر نے اپنی ذاتی خواہش پر مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے گھر جاکر ان سے خصوصی تفصیلی ملاقات کی اور ان سے افغانستان کی سرزمین پر تبادلہ خیال کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان میں طالبان کی حکومت کا وقتی خاتمہ ہو چکا اور وہاں طالبان نے دوبارہ اپنے آپ کو منظّم کر کے افغانستان کی سرزمین سے امریکیوں اور نیٹو افواج کے خلاف اعلان جنگ کیا ہوا تھا، چونکہ افغانستان میں اس وقت امریکی سرپرستی میں نیٹو افواج افغانستان میں اتر چکی تھیں اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کھل کر بانگ دہل طالبان کی حمایت کر رہے تھے۔

امریکی سفیر کو مولانا شہیدؒ کا دوٹوک جواب

امریکی سفیر نے اپنی اس ملاقات میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے کہا کہ وہ افغانستان کو خوشحال

ملک بنانے کیلئے امریکا اورنیٹو افواج کی مدد کریں، امریکہ کو بخوبی علم تھا کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہی وہ واحدممتاز شخصیت ہیں جن کو طالبان اپنا ولی اوراپنا سرپرست سمجھتے ہیں اور یہ ایک درست بات بھی تھی، امریکی سفیر نے انتہائی مؤدبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے التماس کی تھی کہ ہمیں صرف ایک سال دیدیں ایک سال کے اندر اندر افغانستان کو دنیا کا خوشحال ترین ملک بنادیا جائیگا، یہ سن کر مولانا نے امریکیوں کو جو جواب دیا وہ شاید ہی کوئی دے سکتا ہے ،مولانا شہیدؒ نے دنیاوی حرص ولالچ سے ماورا ہوکر ٹھوس دلائل سے امریکی سفیر پر واضح کردیا کہ مسٹر ایمبیسڈر! افغانستان میں امریکہ نے اپنی افواج اتار کر تاریخ کی بہت بڑی غلطی کی ہے، وہاں آزادی کیلئے ایک جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک افغانستان کی سرزمین سے آخری غیرملکی سپاہی (چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو) واپس نہیں چلا جاتا۔

حق بات کوایمانداری سے دوسروں تک پہنچانا

حق کو پوری ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا حق کی پہچان کا ایک خاص امتیاز ہوتا ہے ،مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس اعتبار سے واقعی ایک جید حقیقی عالم دین تھے ،وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کے علمبردار تھے، انسانیت کی بقا اورتحفظ پر مکمل یقین رکھتے تھے۔

ملنسار متواضع اور مہمان نواز

حضرت شیخ شہیدؒ ایک ملنسار،متواضع اور خوب مہمان نواز آدمی تھے،ایک دفعہ حضرت شیخ شہیدؒ سے میری ملاقات انہی کے گھر ہوئی،ایک مجلس میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے آئے تھے،میرے ساتھ سفر کے اورساتھی بھی تھے۔جیسے ہی ہم داخل ہوگئے تو حضرت شیخ شہیدؒ کے پاس ایک جم غفیر بیٹھا ہوا تھا،حضرت شیخ شہیدؒان کے ساتھ باتوں میں مگن تھے،جب ہمیں دیکھا تو کھڑے ہوگئے اورہمیں سینے سے لگالیا، میں دل ہی دل میں حیران ہوا کہ یہ تو میری پہلی ملاقات ہے، جب ہم بیٹھ گئے تو اپنے بیٹے اسامہ کو کہا کہ انہیں چائے پلائیں ،مجلس سے فارغ ہونے کے بعدحضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمیں رخصت کرنے کے لیے دروازے تک آرہے تھے مگر ہم نے منع کیا، پھر بھی چند قدم آگے ہوگئے اور ہمیں رخصت کیا،حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دوفرزندان اُسامہ سمیع اور خذیمہ سمیع ہمارے ساتھ جامعہ عثمانیہ میں پڑھا کرتے تھے، پھر انہی کی وساطت سے کبھی کبھار حضرت شیخ سے ملنے آتے رہتے تھے۔

جید مدرس، مدبر سیاستدان

مولانا سیاسی میدان کیساتھ ساتھ درس وتدریس سے بھی منسلک تھے، حضرت شیخ شہیدؒ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جید مدرس بھی تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے سبق سمجھانے میں ید طولیٰ دیا تھا، خصوصا جب آپ بخاری شریف کی کتاب المغازی پڑھایا کرتے تھے تو سبق سمجھانے کے لیے ایسا نقشہ کھینچتے تھے کہ گویا اس وقت ہم میدان بدر اور میدان احد میں شریک ہیں۔ حضرت شیخ شہیدؒ ہر وقت شہادت کی تمنا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے شاگردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے شہادت دیدی مگر ہمیں ابھی تک شہادت نہیں ملی۔

محبّ وطن امن پسند

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ نے ہمیشہ اپنے عمل سے ثابت کیا تھا کہ وہ ایک محبّ وطن اور پر امن پاکستانی ہیں، انہوں نے ملک میں پر تشدد کارروائیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے ہمیشہ اس کی مذمت کی، انہوں نے پاکستان میں تحریک طالبان اور حکومت پاکستان کے درمیان مذاکرات کی ایک کوشش میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ جب بھی پاکستان کو طالبان کے ساتھ مذاکرات کی ضرورت ہوتی تو اس میں حضرت شیخ سرفہرست ہوا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے کلاس میں واقعہ سُنایا کہ امیر المجاہدین ملا محمد عمر رحمہ اللہ اور اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے درمیان سیاسی امور پر ناچاقی پیدا ہوگئی تھی تو اُسامہ بن لادنؒ نے مجھے وہاں بلایا، میں وہاں گیا میرے ساتھ بیٹا بھی تھا، وہاں جاکر دونوں میں صلح کرا لی اور رات کے وقت اُسامہ بن لادن نے میرے کمرے کے باہر پہرہ بھی دیا، صبح مجھے معلوم ہوا تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟ اُسامہ بن لادنؒ نے جواب میں کہا کہ اسے میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں اور یوں پھر دوسرے دن ہم وہاں سے واپس وطن پہنچ گئے۔

حضرت سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے ساتھ مملکت خداداد پاکستان بھی ان جیسی ہستیوں سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت کی خوشیاں نصیب فرمائے (آمین)

جناب وقار گیلانی
کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت، ایک ناگہانی صدمہ

آسیہ ملعونہ کیس میں سپریم کورٹ کی طرف سے دیئے گئے فیصلے کے بعد راولپنڈی میں مولانا سمیع الحقؒ کے بہیمانہ قتل نے وطن عزیز پر چھائے خدشات اور اندیشوں کے بادلوں کو اور بھی گہرا کر دیا ہے، ملک کی موجودہ سیاسی، معاشی اور امن عامہ کی صورت حال کو کسی طور پر تسلی بخش قرار نہیں دیا جاسکتا اور اب جبکہ موجودہ قیادت کی قائدانہ صلاحیتوں پر سوالات اٹھ رہے ہیں، عوام میں امید سے زیادہ یاس میں اضافہ ہورہا ہے، مولانا سمیع الحقؒ کے قتل کی تحقیقات میں ایک یہ پہلو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ وزیراعظم لیاقت علی خان، وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور اب مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت اور پھانسی کیلئے شہر راولپنڈی (جو کہ ایک اعلیٰ عسکری حیثیت سے جڑا ہوا ہے) کا انتخاب ہی کیوں کیا جاتا ہے؟ یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ مذکورہ بالا قدآور شخصیات میں سے کسی ایک کا تعلق بھی پنجاب سے نہ تھا، ہمیں انتہائی احتیاط اور غور وفکر کی ضرورت ہے کہ گمنام دشمن ہماری سیکورٹی کی دہلیز پر ہی ہم پر وار کیوں کرتا ہے اور کیوں کامیاب ہوجاتا ہے؟ ہمارے اندیشے ہمیں کہہ رہے ہیں کہ ہمارے دشمن مضبوط ہورہے ہیں مگر ہمارا یقین اور ایمان ہمیں یقین دلا رہا ہے کہ ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا، ہم سے امن، آزادی اور استحکام کی منزل کوئی نہیں چھین سکتا، ہم سب اور ہمارے پختون بھائی اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے افغانی شاگرد اور عقیدت مند جانتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہمیں ہرانے اور ہمیں نیچا دکھانے کی چالیں چلتا ہے مگر ہم نے تدبر، یکجہتی اور بھائی چارے سے اس کی ہر چال کو ناکام بنانا ہے، بے نظیر بھٹو کی شہادت کے فوری بعد آصف علی زرداری نے پاکستان کھپے کا نعرہ لگا کر دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا، اب بھی ایک ایسی ہی آواز کی ضرورت ہے جو دشمن کو ایک بار پھر باور کرادے کہ ہم ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔ ملکی حالات کے تناظر میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر بیدردانہ اور ظالمانہ حملہ جلتی آگ پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے اور یہ کام بدترین دشمن ہی کیا کرتے ہیں، اسلئے یہ نقطہ ہم سب کو سمجھنا ہے اور سمجھانا ہے کہ دشمن چاہتا ہے کہ ایک وار وہ کرے اور باقی وار جذباتی عوام خود اپنے لوگوں پر کریں، دشمن کا دیا ہوا زخم واپس دشمن کے جسم پر لگانا ہے، اپنے وجود پر نہیں۔ اللہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین، عقیدت مندوں، دوستوں اور شاگردوں کو صبر جمیل اور حوصلہ عطا فرمائے (آمین)

جناب عثمان مایار
بلاگر سوشل میڈیا

مولانا سمیع الحقؒ پر حملے کے پوشیدہ مقاصد

زندگی موت کی امانت ہے اور ہر ایک انسان کی سانس اس وقت تک ساتھ دے گی جتنی مقدر میں لکھی گئی ہے۔ زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہئے؟ یہ تو کلام پاک اور احادیث سے واضح ہے اور صوفی شاعر رحمان بابا نے اپنے کلام میں بہت ہی منظّم انداز میں ہمیں زندگی جینے کا مقصد سکھایا ہے، ان کے ایک شعر کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ ''کسی کی راہ میں کانٹے یا مشکلات پیدا نہ کرو، پتہ نہیں آپ کا بھی گزر اسی ہی راستے سے ہو'' خیر زندگی جینا ہر کسی کے اپنے دائرہ اختیار میں ہے چاہے تو دوسرے بنی نوع انسان کے لئے فرشتہ رحمت بن کر گزار دی جائے یا زحمت بن کر مگر بحیثیت مسلمان ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیاوی زندگی کا حساب کتاب بھی ایک نا ایک دِن ہر ایک کو ادا کرنا ہی ہے تو میں ذکر کر رہا ہوں ملک کی نامور شخصیت، دینی عالم اور مبلغ اسلام مولانا سمیع الحق مرحوم پر ہونے والے قاتلانہ حملے اور اِس حملے کے پیچھے پوشیدہ مقاصد کی۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے، اپنی شخصیت سے زیادہ وہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سرپرست کی حیثیت سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اسی مدرسے کو ہزاروں خادمین دین کو علم وحکمت کے خزانوں سے لبریز کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں اس مدرسے سے فیض یافتہ طلباء براہ راست یا بالواسطہ افغان جنگ کا حصہ تھے اور رہے ہیں اور اسی وجہ سے افغانستان اور مغربی میڈیا مولانا سمیع الحقؒ کو ''فادر آف افغان طالبان'' کے نام سے پکارتے تھے۔ مسلح جنگجوؤں پر اثر رسوخ رکھنے کے ناطے مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے ماضی میں پاکستانی حکام اور کالعدم تنظیم کے مابین مذاکراتی عمل میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا اور افغان حکومت بھی طالبان کو مذاکرات کی میز تک لانے کے لئے مولانا صاحبؒ کی مدد حاصل کرنے کی غرض سے وقتاً فوقتاً ان سے رابطوں میں رہتی کیونکہ مرحوم کے فتوی اور زبانی احکامات اتنے پراثر تھے کہ سرزمین افغانستان میں جاری خون ریزی بند بھی کر سکتے اور اس کو مزید وسعت بھی دے سکتے تھے۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ پر قاتلانہ حملہ ایک ایسے وقت میں ہوا جب پاکستان میں آسیہ مسیح

کیس کے حوالے سے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد مذہبی تنظیمیں احتجاج پر تھی، ایسے موقع پر مولانا سمیع الحقؒ پر حملے نے بھی کئی سوالات پیدا کر دیئے اگر ایک طرف ان کی بے وقت موت ملک میں فرقہ واریت پھیلانے کی سازش قرار دی جارہی ہے تو دوسری جانب ملک میں انارکی اور لاقانونیت پیدا کرنے کیلئے یہ دشمن ممالک کی نئی چال بھی ہوسکتی ہے مگر آفرین ہو مولانا صاحبؒ کے شاگردوں اور مریدوں پر کہ ان کی بے وقت جدائی کا غم انہوں نے جس منظم انداز میں برداشت کیا اور جس صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا وہ ان ملک دشمن عناصر کے منہ پر طمانچہ ہے جو پاکستان کو مذہبی انتشار میں مبتلا دیکھنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ افغانستان اور پاکستان پر مسلط شدہ دہشتگردی کے خلاف جنگ کو مزید بھڑکانے کے لئے پالیسی سازوں کو مولانا سمیع الحق صاحبؒ کے خون کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ گزشتہ کئی ہفتوں سے افغان قیام امن کے عمل کے سلسلے میں جاری کوششوں میں کافی تیزی دیکھنے کو ملی۔

افغان مسئلے کے حل کیلئے قطر میں امریکی حکام اور افغان طالبان کے مابین براہ راست مذاکرات اور چند دن پہلے گوانتاناموبے جیل سے رہا ہونے والے افغان طالبان کے پانچ اہم کمانڈروں کو بھی قیام امن کے عمل میں شمولیت کی اجازت ایک اہم پیش رفت تھی اور افغان قیام امن اور مفاہمت کا روٹ تبدیل کروانے کیلئے یہ گھناؤنی سازش کی گئی او ویسے بھی اگر ماضی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب بھی افغان حکومت یا طالبان کے مابین مذاکرات ہورہے ہوں یا ہونے والے ہوں تو عین اسی موقع پر کوئی نہ کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں دونوں فریقوں کے مابین ایک بار پھر وسیع خلیج حائل ہوجاتی ہے اس کی واضح مثال ۱۱رجنوری ۲۰۱۶ کو مری میں چارفریقی گروپ کے اجلاس کے بعد افغان طالبان کے امیر ملا محمد عمرؒ کی وفات کی خبریں منظر عام پر آنا اور اسی سال ۱۸رمئی کو اسلام آباد میں ہونے والے مذاکراتی عمل کے چند گھنٹوں بعد ڈرون حملے میں افغان طالبان کے نئے منتخب امیر ملا اختر منصورؒ کی شہادت ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی موت پر جشن منانے والے عقل کے اندھے کچھ متعصب افغانی بھائیوں سے ہمدردانہ اپیل ہے کہ اِس دنیا سے جانے والوں کے پیچھے خوشیاں منانا مسلمانوں کا شیوہ نہیں اور ویسے بھی ہمارے معاشرے میں وفات پانے والوں کے پیچھے باتیں اور جشن منانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ مولانا سمیع الحقؒ سمیت افغان قیام امن کے عمل پر بھی فاتحہ پڑھی جائے کیونکہ پتلی باز فی الحال پپٹ شو کا اسٹیج سمیٹنے کے موڈ میں نہیں، کم از کم موجودہ صورتحال سے تو یہی لگ رہا ہے۔

جناب مہر بشارت صدیقی
معروف کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

پیغام شہیدؒ کو عام کرنے کا عزم

اسلام آباد میں ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے بعد ''دفاع پاکستان کونسل'' کا پہلا باضابطہ اجلاس اسلام آباد میں ہوا جس میں شریک مذہبی و سیاسی قائدین نے متفقہ طور پر جمعیت علما اسلام (س) کے صدر اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی کو ''دفاع پاکستان کونسل'' کا چیئرمین منتخب کیا اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، مقبوضہ کشمیر میں نہتے کشمیریوں کی قتل و غارت گری کے خلاف اور فرقہ واریت کے خاتمہ کیلئے ملک گیر سطح پر بھرپور جدوجہد کا اعلان کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحقؒ کے بہیمانہ قتل کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان کے بہیمانہ قتل کی کڑیاں دہلی اور کابل سے ملتی ہیں، ان کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے، اس دوران ان کیلئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اجلاس میں امیر جماعۃ الدعوہ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید، جمعیت علماء اسلام (س) کے صدر مولانا حامد الحق حقانی، لیاقت بلوچ، صاحبزادہ ابوالخیر زبیر، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن مکی، محمد یعقوب شیخ، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا محمد یوسف شاہ، عبداللہ حمید گل، حافظ عبدالغفار روپڑی، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، رضیت باللہ، حافظ خالد ولید، سید عبدالوحید شاہ ودیگر احباب نے شرکت کی۔

''دفاع پاکستان کونسل'' کے سربراہی اجلاس کے اختتام پر دفاع پاکستان کونسل کے نومنتخب چیئرمین مولانا حامد الحق حقانی نے کہا کہ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت سے پوری امت مسلمہ کے دل زخمی ہوئے ہیں، ریاست پاکستان اِن کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائے اور اصل دشمنوں کو سامنے لایا جائے اور حضرت مولانا شہیدؒ کو شہید اسلام اور شہید پاکستان کا قومی سطح پر ایوارڈ دیا جائے، آپ نے ہمیشہ امن کے لئے کام کیا اور وطن میں اسلامی آئین ودستور کے تحفظ کے لئے بھرپور پارلیمانی وسیاسی جدوجہد کی اور وہ شہید بھی پاکستان کی سالمیت تحفظ کیلئے کئے گئے، درحقیقت آپ پاکستان کو بچانے کیلئے شہید ہوئے، میں تمام قائدین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا اور ان کے مشن کو تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں نے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا

اور مجھ ناچیز پر اعتماد کرتے ہوئے ''دفاع پاکستان کونسل'' کی قیادت کا بوجھ ڈال دیا ہے، سب سیاسی و مذہبی قائدین میرے دست و بازو اور سرپرست ہیں، ان کے ساتھ مل کر ہم اسلام اور پاکستان کے دفاع کیلئے بھرپور کردار ادا کریں گے، ہم نے پورے پاکستان اور ملت اسلامیہ کیلئے آواز بلند کرنی ہے، ہم مظلوموں کا ساتھ دیں گے، پاکستان کی ترقی اور حفاظت کیلئے بھرپور جدوجہد کریں گے کیونکہ یہ ملک کلمہ طیبہ کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے۔

اس موقع پر امیر جماعۃ الدعوہ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید نے کہا کہ ''دفاع پاکستان کونسل'' بھرپور کردار ادا کرنے کیلئے میدان میں کھڑی ہے، ناموس رسالت اور ختم نبوتؐ پر کسی کو ڈاکہ نہیں ڈالنے دیا جائے گا، قادیانیوں کیلئے جو نرم گوشے ہم دیکھ رہے ہیں ان کیلئے کوئی راستہ کھلا نہیں رہے گا، اسرائیل کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے، پاکستان کے دفاع کیلئے مشرق اور مغرب کی سازشوں کا مل کر مقابلہ کرنا ہے، آج آپ اتحاد کا یہ مظاہرہ دیکھ رہے ہیں۔ صاحبزادہ ابوالخیر زبیر ملی یکجہتی کونسل کے چیئرمین ہیں، ''دفاع پاکستان کونسل'' اور ملی یکجہتی کونسل بڑے اتحاد ہیں۔ یہ قائدین ان شاء اللہ مل کر بیرونی سازشوں کا توڑ کریں گے، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کو گرفتار کریں اور اس پر آنکھیں بند نہ کریں، ''دفاع پاکستان کونسل'' کی سٹیئرنگ کمیٹی کے نگران لیاقت بلوچ نے اجلاس کے فیصلوں سے میڈیا کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کا حافظ محمد سعید کی میزبانی میں آج کا یہ اجلاس بہت اہمیت کا حامل تھا کہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے بعد یہ پہلا اجلاس تھا۔ اگرچہ مولانا مرحوم ساری زندگی جدوجہد میں گزارنے والی شخصیت تھے لیکن جہاد کا میدان ان کیلئے بہت مرغوب میدان تھا اور شہادت ان کی تمنا تھی، اللہ نے انہیں یہ رتبہ عطا کیا، اللہ انہیں بلند درجات عطا فرمائے، یہ تمام دینی حلقوں کیلئے اور امت کے اتحاد کا جذبہ رکھنے والوں کیلئے بہت بڑا صدمہ ہے، ان کی شہادت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا۔ ان کی شخصیت میں بڑا ولولہ تھا اور اللہ نے بہت صلاحیتیں دے رکھی تھیں، اس واقعہ و قتل کے پیچھے تمام کڑیاں دہلی اور کابل میں ہیں جو قوتیں اسلام اور پاکستان کی دشمن ہیں انہوں نے ہی یہ سارا کھیل کھیلا ہے، حکومت کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عالمی سازش کو بے نقاب کرے جو اصل مجرم ہیں انہیں سامنے لایا جائے اور ریاست اپنی ذمہ داری ادا کرے اور اس میں روایتی تاخیر سے کام نہ لیا جائے اور قاتل قوتوں سے احتجاج و بازپرس کرے۔

اجلاس میں قیادت نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ''مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک نظریہ اور جدوجہد کا نام تھے۔'' ہم اس مشن کو جاری رکھیں گے اور جس نظریاتی علم کو سربلند کیا اسے سرنگوں نہیں ہونے

دیں گے اور پاکستان کو مثالی اسلامی ریاست بنانے کیلئے ہماری جدوجہد یونہی جاری رہے گی اور اس مقصد کیلئے بنیادی طور پر فیصلہ کیا ہے کہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کو مزید فعال اور قومی سطح پر سرگرمیوں کو تیز کیا جائے گا، اس موقع پر اتفاق رائے سے حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے بعد مولانا حامد الحق حقانی کو چیئرمین منتخب کیا گیا، اللہ کی تائید اور مدد کے ساتھ وہ اپنی نئی ذمہ داریاں ادا کریں گے اور چیف کوآرڈینیٹر محمد یعقوب شیخ ہوں گے، اسی طرح لیاقت بلوچ سات رکنی سٹیئرنگ کمیٹی کے نگران ہوں گے، ہماری سرگرمیاں ان مقاصد کیلئے ہیں، پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں پر اور سلامتی کیلئے خطرات بڑھتے جارہے ہیں معاشی بحران کے سبب عالمی اداروں کی مداخلت بڑھتی جارہی ہے یہ ہماری سلامتی کیلئے خطرہ ہے، اسی طرح عقیدہ ختم نبوتﷺ اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کیلئے اور جتنے بھی اسلامی قوانین ہیں انہیں بے اثر کرنے کیلئے عالمی دباؤ بڑھ رہا ہے۔ پاکستان کی اسلامی بنیادوں کو کمزوری لاحق ہو رہی ہے، خاص طور پر قادیانیت کی سرگرمیاں بڑھ رہی ہیں۔ ہم دلیل کے ساتھ اور ایمان اور جوش وجذبہ کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔

''دفاع پاکستان کونسل'' کے قائدین نے مقبوضہ کشمیر میں ہندوستان کے مظالم کی شدید مذمت کی اور کہا ہے کہ قومی سطح پر کشمیر میں سفارتی محاذ پر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے، سیاست میں اختلاف جتنا بھی ہو دشمن سے غافل نہیں ہونا چاہیے، ہماری صفوں میں انتشار اور شیرازہ بندی نہیں ہونی چاہیے۔ پاکستان، کشمیر کی آزادی اور قربانیاں دینے والوں کی پشت پر کھڑے ہونا چاہیے، جس طرح دریاؤں پر ڈیم بنائے جارہے ہیں ہمیں متحد ہونا ہے، افغانستان کی سرزمین سے ہمارے دینی رشتے ہیں لیکن ایک طویل مدت سے استعماری قوتیں خطہ میں بربادی کیلئے امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی طرف سے پاکستان کیخلاف سازشیں بڑھتی جارہی ہیں، ہم پہلے بھی امریکی سرپرستی میں بھارت کی سازشوں کیخلاف آواز اٹھاتے رہے ہیں اور اب بھی اٹھائیں گے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پیغام کو مزید آگے بڑھائیں گے۔ ''دفاع پاکستان کونسل'' قومی سلامتی کے تحفظ کیلئے اور دشمن کی سازشیں ناکام بنانے کیلئے ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔ قادیانی مسئلہ ہو، ممتاز قادریؒ کی شہادت ہو یا آسیہ ملعونہ کی رہائی کا معاملہ ہو تو اس پر تمام جماعتوں کا مشترکہ موقف ہے۔ ہر جماعت کو احتجاج کا حق حاصل ہے لیکن کسی صورت قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے، تاہم اس کی آڑ میں بڑے کریک ڈاؤن کی حمایت نہیں کرسکتے، قیادت اور کارکنان کو رہا کیا جائے جنہوں نے قانون توڑا ہے ان کے ساتھ قانون کے مطابق نمٹا جائے۔

جناب اصغر علی کھوکھر
کالم نگار روزنامہ ''جرأت''

دینی ومذہبی تحریکات کے روح رواں

- ...... مولاناؒ کی شہادت مثبت رویوں اورامن وامان کی تحریکات روکنے کے مترادف
- ...... وزیراعظم ، آرمی چیف اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ثاقب نثار سمیت ملکی بھر کی تمام دینی قد آور شخصیات کی شدید الفاظ میں مذمت

ممتاز عالم دین جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ، اعتدال پسند سیاست دان، اُمہ کے اتحاد کے خواہاں، امن کے داعی اور ''دفاع پاکستان کونسل'' کے روح رواں، حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو نامعلوم افراد نے ان کے گھر میں گھس کر خنجروں کے پے درپے وار کر کے قتل کردیا (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی، مولانا جو مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ تھے، تین دفعہ سینیٹر اور ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین بھی رہے، مولانا سمیع الحقؒ کا قتل کسی فرد واحد کا قتل نہیں ملک میں امن اور اعتدال جیسے مثبت رویوں کو پروان چڑھانے والی تحریک کا راستہ روکنے کے مترادف ہے کہ آپ معروف دینی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعتدال پسند سیاستدان اور وطن عزیز سمیت افغانستان میں قیام امن کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ آپ کی یہی خواہش اور کوشش اکثر حلقوں کو کھٹکتی تھی تاہم مولانا ایسی تنقید اور دشمنی کو کبھی خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے مشن کی تکمیل کیلئے کوشاں رہے۔ آپ ان دنوں علیل تھے اور اسلام آباد میں واقع رہائش گاہ میں آرام فرما رہے تھے کہ انہیں تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قتل کردیا گیا وزیراعظم آرمی چیف اور چیف جسٹس پاکستان میاں ثاقب نثار سمیت ملک بھر کی تمام قد آور دینی سیاسی اور سماجی شخصیات نے اس لرزہ خیز واقعہ پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اس کی شدید الفاظ میں مذمت تو کی ہے تاہم اگر مولانا سمیع الحقؒ کے قاتل گرفتار ہوکر انجام کو نہ پہنچے تو یہ مولانا کی شہادت سے بھی بڑا المیہ ہوگا اور ان قوتوں کو کھل کر کھیلنے کے مزید مواقع میسر آئیں گے جو وطن عزیز میں اعتدال پسند اور

امن کے خواہاں طبقے کو تہہ وتیغ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ آپ کے قاتلوں کو تلاش کرتے وقت ہر پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، مولانا شہیدؒ کے معتقدین میں دینی حلقے خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ برادر ہمسایہ ملک افغانستان میں قیام امن کی ضرورت پر تسلسل سے زور دیتے چلے آئے ہیں اس سلسلے میں آپ نے ہمیشہ یہ بات زور دے کر کہی کہ جب تک جارح امریکہ اپنے حواریوں سمیت افغانستان میں موجود ہے اس خطے میں قیام امن کا خواب پورا نہیں ہوسکتا۔ آپ کے ایسے بیانات ہمیشہ امریکی مفادات پر ضرب کاری سمجھے جاتے تھے۔

اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ پاکستان کا ازلی دشمن بھارت وطن عزیز کے قیام سے لیکر تاحال ہماری سالمیت کا دشمن چلا آ رہا ہے اور اس کی خفیہ ایجنسیاں بلوچستان اور سندھ میں ایسی تنظیموں کی سرپرستی کرتی چلی آ رہی ہیں جو علیحدگی پسندوں کے نام سے معروف ہیں اس پس منظر میں بھی چونکہ مولانا ہمیشہ بھارت پر تنقید کرتے رہے ہیں سوان خدشات کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ امریکہ اور بھارت مل کر اس سانحہ کے رونما ہونے کا حصہ بنے ہوں کہ بطور چیئر مین ''دفاع پاکستان کونسل'' مولانا پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات کا ذمہ دار بھارت کو ٹھہراتے رہے، تمام وجوہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا کے قاتلوں تک رسائی ممکن ہوسکتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ وطن عزیز کے مقتدر حلقے مولانا سمیع الحقؒ کے قتل پر محض مذمتی بیانات پر اکتفانہ کریں بلکہ انہیں موت کی وادی میں دھکیلنے والوں کو ڈھونڈ نکالنے میں بھی مشترکہ جدوجہد کریں، مبادا دیگر ہائی پروفائل کیسز کی طرح یہ کیس بھی حکمرانوں کی مصلحتوں، مجبوریوں اور عالمی سازشوں کی نذر نہ ہوجائے، (بدقسمتی سے ہوگیا [ادارہ]) مولانا کے قاتلوں کا طریقہ واردات عصر حاضر کے روایتی ہتھکنڈوں سے ہٹ کر ہے، خاص طور پر قاتلوں نے ایسے وقت کا انتخاب کیا کہ جب ملک میں توہین رسالتؐ کے ایک مقدمے کے فیصلے کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری ہونے سے ہنگامی صورت حال تھی اور قانون نافذ کرنیوالے ادارے اصلاح احوال کیلئے یکسوئی سے اس طرف متوجہ تھے کہ مولانا کو بستر علالت پر شہید کردیا گیا، تمام کڑیاں ملائیں تو واضح ہوجاتا ہے کہ منصوبہ سازوں نے حالات میں کشیدگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمت کے اتحاد اور ملک میں قیام امن کیلئے مولانا کی خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین سمیت آپ کے معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین) بلاشبہ مولانا کی شہادت سے پیدا ہونے والا خلا تادیر پُر نہیں ہوسکے گا تاہم آپ کی شہادت سے صدمے کے شکار بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

جناب محمد حسین ہنرمل
کالم نگار روزنامہ ''مشرق''

علم وعمل، جہاد وسیاست کا پیکر

- ...... تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی ان کا کردار قائدانہ رہا۔
- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دوسری پہچان جہاد اور بالخصوص افغان جہاد تھی
- ...... مولاناؒ صحافت اور اردو سے بھی خوب شناسائی رکھتے تھے۔

ایک پہچان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تھی اور دوسری افغان جہاد اور افغان طالبان، دنیا مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو انہی دو حیثیتوں سے زیادہ جانتی تھی، جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ہزاروں کی تعداد میں طالب علموں کی کفالت اور انہیں دینی علوم سے آراستہ کرنا مولانا سمیع الحقؒ کی وہ بیش بہا خدمات تھیں جن کی ایک دنیا معترف رہی ہے، جو لوگ مولانا کی اِن خدمات سے صرف نظر کرتے ہیں، وہ گویا سورج کو ایک انگلی سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں،نوشہرہ کے قصبے اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم دیوبند ثانی کے نام سے شہرت رکھنے والا تاریخی علمی ادارہ جامعہ حقانیہ اُن کے والد معروف عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ۱۹۴۷ء میں قائم کیا تھا۔یہیں سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز کیا،یہیں سے وہ فارغ التحصیل ہوئے اور اسی مدرسے میں اپنی زندگی کے آخری دنوں تک وہ درس بھی دیتے رہے۔ ہزاروں کی تعداد میں انہوں نے یہاں پر نہ صرف پاکستانی شاگرد پیدا کیے بلکہ ایک بڑی تعداد میں افغانستان سے بھی تشنگان علم نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اپنی علمی پیاس بجھاڈالی۔آپ کے شاگردوں کی فہرست پر اگر نظر ڈالی جائے تو مولانا نے دو درجن سے زیادہ ایسے شاگرد بھی پیدا کیے ہیں جو بعد میں سیاست میں آکر قومی وصوبائی اسمبلی اور ایوان بالا کے رکن بنے،مولانا سمیع الحقؒ نے خود بھی سیاست میں ایک جاندار اکردار ادا کیا اور جمعیت علمائے اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔اسی جماعت کے پلیٹ فارم

سے آپ تین مرتبہ سینٹ کے رکن بنے تھے جبکہ ایک مرتبہ ان کے بیٹے مولانا حامد الحق قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔۸۰ء دہائی کے آخری سالوں میں جب ''تحریک نظام مصطفیٰ'' شروع ہوئی تو اس تحریک میں بھی آپ کا ایک قائدانہ کردار رہا یہاں تک کہ اسی پاداش میں حکومت وقت نے انہیں ہری پور جیل میں پابند سلاسل بھی کیا۔

۱۹۸۸ء میں مولانا عبدالحقؒ کی وفات کے بعد جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا سارا انتظام و اہتمام ان کی وراثت میں آ گیا تھا۔ چند سال پہلے جامعہ حقانیہ کی سالانہ دستار بندی کے موقع پر جب وہاں پر زیر تعلیم دوست مفتی سید طاہر شاہ کی دعوت پر جانا ہوا تو جامعہ حقانیہ اور وہاں کے تعلیمی ماحول بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، وہاں پر اگر چہ جامعہ کے مایہ ناز استاد اور کئی کتابوں کے مصنف مولانا فیض الرحمٰن حقانی صاحب سے کئی ملاقاتوں اور بہت کچھ سیکھنے کا موقع تو ملا لیکن مولانا صاحبؒ سے بالمشافہ ملاقات پھر بھی نہ ہوسکی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دوسری پہچان جہاد اور بالخصوص افغان جہاد تھی جس کو نہ صرف ہر وقت اُن کی اخلاقی حمایت حاصل رہی بلکہ ہر زمانے میں آپ افغانستان میں برسوں سے برسر پیکار طالبان کی ہر ممکن تعاون بھی کرتے رہے۔ افغان جہاد کے حوالے سے مولانا کی پالیسی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی جو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، جس طرح تعلیمی میدان میں مولانا کی خدمات کی ایک دنیا اعتراف کر چکی ہے، میرے خیال میں اتنی ہی بڑی تعداد میں لوگ ان کی افغانستان کی جہادی پالیسیوں سے اختلاف بھی کرتے تھے۔ اِس مضمون نگار کا تعلق بھی اسی طبقے سے ہے جو ہر وقت ان کی مذکورہ پالیسی کے ناقد رہے ہیں لیکن دل کی بات کہی جائے تو مولانا صاحبؒ کی موت نے دوسروں کی طرح مجھے بھی بہت دکھی کر دیا۔ جمعہ کی شام دشمنوں نے ان کو جس سفاکانہ طریقے سے چھریوں کے دو درجن بھر وار کر کے شہید کر دیا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ذی احساس انسان کو ان کے دشمنوں کے اس سفاک عمل نے جھنجھوڑ کر کے رکھ دیا ہوگا۔ اس پر مستزاد یہ کہ شہادت کے بعد ان کی اُس خون آلود تصویر سے ان کے بہی خواہوں کے دکھ میں مزید اضافہ ہوا جسے چند غیر حساس اور لاپرواہ لوگوں نے (یا مخصوص حلقوں نے جان بوجھ کر) سوشل میڈیا پر ڈال کر وائرل کرادی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو جس اذیت ناک اور انسانیت سوز انداز میں ان کے دشمنوں نے موت کے گھاٹ اتارا اتنا ہی بے جا اور غیر ضروری

عداوت کا اظہار ان کے اُن بدخواہوں نے بھی کیا جو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جہادی پالیسیوں سے چڑ رکھتے تھے۔

بلاشبہ ان کی جہادی پالیسیوں سے اختلاف رکھنے کا حق ہر کسی کو حاصل ہے لیکن انکی شہادت کی خوشی کے شادیانے بجانا اور بھنگڑے ڈالنا نہ صرف اسلامی اقدار کے منافی عمل تھا بلکہ انسانیت اور پشتونولی بھی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی، جس بھونڈے طریقے سے بعض قوم پرست مخالف عناصر نے ان کی سفاکانہ موت پر کھلم کھلا خوشیوں کا اظہار کیا، اس پر صد افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت پر خوشی سے رقص کرنے والے تو بظاہر اپنے اس مجرمانہ عمل کو افغانوں کی خدمت اور ان سے اظہار یکجہتی سمجھتے ہیں لیکن ان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مولانا کی شہادت سے سب سے بڑا دھچکا افغانستان کے پرامن حل کی کوششوں کو لگا ہے، وہ بے شک افغان طالبان کے روحانی پیشوا اور باپ سمجھے جاتے تھے لیکن اس میں بھی کوئی دو رائے نہیں کہ پاکستان کے دیگر علماء میں مولانا سمیع الحقؒ ہی وہ واحد عالم دین تھے جو سب سے زیادہ افغان طالبان پر اثر انداز ہو سکتے تھے اور طالبان کو افغان حکومت کے ساتھ پائیدار مذاکرات وصلح کروا سکتے تھے۔

جامعہ حقانیہ میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ نے تصنیف وتالیف کا کام بھی پیہم جاری رکھا۔ بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ کی شائع کردہ کتاب کا اردو ترجمہ ''جدید فقہی فیصلے'' بھی ان کی کوششوں سے ہوا، حال ہی میں انہوں نے اپنی ڈائری بھی شائع کی تھی جس میں انہوں نے ماضی اور اپنی زندگی میں پیش آنے والے اہم واقعات کا بڑی عرقریزی کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مولانا اُردو صحافت اور ادب سے بھی خوب شناسائی رکھتے تھے۔ وہ کمال کے لکھاری تھے اور اُردو دانی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے مدرسے سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''الحق'' ان کی ادارت میں ابھی تک شائع ہوتا تھا جسے کئی دہائیاں پیشتر انہوں نے اپنے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سرپرستی میں جاری کیا تھا۔ بلاشبہ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت سے علمی دنیا میں ایک نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوا، خدا کرے کہ مولانا شہیدؒ کے سفاک قاتل جلد از جلد گرفتار ہو جائیں، اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

جناب روہیل اکبر

کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

مولانا سمیع الحقؒ کی دیرینہ خواہش

- ...... خدمت دین ووطن کے میدان میں ایک قابل قدر شخصیت
- ...... افغان مجاہدین سمیت کئی طالبان رہنماؤں کے استاد
- ...... چالیس سے زائد دینی اور سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا
- ...... عالم اسلام کے طاقتور ترین عالمی مذہبی رہنما
- ...... مولانا شہیدؒ نے پوری زندگی اسلام اور پاکستان کا دفاع کیا
- ...... مولانا شہیدؒ دیانتدار، امن پسند، مخلص، دردمند ومحبّ وطن شخصیت

مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے جب بھی لاہور میں ملاقات ہوئی میں نے انہیں ہمیشہ پیار، محبت، خلوص اور امن کا داعی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محبّ وطن شخص پایا، مولانا سمیع الحقؒ خدمت دین اور خدمت وطن کے میدان میں ایک قابل فخر نامور عالم دین، مذہبی سکالر اور منجھے ہوئے سیاستدان تھے جو ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین اور امیر جمعیت علماء اسلام (س) بھی تھے۔

آپ افغان مجاہد رہنماؤں ملا محمد عمرؒ سمیت کئی طالبان رہنماؤں کے استاد بھی تھے، نومبر ۲۰۱۱ء میں پاک افغان بارڈر سلالہ چیک پوسٹ پر نیٹو کے حملوں کے بعد آپ کی زیر قیادت چالیس سے زائد دینی اور سیاسی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کر کے ''دفاع پاکستان کونسل'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے بعد ملک بھر میں بڑے بڑے جلسے منعقد کیے گئے اور پھر نیٹو سپلائی کو بھی ایک لمبے عرصہ تک روکے رکھا گیا اور پھر امریکہ نے مجبور ہو کر باقاعدہ معافی مانگی جب حکومت وقت نے بھارت کو پسندیدہ ملک قرار دینے کی کوششیں کی تو اس کے خلاف بھی مولانا سمیع الحقؒ نے ہی آواز بلند کر کے اس

کی بھر پور مخالفت کر کے حکومت کی ان کوششوں کو نا کام بنایا، تحفظ نظریہ پاکستان کی بات ہو یا مقبوضہ کشمیر اور افغانستان جیسے اسلامی خطوں میں امن کا معاملہ، آپ نے اپنا موقف ہمیشہ بہانگ دہل واضح کیا، مولانا سمیع الحقؒ پاکستان سے محبت کرنے والے ایسے عالم دین تھے جنہوں نے ہمیشہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حصول کے لیے کوششیں کی جنہوں نے کبھی بھی عہدوں کا لالچ نہیں کیا، وزارتیں ہمیشہ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں مگر انہوں نے کبھی بھی اصولوں پر سمجھوتہ اور سودے بازی نہیں کی اور نہ ہی وزارت وغیرہ قبول کی، یہی وجہ ہے کہ شہید مولانا سمیع الحقؒ پاکستان کے چند بااصول ترین مذہبی رہنماؤں میں سے ایک تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ ۱۹۹۰ء میں ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے نائب صدر تھے، جب نواز شریف اقتدار میں آئے تو مولانا سمیع الحقؒ نے وزارتیں لینے کے بجائے نواز شریف سے ''شریعت بل'' کے نفاذ کا مطالبہ کر دیا اور انکار کی صورت میں اتحاد سے الگ ہو کر تحریک چلانے کی دھمکی دے دی۔

۱۹۹۵ء میں جب طالبان نے افغانستان میں اقتدار سنبھالا تو مولانا کو ان کے استاد کی حیثیت سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی، ۹۰ء کی دہائی میں مولانا سمیع الحقؒ کا شمار طاقتور ترین عالمی مذہبی رہنماؤں میں ہونے لگ گیا، مولانا سمیع الحقؒ کی سیاست اصولوں پر شروع ہوتی تھی اور اصولوں پر ہی ختم ہوتی تھی کبھی بھی ذاتی فائدے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، ایک دفعہ نواز شریف سے علیحدہ ہوئے اور پھر ساری عمر دوبارہ اس کی گلیوں کا رخ نہ کیا۔ عمران خان نے جس مذہبی شخصیت کا دل سے احترام کیا، وہ شہید مولانا سمیع الحقؒ ہی تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ نے پوری زندگی اسلام اور پاکستان کے دفاع کیلئے بھر پور کردار ادا کیا اور جب بھی کبھی قوم پر مشکل وقت آیا انہوں نے ملک بھر کی سیاسی و مذہبی قیادت کو جمع کیا اور تحریک چلاتے ہوئے قوم کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا، ان کا دل ہمیشہ پاکستان کیلئے دھڑکتا تھا۔ ان کی شہادت سے صرف پاکستانی قوم ہی نہیں پوری امت مسلمہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ ایک دیانت دار، امن پسند، مخلص، دردمند و محبّ وطن شخصیت تھے، ۸۲ برس کی عمر پا کر شہادت کے رتبے پر فائض ہوگئے جو ان کی دلی اور دیرینہ خواہش تھی انکی شہادت پر پوری قوم انکی جدائی پر سوگوار ہے اور انکی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہے۔

جناب اعجاز احمد
کالم نگار روزنامہ ''مشرق''

علم وتدبر کا درخشندہ ستارہ

ریڈیو پاکستان میں ملازمت کے دنوں میں جب بھی ہم ڈیوٹی کے بعد واپس آ رہے ہوتے تو راستے میں پرانے ایم این اے ہاسٹل میں ہماری ملاقات مختلف سیاسی رہنماؤں مثلاً قاضی حسین احمد، اجمل خٹک، محمود خان اچکزئی، افضل خان لالا، مولانا گوہر رحمان کے علاوہ ملک کے جید عالم اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحقؒ سے بھی ہوتی رہتی، مولانا انتہائی شفقت اور محبت سے ملتے۔ عام طور پر مولانا صاحبؒ سے ملکی، علاقائی اور عالمی حالات، اسلامی موضوعات اور دور حاضر کے دیگر امور پر بات چیت ہوتی، مولانا سمیع الحقؒ انتہائی پیار اور شفقت سے بات سنتے اور دلیل کے ساتھ جواب دیتے مگر آج مجھے انتہائی افسوس اور رنج وغم درد اور کرب سے کہنا پڑ رہا ہے کہ نبی کا وہ وارث اور علم کا وہ درخشندہ ستارہ جو ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو مولانا عبدالحق مرحوم ومغفور کے گھر اکوڑہ خٹک میں طلوع ہوا تھا، علم، عقل، فہم وتدبر کے اس درخشندہ ستارے کو سفاک درندوں نے ۲ نومبر ۲۰۱۸ء کو گل کر دیا۔ مولانا سمیع الحقؒ کو پنڈی کے بحریہ ٹاؤن کے گھر میں ظالموں نے خنجروں اور چاقوؤں کے پے در پے وار کر کے شہید کیا۔ جس وقت میں کالم لکھ رہا ہوں اللہ گواہ ہے میں اپنے جذبات اور احساسات پر قابو نہیں رکھ پا رہا، میرے سامنے مولانا صاحب کا معصوم چہرہ ہے، میرا ہاتھ اور قلم میرے اعصاب اور دماغ کا ساتھ نہیں دے رہے، بار بار کوشش کرتا ہوں کہ کچھ تحریر کروں مگر بہت ساری کوشش کے بعد بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ میں سوچتا ہوں کہ میری اس دھرتی کو کس کی نظر لگی ہے؟ ریاستی معاملات کس طرح ڈیل کیئے جا رہے ہیں۔ ہم کس سمت جا رہے ہیں؟ کس طرح مذہب اور دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ ہم کس طرح غیروں کے ہاتھ میں چند ڈالروں کیلئے کھلونے بنے ہوئے ہیں؟

مولانا صاحبؒ کو طالبان کا ''والد'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جامعہ حقانیہ میں صرف پاکستان کے نہیں بلکہ افغانستان اور دنیا کے کئی ممالک سے طالب علم، علم کی پیاس بجھانے آتے ہیں۔ مولانا صاحب ''دفاع پاکستان کونسل'' کے چیئرمین اور ''ملی یکجہتی کونسل'' کے ممبر بھی رہ چکے ہیں۔ مولانا شہادت سے پہلے اسلام آباد میں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک احتجاج میں

شرکت کرنے والے تھے مگر ظالموں نے مولانا صاحبؒ کو موقع نہ دیا کہ وہ اس مظاہرے میں شرکت کرتے۔ مولانا صاحب کے افغانستان میں طالبان کے امیر ملا عمرؒ کے ساتھ بھی انتہائی اچھے تعلقات تھے۔

اگر ہم غور کریں تو مولانا صاحبؒ پاکستان اور افغانستان کے معاملات کو سلجھانے میں اہم کردار ادا کرتے تھے اور پاکستان اور افغانستان کے حالات سنوارنے کیلئے پل کا کردار ادا کرتے تھے، مولانا سمیع الحقؒ ''متحدہ مجلس عمل'' کے بانی ممبر تھے، امریکی سفیر رچرڈ اولسن نے ان کے گھر ۲۰۱۳ء میں حاضری دی تھی، انہوں نے امریکی سفیر سے علاقائی اور بین الاقوامی معاملات پر سیر حاصل گفتگو بھی کی تھی اور امریکی سفیر کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ طالبان کیساتھ نرم برتاؤ رکھ کر افغانستان میں حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے سفیر کو کہا کہ طالبان کو ایک سال دیں ان شاء اللہ وہ افغانستان کو ایک خوشحال اور پرامن ملک بنا دیں گے۔ اگر امریکہ نے افغانستان چھوڑا تو ایک سال کے اندر اندر افغانستان ایک خوشحال اور پرامن ملک بن جائے گا۔ انہوں نے امریکی سفیر سے کہا کہ جب تک آپ افغانستان میں رہیں گے تو افغانی اپنی آزادی کے لئے آپ کے ساتھ لڑیں گے۔ انہوں نے امریکی سفیر کو مزید کہا کہ افغانیوں کی جنگ اپنی بقا اور قابض لوگوں سے آزادی کی جنگ ہے۔ یہ جنگ اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک غیر ملکی قابض قوتیں افغانستان کی سرزمین نہیں چھوڑیں گی۔ مرحوم ومغفور سینیٹ آف پاکستان کے سال ۸۵ء سے ۹۱ء تک اور سال ۹۱ء سے ۱۹۹۷ء تک ممبر رہے ہیں۔ ناموس رسالت اور آسیہ مسیح کے کیس کے بارے میں مولانا سمیع الحقؒ نے آخری تقریر میں کہا کہ میں نے وزیراعظم عمران خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ کسی کے دباؤ میں نہ آئیں اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم ہے وہ پورا کریں۔ مولانا سمیع الحقؒ ایک معتدل عالم اور انسان تھے اور وہ صبر سے کام لینے کا درس دیتے تھے، پاکستان میں شرپسند عناصر اس قسم کے علمائے کرام کو شہید کرکے وطن عزیز میں امن کی فضا خراب کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا سمیع الحقؒ کے فرزند نے اپنی ٹویٹ میں کہا کہ مولانا کی شہادت دراصل ناموس رسالتؐ اور آسیہ مسیح کے کیس سے لوگوں کی توجہ ہٹانا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اسلامی قوانین کو نہ چھیڑیں اور کوشش کریں کہ پاکستان کے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کریں کیونکہ اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب کی نظیر نہیں ملتی۔ ساتھ ہی وہ بڑے بڑے علمائے کرام کو تحفظ بھی فراہم کریں کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ سب کچھ ہو جائے گا مگر مولانا صاحبؒ جیسے جید عالم کی شہادت سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں تک پر نہیں ہوسکے گا۔ مولانا سمیع الحقؒ ہمیشہ ہمیشہ ہمارے دل میں رہیں گے، آپ کی دینی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

جناب نسیم شاہد
کالم نگار روزنامہ ''پاکستان''

امن پسند شخصیت، معتبر نام ومقام

مبصرین مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کو ٹائم کے لحاظ سے اسے افغانستان کی صورت حال کے تناظر میں دیکھ رہے ہیں، جہاں امریکا طالبان سے براہ راست مذاکرات کیلئے بساط بچھا رہا ہے، طالبان مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے براہ راست زیراثر تھے کہ ملا عمرؒ بھی مدرسہ حقانیہ میں پڑھے اور ان کے کئی ساتھی بھی مولانا سمیع الحقؒ کے تلامذہ میں شامل تھے، یہی وجہ ہے کہ جب بھی طالبان سے گفت وشنید کی بات چلی تو اسے کامیاب بنانے کیلئے مولانا کے طالبان پر اثر ورسوخ کو استعمال کرنے کی کوشش کی گئی، تاہم مولانا سمیع الحقؒ امریکا کے افغانستان سے نکلنے پر اصرار کرتے تھے بقول ان کے وہ طالبان کی امریکی فورسز کے خلاف کارروائیوں کو افغانستان کی جدوجہد آزادی تصور کرتے تھے اس لئے افغان حکومت اور امریکہ ان کے ساتھ عداوت رکھتے تھے، شہید کے بیٹے نے اسی تناظر میں اپنے والد کے قتل کی واردات میں افغان حکومت اور امریکی ایجنسیز کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا تھا۔

مولانا سمیع الحقؒ نے پاکستان میں خودکش حملوں اور تشدد کرنے والوں کی ہمیشہ مذمت کی تھی، وہ امن پسند آدمی تھے، انہوں نے شدت پسندوں کے خودکش حملوں پر جو ردعمل دیا وہ انتہاپسندوں کو ناگوار گذرتا تھا اس لئے ان کی طرف سے مولانا سمیع الحقؒ کو کافی دھمکیاں بھی دی جاتی رہیں، وہ بحرانوں میں عموماً ریاست کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے، کبھی لوگ ان کو طالبان کا سرپرست کہتے لیکن پاکستان کے اندر نہ کبھی انہوں نے تشدد پر اکسایا اور نہ کبھی خود بندوق اٹھانے کی طرف گئے کسی زمانے میں وہ شریعت بل کے محرک تھے، اس حوالے سے دینی حلقوں میں ایک معتبر نام اور نمایاں مقام رکھتے تھے، اس وقت جس نے بھی انہیں ہدف بنا کر شہید کیا، وہ نہ صرف اسلام اور پاکستان کا دشمن ہے بلکہ وہ دنیا کے امن کا بھی دشمن ہے کیونکہ مرحوم افغانستان میں قیام امن کی کوششوں کو کامیاب بنانے کیلئے اس بڑھاپے میں بھی فعال کردار ادا کرنے کیلئے پرعزم تھے، ان کی شہادت سے افغانستان کے صورت حال کے ساتھ خطے میں قیام امن کی منزل دور ہوگئی ہے۔

جناب محمد انور
کالم نگار روزنامہ ''جسارت''

حقیقی دینی وسیاسی رہنماء

یہ جمعرات کی بات تھی مولانا سمیع الحقؒ ملعونہ آسیہ کی عدالتی رہائی پر احتجاجی مظاہرے سے راولپنڈی میں خطاب کررہے تھے انہوں نے اجتماع کو بتایا تھا کہ مجھے فیصلے سے چار دن پہلے عمران خان نے بلا کر پوچھا کہ آسیہ مسیح ملعونہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو میں نے فوراً کہا کہ اسے پھانسی ملنی چاہیے جس پر وزیراعظم میری منہ سے یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔مولانا نے مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے بتایا تھا کہ توہین رسالتؐ کا قانون اور اس کی سزا پورے یورپ کو برداشت نہیں ہو رہی، ملعونہ آسیہ کو بری کرنا توہین رسالتؐ ہے جو توہین عدالت سے زیادہ بڑا جرم ہے اس لئے یہ سزا دینے والے ججوں کو معطل بلکہ وہی سزا دینی چاہیے جو توہین رسالتؐ کی ہے۔

مولانا سمیع الحقؒ نے پوری ایمانداری اور دیانتداری سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ یہ بات بھلا اسلام کے مخالفین کیسے برداشت کرتے؟ نتیجے میں وہی ہوا جو اس ملک میں سچ اور حق کا اظہار کرنے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، مولانا سمیع الحقؒ کو راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے دشمن یہاں کے اندرونی حالات سے فائدہ اٹھا کر مولانا سمیع الحقؒ کو ان کے گھر ہی میں قتل کر گئے۔ ایسا گھناؤنا عمل کرنے کیلئے ملک کے دشمنوں نے یہاں کے ''اپنوں'' کو کامیابی سے استعمال کرلیا۔ بھارت کے سابق آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ یہی تو کہا کرتا تھا کہ پاکستان ٹھونکنے کے لیے ہمیں اپنی منصوبہ بندی کرنا ہوگی اور اس مقصد کیلئے وہیں کے لوگوں کو استعمال کرنا چاہیے، وہاں پیسوں کے لیے کام کرنے والے بہت مل جائیں گے اور پھر جمعہ کی سہ پہر جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ سابق سینیٹر مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کر دیا گیا۔ ملک کے سیکورٹی کے ادارے دیکھتے ہی رہ گئے، کوئی کر بھی کیا سکتا تھا ان سب خوبیوں اور اعزازات کے ساتھ وہ پڑوسی ملک

بھارت کیلئے ان پاکستانی شخصیات میں شامل تھے جو اسے ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ بھارت مولانا سمیع الحقؒ کومولانا حافظ سعید کا ساتھی سمجھتا تھا، حافظ سعید اور سمیع الحقؒ اچھے دوست اور ہم وطن تھے۔

مولانا سمیع الحقؒ وہ حقیقی دینی رہنماء تھے جو سیاست بھی وطن پرستی کے جذبے اور اس کے تحفظ کے لیے کیا کرتے تھے۔ مولانا کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ ہر خاص و عام آدمی کی عزت کیا کرتے تھے، ان کی شہادت کے واقعات پر پوری ذمے داری سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے دشمن ملک کے اندرونی حالات سے فائدہ اٹھا گئے، دیندار وطن پرست مولانا سمیع الحق کوشہید کرنے کے لیے ملک کے دشمنوں نے مقامی افراد کو استعمال کیا۔

اہم بات تو یہ بھی ہے کہ جب سب ہی جانتے تھے کہ دشمن موقع کا انتظار کررہا ہے تو آخر اہم شخصیات اور راولپنڈی جیسے حساس شہر کی حفاظت کیلئے سخت اقدامات کیوں نہیں کیے جاسکے؟ سمیع الحقؒ تو شہید ہوگئے لیکن کیا ان کو اور عوام کو تحفظ دینے والے ادارے ناکام ہوگئے؟ اگر یہ یقین کرلیا جائے کہ مولانا سمیع الحقؒ کوشہید کرنے میں پڑوسی اور دیگر ملک کے ادارے ملوث ہیں تو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ قاتل ادارے نے ایک تیر سے دو نہیں دو سے زائد شکار کیے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی پیغام دیا ہے کہ وہ راولپنڈی میں موجود ہیں جہاں پاک وطن کے ایک دفاعی ادارے کے دفاتر ہیں۔

مولانا سمیع الحقؒ کوشہید کرنے والوں نے عمران خان کی حکومت کو بھی واضح پیغام دیا ہے کہ وہ اسے تادیر چلنے نہیں دیں گے کیونکہ پاکستان کو ہمیشہ نقصان پہنچانے کی سازشوں میں عالمی قوتوں کا یہی تو سب سے اہم ایجنڈا ہے، وزیراعظم عمران کے دورہ چین کے دوران ملک میں افراتفری اور ایک اہم شخصیت کو قتل کر کے ملک کو ناکام ریاست ظاہر کرنا ہی تو دشمنوں کا مقصد ہے۔ وزیراعظم کے دورہ چین کے دوران مولانا سمیع الحقؒ کا قتل دراصل غیرملکی طاقتوں کی طرف سے یہ پیغام بھی ہے کہ وہ پاک چین دوستی برداشت نہیں کریں گے، اس لیے خدشہ ہے کہ ملک میں مذہبی انتشار پھیلانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سمیع الحق صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کرے (آمین)۔

جناب عارف بہار
کالم نگار روزنامہ ''مشرق''

مولانا سمیع الحقؒ کے قاتل کا خاکہ؟

- ...... حکومت چین کی نمائندگی کرتے ہوئے پروفیسر لی شی گونگ نے تعزیتی ریفرنس میں کہا: ''مولانا سمیع الحقؒ پاک چین دوستی کے حامی تھے، مولانا اور چین کی دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا''
- ...... مولاناؒ سینہ تان کر پاکستان کی ریاست کیساتھ کھڑے رہے
- ...... مغرب انہیں ایک خوفناک کردار کے طور پر پیش کرتا تھا
- ...... افغانستان اور مغرب کے سفاکانہ حلقوں نے سوشل میڈیا پر مولانا کے قتل پر سفاکانہ انداز میں جشنِ مسرت منایا
- ...... مولانا سمیع الحقؒ جیسے قد آور عالم دین کو مغرب نفرت سے ''فادر آف طالبان'' کہتا
- ...... مولانا شہیدؒ برملا پاکستان اور پاکستانیت کی بات کرتے تھے

ملک کے ۸۲ر سالہ معروف اور بزرگ عالم دین اور سیاسی رہنما مولانا سمیع الحقؒ قتل کردیئے گئے، مولانا کے لواحقین نے بہت پہلے ہی قاتل کا ایک خاکہ یہ کہہ کر بنا دیا تھا کہ انہیں بھارت اور افغانستان کی خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے خطرات لاحق تھے اور باقاعدہ دھمکیاں بھی مل رہی تھیں۔ اس خاکے میں ایک رنگ کی ایک لکیر اس وقت ابھری جب جنرل حمید گلؒ کے بیٹے پر اسی روز قاتلانہ حملے کی خبریں عام ہوئیں، چند دن بعد ایک اور رنگ اس وقت بھر گیا جب مولانا کے تعزیتی ریفرنس میں

حکومت چین کی نمائندگی کرتے ہوئے پروفیسر لی شی گوانگ نے شرکت کی بلکہ خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا پاک چین دوستی کے حامی تھے اور مولانا اور چین کی دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔اس طرح خاکہ اب ہماری روایتی کاہل اور سست پولیس کے ہاتھوں تیار کردہ آڑھی ترچھی لکیروں پر مبنی مضحکہ خیز سا خاکہ نہیں رہا بلکہ اچھی خاصی تصویر بن گیا ہے۔ جسے دیکھ کر ۱۹۹۴ء میں کراچی میں قتل ہونے والے معروف صحافی اور ایڈیٹر ''تکبیر'' محمد صلاح الدین کے تعزیتی ریفرنس میں جنرل حمید گل کا ایک جملہ یاد آ گیا ہے ۔حمید گل نے بہت معنی خیز انداز میں کہا تھا کہ صلاح الدین کی یادگار گوادر میں تعمیر ہونی چاہئے۔مولانا کی یادگار کہاں تعمیر ہو؟ شاید وقت اس مقام کی نشاندہی کرتا چلا جائے گا (الحمدللہ ۱۵راگست ۲۰۲۱ء کو انکے شاگردوں کے ہاتھوں کابل میں فتح کی صورت میں یادگار قائم ہوگئی ۔مدیر)

اس قتل کے اصل محرکات اور اسباب تو تحقیقات مکمل ہونے کے بعد ہی سامنے آئیں گے مگر ان کے قتل کو ہارون بلور اور سراج رئیسانی کے قتل کا تسلسل قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ پاکستان میں ان نمایاں افراد کے قتل کی لڑی اور کڑی ہے جو دہشت گردی کا شکار ملک پاکستان اور مخصوص علاقوں میں پروسٹیٹ مانے جاتے ہیں ،جو پاکستان میں سینہ تان کر پاکستان کی ریاست کے ساتھ کھڑے ہورہے ہیں جو ریاست کو اپنے عوامی کردار سے حمایت اور طاقت فراہم کرتے ہیں، موجودہ حالات میں پاکستان میں ایک عرب سپرنگ ٹائپ انقلاب برپا کرنا گریٹ گیم کا حصہ ہے ۔اس کے لئے مختلف عناصر کو سوشل میڈیا اور دوسرے ابلاغی ہتھیاروں سے مزین کردیا گیا ہے جو کسر باقی رہ جاتی ہے وہ بیرونی میڈیا خود کوریج سے پوری کرتا ہے۔

عرب سپرنگ نے عربوں کو انقلاب ،جمہوریت ،شہری آزادیوں کے سہانے خواب تو دکھائے اور سوشل میڈیا کے ذریعے اسے ابلاغ کے طاقتور اور وسیع پلیٹ فارم اور وسائل مہیا کئے مگر نہ عربوں کو حقوق ملے اور نہ جمہوریت اور شہری آزادیاں ہاتھ آئیں۔ بہار عرب ان کے لئے امن کی خزاں ثابت ہوئی۔ یہی سٹائل باقی مسلمان ملکوں میں بھی اپنایا جارہا ہے جہاں مسائل تو موجود ہیں، سماجی اور سیاسی اونچ نیچ قائم ہے ،سیاسی ،نسلی اور مسلکی تنوع بھی ایک حقیقت کے طور پر موجود ہے، اس خلا اور کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حقوق کے نام پر مختلف تحریکیں کھڑی کی جارہی ہیں۔ان تحریکوں کا انداز واسلوب چونکہ صلح جویانہ اور خرابی کرنے کی سوچ سے قریب نہیں ہوتا اس لئے یہ تحریکیں مسلمان معاشروں کو مزید استحکام کی طرف لے جانے کا باعث بنتی ہیں۔

افغانستان کے آتش کدے کو دہکتا رکھنا بھی اسی مقصد کے لئے ضروری ہے۔انتشار زدہ

معاشرے میں امن کے نام پر قیام کر کے گردوپیش کے معاملات پر نہ صرف نظر رکھنا ممکن ہوسکتا ہے بلکہ دائیں بائیں دست درازی بھی آسان ہو کر رہ جاتی ہے ۔مولانا سمیع الحقؒ جیسے قد آور عالم دین جنہیں مغرب نفرت سے ''فادر آف طالبان'' کہتا۔آپ برملا پاکستان اور پاکستانیت کی بات کرتے تھے، وہ اپنے قتل کے وقت بھی ''دفاع پاکستان کونسل'' کے سربراہ تھے یوں وہ پاکستان کی ریاست، حکومت اور سسٹم کی سمت کھڑے تھے ۔ان کا یہ کردار بہت سی قوتوں کو گوارا نہیں تھا۔مغرب انہیں ایک خوفناک کردار بنا کر پیش کرتا تھا ۔افغانستان کے حکمران اور عوامی حلقوں میں مولانا کی شخصیت کو کچھ اس انداز سے پیش کیا گیا تھا کہ گویا کہ افغان معاشرہ جن مصائب اور مشکلات کا شکار ہے ان کے اصل ذمہ دار مولانا سمیع الحقؒ ہیں، پھر بھی ان سے قیام امن کے بارے میں باربار مدد مانگی جاتی رہی۔مولانا کا جوامیج افغانستان کے ایک مخصوص حلقوں میں بنایا گیا ہے اسی کا اثر تھا کہ سوشل میڈیا پر یہ حلقے مولانا کے قتل پر سفاکانہ انداز میں جشن مسرت مناتے گئے ۔مولانا سمیع الحقؒ اور ان کی سوچ اس خطے کے ماضی کے ساتھ جڑی تھی، یہ وہ طویل الجہات دھاگہ ہے جسے لپیٹنے کے لئے کئی حوالوں اور کئی جہتوں میں کام ہو رہا ہے ۔

جس دن مولانا قتل ہوئے عین اسی روز پاکستان کے شہرہ آفاق جرنیل حمید گلؒ کے صاحبزادے عبداللہ گل پر بھی قاتلانہ حملے کی خبریں عام ہوئیں ۔اگر یہ خبر مصدقہ ہوئی تو تحقیقاتی اداروں کا کام مزید آسان ہوجاتا ہے ۔حمید گلؒ تو اس دنیا میں موجود نہیں مگر انہیں پاکستان کی افغان پالیسی اور جہاد ماضی کا اہم کردار سمجھا جاتا تھا، یہی تاثر مولانا سمیع الحقؒ کے بارے میں بھی تھا۔یہ دونوں ماضی کے جہادی دور کی دو اہم علامتیں تھیں، مولانا سمیع الحقؒ تو براہ راست نشانہ بنے مگر حمید گلؒ کی علامت پر وار کے لئے ان کے بیٹے کو چنا گیا۔مولانا کے قتل کی ٹائمنگ اس لحاظ سے اہم ہے کہ وزیر اعظم عمران خان چین میں اہم ترین دورے پر تھے جہاں پاکستان اور چین کے درمیان مستقبل کے عہدو پیماں ہو رہے تھے۔ دوسرا یہ کہ ملک میں آسیہ مسیح کی بریت نے ایک انارکی کا ماحول پیدا کر رکھا ہے ۔اس موقع پر پاکستان اور پاکستانیت کی ایک علامت پر وار کر کے ریاست کو گہرا پیغام دینے کی کوشش کی گئی ۔اب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کو تلاش کر کے انصاف کے کٹہرے میں لائے اور اس قوم کو سازش کے اصل محرکات سے آگاہ کرے ۔

جناب عبدالرشید قریشی
کالم نگار روزنامہ ''جرأت''

لاقانونیت کی انتہاء

- ...... مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ انتہائی بے ضرر شخصیت کے حامل
- ...... آپ جید عالم دین، بااخلاق، باکردار باوقار شخصیت کے مالک

ہم اپنی تحریروں میں اکثر عوام کے جان ومال اورعزت وآبرو کے تحفظ کے فقدان کا رونا روتے رہتے ہیں آج اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ایک جید عالم دین (جو بااخلاق، باکردار باوقار شخصیت کے مالک تھے) ہم سے جدا ہوچکے ہیں، ہمارا یہ ایمان ہے کہ زندگی اور موت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تاہم کچھ اموات ایسی ہوتی ہے جو اپنے پیچھے بہت سی یادیں چھوڑ جاتی ہیں، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت بھی ایسی شہادتوں میں سے ایک شہادت ہے، اگر ملک میں ایک عالم دین اورسیاسی شخصیت کی جان محفوظ نہیں تو کسی عام شہری کے جان ومال اورعزت وآبرو کو کیسے محفوظ تصور کیا جاسکتا ہے؟ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ انتہائی بے ضرر شخصیت کے حامل تھے، ان کی کسی کے ساتھ دشمنی نہ تھی، کہا جارہاہے کہ ان کی شہادت سے پاک افغان تعلقات کا مضبوط پل ٹوٹ گیا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسا پل کیوں ٹوٹتا ہے؟ یہ لمحہ فکریہ ہے کیونکہ ایسی صورت میں قاتل، غنڈے اور بدمعاش کھیل کھیلتے دکھائی دیتے ہیں، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت بھی ایسے ہی حالات کا واضح ثبوت ہے۔

ہمارے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں نے مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے قتل پر اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت پاکستان کے استحکام، سالمیت پر گھناؤنا وار ہے، یہ بات بالکل درست ہے ہم سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے جذبات سے سوفیصد متفق ہے سوال یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے استحکام اورسالمیت پر ایسے گھناؤنے وار کیوں ہورہے ہیں؟ بات گھوم پھر کر وہیں آتی ہے کہ ملک بھر میں عوام کے جان ومال اورعزت وآبرو محفوظ نہیں۔

جناب طارق حبیب
کالم نگار روزنامہ ''دنیا''

مولانا سمیع الحقؒ سے دو ملاقاتیں

کیرن لی جان انٹرویو کے دوران مولانا سمیع الحق صاحبؒ کی جانب سے متعدد بار بیٹی کہہ کر مخاطب کیے جانے پر حیران تھی۔ کیرن ایک فرانسیسی صحافی ہے جس نے ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کے حوالے سے رپورٹنگ شروع کی تھی اور اسی حوالے سے پاکستان آتی رہتی تھی۔ میں نے بھی کراچی میں دوران صحافت کیرن لی جان کے ساتھ مختلف سٹوریز پر کام کیا اور کئی انٹرویو بھی کیے۔

۲۰۱۲ء میں جب کیرن پاکستان آئی تو اس نے بتایا کہ اسے مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا انٹرویو کرنا ہے۔ انٹرویو کے لیے وقت لینے کی کوششیں شروع کی گئیں تو مولانا یوسف شاہ کی خصوصی دلچسپی کے باعث وقت مل گیا۔ فرانسیسی صحافی جو اپنے ذہن میں مولانا کے حوالے سے ایک سخت گیر شخصیت کا خاکہ بنا چکی تھی ابتدا میں تو پاکستان اور افغانستان کے حوالے سے گفتگو کرتی رہی۔ مولانا صاحبؒ نہایت شفقت اور نرمی سے تفصیلی جواب دیتے رہے۔ مولانا کے رویے کی نرمی دیکھ کر کیرن نے کھل کر سخت سوالات کرنے شروع کردئے۔ کیرن لی مولانا سمیع الحقؒ اور دارالعلوم اکوڑہ خٹک کو ''جہادی نرسری'' ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگاتی رہی۔ اس فرانسیسی صحافی نے اپنے طور پر ہی افغانستان میں ''بدامنی کا ذمہ دار'' بھی دارالعلوم حقانیہ کو قرار دے دیا تاہم مولانا سمیع الحق صاحبؒ سخت ترین سوالوں کو بغور سنتے اور نرمی وشفقت بھرے لہجے میں اپنا موقف تفصیلی طور پر دیتے۔

انہوں نے انٹرویو کے دوران افغان طالبان کو آزادی کی جنگ لڑنے والے کو مجاہد قرار دیا جبکہ امریکی حملے کو جارحیت ثابت کرتے ہوئے افغان حکومت کو امریکی کٹھ پتلی ہونے کی وجہ سے تسلیم کرنے سے ذاتی طور پر انکار کیا۔ مدارس کے حوالے سے ان کا موقف تھا کہ مغرب منصوبہ بندی کے تحت مدارس کو بدنام کررہا ہے۔ غیر ملکی صحافی نے گھما پھرا کر پاکستانی طالبان کے حوالے سے مولانا کے موقف کو مختلف انداز میں جانچنا چاہا تو مولانا نے دوٹوک الفاظ میں پاکستانی طالبان کے حوالے سے اپنا موقف پیش کیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے حوالے سے سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اکوڑہ

خٹک سے فارغ ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ پوری دنیا میں اپنی علمی ،دینی و سیاسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا صاحبؒ کے دستر خوان پر کھانا کھانے کے بعد جب ہم روانہ ہونے لگے تو مولانا صاحبؒ نے کیرن کو کچھ کتب دیں اور وقت نکال کر ان کتب کا مطالعہ کرنے کا کہا اور جواب میں کیرن نے وعدہ کیا کہ وہ ان کا مطالعہ ضرور کرے گی۔کراچی واپسی کے سفر کے دوران کیرن لی جان کا کہنا تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ کے حوالے سے اس کے ذہن میں عجیب وغریب خاکہ بنا ہوا تھا۔میرے پوچھنے پر اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ میں سمجھ رہی تھی کہ ہم کسی ایسے شخص سے ملیں گے جو ہر وقت ہاتھ میں ہتھیار رکھتا ہوگا ، دس بارہ اس کے گارڈز ہوں گے اور مجھے بہت محتاط ہوکر ان سے سوالات کرنے ہوں گے مگر یہاں تو معاملہ یکسر مختلف نکلا۔

دوسری ملاقات کا باعث بھی صحافتی ذمہ داریاں ہی رہیں۔حالات حاضرہ کے ایک پروگرام کے لیے ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے پروگرام کے میزبان رحمان اظہر صاحب کی مشاورت سے مولانا صاحبؒ کا انٹرویو کرنے کا فیصلہ ہوا اور اس حوالے سے مولانا سمیع الحق صاحبؒ سے انٹرویو کے ٹائم کے حصول کی کوششیں شروع کیں جو اس ملاقات کا سبب بنی۔عمرے پر روانگی کی وجہ سے انٹرویو کا وقت تو نہ مل سکا؛البتہ وقت لینے کی کوشش میں غیر رسمی تفصیلی ملاقات ہوگئی۔

مولانا صاحب امریکہ کے سخت مخالف تھے اور ان کو خطے میں بدامنی کا ذمہ دار سمجھتے تھے ان کا کہنا تھا؛ افغانستان کے بعد اس کا ہدف پاکستان ہوگا۔مولانا صاحب نے امریکہ کے حوالے سے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے پشتو مثال دی جس کا مطلب تھا کہ افغانستان میں امن کیلئے کنویں سے کتا نکالنا ہوگا،وہ امریکی انخلاء کے بغیر افغانستان میں امن کو ناممکن سمجھتے تھے،مولانا امریکہ، طالبان مذاکرات کے حوالے سے بھی اس کی کامیابی کے بارے میں متفکر تھے۔ان کا کہنا تھا کہ طالبان امریکہ کے ساتھ اعلانیہ اور دنیا کے سامنے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس عمل کے دوران جو بھی معاملات طے ہوں اس سے دنیا آگاہ ہو مگر امریکہ خفیہ مذاکرات پر زور دیتا ہے تاکہ عالمی برادری امریکہ،طالبان کے درمیان مذاکرات کی جزئیات سے بے خبر رہے۔اس سے امریکہ کی بدنیتی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ میں طالبان کو جانتا ہوں وہ امریکی انخلاء کے علاوہ کسی بات پر اتفاق نہیں کریں گے ۔ان کے سخت موقف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکی سفیر رچرڈ اولسن مذاکرات میں معاونت طلب کرنے مولانا صاحب کے پاس آیا جبکہ افغان سفیر اپنی حکومت کی جانب

سے چھ بار مولانا کے در پر حاضر ہوا تاہم مولانا نے معاونت کرنے سے واضح انکار کر دیا۔ مولانا صاحب سے گفتگو کے دوران بڑے دلچسپ انکشافات بھی ہمارے سامنے آئے۔ مولانا صاحب نواز حکومت سے سخت نالاں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ افغان طالبان اور پاکستان کے درمیان دوریاں پیدا کرنے کی اصل ذمہ دار نواز حکومت ہے جس نے ہر موقع پر افغان طالبان کو دھوکہ دیا۔ میں صرف انہیں طالبان سمجھتا ہوں جو افغانستان میں اپنی آزادی کی جنگ امریکہ اور مغرب سے لڑ رہے ہیں۔ افغان طالبان کی تقریباً اکثر قیادت جس میں مولانا جلال الدین حقانیؒ اور مولانا یونس خالصؒ اور دیگر ہزاروں اہم کمانڈر وعہدیدار حقانیہ کے گریجویٹ ہیں اور میرے بھی کئی نامور افغان مجاہدین شاگرد رہے ہیں، استاد شاگرد میں روحانی تعلق بہت مضبوط ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ میری بات سنتے ہیں مگر ہم نے کبھی یہاں نہ جہادی تربیت دی اور نہ ان کے ہاتھوں میں اسلحہ دیا ہے۔ چین کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ طالبان چین کو دوست سمجھتے ہیں اس لیے امن مذاکرات چین کے بغیر ممکن نہیں ہوں گے۔ پاکستانی حکومت مجھے جس وقت سنجیدگی کے ساتھ کہے گی تو میں طالبان سے بامقصد مذاکرات کراؤں گا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ مذہبی جماعتوں کے کردار سے زیادہ مطمئن نہیں تھے۔ وہ ایم ایم اے کے دور کو ناکام تصور کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایم ایم اے کے دور میں اسلام کی کوئی خاطر خواہ اور بڑی خدمت نہ ہوسکی بلکہ مشرف کے غیر آئینی وغیر اسلامی اقدامات کی ایم ایم اے کی جانب سے مختلف حیلوں بہانوں کے ذریعے تائید کی گئی۔

مولانا صاحبؒ کو اس بات کا دکھ تھا کہ موجودہ مذہبی قیادت اس جدوجہد سے آگاہ نہیں ہے۔ مولانا صاحبؒ نے اس ساری جدوجہد کو تحریری طور پر تاریخ کا حصہ بنانے کیلئے مولانا صاحبؒ کی جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت میں اس جدوجہد پر ۵۸۷ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''فوجی پارلیمنٹ میں اسلام کی جدوجہد'' بھی اشاعت کے قریب ہے۔ مولانا اسرار مدنی صاحب کی جانب سے جمع وترتیب کے بعد اس کتاب کا مسودہ مولانا صاحب نے اپنی شہادت سے تین روز قبل نظر ثانی کے لیے ایک خط کے ہمراہ راجہ ظفر الحق صاحب کو بھجوایا تھا۔ یہ خط مولانا صاحب کے علمی حوالے سے دست راست سمجھے جانے والے مولانا اسرار مدنی صاحب نے شہادت سے تین روز قبل راجہ ظفر الحق صاحب کو بھجوایا تھا۔ اس سوال پر بات کا اختتام کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کی تعلیمات کو ''دہشت گردی'' کی تعلیمات اور دارالعلوم اکوڑہ خٹک کو ''جہاد کی نرسری'' کہنے والے صرف اتنا تصور کریں کہ اگر مولانا کی تدریس وتربیت میں ''دہشت گردی'' کی معمولی رمق بھی موجود ہوتی تو ان کے بہیمانہ قتل کے بعد ان کے لاکھوں شاگردوں کا کیا ردعمل ہوتا؟

جناب منصور اصغر راجہ
کالم نگار روزنامہ ''امت''

کڑے سفر کا تھکا مسافر
سادہ طرزِ گفتگو، آٹوگراف میں ظرافت بھی اور حقیقت بھی

یکم جون ۲۰۰۳ء کو برادر محترم مولانا عبد الرؤف فاروقی نے ہمدرد سینٹر لاہور کے وسیع وعریض کانفرنس ہال میں تذکرۂ اسلاف سیمینار کا انعقاد کیا، جس کے مہمان خصوصی مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مولانا اعظم طارق شہیدؒ تھے۔ وقتِ مقررہ پر مولانا سمیع الحقؒ خطاب کے لیے تشریف لائے، شدید گرمی کے دن تھے، اس روز انہوں نے ہلکے نیلے رنگ کی سادہ سی شلوار قمیص پہن رکھی تھی، سر پر مخصوص روایتی پگڑی کے بجائے سفید ٹوپی تھی، انہوں نے اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے کے بعد ذرا دیر کے لیے ''متحدہ مجلس عمل'' کا ذکر چھیڑا، جس کا اس وقت وہ خود بھی حصہ تھے اور پھر کانفرنس ہال میں حاضر دینی مدارس کے طلبہ کی کثیر تعداد کو احادیث نبوی کی روشنی میں پند ونصائح سے بھی نوازا۔ ان کے سادہ سے طرز گفتگو نے ہمارا دل موہ لیا کہ ہم پہلی بار انہیں دیکھ اور سن رہے تھے۔ یہ وہی سیمینار تھا جس میں خطیبِ پاکستان مولانا ضیاء القاسمیؒ کے چھوٹے بھائی اور ہمارے مرشدِ اول مولانا قاری عبدالحئ عابد نے اپنے افتتاحی خطاب میں یہ تاریخی روایت بیان کی کہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اٹھارہ برس تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس بیٹھ کر حدیث پڑھائی اور حضرت مدنی فرمایا کرتے تھے کہ ان اٹھارہ برسوں میں کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ جب مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب نہ ہوئی ہو۔

صلیبی دہشت گردی

مولانا سمیع الحقؒ سے ہماری اگلی ملاقات ۹ جون ۲۰۰۴ء کو شملہ پہاڑی کے قریب واقع ایمبسڈر ہوٹل کے کانفرنس ہال میں ہوئی، جہاں اس روز ان کی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام طالبان افغانستان کے تناظر میں'' کی تقریبِ رونمائی تھی۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ان کے انٹرویوز کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے ملکی وغیر ملکی میڈیا کو نائن الیون سے پہلے اور اس کے بعد دیئے

تھے۔ جہاد افغانستان، تحریک طالبان افغانستان، ملا عمر، اسامہ بن لادن، دہشتگردی، دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ، اسلام اور نظامِ شریعت کے بارے میں امریکہ ومغرب کی غلط فہمیوں اور مسلم امہ پر امریکہ کی جارحانہ یلغار جیسے حساس موضوعات کے سلسلے میں یہ کتاب ایک مکمل بیانیہ ہے۔

آٹوگراف کی دلچسپ حکایت

مولانا سمیع الحقؒ نے اس روز اپنے اسٹیج پر دینی وصحافتی افق کے کئی تابندہ ستاروں کی کہکشاں سجا رکھی تھی۔ ان کے پہلو میں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال تشریف فرما تھے۔ دوسری جانب مجید نظامی جلوہ افروز تھے۔ قریب ہی مصطفیٰ صادق، عبدالقادر حسن صاحب اور مجیب الرحمان شامی صاحب بھی بیٹھے تھے۔ پروفیسر ساجد میر صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ مولانا فضل الرحیم صاحب اور اس وقت کے مہتمم جامعہ نعیمیہ حضرت ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی شہیدؒ بھی یہیں پر موجود تھے۔ طالب علمی کا دور تھا اور مشاہیر سے آٹوگراف لینے کا جنون کی حد تک شوق۔ سو ہم نے موقع دیکھتے ہی اپنی آٹوگراف بک جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کے سامنے رکھ دی۔ مولانا بھی ہماری طرف متوجہ ہوگئے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کے چہرے پہ مسکراہٹ جگمگائی، انہوں نے گردن موڑ کر ایک لمحے کے لیے اپنے ہمراہ اسٹیج پر تشریف فرما اور ہال میں موجود علماء کی طرف دیکھا اور پھر ہماری آٹوگراف بک پر یہ شعر رقم فرمایا......

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا   اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

مولانا سمیع الحقؒ یہ ساری کارروائی بغور دیکھ رہے تھے، شعر پڑھ کر کھلکھلا اٹھے اور کمالِ شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے آٹوگراف بک لینے کے لیے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھا دیا اور پھر انہوں نے فرزندِ اقبال کے آٹوگراف کے جواب میں اگلے ہی صفحے پر یہ شعر لکھا......

زاہدِ تنگ نظر نے مجھے ولی جانا   کافر کو کیا سمجھ ہے کہ مجاہد ہوں میں

نیچے اپنے دستخط فرمائے اور ساتھ ہی یہ جملہ بھی لکھا ڈاکٹر جاوید اقبال کی تحریر میں کچھ ترمیم کے ساتھ۔

مولانا سمیع الحقؒ کی طلباء سے ملاقات کا ایمان افروز منظر

مولانا سمیع الحقؒ سے ہماری اگلی ملاقات ۲۰۱۱ء کے اواخر میں ہوئی، جب وہ ''دفاع پاکستان کونسل'' تشکیل دے چکے تھے اور مینار پاکستان گراؤنڈ لاہور میں اپنا پہلا جلسہ کرنے جارہے تھے۔ ہم چند روز پہلے ہی ''امت'' سے وابستہ ہوئے تھے، ایڈیٹر ''تکبیر'' برادرم یعقوب غزنوی نے ہمیں مولانا سمیع الحقؒ کا انٹرویو کرنے کی ذمہ داری سونپ دی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ اسی دوران یہ خبر ہماری نظر سے

گزری کہ اگلے ہی روز مولانا لاہور تشریف لا رہے تھے اور انہوں نے لاہور جلسے کی تیاریوں کے سلسلے میں جامعہ اشرفیہ میں ہونے والے ایک اہم اجلاس میں شرکت کرنی تھی۔ سو اگلے روز مقررہ وقت پر ہم بھی جامعہ اشرفیہ پہنچ گئے۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد مولانا سمیع الحقؒ جب مہتمم جامعہ کے دفتر سے باہر تشریف لائے تو مدرسے کے کسی بڑے درجے کے طلبہ لمبی سی قطار بنائے ان سے ملنے کے لیے کھڑے تھے۔ یہ منظر ہم جیسے کالج یونیورسٹی کے فیض یافتہ طالب علم کے لیے خاصا حیران کن تھا کہ مولانا سمیع الحقؒ ایک ایک طالب علم سے مصافحہ کرتے ہوئے بڑے بڑے عاجزانہ لہجے میں ان سے یہ جملہ بھی ارشاد فرما رہے تھے آپ لوگ میرے لیے بھی دعا کیا کرو، آپ کی دعائیں تو نقد قبول ہوتی ہیں۔

گاڑی میں انٹرویو

گاڑی کے قریب پہنچے تو ہم نے آگے بڑھ کر انٹرویو کے لیے درخواست پیش کی، مولانا نے اپنی مصروفیات کا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دو روز ٹھہر جائیں، پھر ہم تفصیل سے بات کریں گے، ہم نے جواباً عرض کیا کہ ہمیں آج ہی آپ کا انٹرویو فائنل کر کے کراچی بھیجنا ہے تاکہ اسے تین روز بعد آنے والے تکبیر کے تازہ شمارے میں شامل کیا جا سکے۔ مولانا تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے اور پھر فرمایا ابھی میں مجید نظامی صاحب سے ملنے کے لیے ''نوائے وقت'' کے دفتر جا رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جائیں اور ''نوائے وقت'' تک پہنچتے پہنچتے آپ جتنے سوال پوچھ سکیں، وہ آپ کا نصیب۔ ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہوئے جھٹ سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور گاڑی چلتے ہی ٹیپ ریکارڈر آن کر کے مولانا کے قریب کر دیا، جامعہ اشرفیہ سے ''نوائے وقت'' تک فاصلہ ہی کتنا تھا؟ ہم دل ہی دل میں دعا کرتے رہے کہ کاش! مولانا کی گاڑی کہیں رش میں پھنس جائے تاکہ انٹرویو مکمل ہو سکے لیکن ہم جیسے سیاہ کار کی یہ بچگانہ دعا کہاں قبول ہوتی، تھوڑی دیر بعد ہی ہم مجید نظامی کے دفتر پہنچ گئے۔

گاڑی رکتے ہی مولانا سمیع الحقؒ نے پیچھے مڑ کر دریافت فرمایا کہ آپ کا انٹرویو مکمل ہو گیا یا کوئی سوال ابھی باقی ہے؟ ہم نے عرض کی کہ ایک آدھ سوال ابھی باقی ہے۔ فرمانے لگے آپ جلدی جلدی باقی سوال بھی پوچھ لیں۔ میں مختصر جواب دوں گا کیونکہ نظامی صاحب کو زیادہ انتظار کرانا مناسب نہ ہوگا اس طرح ہم نے مولانا سمیع الحقؒ کا پہلا انٹرویو ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں سفر کرتے ہوئے کیا جو ایک خوبصورت یاد بن کر ہمارے حافظے میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ گیا۔

شہدائے بالاکوٹ کی جہاد کی برکتیں

محدث کبیر مولانا عبدالحقؒ کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شخصیت کئی صفات کا مجموعہ تھی، وہ ایک حق گو عالم دین بھی تھے اور صاحبِ طرز ادیب بھی، صاحبِ بصیرت سیاستدان بھی تھے اور اعلیٰ پائے کے مدرس ومنتظم بھی اور جہاد سے محبت تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے خود اپنے ایک انٹرویو میں اپنے مدرسے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو حضرت سید احمد شہیدؒ کا فیضان قرار دیا۔ انہوں نے ۷نومبر ۲۰۰۱ء کو اے آر وائی ٹی وی کے علاوہ کچھ مغربی صحافیوں کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاں جہاں بھی سید احمد شہید اور ان کے ساتھی مجاہدین نے قیام فرمایا، وہاں پر بعد میں جہاد اور علم کے چشمے پھوٹ پڑے۔ جس جگہ دارالعلوم دیوبند قائم ہے، وہاں کوڑے کرکٹ کا ڈھیر ہوا کرتا تھا، جہاں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ جب اس جگہ کے قریب سید احمد شہیدؒ کے لشکر نے قیام کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے۔ بالکل اسی طرح اکوڑہ خٹک میں جس جگہ پر ہمارا دارالعلوم بنا ہے، سید احمد شہیدؒ اور ان کے قافلے کا پڑاؤ اسی جگہ کے آس پاس تھا۔ بعد ازاں یہیں قریب ہی سید صاحب کے لشکر اور سکھوں کے درمیان معرکہ اکوڑہ خٹک ہوا، جس میں سید صاحب کے کئی ساتھی شہید ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ خون جو شہادت کا اور جہاد کا یہاں جذب ہوا تو اس سے گویا حق تعالیٰ نے بیج بویا تھا اور سو سال بعد اس بیج کو حق تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں باہر نکال دیا۔ مولانا عبدالقیوم حقانی ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ جامعہ حقانیہ کے بانی اور اولین مہتمم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جامعہ کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کرتے: مجھے اگرچہ تاریخی اعتبار سے تو تحقق نہیں مگر آثار وقرائن سے یہیں معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ اسی جگہ قائم کیا گیا جہاں شہدائے بالاکوٹ کی سب سے پہلی تلوار چلی تھی۔ یہاں سید احمد شہیدؒ کے رفقائے کار شہید ہوئے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ کی صورت میں علوم ومعارف کے جو چشمے آج پھوٹتے نظر آ رہے ہیں، یہ مجاہدین بالاکوٹ کی برکات وثمرات ہیں۔

دادی اماں کی گود کے ثمرات

سیانے کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے، اسلام میں عورت کا رتبہ اسی لیے اتنا بلند ہے کہ اسے خدا نے انسان سازی جیسی عظیم الشان ذمہ داری سونپ رکھی ہے ،مولانا سمیع الحقؒ ایسی ہی ماں اور دادی کی گود میں کھیل کر جوان ہوئے، جنہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے

ابتدائی دور میں مدرسے کے طلبہ کو اپنے ہاتھوں سے روٹیاں پکا کر کھلائیں۔ مولانا نے متذکرہ بالا انٹرویو میں خود بتایا کہ جب مدرسے کا کام شروع ہوا تو نہایت محدود وسائل تھے۔ اس کے ساتھ یہ احتیاط بھی ہوتی کہ ایک ایک روپیہ صحیح مصرف میں لگے اور فالتو ایک آنہ بھی نہ لگے، دوسری طرف ہمارے گھر کی خواتین کہتی تھیں کہ اگر نان بائی رکھا جائے اور تندور سے روٹی پکوائی جائے تو پھر ہم کو اس ثواب میں حصہ نہیں ملے گا۔ چنانچہ مطبخ کی خدمت ہمارے گھر کی خواتین خود انجام دیتی تھیں۔ میں نے خود دیکھا کہ میری والدہ دس دس تندور لگاتی تھیں، جہاں وہ روزانہ تین چار گھنٹوں میں سوڈیڑھ سو آدمیوں کیلئے روٹی پکاتی تھیں۔ میری دادی مرحومہ ضعیف بھی تھیں اور اخیر عمر میں ان کی بینائی بھی چلی گئی تھی لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی وہ مدرسے کے طلبہ کے لیے تلاوت کرتے ہوئے آٹا گوندھتی تھیں، یہ ان قربانیوں ہی کا ثمر تھا کہ ایک موقع پر مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیبؒ نے فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے اور یہی وہ مبارک گود تھی، جس میں پرورش پانے والے مولانا سمیع الحقؒ نے عمر بھر دین کی خدمت کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔

جب سیاست کے کارزار میں قدم رکھا

مولانا سمیع الحقؒ بنیادی طور پر قلم اور کتاب کے آدمی تھے۔ اِس پر ان کا تصنیفی و تالیفی کام بھی گواہ ہے اور سات عشروں پر محیط درس و تدریس کا سنہرا دور بھی لیکن ۸۰ء کی دہائی میں جب انہوں نے خارزارِ سیاست میں قدم رکھا تو ان کے جوہر مزید کھل کر سامنے آئے۔ اس میدان میں بھی انہوں نے حق گوئی کی شاندار مثالیں قائم کیں جنیوا معاہدے پر دستخط کرنے سے پہلے وزیراعظم محمد خان جونیجو نے ۵۔۶ مارچ ۱۹۸۸ء کو دو روزہ گول میز کانفرنس بلائی تا کہ اس سلسلے میں سیاسی و غیر سیاسی زعماء سے بھی رائے لی جا سکے مولانا سمیع الحقؒ بھی اس کانفرنس میں شریک ہوئے اس موقع پر انہوں نے جنیوا معاہدے پر دستخط کرنے کی شدید مخالفت کی اور اس معاہدے کو پاکستان کے لیے دوسرا معاہدہ تاشقند قرار دیتے ہوئے وزیراعظم کے منہ پر کہا کہ جنیوا معاہدے پر دستخط درحقیقت افغان شہدا کے خون سے مذاق ہوگا، اس معاہدے کا افغانستان سے روسی افواج کی واپسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امریکہ اپنی نئی حکمت عملی کے تحت اب ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے، ایک افغانستان سے روسی افواج کا انخلا اور دوسرا افغانستان میں مجاہدین کی آزاد اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ کیونکہ دنیا بھر کی سوشلسٹ، کمیونسٹ اور سیکولر حکومتیں بظاہر تو افغانوں کی حمایت کر رہی ہیں لیکن وہاں آزاد اسلامی حکومت کا قیام ہرگز نہیں چاہتیں لہٰذا پاکستان کو موجودہ حالات میں جنیوا معاہدے پر دستخط کر کے

افغان مجاہدین جیسی مضبوط حلیف قوت کو ناراض نہیں کرنا چاہیے بلکہ پاکستان کی بقاء وسلامتی اس میں ہے کہ اس کے مغربی پڑوس میں ایک خالص آزاد اسلامی ریاست قائم ہو۔ جنیوا معاہدے کے بعد سے اب تک ہمارے مغربی پڑوس افغانستان میں جو کچھ ہوا اور جو ہو رہا ہے، اسے دیکھتے ہوئے مولانا سمیع الحقؒ کی بصیرت کی داد دینی پڑتی ہے۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید شاید اسی کو کہتے ہیں۔ نائن الیون کے بعد جب پرویز مشرف نے افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو اس موقع پر پرویز مشرف کی طرف سے بلائی گئی ایک میٹنگ میں مولانا سمیع الحقؒ نے دوٹوک الفاظ میں اس طالع آزما صدر مشرف سے کہا کہ صدر صاحب! یہ فیصلہ کر کے پاکستان اور مسلم امہ کی بیس سالہ قربانی کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ وہ پرویز مشرف کی اس پالیسی پر سخت رنجیدہ تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا کہ کسی ملک کے جرنیل کو جبراً مسلط ہو کر بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا۔ قوم ایک جرنیل پر بڑا پیسہ خرچ کرتی ہے تاکہ وہ آزادی وسالمیت کا تحفظ کرے نہ کہ ملک کو چاندی کی پلیٹ میں رکھ کر دشمن ملک کے حوالے کر دے۔ انہوں نے ۷ نومبر ۲۰۰۱ء کو جاپان کے معروف اخبار The Sankei Shimbun کو انٹرویو دیتے ہوئے سب سے پہلے پاکستان کے نعرے کی بابت کہا کہ بیشک پاکستان سب سے پہلے ہے لیکن یہ ملک بنیادی طور پر ایک نظریئے کی بنیاد پر تخلیق ہوا، اس کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ پہلے پاکستان اور پھر ایمان، اس لئے ہمیں سب سے پہلے اسلام اور نظریہ پاکستان کا تحفظ کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے اس نظریئے کو ہی پس پشت ڈال دیا تو اس پاکستان کی ساری عمارت ہی گر جائے گی۔

مغرب کے منافقانہ رویوں کی مذمت

مولانا سمیع الحقؒ امریکہ ومغرب کے منافقانہ رویوں کے سخت ناقد تھے اور اس سلسلے میں انہیں عملی تجربہ بھی تھا، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر بنیاد پرستی کا الزام لگانے والے امریکہ ومغرب خود سب سے بڑے بنیاد پرست ہیں، انہوں نے ۲۰۰۰ء میں ایک کورین نیوز سروس کی خاتون رپورٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا: یورپ نے بنیاد پرستی کا ڈرامہ رچا رکھا ہے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے یہ اصطلاح گھڑی ہے لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ بنیاد پرست کیا ہوتا ہے۔ موجودہ عربی میں بنیاد پرستوں کو اصولیین کہتے ہیں ہر مذہب اور قوم کے اپنے کچھ اصول، اخلاقی اقدار اور تہذیب وثقافت ہوتی ہے، اگر ان کیساتھ وابستگی کو بنیاد پرستی کہا جاتا ہے تو پھر کون بنیاد پرست نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑے بنیاد پرست تو مغرب والے ہیں۔ اس کی چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ ہم آپ سے اسی لباس میں مل رہے ہیں، جو آپ نے اِس وقت پہن رکھا ہے۔ آپ کو شرعی پردہ کرنے پر مجبور نہیں کر رہے، کیونکہ آپ

غیر مسلم ہیں اور یہ حکم آپ پر لاگو نہیں ہوتا لیکن مغربی ممالک میں تو مسلمان بچیوں کو اسکارف پہننے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مجھے ایک دفعہ اسپین میں مسجد قرطبہ کے اندر جوتوں سمیت جانے پر مجبور کیا گیا۔ وہاں موجود حکام نے کہا کہ آپ نے مسجد کے اندر جاتے ہوئے جوتے نہیں اتارنے اور نہ ہی وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ ایک بار یونان جانا ہوا تو وہاں پورے ایتھنز شہر میں ایک بھی مسجد نہیں تھی۔ ہم نے وہاں نمازِ جمعہ ایک سفیر کے ہاں ادا کی، جنہوں نے اپنے گھر کے گیراج میں نماز کیلئے جگہ بنا رکھی تھی۔

امریکہ و مغرب تمام مشرقی اقوام کا مشترکہ دشمن

مولانا سمیع الحقؒ امریکہ و مغرب کو تمام مشرقی اقوام کا مشترکہ دشمن قرار دیا کرتے تھے۔ اسی انٹرویو میں جب رپورٹر نے ان سے کہا کہ کوریا اگرچہ مسلمان ملک نہیں ہے لیکن کیا آپ کورین عوام کو اپنی طرف سے کوئی پیغام دینا چاہیں گے تو انہوں نے فرمایا: اگرچہ پورے مشرق میں مسلمانوں کی ایک الگ کمیونٹی ہے، لیکن مشرقیت کے لحاظ سے اور مشرقی قوم ہونے کے ناطے ہم اور آپ سب برابر ہیں، مغرب ہمارا مشترکہ دشمن ہے۔ وہ ہمارے دین ونظریات کا بھی دشمن ہے اور اقتصادی ترقی کا بھی، وہ ہم سب کو آگے نہیں بڑھنے دے گا، جاپان پر ایٹم بم گرائے جانے کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے میرا یہی پیغام ہے کہ ہم سب مشرقی اقوام کوریا، تائیوان، چین، جاپان وغیرہ باہم مل کر اپنا تحفظ کر سکتے ہیں۔ ہمیں مغرب کی چالوں میں نہیں آنا چاہئے۔ ہم مسلمان بدھ مذہب کا بہت احترام کرتے ہیں، ہماری گوتم بدھ کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔

تحفظ ناموس رسالتؐ

مولانا سمیع الحقؒ تحفظ ناموس رسالتؐ اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے لیے خود کو ہمہ وقت تیار رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ قانون توہین رسالتؐ کا اگر صحیح استعمال کیا جائے تو اس کا سب سے زیادہ فوری فائدہ اس ملزم کو پہنچتا ہے، جس پر توہین رسالتؐ کا الزام لگتا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں اگر قانون توہین رسالتؐ کو غیر موثر بنا دیا جائے تو ملک میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ پرویز مشرف دور میں جب حکومت نے قانون توہین رسالتؐ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی کوشش کی تو انہوں نے واشنگٹن پوسٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ بنیادی بات یہ ہے کہ توہین رسالتؐ ہر مذہب میں جرم ہے۔ ہمارے لیے تمام انبیائے

کرامؑ مقدس ہیں۔ آپ لوگ بھی یہ بات کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ آپ کے پیغمبر کے خلاف کچھ کہا جائے، اس کے لیے پھانسی تک کی سزا تھی آپ کے ملک اور تاریخ میں۔ اسی طرح ہمارے ملک میں بھی اگر کوئی شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے تو مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں، کیونکہ مسلمان جتنا بھی گرا پڑا ہو، یہ حرکت وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ لوگ چاقو، بندوق نکال کر ایسے شخص کو اسی جگہ مار ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے قانون توہین رسالتؐ اسی لیے بنوایا کہ توہین رسالتؐ کے ملزم کو میں اور آپ سزا نہ دیں، بلکہ یہ کام حکومت خود کرے۔ چنانچہ اس قانون کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی تحفظ مل جاتا ہے جن پر توہین رسالتؐ کا الزام لگتا ہے۔ اس قانون کو غیر موثر بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم لوگوں کیلئے قانون ہاتھ میں لینے کا راستہ کھول رہے ہیں۔ اس طرح تو خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ کوئی بھی شخص اٹھ کر لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرے گا کہ بھائیو! باہر نکلو، فلاں شخص گستاخی کا مرتکب ہوا ہے اور لوگ جھپٹ پڑیں گے تو ہماری کوشش یہ ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور توہین رسالتؐ کی آڑ میں کوئی بے گناہ نہ مارا جائے لیکن آپ لوگ اس پر خوش ہونے کے بجائے قانون توہین رسالتؐ کے بارے میں واویلا کرتے ہیں، یہ بات ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

دہشت گردی اور جہاد میں فرق

دہشت گردی اور جہاد کے بارے میں مولانا سمیع الحقؒ کی رائے بڑی واضح تھی، ۲۴ جون۲۰۰۲ء کو انہوں نے سی این این کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا: اگر میں نقاب اوڑھ کر رات کے اندھیرے میں یہاں سے نکلوں، کلاشنکوف میرے پاس ہو، میں سڑک پر بس روک کر عورتوں کو اغوا کروں، لوگوں کو قتل کروں اور لوٹ مار کروں تو یہ Terrorism ہے لیکن اگر میں سکون سے اپنے گھر میں بیٹھا ہوں اور چند غنڈے میرے گھر کا دروازہ پھلانگ کر اندر آجائیں، وہ مجھے رسیوں سے باندھنے کی کوشش کریں، میرا گھر لوٹنا چاہیں، مجھے قتل کرنا چاہیں اور میں ان کے حملے اور لوٹ مار سے بچنے کے لیے اپنا پستول اٹھا کر ان کے مقابلے میں ڈٹ جاؤں تو یہ جہاد ہے۔ سڑک پر جو فعل ہو رہا ہے وہ دہشت گردی ہے لیکن اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے گھر، اپنے بچوں، اپنی عصمت و کردار اور اپنی تہذیب و ثقافت کے لیے لڑنا جہاد ہے۔ آپ لوگ یہ فرق کیوں نہیں محسوس کرتے؟

دینی مدارس کی آزادی

مولانا سمیع الحقؒ دینی مدارس کی آزادی از حد ضروری خیال کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ جن

مدارس میں حکومت مداخلت کرتی ہے، وہاں سے جرات مند علماء پیدا ہونے بند ہو جاتے ہیں۔ فروری ۲۰۰۰ء میں ایک جاپانی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جن دینی اداروں کو محکمہ اوقاف اپنے تسلط میں لے، وہ ادارے تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے نظام کا کنٹرول کسی کے ہاتھ میں دینا قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ اللہ ہماری اس طرح مدد فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے منصوبے بجٹ کے تابع ہوتے ہیں جبکہ دینی مدارس کا بجٹ منصوبوں کے تابع ہوتا ہے۔

اتحاد امت کے داعی

مولانا سمیع الحقؒ صحیح معنوں میں داعی اتحاد امت تھے۔ انہوں نے جب بھی کسی پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کو اکٹھا کیا تو بریلوی علمائے کرام ان کے طرف بیٹھے ہوتے تھے اور اہلحدیث حضرات دوسری جانب۔ ''دفاع افغانستان کونسل'' میں حضرت شاہ احمد نورانیؒ اور ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی شہیدؒ ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ ایک بار ملکی وغیر ملکی میڈیا سے گفتگو کے دوران ایک صحافی نے ان سے سوال پوچھا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ افغانستان پہلی دیوبندی ریاست ہے، اس لیے اس سے آپ کی جذباتی وابستگی ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر وہ بریلوی ریاست بھی ہوتی، میں تب بھی اس کا ساتھ دیتا۔ میرے ذہن میں تو یہ خیال تک بھی نہیں آیا۔ اگر کوئی بھی اسلامی ریاست ہوتو ہم اس کے دفاع کے لیے ضرور اٹھ کھڑے ہوتے۔

سچے وطن دوست

سیانے کہتے ہیں کہ سچی وطن دوستی اور انسان دوستی آپس میں لازم وملزوم ہوتی ہیں، وطن دوستی کے بغیر انسان دوستی اور انسان دوستی کے بغیر وطن دوستی محض ایک مغالطہ ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ وطن دوست بھی تھے اور انسان دوست بھی۔ وہ اپنے ملک کے اندر کسی بھی قسم کی مسلح جدوجہد کے ہمیشہ مخالف رہے اور ان کی انسان دوستی کے مظاہر تو ان کی مظلومانہ شہادت کے بعد بھی دیکھنے میں آئے کہ ان کے جنازے میں لاکھوں شاگردوں اور معتقدین نے شرکت کی لیکن احتجاج کے نام پر کہیں گھاس کا ایک تنکا تک نہیں ٹوٹا، کیونکہ انہوں نے اپنے معتقدین اور شاگردوں کو ساری زندگی یہی تعلیم دی تھی۔

انہیں جہاد افغانستان سے عشق تھا

افغانستان اور افغان طالبان سے تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو عشق تھا اور انہوں نے اپنے اس عشق کو اس کڑے وقت میں بھی نہیں چھپایا، جب بڑے بڑے صوفی، شیخ ورہنما پرویز مشرف کی

افغانستان مخالف پالیسی کی تائید کرتے ہوئے صلح حدیبیہ کی مثالیں دیتے پھر رہے تھے۔ غزنوی و ابدالی کے دیس سے مولانا سمیع الحقؒ کا یہ عشق وقتی یا اضطراری ہرگز نہیں تھا اور نہ ہی یہ عشق صرف افغان طالبان کے لیے مخصوص تھا۔ انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے اولڈ بوائے مولانا یونس خالص رحمہ اللہ جب اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم تھے تو انہوں نے ننھے سمیع الحق رحمہ اللہ کو اپنی گود میں کھلایا۔ افغانستان اور افغان قوم سے عشق کی خاطر انہوں نے کیا کیا ستم نہ سہے۔

۲۰۰۵ء میں وہ ایوان بالا کے رکن تھے اور ایک اعلیٰ سطحی پاکستانی وفد میں شامل، جو بلجیم جارہا تھا لیکن بلجیم حکام نے مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو برسلز ایئرپورٹ پر یہ کہہ کر روک لیا کہ وہ طالبان کے ''خالق'' اور ''دہشت گردوں'' کے سرپرست ہیں۔ یورپی یونین کے ارکان نے ان کی موجودگی میں پاکستانی وفد سے ملنے سے انکار کر دیا۔ یارلوگوں نے ان پر Father of Taliban کی پھبتی بھی کسی۔ انہیں ''یونیورسٹی آف جہاد'' کا چانسلر بھی کہا گیا، حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی کم ظرف دشمنوں نے ان کے روشن کردار پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت کی لیکن اِس عشق کی خاطر وہ زندگی بھر ایسی بے سروپا باتوں کو اپنی مسکراہٹ میں اڑاتے رہے اور مرنے کے بعد بھی ان کی پاکیزہ روح بزبانِ حال یہی کہہ رہی ہے کہ......

چھوڑی نہیں غیروں نے کوئی ناوکِ دشنام
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرزِ ملامت
اِس عشق نہ اس عشق پہ نادم ہے مگر دل
ہر داغ ہے اِس دل میں بجز داغِ ندامت

سوویت یونین کے خلاف جہاد کے ثمرات

مولانا سمیع الحقؒ فرمایا کرتے تھے کہ افغانستان گوند سے بھرا ہوا ایسا پیالہ ہے کہ جو بھی اس میں گرے گا، وہ باہر نہیں نکل سکے گا۔ افغانستان کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جو بھی جارح قوت افغانستان پر حملہ آور ہوئی، اسے بہت بے آبرو ہو کر یہاں سے نکلنا پڑا۔ ان کے مدرسے کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ آنجہانی سوویت یونین کے خلاف جہاد میں بھی دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتگان پیش پیش تھے اور ۹۰ء کی دہائی میں جب ملا محمد عمرؒ کی قیادت میں وہاں طالبان حکومت قائم ہوئی تو اس کے کئی مرکزی ذمہ دار بھی اکوڑہ خٹک کے ہی فارغ التحصیل تھے۔

ملا محمد عمرؒ کو جامعہ حقانیہ کی طرف سے اعزازی ڈگری

جس طرح عالمی شہرت یافتہ جامعات مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات کو ان کی خدمات کے اعتراف میں اعزازی ڈگریاں عطا کرتی ہیں، اسی طرح مولانا سمیع الحقؒ نے دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ملا محمد عمرؒ کو اعزازی ڈگری سے نوازا کیونکہ ان کے دورِ حکومت میں افغانستان میں مثالی امن قائم ہوا۔ مولانا خود فرمایا کرتے تھے کہ وہ اعزازی ڈگری دراصل ملا محمد عمر کی خدمات کا اعتراف تھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ طالبان دراصل Students ہی ہیں لیکن مغرب جان بوجھ کر انہیں طالبان کہہ کر پوری دنیا کو ڈراتا ہے۔ انہوں نے جولائی ۲۰۰۱ء میں ایک فرانسیسی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: طالبان ہماری پشتو زبان میں Student کی جمع ہے یعنی تعلیم حاصل کرنے والے لوگ، جس طرح فرانس، چین اور دیگر کئی ممالک میں آنے والی انقلابی تبدیلیوں میں وہاں کے نوجوان خصوصا طلبہ ہراول دستے کا کردار ادا کرتے رہے، ویسا ہی کردار طالبان نے افغانستان میں ادا کیا۔ جب افغانستان میں خانہ جنگی حد سے بڑھ گئی تو افغان اسٹوڈنٹس اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، جنہیں یورپ نے ہوا بنا دیا ہے۔ اگر آپ طالبان کے بجائے انہیں Student کہہ دیں تو آپ کا مسئلہ ختم ہو جائے گا، لیکن جان بوجھ کر طالبان کے لفظ پر اصرار ہے۔ مولانا سمیع الحقؒ امریکہ و مغرب کی طرف سے افغان مزاحمتی قوتوں کے لیے دہشت گردی کے الزام کو بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اگست ۲۰۰۲ء میں Reuters کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا ایک ہاتھی ہے اور ایک چیونٹی، ہاتھی، چیونٹی کو روند بھی رہا ہے اور ڈرتا بھی ہے کہ چیونٹی کہیں مجھے کاٹ نہ لے اور چیخ بھی رہا ہے کہ چیونٹی Terrorist ہے۔ اگر ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کا مطالعہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ سترہ اٹھارہ برس پہلے مولانا سمیع الحقؒ نے جو باتیں کہیں، وہ آج درست ثابت ہو رہی ہیں، جس کی ایک مثال جنرل (ر) پرویز مشرف ہے۔ انہوں نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں ایک روسی صحافی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ خدا نے چاہا تو یہ دینی جماعتیں بھی رہیں گی، یہ مدارس بھی قائم رہیں گے اور یہ جہاد بھی جاری رہے گا، لیکن یہ اپنے سر پر خاک ڈال کر اسی حسرت کے ساتھ چلا جائے گا اور قوم کے سامنے بھی شرمندہ ہوگا اور اللہ کے سامنے بھی۔

امریکہ اور طالبان مذاکرات اور مولانا شہیدؒ کا موقف

مولانا سمیع الحقؒ استعماری قوتوں کو افغانستان میں قیامِ امن کی راہ میں سب سے بڑی

رکاوٹ قرار دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ امریکہ کی طرف سے مذاکرات کی باتیں محض زبانی جمع خرچ ہے۔ گزشتہ برس انہوں نے ''تکبیر'' کے لیے انٹرویو دیتے ہوئے ہمارے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: افغان طالبان بات چیت کرنے کے لئے تیار ہیں، مذاکرات کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے پہلے کوئی بنیاد تو فراہم کی جائے، اب امریکہ فوجوں سمیت افغانستان میں بیٹھا ہوا ہے، طالبان کہتے ہیں کہ اس کے ہوتے ہوئے ہم تیں چالیس لاکھ افغان شہدا کی قربانی کس طرح ضائع کریں، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ پہلے ہمیں مل کر غیر ملکی افواج کو افغانستان سے نکالنا چاہئے تاکہ طالبان سے مذاکرات کے لئے راہ ہموار ہو سکے کیونکہ یہ ایک سادہ سا اصول ہے کہ جب تک کنویں میں نجاست پڑی رہے، کنواں پاک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب تک امریکی ونیٹو فوجیں افغانستان میں موجود ہیں، طالبان سے مذاکرات ممکن نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ امریکہ ومغرب خود بھی ان مذاکرات کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان آپس میں بات چیت کے ذریعے اپنے مسائل حل کریں۔ مذاکرات کے ذریعے تو امن قائم ہوتا ہے اور ان استعماری قوتوں کے لئے امن کا قیام موت ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں جتنی نسلی، لسانی اور علاقائی لڑائیاں جاری ہیں، وہ ان استعماری قوتوں کی وجہ سے ہی ہیں، اس لئے مذاکرات انہیں اچھے نہیں لگتے، اگرچہ وہ مذاکرات کا نام بھی لیتے ہیں، طالبان سے مذاکرات کی خواہش بھی ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ وہ اسی سلسلے میں میرے پاس بھی آئے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ افغان طالبان سے بات چیت کے لئے آپ کے پاس ایجنڈا کیا ہے تاکہ ہم زمینی حقائق کے مطابق بات کو آگے بڑھائیں تو وہ اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ دوسری طرف افغان طالبان کا یہ موقف ہے کہ ہم افغانستان کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس جنگ میں ۳۰۔۴۰ لاکھ افغانوں کی شہادتیں ہوئیں۔ ہم ان شہادتوں کو کیسے رائیگاں جانے دیں۔ ہماری تو آزادی ہی امریکہ اور نیٹو افواج نے سلب کر رکھی ہے۔ امریکہ نے اب روس کی جگہ لے لی ہے تو اگر روس کے خلاف لڑنا ٹھیک تھا تو اب امریکہ و نیٹو کے خلاف ہم کیسے بیٹھ جائیں۔ اس لئے میں نے افغان حکومت سے یہی کہا ہے کہ اگر آپ لوگ طالبان سے کامیاب مذاکرات چاہتے ہو تو پہلے امریکہ ونیٹو کو یہاں سے نکالو لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پہلے آپس میں بات چیت کر کے ملک میں امن قائم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد ہم امریکہ سے کہیں گے کہ وہ اب یہاں سے جائے۔ میں نے کہا کہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ ہم کہیں گے تو امریکہ چلا جائے گا کیونکہ اس خطے میں اسے اپنے قیام کے لئے مزید جواز مل گئے ہیں۔ اب یہاں چین ہے، سی

پیک منصوبہ ہے اور بھارت کے مسائل ہیں، اس لئے امریکہ تو یہاں سے خود سے نہیں جانا چاہے گا۔ دراصل طالبان کوئی شراکت اقتدار کے لئے تو جنگ نہیں لڑ رہے کہ انہیں دو چار وزارتیں مل جائیں گی تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے، وہ تو افغانستان کی آزادی اور اسلام کے نفاذ کے لئے لڑ رہے ہیں۔ افسوس! وہ مرد مجاہد اب ہم میں نہیں رہا کہ جس کا دل ہر لحظہ اسلام، پاکستان، افغانستان اور مسلم امہ کیلئے دھڑکتا تھا۔

اللہ نے خلعت خون شہادت ان کے گھر بھیج دی

مولانا حافظ نور محمدؒ ضلع گجرات کے معروف بزرگ عالم دین اور اولیاء میں سے تھے۔ قریباً نوے برس کی عمر پائی، مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگرد تھے، ساری زندگی توحید و سنت کی روشنی پھیلانے اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں گزری۔ اخیر عمر میں طبیعت پر شوقِ شہادت کا اِس قدر غلبہ تھا کہ اپنے معتقدین سے فرمایا کرتے: میں اب عمر کے اس حصے میں ہوں کہ جہاد کے لیے محاذ پر نہیں جا سکتا، سارا دن مسجد کے صحن میں بیٹھا رہتا ہوں، دعا کرو کہ کوئی کافر یہیں آ کر مجھے بم مار جائے، اکیاسی برس کی عمر میں مولانا سمیع الحقؒ کی اپنے گھر کے اندر مظلومانہ شہادت بھی کسی ایسی ہی خواہش بلکہ دعا کا اثر دکھائی دیتی ہے کیونکہ انہوں نے ساری زندگی جہاد کی تعلیم دینے اور مجاہدین کی سرپرستی کرنے میں گزاری۔ ان کے دل میں شہادت کی کس قدر تمنا ہوگی کہ رب نے خلعتِ شہادت ان کے گھر ہی بھیج دی۔ شاید رب کو یہ منظور نہ تھا کہ جہاد کو مسلم امہ کے تمام مسائل کا واحد حل قرار دینے والا وہ بوڑھا مجاہد اس بڑھاپے میں شہادت کی موت پانے کیلئے کہاں میدانِ جہاد میں مارا مارا پھرتا لیکن اس باریک نکتے کو سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے وہ طبقہ تہی دامن ہے، جس نے مولانا کی شہادت کے بعد بھی انکے کردار پر چھینٹے اڑانے کی سعی کی ہے، گنج ہائے گراں مایہ (حصہ دوم) میں شامل بابائے اردو مولوی عبدالحقؒ کے خاکے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ بڑے مقاصد کی بھی زندگی ہوتی ہے لیکن ہوتی ہے ہماری آپ کی زندگی سے علیحدہ، جس پر کبھی موت بھی طاری نہیں ہوتی، مولانا سمیع الحقؒ تو اپنے اعمال حسنہ کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے لیکن جن مقاصد کیلئے وہ عمر بھر جدوجہد میں مصروف رہے، انہیں موت آنی ہے، نہ آئے گی۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسے کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

محترمہ ثوبیہ احمد
کالم نگار روزنامہ ''جہاد''

رجل عظیم کی شہادت: ایک عہد کا خاتمہ

حق وباطل کی جنگ میں جان کا نذرانہ ایک عظیم قربانی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ہمیشہ مشکل وقت میں افغانستان کے مسئلے کے حل کیلئے اپنی خدمات میں آمناً وصدقنا کہا، نواز شریف کے دور میں پاکستان کے قیام امن کیلئے انہوں نے تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے ساتھ بھی مذاکرات کا آغاز بڑے مثبت انداز میں کیا مگر عین وقت پر نواز شریف کی حکومت کسی بیرونی دباؤ کا شکار ہوگئی اوراس نے رابطوں کے تمام ذرائع یکا یک بند کر ڈالے، یوں ان کی کاوشوں کو دریا برد کر دیا گیا، ابھی حال میں یہ شنید تھی کہ امریکا پھر ایک مرتبہ طالبان افغانستان سے مذاکرات کا در کھولنے کیلئے ان کی خدمات چاہتا ہے تب بھی انہوں نے کوئی گزشتہ رویوں کا شکوہ وشکایت نہ کیا کیونکہ وہ اس خطے میں امن کے داعی تھے۔

اختلافات کا اظہار دلیل کے ساتھ کیا

ان کی سیاست نکھری ہوئی تھی، کبھی بھی انہوں نے روایتی سیاست دانوں کی طرح مخالفین پر کیچڑ نہیں اچھالا، اختلافات کا اظہار دلیل کے ساتھ کیا اوراختلاف کی بنیاد اورگنجائش کو مدنظر رکھا چنانچہ وہ ہر طبقہ میں انہیں خوبیوں کی بناء پر قابل احترام رہے، طالبان مجاہدین طبقات ہمیشہ مرحوم کا احترام صدق دل سے کرتے اوران کو اپنے ایک عظیم استاد کا مقام بھی دیتے تھے کیونکہ افغانستان کے دینی طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت نے دارالعلوم حقانیہ سے علمی فیض پایا ہے۔

دین کی اشاعت اوراستحکام میں دارالعلوم حقانیہ کا بڑا کردار

یہ حقیقت بھی ہے کہ دین کی اشاعت اوراستحکام میں دارالعلوم حقانیہ کا بڑا کردار ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد مرحوم ومغفور مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اس دارالعلوم کی بنیاد ہندوستان کے عظیم مدرسے دارالعلوم دیوبند کے طرز پر رکھی اورانہوں نے اپنا یہ خواب سچ کر دکھایا، مولانا عبدالحق

مرحوم کے بعد مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اس خواب کو ایک حقیقت بنادیا کہ آج قومی سطح پر دارالعلوم حقانیہ کو وہی مقام حاصل ہے، جو دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے، یہاں سے بڑے بڑے دینی اسکالر فیض یاب ہوکر نکلے ہیں یہ محض ایک دینی مدرسہ نہیں ہے بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹی ہے، جہاں جدید خطوط پر تحقیق ومشاہدات کا کام ہوتا ہے، اس مقام تک ادارے کو لے جانے میں مولانا سمیع الحقؒ کا بڑا ہاتھ ہے۔

ایک دلچسپ واقعہ

اس موقع پر ایک واقعہ یاد آگیا کہ جب سابق صدر غلام اسحاق خان اورمیاں نواز شریف کے مابین اختلافات بڑھے تو اس موقع پر دونوں جانب سے باقی ماندہ سیاستدانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی تگ ودو شروع ہوئی چنانچہ میاں نواز شریف نے بھی چوٹی کے سیاستدانوں سے رابطے قائم کرنے کی غرض سے اپنے ایلچی مختلف رہنماؤں کے پاس روانہ کئے چنانچہ شہزادہ محی الدین کو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ سے بات چیت کیلئے اکوڑہ خٹک بھجا گیا ملاقات میں مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے نواز شریف سے اصولی اختلاف واضح کردیا اور بعد ازاں انہوں نے ''شہزادہ محی الدین'' کو مدرسے کے مختلف شعبے دکھائے اس موقع پر شہزادہ محی الدین نے وہاں موجود ایک صحافی کے کان میں کہا کہ یہ مدرسہ اس لئے دکھانا چاہتے ہیں تاکہ کچھ چندہ مل جائے مطلب یہ کہ سرگوشی صحافی وشہزادہ محی الدین کے درمیان ہوئی جبکہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کافی فاصلے پر تھے، جب مولانا اپنے معزز مہمان کو مدرسے کے مختلف شعبے دکھارہے تھے تو اس موقع پر مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے بتایا کہ مدرسے کیلئے کسی کے سامنے ہم ہاتھ نہیں پھیلاتے سب اپنے وسائل سے پورا کرتے ہیں، یہ سن کر شہزادہ محی الدین کا رنگ فق ہوکر رہ گیا پھر باقی سارا وقت شہزادہ محی الدین صحافی سے بھی نظریں ملانے سے کتراتے رہے، یہ خودداری تھی جو موقع پر دیکھنے میں آئی، ورنہ ایسے وقت پر تو بڑے بڑے مطالبات منوائے جاسکتے تھے اور بعض عناصر نے ایسے موقع محل سے فائدہ بھی پایا۔

جہاں شہید عالم دین مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی سیاسی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، وہاں انہوں نے دین کے فروغ کے لئے جو خدمات بحیثیت دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور سربراہ کے انجام دیں ہیں، وہ بھی فراموش نہیں کی جاسکتی ہیں، وہ اتحاد بین المسلمین کے بھی داعی تھے اور اس

میں عملی طور پر سرگرم بھی رہے، جیسا کہ محولہ بالا ذکر کیا گیا کہ انہوں نے ہمیشہ نکھری اور شفاف سیاست کی، مخالفوں پر گندگی نہیں ڈالی۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اپنے ہی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہیں، جہاں انہوں نے فقہ، اصول فقہ، عربی ادب، منطق، صرف ونحو، علوم تفسیر اور علم حدیث میں مہارت حاصل کی، عربی زبان پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا، تاہم وہ اردو بھی ایسی فرفر بولتے جو اردوئے معلّٰی سے تطابق رکھتی تھی، مولانا شہید رحمہ اللہ ہی کیا ان کا سارا گھرانہ اردو کا لہجہ بھارت کے صوبے اتر پردیش کے صاحب علم افراد کی طرح ہی ادا کرتا ہے، گمان ہی نہیں ہوتا کہ مادری زبان پشتو ہے جبکہ لہجے میں سہارنپوری تلفظ کی عکاسی کافی پائی جاتی ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذات افغان کے مسئلہ کے حل میں ایک بڑی امید تھی

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک کھرے انسان تھے، بات صاف کرتے تھے، وہ اتنے کھرے تھے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جب نائن الیون کی وجہ سے ہر طرف خوف کی فضا تھی ملا عمرؒ کو اپنا ذہین ترین شاگرد قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ ملا عمرؒ ایک فرشتہ صفت انسان ہے، حال ہی میں افغان حکام نے مولانا سمیع الحقؒ سے طالبان کے مختلف گروہوں کے درمیان ثالثی کرانے کی درخواست کی تھی مولانا سمیع الحق نے چین کو بھی افغانستان کے قضیے کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کو کہا، اسی طرح میڈیا پر یہ پریس رپورٹس آئیں کہ امریکا نے براہ راست طالبان سے مذاکرات کی پیش کش کی ہے تو مولانا نے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کی ذات افغانستان کے مسئلہ کے حل میں ایک بڑی امید تھی جس کو سفاک قاتلوں نے بڑے بہیمانہ طور پر ختم کردیا، اسی طرح ایک پختہ سہارے سے افغان عوام اور پاکستان کے عوام کو محروم کردیا لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شریف النفس انسان ایسے کھرے، صاف گو شخصیت کو اس بیدردی سے کس نے اور کیوں قتل کردیا؟ جب مولانا شہیدؒ کی ذات سے کسی کو کوئی پریشانی یا الجھن نہ تھی بلکہ خطے میں امن وامان کے قیام میں انکی ذات سے مستفید ہوا جاسکتا تھا، وہ کسی کے لئے رکاوٹ بھی نہیں تھے بلکہ جنرل یحییٰ سے لے کر نواز شریف سبھی ان کے پاس آتے رہے۔

جناب افتخار گیلانی
معروف کالم نگار

مولانا سمیع الحق سے ایک یادگار ملاقات
مشاہدات، مذاکرات اور دلچسپ تأثرات

جناب افتخار گیلانی صاحب ہندوستان کے جانے پہچانے صحافی اور کالم نگار ہیں، تحریک آزادی کشمیر کے رہنما سید علی گیلانی مرحوم کے بھتیجے اور داماد ہیں، ہندوستان کے صحافتی حلقوں میں ایک اہم مقام اور مسئلہ کشمیر پر خصوصی نگاہ رکھتے ہیں، انگریزی اور اردو میں روانی کے ساتھ لکھتے ہیں، ہندوستانی اخبارات کے علاوہ پاکستان کے اخبارات میں بھی ان کے کالم چھپتے ہیں، مصنف بھی ہیں اور اخبار نویس بھی ...... (ادارہ)

۲۰۰۱ء ہنگامہ آرائیوں اور افراتفری سے پُر سال تھا، پے در پے واقعات یعنی نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ ٹاور کی تباہی، بھارت اور پاکستان کے درمیان آگرہ مذاکرات کی ناکامی، بھارتی پارلیمان پر حملہ اور سال کی شروعات میں ہی افغانستان میں طالبان کی طرف سے مہاتما بدھ کے قدیمی مجسمے کی مسماری نے دنیا کو ہیجان میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا، اسی سال مارچ کے مہینے میں، میں ایک کزن کی شادی کے سلسلے میں پاکستان وارد ہوگیا تھا۔ معروف پاکستانی صحافی اور تجزیہ کار نصرت جاوید (جو ان دنوں نئی دہلی میں مقیم تھے) نے راولپنڈی میں مقیم سیاستدان سید کبیر علی واسطی کو میری میزبانی کیلئے کہا، جنہوں نے مہمان نوازی کی انتہا کردی۔

ان ہی محفلوں میں ایک بار جمعیت علما اسلام (س) کے سربراہ مولانا سمیع الحق کو قریب سے دیکھنے اور ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ خیبر پختونخوا میں اکوڑہ خٹک کے مقام پر دارالعلوم حقانیہ کے چانسلر کی حیثیت سے اور اس مدرسہ کی افغان طالبان سے نسبت کی بنا پر دنیا بھر میں اور بھارت میں بھی میڈیا میں ان کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ سر پر روایتی پگڑی، دراز قد، روشن اور تیز وطرار آنکھیں اور سنہری داڑھی میں ان کی شخصیت واقعی متاثر کن تھی۔ جونہی واسطی صاحب نے تعارف کرایا، میں نے بے اختیار سوالات کی ایک بوچھاڑ شروع کردی، چونکہ افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی، مولانا کا طوطی بولتا تھا، ایک مسکراہٹ کے ساتھ، مولانا نے مجھے اکوڑہ خٹک آنے کی نہ صرف دعوت

دی بلکہ واسطی صاحب کو بلا کر کہا کہ میرے سفر کا فی الفور بندوبست کریں۔خیر چند روز تگ و دو کے بعد پشاور وغیرہ کا ویزا لینے کے بعد میں روانہ ہوگیا۔ مدرسہ حقانیہ جو دنیا بھر میں طالبان کی پرورش اور پرداخت اور اس سے قبل بھی جنگ افغانستان میں رول کیلئے مشہور تھا، اس کو قریب سے دیکھنے کا اشتیاق بے چینی اور بے قراری کی حد تک غالب تھا،مولانا کا دبدبہ اوراثر ورسوخ اس قدر تھا کہ مسجد کے گیٹ کے پاس پارکنگ میں کئی سفارتی پلیٹ والی گاڑیاں کھڑی تھیں۔گیٹ پر چیکنگ وغیرہ کے مراحل سے گزر کر ڈیوٹی پر مامور ایک شخص نے ہی مولانا کے دفتر تک رہنمائی کی معلوم ہوا کہ اسلام آباد سے آئے مغربی ممالک کے کئی سفارت کاروں کے ساتھ وہ میٹنگ میں مصروف ہیں۔

خیر اس میٹنگ کے بعد مجھے اندر جانے کی اجازت ملی۔ وہ زمین پر بیٹھے، غالباً ڈاک چھانٹ رہے تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ کارندوں کو ہدایات بھی دے رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے میرا پرتپاک استقبال کیا اور پاس ہی کھڑے ایک نوجوان کو پشتو میں کچھ کہااور مجھے اس کے ہمراہ جانے کے لئے اشارہ کیا،نوجوان مدرسہ کا فارغ التحصیل اور پاس کے کسی شہر میں مفتی تھا،اس نے کہا کہ مولانا نے حکم دیا ہے کہ آپ کو مدرسہ کا وزٹ کروادوں۔ مدرسہ حقانیہ کے طلبہ فخراً بتا رہے تھے کہ طالبان کی موجودہ حکومت کے۹۰ فیصد افراد اسی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں۔ملاعمر، ملاعبدالمتوکل ان گنت نام ان کی زبانوں پر تھے۔مدرسے کا ایک علیحدہ بلاک وسط ایشیا کے طلبہ کیلئے وقف تھا۔ مدرسہ کے ٹور کے دوران افغان طلبہ سے بھی بات چیت کا موقع ملا۔ ان کا متفقہ موقف تھا کہ ان کے ملک کو فی الحال ایسی حکومت چاہئے جواس کو مستحکم کرے اورامن وامان بخشے۔گوکہ ابھی امریکہ نے افغانستان پر چڑھائی نہیں کی تھی مگر اقتصادی پابندیاں عائد ہوچکی تھیں۔

مدرسہ کی لائبریری، میوزیم جس میں مدرسہ کے بانی مولانا عبدالحق کی دارالعلوم دیوبند کی چند یادیں، قلمی نسخوں کا ذخیرہ و مطبخ دیکھنے اور دیگر اساتذہ کے ساتھ ہم کلام ہونے کے بعد واپس مہتمم کے دفتر آ پہنچا، ظہر کا وقت ہورہا تھا، نماز سے فراغت کے بعد مولانا سمیع الحق مجھے پاس ہی اپنے گھر لے گئے، جہاں انہوں نے پرتکلف پشاوری کھانا تیار کروایا تھا۔مولانا اس وقت ۴۰رکنی افغان ڈیفنس کونسل کے سربراہ تھے۔ طالبان حکومت پر امریکی اقتصادی پابندیوں کے بعد پاکستان اور افغانستان کے علماء اور دیگر افراد پر مشتمل یہ گروپ تشکیل دیا گیا تھا۔ وہ حال ہی میں قندھار میں طالبان کے سربراہ ملا عمر سے ملاقات کرکے واپس لوٹے تھے۔

وہ ان کو قائل کررہے تھے کہ اسامہ بن لادن کی سرگرمیوں پر قدغن لگا کر اس کو کسی دوسرے

ملک میں جانے پر تیار کریں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعی وہ افغانستان میں اس قدر اثر و رسوخ رکھتے ہیں؟ وہ گویا ہوئے کہ مدرسہ کے طالب علم ان کا احترام کرتے ہیں مگر ملک صرف اساتذہ کے احترام کے بل بوتے پر نہیں چلتا ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان و امریکہ طالبان کو گفت و شنید و سفارتی ذرائع سے قائل کروانے کے بجائے زبردستی اور دھونس سے کام لے رہے ہیں اور افغانی اس طرز تکلم کے قائل نہیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ مولانا اس وقت دنیا ااور طالبان کے درمیان رابطے کا واحد ذریعہ تھے۔

طالبان کی طرف سے بامیان میں گوتم بدھ کے قد آور اور تاریخی مجسمہ کو مسمار کرنے کی اس وقت دنیامیں چونکہ مذمت ہو رہی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جب ہزار سالوں سے کسی مسلم بادشاہ نے اس کو کبھی ایشو نہیں بنایا۔مصر میں اہرام ایستادہ ہیں اور سیاحت کا ذریعہ ہیں اور اس مجسمہ کی پوجا وغیرہ بھی نہیں ہوتی تھی۔آخر مسمار کرنے سے کیا حاصل ہوا؟ چند لمحے ٹھہر کر مولانا گویا ہوئے کہ آپ کو پتہ ہے کہ اس سال جنوری اور فروری میں صرف جلوزئی کیمپ میں ۵۰۰ شیر خوار بچے سردی کی وجہ سے جان بحق ہوئے۔اقوام متحدہ کے یونیسکو کے سربراہ نے افغانستان کا دورہ کرکے بتایا کہ ان مجسموں کی دیکھ بھال کیلئے انہوں نے کئی ملین ڈالر کی امداد منظور کی ہے، ملا عمر اور طالبان حکومت نے ان کو بتانے کی کوشش کی کہ وہ یہ امداد فی الحال ان کو زندہ انسانوں کو زندہ رکھنے پر خرچ کرنے دیں، جس کو حقارت سے ٹھکرایا گیا، ان کا کہنا تھا کہ اگر افغانستان پر غیر ملکی حملہ نہیں ہوتا تو آخر کیوں کوئی ہتھیار اٹھاتا اور پھر اگر روسیوں کی شکست کے بعد مجاہدین اور قبائلی سردار افہام وتفہیم سے حکومت چلانے میں کامیاب ہوتے تو طالبان وجود میں ہی نہ آتے، دیوبند کے ساتھ ان کی عقیدت کا عالم تھا کہ جب میں نے بتایا کہ میں کئی بار وہاں جا چکا ہوں اور مدرسہ کے گیسٹ ہاوس میں قیام بھی کر چکا ہوں کہ تو بار بار مدرسہ کے بارے میں حتیٰ کہ مجھ سے دیوبند کے گلی کوچوں کے بارے میں بھی استفسار کرتے رہے۔آپ سرمایہ کہاں سے لاتے ہیں؟ تو مسکرا کرانہوں نے گیٹ کے پاس بیل گاڑیوں اور ٹریکٹروں کی ایک لمبی قطار کی طرف اشارہ کیا جن پر اناج لدا ہوا تھا۔ اسی طرح کا نظارہ ہر شام دارالعلوم دیوبند کے باہر بھی دیکھنے کو ملتا ہے، جہاں دور دور سے مسلم کسان اناج کی بوریاں مدرسہ کو عطیہ کرنے پہنچے ہوتے ہیں، جب میں واپس اسلام آباد کی طرف روانہ ہو رہا تھا، ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں مدرسہ میں موجود مسجد کے مینار پر منعکس ہوکر ایک عجیب سا سماں پیدا کر رہی تھیں، جو مولانا سمیع الحق کی مقناطیسی شخصیت سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں۔ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسکی کمی شدت سے محسوس ہوگی۔حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا۔

جناب اسداللہ غالب
کالم نگار روزنامہ ''ایکسپریس''

مولانا شہیدؒ سے تعلق اور تعارف کی دلآویز کہانی

جمعہ کی سہ پہر میں اپنے کالم کی نوک پلک درست کرنے میں مصروف تھا کہ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی تیز دھار آلہ میری سطروں کی سطریں کاٹ رہا ہے، میں نے سمجھا یہ کوئی وائرس سرایت کر گیا ہے مگر نظر نہ آنے والے حملے جاری رہے، میرے کالم سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا، آخر میرا قلم نڈھال ہوگیا اور جو کچھ لکھ پایا تھا، اسے ای میل کر دیا مگر مجھے کسی پل چین نہیں آ رہا تھا۔

آخر وہ ہوگیا جس کا مجھے خدشہ تھا، تیز دھار آلے چلے مگر میرے کالم پر نہیں، مولانا سمیع الحقؒ کے نورانی جسم پر، وہ آرام فرما رہے تھے، بیماری اور نقاہت سے نڈھال تھے، ان کا بستر خون سے لت پت ہوگیا۔ میں نے ریاست کی رٹ قائم کرنے کے موضوع پر کالم لکھا تھا اور مجھے پتہ چل گیا تھا کہ اس ریاست کی رٹ کس حد تک نڈھال ہو چکی ہے۔ سوویت روس کو پارہ پارہ کرنے والے مجاہدین کے قائد واستاد کو میری ریاست سیکورٹی نہیں دے سکی تھی۔ آج بھی امریکہ جن مجاہدین سے لرز جاتا ہے، ان مجاہدین کے استاد محترم کو میری ریاست سیکورٹی فراہم کرنے میں ناکام رہی تھی مگر ریاست کی رٹ کا ورد وزیر اعظم نے بھی کیا اور فوج کے ترجمان نے بھی، میں صرف رو سکتا تھا، بچوں کی طرح بلک سکتا تھا اور میرے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے سمیع الحق!

میرا قلم اس شہید کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہوگیا

جب میں پندرہ برس کا تھا تو وہ عنفوان شباب کے عالم میں تھے۔ میرا رشتہ ان کے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ماہنامہ ''الحق'' کے ذریعے استوار ہوا اور یہ سلسلہ گزرے ماہ تک جاری رہا۔ فرق یہ واقع ہوا کہ ان کے والد مکرم کے دور میں ان کا ''الحق'' ہر ماہ قصور کے ایک بک اسٹال سے خریدا کرتا تھا اور اب مولانا سمیع الحقؒ اسے اعزازی ارسال کرتے تھے۔ مجھے یہ رسالہ اپنے

بچپن میں کیوں پسند تھا؟ اس کی وجہ ایک ہی تھی کہ یہ جماعت اسلامی کے رسالے ''ترجمان القرآن'' کے مقابلے میں زیادہ سہل اور عام فہم تھا۔ جماعت کا پرچہ زیادہ پڑھے لکھے اور باشعور طبقے کے لئے تھا جبکہ ''الحق'' آج بھی میرے جیسے طالب علم سے لے کر ایک مفکر تک ہر ایک کی دلچسپی کا مرکز ہے، مولانا سے چند دن قبل ہی تو بات ہوئی تھی، ان کا لہجہ نکھرا نکھرا تھا۔ بشاشت ان کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی، باتیں تو اکثر ہوتی رہتی تھیں۔ آخری ٹیلی فون میں انہوں نے کہا تھا کہ ان کی ڈائری پر مشتمل کتاب چھپ گئی، اسے مطالعے کے لئے بھجواؤں گا۔ یہ کتاب تو آتی رہے گی مگر اس پر اگر میں نے کچھ لکھا تو مولانا سے داد نہ پا سکوں گا، مولانا میرے کالموں کے واحد قاری تھے جو داد دینے میں ذرا تاخیر اور بخل سے کام نہ لیتے تھے۔ انہوں نے مجھے ''مکاتیب مشاہیر'' اور ''خطبات مشاہیر'' کی ضخیم جلدیں بھجوائیں۔ فون کر کے مجھے بتایا کہ آپ کا ایک کالم ہم نے ''مکاتیب مشاہیر'' میں شامل کر دیا ہے۔ یوں میں مولانا سمیع الحقؒ کی لازوال تاریخ کا ایک ادنیٰ باب بن گیا ہوں اور میری روح ابد آباد تک ایک احساس تفاخر سے سرشار رہے گی۔

کتابوں کی عالمگیر سطح پر رسائی

میں نے ان کی ارسال کردہ کتابوں کو دیمک کی غذا بننے کے لئے گھر کے کونے کھدرے میں ڈھیر نہیں کیا بلکہ انہیں عالم گیر سطح پر رسائی فراہم کر دی ہے اور اسکین کر کے اور پی ڈی ایف کی شکل میں انٹرنیٹ پر رکھ دیا ہے۔ مولانا کو میں نے اس کی خبر کی تو ان کی خوشیاں دیکھنے کے لائق تھیں۔ اب ان کی یہ کتابیں دنیا کے کونے کونے میں ان کے چاہنے والوں کی دسترس میں تھیں۔

میں مولانا سے اٹکھیلیاں بھی کر سکتا تھا اور وہ میری حرکتوں سے محظوظ ہوتے۔ نائن الیون کے بعد جب طالبان امریکی اور اتحادی افواج کے نشانے پر تھے تو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ہر ایک کی توجہ کا مرکز تھا۔ لوگ اس درسگاہ کو دیکھنا چاہتے تھے جہاں سے طالبان نے جنم لیا تھا، جہاں انہیں جہاد کا درس دیا گیا تھا، میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا، نوجوان حامد الحق بھی محفل میں موجود تھے، میں نے فرمائش کی کہ مجھے آپ کا مدرسہ تفصیل سے دیکھنا ہے۔ انہوں نے بلا تامل تعمیل کی اور حامد بیٹے سے کہا کہ انہیں خود لے جاؤ اور ایک ایک کونہ دکھاؤ۔ شاید یہ کہیں سے ''میزائل'' وغیرہ تلاش کر سکیں، میں مدرسہ دیکھنے نکلا، حامد بیٹے نے ایک کمرے کے بارے میں بتایا کہ اس میں فلاں

صاحب قیام پذیر رہے، ایک کمرے کے باہر جانا پہچانا نام لکھا تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن، سن بھی درج تھا کہ فلاں سن سے فلاں سن تک، مجھے معلوم ہے کہ سمیع الحقؒ کی شہادت کی خبر سن کر مولانا فضل الرحمٰن بھی چیخ چیخ کر رو دیئے ہوں گے۔

مذاکرات کی بھیک

یہ کئی دنوں سے خلا میں سوگ کس لئے چھائی تھی، پھر آسمان رونے کیوں لگ گیا تھا۔ ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ رونا تو ہمیں پڑے گا اور ہم تا قیامت ماتم کرتے رہیں گے ایک عالم دین کا، ایک مجاہد اعظم کا، ایک مفسر قرآن کا، ایک محدث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا، ایک مجدد کا، ایک انقلاب کے پیام بر کا، اس نے انقلاب کا پیام ہی نہیں دیا، افغانستان میں حقیقی انقلاب برپا کر کے دکھا دیا۔ ان کی تعلیمات سے منور سینے سپر طاقتوں کے سامنے تن گئے، چھلنی ہو گئے مگر وہ ہار ماننے کیلئے تیار نہیں، ہار مانی تو ایک سپر طاقت نے اور وہ مذاکرات کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئی۔

مولانا سمیع الحقؒ کی آشیر باد

ان مذکرات کی کامیابی کے لئے مولانا سمیع الحقؒ کی آشیر باد ضروری تھی مگر بدامنی کی سازش کرنے والوں نے ان کا جسم قیمہ بنا دیا، یہ شہادت کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر ابھی اس بہیمانہ واردات کی تحقیقات شروع ہیں، وزیر اعظم چین سے واپس آئیں، وہ ملک کے وزیر داخلہ بھی ہیں اور مولانا سمیع الحقؒ کے دوست بھی، مگر اے کاش! جو تحقیقات جاری ہیں، ان کا نتیجہ لیاقت علی خاں کی شہادت اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کی طرح بے نتیجہ نہ رہے یا قتل کا کھرا کسی اور طرف ہی نہ نکل جائے اور مجھے کہنا پڑے کہ شہید ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا عاجزانہ اور عاشقانہ سلام، سرکاری حکام یہ ''دعویٰ'' سامنے لا رہے ہیں کہ قتل کی یہ واردات کسی گھریلو تنازعہ کا شاخسانہ ہے، جس میں کوئی صداقت نہیں تھی اس پر میں (انا للّٰہ و انا الیه راجعون) ہی کہہ سکتا ہوں۔

جب کبھی اہل وفا یاد کریں گے مجھ کو
جانے کیا کیا میری روداد کے عنوان ہوں گے

جناب فاروق عادل

کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

ابوالمجاہدین مولانا سمیع الحقؒ شہید

- ...... یہ مولانا سمیع الحقؒ ہی تھے جنہوں نے پاکستان میں پہلا شریعت بل تیار کر کے سینیٹ سے منظور کرایا تھا۔
- ...... ہماری قومی زندگی میں لوگ انہیں تادیر اپنے اپنے انداز میں یاد کرتے رہیں گے۔

ایک لمبا تڑنگا مولوی، صلاح الدین صاحب (ایڈیٹر ''تکبیر'' کراچی) کے کمرے سے نکلا اور میرے کیبن کے دروازے پر آ کھڑا ہوا کہا، میری مشکل کے ساتھی ہو، یہ پہلی بار تھی جب میں نے مولانا سمیع الحقؒ کو اتنے قریب سے دیکھا اور ان سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ مولانا طویل قامت تو تھے ہی، پگڑی قد میں مزید اضافہ کر دیتی۔ مولانا میرے کیبن کے دروازے پر کھڑے تھے، میں ان کے احترام میں کھڑا ہوا گیا اور کہا: نہیں، مولانا! میں نے تو صرف اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داری ادا کی تھی۔ مولانا نے ایک قدم مزید آگے بڑھایا، میرے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پر جوش مصافحہ کیا اور پھر بازو پھیلا کر بغل گیر ہو گئے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ کراچی تشریف لائے، انہوں نے ملاقات کی ہمیشہ ہی کوئی صورت نکالی اور میں نے جب بھی انٹرویو کیلئے درخواست کی، انہوں نے وقت کی کمی اور مصروفیات کی زیادتی کے باوجود میرے لئے وقت نکالا۔

یہ مولانا سمیع الحقؒ ہی تھے جنہوں نے پاکستان میں پہلا ''شریعت بل'' تیار کر کے سینیٹ سے منظور کرایا تھا۔ ایک انٹرویو میں انہوں نے نہایت دکھ کے ساتھ کہا: جب قومی اسمبلی سے اس بل کی منظوری کے آثار پیدا ہوئے تو حکومت اور اسمبلی دونوں کو تحلیل کر دیا گیا۔ ان کی خاموشی کو دیکھ کر میں

نے اپنے سوالات کی فہرست پر نگاہ ڈالی اور کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ انہوں نے کہا، مقصد یہ ہے کہ ایک بنیاد قائم ہو جائے ایک ایوان سے بل کی منظوری سے کچھ بنیاد قائم ہوئی، لیکن اس دوران کچھ ایسے واقعات رونما ہو گئے جس سے مولانا سمیع الحقؒ، ان کے ہم خیال اور دینی طبقات بڑے پیمانے پر مایوس ہوئے۔ اصل میں ہوا یوں کہ مولانا سمیع الحقؒ اور ان کے اتحادیوں کے درمیان دوریاں پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے یہ تاثر مضبوط ہوا کہ اب ووٹ کے ذریعے اس تبدیلی کا ظہور ممکن نہیں رہا جس کی خاطر مولانا اور ان سے ملتی جلتی آدرشیں رکھنے والے بزرگوں نے کئی دہائیوں تک قربانیاں دیں اور حالات کے مدوجزر کو دیکھتے ہوئے حکمتِ عملی میں تبدیلیاں کیں۔

یہ کم وبیش وہی تھے جب افغانستان میں انجینئر گلبدین حکمت یار اور کمانڈر احمد شاہ مسعود لڑ لڑ کر ہلکان ہو چکے تھے اور طالبان معرکے پر معرکے سر کرتے ہوئے کابل پر قابض ہو چکے تھے۔ عین ان ہی دنوں ان کا کراچی آنا ہوا اور قصرِ ناز میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ قومی زندگی میں اپنے مکتب فکر کی پے در پے پسپائی کے ضمن میں، میں نے ان سے سوال کیا تو لگا جیسے وہ بھرے بیٹھے تھے۔ ایسی کیفیت میں وہ کسی قدر طیش اور انتہائی تیزی کے ساتھ بات کرتے، یوں لگتا جیسے ان کی رفتارِ گفتار اور خیالات کے درمیان توازن بگڑ چکا ہے۔ بس، ایسی کیفیت میں وہ تیزی، ہیجان اور جذبات کے وفور میں بولتے چلے جاتے اور ہوشیار صحافیوں کے قلم تیزی سے چلتے چلے جاتے، ایسی ہی کیفیت میں انہوں نے اس روز کہا، بس، اب ایک ہی راستہ بچا ہے اور وہ ہے خونی انقلاب کا راستہ۔ اس روز حیرت سے میں نے ان کا یہ سخن سنا اور ان حالات کے بارے میں سوچا جو اس اندازِ فکر کے نتیجے میں ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ میں نے کوئی ضمنی سوال کیا تو اسی کیفیت میں وہ بولے: ایسا ہوا تو میں افغانستان جا پہنچوں گا اور کسی غار میں بسیرا کروں گا۔

مولانا فی الاصل کیا تھے؟ پاکستان میں اور افغانستان میں ان کی اہمیت کیا تھی؟ ان سوالوں کا احاطہ اور جواب دینا بظاہر آسان نہیں۔ ممکن ہے وہ بعض معاملات میں بہت سوں سے کچھ امور میں پیچھے ہوں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کم یا زیادہ، طوعاً یا کرہاً لوگ ان کے آستانے پر حاضری پر مجبور ہوتے، ہماری قومی زندگی میں لوگ انہیں تادیر اپنے اپنے انداز میں یاد کرتے رہیں گے۔

اداریہ
روزنامہ ''جنگ''

مولانا سمیع الحقؒ کا المناک قتل

- ...... مولانا کی مظلومانہ شہادت قومی تاریخ کے بڑے سانحات میں ایک انتہائی المناک اضافہ ہے
- ...... مولانا شہیدؒ کئی ایک بین الاقوامی خفیہ ایجنسیوں کی ٹارگٹ لسٹ پر تھے

مولانا سمیع الحقؒ جیسے قدآور دینی وسیاسی رہنما، ہزاروں علمائے دین کے استاد اورمجاہدینِ اسلام کے قائد کو جمعہ کی شام وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے جڑواں شہر راولپنڈی کی ایک بارونق بستی میں سرشام اپنے گھر کے اندر تادم تحریر دستیاب معلومات کے مطابق نامعلوم قاتلوں کے خنجروں کے وار سے شہید کردیا گیا یہ بلاشبہ ہماری قومی تاریخ کے بڑے سانحات میں ایک اورانتہائی المناک اضافہ ہے، دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں قیام پاکستان کے وقت سے اپنے والد کے قائم کردہ ملک کی سب سے بڑی دینی درس گاہ کی وہ پچھلے تین عشروں سے سربراہی کے فرائض انجام دے رہے تھے، جبکہ تحریک پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے سیاسی محاذ پر بھی پوری طرح سرگرم تھے، جمعیت علماء اسلام کی تقسیم کے بعد سے وہ اس کے ایک دھڑے کے سربراہ رہے اورتین بارقومی پارلیمان کے ایوان کے رکن بھی منتخب ہوئے۔

افغان امن عمل کے حوالے سے ان کی اہمیت، طالبان پران کے اثر ورسوخ، پاک افغان تعلقات کی بحالی اوردونوں ملکوں سمیت پورے خطے میں امن واستحکام کیلئے ان کی دلی خواہش اورعملی کاوشیں، ان کی ذات کے وہ پہلو ہیں جن سے ملک وقوم کیلئے ان کی شدید ضرورت اورغیر معمولی قدر وقیمت، پوری طرح واضح ہے، ملک کے تمام دینی وسیاسی مکاتب فکر، دین وملت کیلئے ان کی

بیش بہا خدمات کے معترف ہیں، اس واردات کیلئے وقت کے انتخاب، اس کے طریق کار، وقوعے کے متضاد ابتدائی اطلاعات اورصورت حال کے دوسرے کئی پہلوؤں نے بہت سے سوالیہ نشان کھڑے کر دیئے ہیں، اس کاروائی کیلئے شاطر مجرموں نے ایسا وقت چنا جب ملک بھر میں دھرنے جاری تھے اور افراتفری کی سی کیفیت تھی، جس کی بناپر مولانا جیسی شخصیت کیلئے غیرمعمولی حفاظتی انتظامات انتہائی ضروری تھے، جس مسئلے کی وجہ سے ملک کی یہ کیفیت تھی اس کے پرامن حل کیلئے بھی مولانا کوشاں تھے، بین الاقوامی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو مولانا کی انتہائی حفاظت اس بناء پر وقت کا تقاضا تھی کہ امریکہ کی خواہش پر پاکستان ایک بار پھر افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کیلئے سرگرم ہے اورحال ہی میں اس مقصد کیلئے دو بڑے طالبان رہنماؤں کی رہائی بھی عمل میں لائی جا چکی ہے جبکہ افغان امن عمل کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذاکرات کوعین اس وقت ناکام بنانے کیلئے جب اس کیلئے حالات سازگار ہونے لگتے ہیں سبوتاژ کرنے کی کوئی کاروائی عمل میں لائی جاتی رہی ہے۔

پچھلے برسوں میں امن مذاکرات کے آغاز سے عین پیشتر عبداللہ محسوداور ملااختر منصورؒ کا ڈرون حملوں میں قتل اور ملا محمد عمرؒ کے انتقال کی اطلاع کا لیک کیا جانا جس کے بعد مذاکرات منسوخ ہو گئے، اس حقیقت کا ٹھوس ثبوت ہے کہ اس المناک واردات کا یہ رخ بھی ناقابل فہم ہے کہ خبر رسانی کے اس برق رفتار دور میں وقوعے کے بارے میں ابتداء میں بالکل غلط طور پر یہ خبر آئی کہ مولانا کی کار پر دوموٹر سائیکل سواروں نے راستے میں فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ شہید ہو گئے۔

مرحوم کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی کے بقول ملک کے خفیہ اداروں کی جانب سے بتایا جاتا رہا تھا کہ ان کے والد کئی بین الاقوامی خفیہ ایجنسیوں کی ٹارگٹ لسٹ پر تھے اور یہ بات پوری طرح قابل فہم ہے۔ یہ وہ امور ہیں جنھوں نے اس واردات کو انتہائی پراسرار بنادیا ہے اورضروری ہے کہ تمام پہلوؤں سے مکمل تحقیقات کر کے حقائق کم سے کم وقت میں قوم کے سامنے اور مجرم قانون کی گرفت میں لائے جائیں، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جدو جہد اور تعلیمات کی روشنی میں قوی امید ہے کہ ان کے شاگرد اور معتقدین صبر وتحمل سے کام لیں گے، اشتعال کا شکارنہیں ہونگے اور دین وملت کی خدمت کے ذریعے ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

اداریہ
روزنامہ "نوائے وقت"

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے پس پردہ عوامل ومحرکات

جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر نامور مذہبی پیشوا محقق ومفسر اور ملک کے بزرگ سیاسی قائد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو جمعۃ المبارک کی شام بعض نامعلوم افراد نے راولپنڈی کی ایک نجی ہاؤسنگ سوسائٹی میں ان کی اقامت گاہ میں گھس کر چاقو سے وار کر کے شہید کردیا(انالله وانا اليه راجعون)

شہید مولانا سمیع الحقؒ کی میت جمعۃ المبارک کی رات ہی اکوڑہ خٹک پہنچائی گئی جہاں انہیں گزشتہ روز ان کے والد کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا۔ پنجاب کے سینئر وزیر عبدالعلیم خان نے مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے سانحہ کو حکومت کے خلاف گہری سازش قرار دیا ہے۔ اس سانحہ پر جمعیت علمائے اسلام (نظریاتی) کی جانب سے ہفتے کے روز کوئٹہ میں ہڑتال اور احتجاجی مظاہرہ کیا گیا جبکہ مذہبی جماعتوں کے قائدین کی اپیل پر گزشتہ روز ملک بھر میں یوم سوگ منایا گیا، پولیس نے ان کے قتل میں ایک سے زیادہ افراد کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا ہے، مولانا حامدالحق کے مطابق ان کے والد مرحوم کو افغان حکومت کی جانب سے خطرہ تھا۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت بلاشبہ ایک بہت بڑا سانحہ اور ملک و ملت کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان عارف علوی، وزیراعظم عمران خان، چیف جسٹس میاں ثاقب نثار، آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ اور قومی سیاسی و دینی قائدین نے بجا طور پر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت سے ملک ایک جید عالم اور اہم سیاسی رہنما سے محروم ہوگیا ہے۔

اکوڑہ خٹک میں قائم ان کا دینی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ تشنگانِ علم وعمل کیلئے بلاشبہ چشمہ

فیض تھا جہاں سے ہزاروں طلبہ نے دینی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ معرفت کی منزلیں بھی طے کیں، یہی پاکستانی اور افغان طالبان کی بنیادی درسگاہ ہے جہاں سے انہوں نے جہاد کی فکری تربیت بھی حاصل کی اور ۷۰ء کی دہائی میں سوویت یونین کے خلاف امریکی سرد جنگ میں سوویت فوجوں کے چھکے چھڑائے، امریکی نائن الیون کے بعد افغان مجاہدین و طالبان کے زیر عتاب آئے اور انہوں نے افغان سرزمین پر امریکی نیٹو فورسز کی مزاحمت کا سلسلہ شروع کیا جس کے تناظر میں وہ ''انتہا پسند'' اور ''دہشت گرد'' بنے اور پوری دنیا میں راندہ درگاہ ٹھہرے مگر مولانا سمیع الحقؒ نے کبھی ان سے لاتعلقی کا اظہار نہ کیا بلکہ وہ خود کو طالبان کا باپ کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے، وہ پاکستان ہی نہیں افغان مملکت میں بھی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا احیاء چاہتے تھے اور اس مقصد کیلئے انہوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی، وہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے سربراہ کی حیثیت سے بھی اس خطہ میں اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں رہے، جنرل ضیاء الحقؒ کی مجلس شوریٰ کے رکن اور پھر کئی بار سینیٹر منتخب ہوکر انہوں نے قومی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے سلگتے قومی ایشوز پر متعدد آل پارٹیز کانفرنسوں کا بھی انعقاد کیا۔ وہ ایک دردمند پاکستانی اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور طاغوتی طاقتوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔

ملک وملت کو درپیش جن حالات میں گزشتہ روز انکی شہادت کا سانحہ ہوا وہ اس حوالے سے بھی قوم اور قومی سیاسی و دینی قیادتوں کیلئے گہرے تفکر کا متقاضی ہے کہ اس وطن عزیز کی خودمختاری و سلامتی کے خلاف چاروں جانب سے اغیار کی گھناؤنی سازشوں کا سلسلہ جاری ہے جو ہمیں دہشت گردوں کی سرپرستی کا موردالزام ٹھہرا کر ہماری ایٹمی ٹیکنالوجی اور خودمختاری کے درپے ہیں۔ اس حوالے سے ہمارے ازلی مکار دشمن بھارت کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں جو اس وطن عزیز کو دولخت کرنے کے بعد باقی ماندہ پاکستان کی سلامتی کے بھی درپے ہے اور اس کیلئے وہ اپنی سازشوں کے جال پھیلانے میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے۔

اس وقت چونکہ طالبان کے ساتھ امریکی مذاکرات کا سلسلہ شروع ہونے سے افغانستان میں امن کی بحالی کا امکان پیدا ہورہا ہے جس کے بعد بھارت کے لئے افغان

سرزمین ہماری سلامتی کے خلاف استعمال کرنا عملاً ناممکن ہو جائے گا اس لئے ممکنہ طور پر بھارت کی کوشش مذاکرات کے عمل کو سبوتاژ کرنے کی ہوگی چونکہ حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے شاگرد''افغان طالبان'' ہی امریکہ کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ ہوئے ہیں اس لئے بھارت اوراس کی کٹھ پتلی افغان حکومت سے کوئی بعید نہیں کہ انہوں نے ان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کیلئے حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کو راستے سے ہٹانے کی مشترکہ سازش تیار کی ہو جس کیلئے ممکنہ طور پر پاکستان میں آسیہ مسیح کی بریت کے حوالے سے دینی جماعتوں کے جاری احتجاج اور دھرنے سے پیدا ہونے والی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہو جو جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہوسکتا ہے۔

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے پس پردہ جو بھی عوامل ومحرکات کارفرما ہیں ان کا ہماری ایجنسیوں کو بہرصورت کھوج لگا کر اصل معاملہ کی تہہ تک پہنچنا چاہیے جبکہ آج ملک کی سلامتی کے تقاضوں کی بنیاد پر قومی، سیاسی اور دینی قیادتوں کے مابین اتحاد ویکجہتی کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔تاک میں بیٹھا ہمارا مکار دشمن آج ہماری سلامتی کے حوالے سے پہلے سے بھی زیادہ پیچ وتاب کھا رہا ہے کیونکہ پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ ہماری معیشت کی ترقی واستحکام کی نوید بن کر پاکستان کی سلامتی کمزور کرنے کے بھارتی منصوبے خاک میں ملا رہا ہے۔

اس صورتحال میں ہمارے دشمن کی حتی الوسع کوشش ہوگی کہ وہ پاکستان کے اندر کسی نہ کسی طرح افتراق وانتشار پیدا کرکے ہمارے ترقی کے شروع ہونیوالے سفر میں رخنہ ڈالے، اسلئے دشمن کی ایسی سازشوں کا ادراک کرکے ان کا بروقت توڑ کرنا آج من حیث القوم ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کی شہادت بلاشبہ ایک قومی سانحہ ہے اوراس سانحہ کے پس پردہ دشمن کا شر کارگر ہوا ہے تو ہمیں متحد ہوکر اس شر کی سرکوبی کرنی ہے جس کے لئے اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنا ضروری ہے۔آج طاغوتی طاقتیں ہماری سلامتی کیخلاف متحد ہیں تو ہمیں اپنی سلامتی کے تحفظ کیلئے بھی بہرصورت اتحاد ویکجہتی کا دامن تھامنا ہوگا۔

اداریہ

روزنامہ ''اوصاف''

جید عالم، متوازن اور معاملہ فہم، سیاسی مدبر

- ...... جہاد افغانستان میں ان کا کلیدی کردار رہا
- ...... تحریک طالبان کی صف اوّل کی قیادت کا تعلق دارالعلوم سے رہا
- ...... تمام مکاتب فکر اور مسالک میں قابل احترام شخصیت
- ...... مولانا شہیدؒ کو قومی ایشوز، اتحادیوں کی تشکیل کا ملکہ بھی حاصل تھا
- ...... ملک میں فرقہ ورانہ اختلافات کے خاتمے میں قائدانہ کردار
- ...... سماجی معاملات کے حل میں بھی پیش پیش رہے
- ...... ملک ایک مدبر، معاملہ فہم، متوازن اور دینی شخصیت سے محروم

صدر، وزیر اعظم، چیف جسٹس آف پاکستان، چیف آف آرمی سٹاف سمیت ملک کی دیگر سیاسی وسماجی شخصیات نے مولانا سمیع الحقؒ پر قاتلانہ حملے کی مذمت کرتے ہوئے اسے ملک کے لیے بڑا سانحہ قرار دے دیا۔ صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی، وزیر اعظم پاکستان عمران خان، چیف جسٹس پاکستان ثاقب نثار، چیف آف آرمی سٹاف جنرل قمر جاوید باجوہ سمیت ملک بھر کی دینی و سیاسی شخصیات اور رہنماؤں نے بھی مقتول بزرگ عالم دین کے اہل خانہ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ ہم مولانا سمیع الحقؒ کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہوئے ان کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ملک ایک مدبر، معاملہ فہم، متوازن اور ایسی دینی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے جو کہ تمام مکاتب فکر اور مسالک میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔

مولانا سمیع الحقؒ ملکی سیاست میں بہت متحرک رہے، انہوں نے جنرل مشرف کے دور میں ''متحدہ مجلس عمل'' کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ ''دفاع پاکستان کونسل'' کے بھی سربراہ تھے۔ ان کے مدرسہ دارالعلوم حقانیہ نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ پاکستان اور امریکہ نے کئی مرتبہ طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مصالحت کیلئے مولانا سمیع الحقؒ کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مولانا سمیع الحقؒ نے ۲۰۱۳ء میں حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات میں بھی اہم کردار ادا کیا لیکن وہ مذاکرات کامیاب نہ ہوسکے اور مذاکرات ناکام ہونے کے بعد پاک فوج نے دہشت گردوں کے خلاف آپریشن ضرب عضب کیا۔ انہوں نے بطور سینیٹر ملک میں شرعی نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کی اور شریعت بل کے محرک بنے۔

مولانا سمیع الحقؒ کو قومی ایشوز پر اتحادوں کی تشکیل کا بھی ملکہ حاصل تھا اور متعدد دینی وقومی معاملات پر ان کی کوششوں سے کئی اتحاد قائم ہوئے وہ ملک میں خودکش حملوں کے خلاف تھے جبکہ افغانستان میں امریکہ کیخلاف جدوجہد کرنے والے افغان طالبان انہیں اپنا استاد سمجھتے تھے۔ جہاد افغانستان میں ان کا کلیدی کردار رہا اور سماجی معاملات میں بھی وہ اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ ملکی مسائل پر دینی کانفرنسوں کا انعقاد کیا اور اختلافات کے خاتمے میں بھی اپنا قائدانہ کردار ادا کیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا سمیع الحقؒ کا قتل انتہائی افسوسناک ہے اور آج ملک ایک جید عالم دین اور اہم سیاسی رہنما سے محروم ہوگیا ہے۔ ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کا افسوسناک قتل ایک ایسے موقع پر ہوا جب ملک کو اتحاد اور یک جہتی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ پاکستان میں اسلامی تعلیمات کے فروغ اور ان کے نفاذ کے لئے انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی شہادت پوری قوم کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ پر قاتلانہ حملہ پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی مذموم سازش ہے تاہم قوم اپنے اتحاد اور یکجہتی سے دشمن کی اس گھناؤنی سازش کو ناکام بنائے گی۔ مولانا سمیع الحقؒ پر حملہ کرنے والوں کو قانون کے کٹہرے میں لاکر کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور اس اندوہناک واقعہ کے پس پردہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا جائے۔ پس پردہ سازش کو بے نقاب کیا جانا ضروری ہے۔

ادار یہ
روزنامہ ’’ایکسپریس‘‘

ملک جید عالم دین سے محروم

جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ نامعلوم افراد کے قاتلانہ حملے میں شہید ہوگئے ،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی نماز جنازہ اکوڑہ خٹک کے خوشحال خان ڈگری کالج میں ادا کی گئی اور مرحوم کو ہزاروں اشکبار شاگردوں، طالب علموں اورسیاسی ومذہبی رہنماؤں کی آہوں اورسسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا ، اطلاعات کے مطابق نامعلوم قاتلوں نے مولانا سمیع الحقؒ پر اس وقت خنجروں سے حملہ کیا جب وہ اپنے گھر میں آرام کررہے تھے ،ان کی دردانگیز موت سوالیہ نشان ہے ، صدر مملکت عارف علوی، وزیراعظم عمران خان اوردیگر سیاسی ومذہبی رہنماؤں نے حملہ کی شدید مذمت کی ہے، وزیراعظم نے جوچین کے دورہ پر ہیں آئی جی پنجاب امجد جاوید سلیمی سے رپورٹ طلب کرتے ہوئے فوری تحقیقات کرنے اورذمہ داران کاتعین کرنے کی ہدایت کی ہے، دشمنوں نے بلاشبہ بہیمانہ واردات کی ہے۔

مولانا کے صاحبزادہ مولانا حامد الحق نے میڈیا کو بتایا کہ افغان حکومت اور جہاد مخالف عناصر سے والد کوخطرہ تھا جن کی بے وقت موت سے دینی وسیاسی حلقوں میں خلاء پیدا ہوگیا ، وہ سیاسی ملی ودینی جدوجہد کی درخشندہ روایت چھوڑ کر رخصت ہوگئے ۔ مولانا سمیع الحقؒ نے مسلم لیگ ن کی حکومت اور کالعدم تحریک طالبان پاکستان میں مذکرات کروانے میں آخر وقت تک اہم کردار ادا کیا تھا، ارباب اختیار مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کی گرفتاری کیلئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں ، ملک کی سیاسی اوردینی قوتوں کے مابین اتحاد اورملی یکجہتی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جمعیت علماء اسلام (س) کی قیادت، رہنماؤں اورکارکنوں نے صدمہ کی حالت میں بڑے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ اوران کے لواحقین کو اس صدمۂ جانکاہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ اورصبر جمیل عطافرمائے (آمین)

اداریہ
روزنامہ ''پاکستان''

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کا حادثۂ فاجعہ

- ...... مولانا سمیع الحقؒ کئی حوالوں سے ملک گیر بلکہ عالمگیر شہرت رکھتے تھے
- ...... مولانا دینی وسیاسی حلقوں میں یکساں احترام سے دیکھے جاتے تھے
- ...... مولانا شہیدؒ ایک صلح کل شخصیت
- ...... رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے سرگرمِ عمل رہتے تھے
- ...... ہزاروں لاکھوں شاگرد اور مداحین اندرونِ اور بیرونِ ملک موجود ہیں

مولانا سمیع الحقؒ کئی حوالوں سے ملک گیر بلکہ عالمگیر شہرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنی طویل زندگی میں دینی وسیاسی محاذوں پر سرگرم کردار ادا کیا اور آخر وقت تک متحرک تھے، چند ماہ قبل ان کے دِل کا علاج ہوا۔ ان کے والد کا قائم کیا ہوا مدرسہ حقانیہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے، جس کے وہ اِن دِنوں مہتمم تھے اِس مدرسے میں افغان طالبان کی بڑی تعداد بھی زیرِ تعلیم رہ چکی ہے، جن میں طالبان کے کئی ممتاز رہنماء بھی شامل تھے۔ اِسی وجہ سے انہیں ''فادر آف طالبان'' کی حیثیت سے شہرت ملی، طالبان قیادت انہیں عزت واحترام سے دیکھتی اور ان کی باتوں پر ہمہ تن متوجہ رہتی تھی۔ مولانا دینی و سیاسی حلقوں میں یکساں احترام سے دیکھے جاتے تھے، اپنے مسلک پر سختی سے کاربند رہنے کے علی الرغم وہ تحمل، رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے سرگرمِ عمل رہتے تھے۔

ایک ایسی صلح کل شخصیت جو ۸۲ برس کی عمر پا چکی تھی اور اب بڑھاپے کی آخری منزل میں تھی، کسی کو کیا شکایت پیدا ہوسکتی تھی کہ اس نے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کر ڈالا، جس انداز سے

واردات کی گئی اِس سے گمان ہوتا ہے کہ اس کے لئے پوری منصوبہ بندی کی گئی تھی اور اقدام اس وقت کیا گیا جب قاتلوں کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ گھر میں اکیلے ہیں، عام طور پر وہ باہر بھی محافظوں کے جلو میں ہوتے تھے۔ اگر چہ انہیں ذاتی طور پر سیکورٹی کے حصار میں رہنا تو پسند نہیں تھا، لیکن ملکی حالات جس نہج پر جا چکے ہیں اِس کی وجہ سے سیکورٹی کی پیش بندی ضروری تھی، گھر سے باہر وہ ہمیشہ محفوظ رہے لیکن جان لینے کی منصوبہ بندی کرنے والے ان کا پیچھا کرتے کرتے ان کے گھر میں پہنچ گئے اور جان لے کر ہی ٹلے، گھر عموماً مقامِ عافیت واطمینان ہوتا ہے جو مولانا کے لئے مقتل ثابت ہوا۔

ایک ایسے وقت میں جب ملک سے تحمل اور رواداری عنقا ہوتی جا رہی ہے اور پورا معاشرہ گو ناگوں قسم کی اشتعال انگیزیوں کا اسیر بن کر رہ گیا ہے ہمارے درمیان سے یوں ایک ایسی ہستی کا اٹھ جانا جو اسلام کے دائمی اصولوں پر کار بند رہنے کی تلقین کرتی اور پیرانہ سالی کے باوجود فرقہ واریت کے خاتمے کی کوششوں میں ہمہ وقت مصروف رہتی تھی، ہماری بدقسمتی اور بدنصیبی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب ہم اخلاقِ حسنہ سے تیزی کے ساتھ تہی دامن ہوتے جا رہے ہیں اور فتنہ و فساد چاروں طرف سے ہماری جانب یلغار کرتے نظر آتے ہیں، جن بدبختوں نے مولانا کو قتل کیا نہ جانے ان کے آئندہ عزائم کیا ہوں اور ان کے راستے میں بند باندھنے کے لئے ہمیں کتنی جدوجہد کرنی پڑے اور کامیابی کے لئے مزید کیا کچھ قربان کرنا پڑے۔

یہ بات اہم ہے کہ یہ قتل آسانی سے فراموش نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی مولانا سمیع الحقؒ کوئی ایسے خاک نشین تھے، جن کا خون رزقِ خاک ہو جاتا ہے، ان کے ہزاروں لاکھوں شاگرد اور مداحین اندرونِ اور بیرونِ ملک موجود ہیں، جو اِس وقت شدید صدمے کی حالت میں ہیں اور گہرے دکھ کے اثرات پورے ملک کی فضا پر چھائے ہوئے ہیں، اِن حالات میں ہمارے سیکورٹی اداروں کو جانفشانی کے ساتھ اِس قتل کے محرکات معلوم کر کے قوم کو ان سے آگاہ کرنا ہوگا اور ملزموں کو گرفتار کر کے انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانا ہوگا، سوگواروں کے زخم پر مرہم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اِس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی یا چشم پوشی روا نہ رکھی جائے، ممکن ہے اِس سازش کے تانے بانے کہیں دور تک پھیلے ہوں اِس کا سراغ لگانا بھی ضروری ہے تا کہ یہ سلسلہ یہیں روکا جا سکے۔

ادار یہ

روزنامہ ''اسلام'' لاہور

ممتاز عالم دین مولانا سمیع الحقؒ کی اندوہناک شہادت

- ...... پاکستان کی صف اوّل کی دینی جامعات میں حقانیہ کا شمار ہوتا ہے
- ...... جامعہ حقانیہ کو ''دارالعلوم دیوبند ثانی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے
- ...... افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جہاد میں جامعہ حقانیہ کے فضلاء نے ہراوّل دستے کا کردار ادا کیا
- ...... افغانستان میں عالمی طاقتوں کی جارحیت کے خلاف مولانا سمیع الحقؒ نے مؤثر آواز بلند کی
- ...... زندگی کی آخری تقریر ناموسِ رسالتؐ کے تحفظ کی خاطر کر کے شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور ہمیشہ کیلئے امر ہو گئے

ایک ایسے وقت میں جبکہ پورے پاکستان میں توہین رسالتؐ کی ملزمہ آسیہ مسیح کی رہائی کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے ردعمل میں عوامی احتجاج ہو رہا تھا اور ایک جذباتی فضا قائم تھی ملک کے ایک ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث اور بزرگ دینی وسیاسی رہنماء مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی انتہائی پراسرار اور سفاکانہ انداز میں مظلومانہ شہادت کے دردناک واقعے نے مسلمانان پاکستان کے دلوں پر ایک اور گھاؤ لگا دیا ہے اور پوری قوم اس سانحے پر افسردہ اور رنجیدہ ہے، تادم تحریر اس سانحے کے محرکات سے متعلق ٹھوس معلومات سامنے نہیں آئی ہیں اور انتظامیہ دستیاب شواہد کا تجزیہ کر کے واقعے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شمار پاکستان کے ان چند مقتدر ترین علماء اور دینی رہنماؤں میں ہوتا تھا، جن کا ایک وسیع حلقۂ ارادت نہ صرف ملک کے چپے چپے میں بلکہ پورے برصغیر اور عالم اسلام

میں موجود ہے ،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے والد گرامی مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ان بزرگوں میں سے تھے جن کے تذکرے کے بغیر پاکستان کی سیاسی ومذہبی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی ، مولانا عبدالحقؒ کی قائم کردہ دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ پاکستان کی صف اول کی دینی جامعات میں شمار کی جاتی ہے اورخیبر پختونخوا اورافغانستان میں اسے بجا طور پر''دارالعلوم دیوبند ثانی'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس عظیم دینی درسگاہ میں تقریباً ساٹھ برس تک تدریس کے فرائض انجام دیئے اور بلامبالغہ دسیوں ہزار تشنگان علوم کو فیض پہنچایا۔

جامعہ حقانیہ کے بزرگوں، اساتذہ اورفضلاء نے پاکستان میں چلنے والی ہر دینی وملی تحریک میں سرگرم کردار ادا کیا،افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جہاد میں جامعہ حقانیہ کے فضلاء نے ہر اول دستے کا کردار ادا کیا اورسوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد جب بدقسمتی سے افغانستان میں انارکی اورخانہ جنگی کا ماحول پیدا ہونے لگا توافغانستان کے دینی مدارس کے طلبہ نے''طالبان'' کے نام سے ایک نئ تحریک شروع کی جس کی صف اول کی قیادت میں جامعہ حقانیہ کے افغان فضلاء نمایاں تھے، افغانستان میں سوویت روس اورنیٹو دونوں کوتگنی کا ناچ نچانے والے عظیم کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کا تعلق بھی جامعہ حقانیہ سے تھا،پاکستان کی سیاسی ودینی تحریکات میں بھی جامعہ حقانیہ کے فضلاء کا کردار بھی انمٹ نقوش کا حامل رہاہے مولانا عبدالحقؒ نے پاکستانی پارلیمنٹ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا،آئین پاکستان کی تشکیل،شریعت بل کی تیاری اورتحفظ ختم نبوتؐ کی جدوجہد میں مولانا عبدالحقؒ کا کردار ناقابل فراموش ہے، جنرل ضیاء الحق شہیدؒ مولانا عبدالحقؒ کا بہت احترام کرتے تھے اوران کے دور میں ملکی قوانین کی اسلامائزیشن میں مولانا کا بڑا حصہ رہا۔

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے ان کی سیاسی وعلمی وراثت سنبھالی اورملکی سیاست ، دینی تحریکات اورعلمی سرگرمیوں میں بھر پور حصہ لیا،۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران قومی پارلیمان کے سامنے دینی حلقوں کا موقف مرتب کرنے والوں میں مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کا نام بھی شامل تھا،اسی کے عشرے کے اوائل میں مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جب جمعیت علماء اسلام میں اختلافات پیدا ہوئے اور جمعیت کے دوگروپ بن گئے، توایک گروپ کی قیادت مولانا کے حصے میں آئی ، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اپنے نام سے منسوب گروپ کی قیادت کرتے ہوئے قومی سطح پر سیاسی کردار ادا کیا،''اسلامی جمہوری اتحادٗ'' کی تشکیل میں مولانا کا بھی اہم کردار شامل تھا اورانہوں نے نفاذ شریعت کے ایجنڈے پر میاں نواز

شریف کی حکومت کی حمایت کی مگر میاں نواز شریف کی وعدہ فراموشی کے باعث انہیں جلد حکومتی اتحاد سے الگ ہونا پڑا، افغانستان میں طالبان کی تحریک اٹھی تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے نہ صرف اس تحریک کی بھرپور حمایت کی بلکہ عالمی طاقتوں نے افغانستان پر جارحیت کردی تو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ نے اس کے خلاف مؤثر آواز بلند کی۔

پاکستان میں جنرل پرویز مشرف نے آمرانہ طرزعمل اختیار کرتے ہوئے ملک کی دینی قوتوں کے خلاف اقدامات شروع کئے تو مولانا سمیع الحقؒ نے ان کے سامنے بھی کلمۂ حق بلند کیا اوردینی قوتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ملک میں فرقہ وارانہ منافرت کے خاتمے اور بین المسالک ہم آہنگی کیلئے بھی مولانا شہیدؒ نے انتھک کام کیااور ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کو یکجا کرکے فرقہ واریت کے خاتمے اور بین المسالک ہم آہنگی کے ماحول کے قیام کیلئے قابل قدر کام کیا،۲۰۰۲ء کے عام انتخابات سے قبل جب ملک کی دینی جماعتوں کا اتحاد متحدہ مجلس عمل کے نام سے قائم ہوا تو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اس کے بھی رکن تھے۔

۲۰۰۴ء کے بعد جب پاکستان کے قبائلی علاقوں پر امریکی ڈرون حملے شروع ہوئے اورقبائلی مسلمانوں کا خون بہایا جانے لگا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور ملک کی کئی اہم دینی وسیاسی جماعتوں کو ساتھ ملاکر ''دفاع پاکستان کونسل'' بنائی جس نے ملک بھر میں عظیم الشان جلسے اورریلیاں منعقد کرکے پاکستان کی سرحدوں کی پامالی کے خلاف جدوجہد کی،موجودہ حکمران جماعت تحریک انصاف نے جب ملک کی آزادی وخودمختاری کی بحالی کی بات کی اورکرپشن اور بدعنوانی کے خلاف جدوجہد کا اعلان کیا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس کی حمایت کی،مگرانتخابات سے پہلے اوربعد میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے پیرانہ سالی کے باوجودسڑکوں پرآکرحق کا کلمہ بلند کیا اورزندگی کی آخری تقریر ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطرکرکے ہمیشہ کے لئے امر ہوگئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ہمہ جہت دینی وعلمی،قومی اورملی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی،ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی شہادت قبول فرمائے ان کے درجات بلندفرمائے اور جملہ پسماندگان،تلامذہ ومتعلقین کوصبرجمیل نصیب فرمائے۔(آمین)

اداریہ

ہفت روزہ ''ضرب مؤمن'' کراچی

دین اور وطن کے وفادار

بحریہ ٹاؤن جیسے محفوظ سمجھے جانے والے علاقے میں انتہائی دیدہ دلیری سے ہونے والے اس اندوہناک قتل کے واقعے سے ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی طاقتوں نے ایک مرتبہ پھر اپنا نیٹ ورک فعال کرلیا ہے، اس قسم کا واقعہ زمینی معاونت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، خاص طور پر CCTV ویڈیوز کا سامنے نہ آنا پریشان کن ہے، عصر سے مغرب کے مختصر وقت میں انتہائی سفاکی سے قتل کرکے فرار ہو جانا علاقائی نیٹ ورک کے فعال نہ ہونے کی واضح علامت ہے، راولپنڈی تو فوج کا مرکز ہے، اس کے قریب ایسا اندوہناک واقعہ ہماری انٹیلی جنس کیلئے لمحہ فکریہ ہے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی نوعیت کے واحد سیاستدان تھے اور موجودہ افغان سفیر بھی اکثر آپ سے ملاقات کرتے تھے، افغان علماء کے وفود بھی آپ کے پاس آتے رہے تھے تاکہ معاملے کو سلجھانے کی کوئی کوشش کی جاسکے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جانب سے مداہنت اور کمزوری کا کبھی بھی مظاہرہ نہ ہوا، امریکی حملوں کا زمانہ ہو، مشرف کا آمرانہ دور ہو یا نوازشریف کا جمہوری زمانہ مولانا اپنے موقف پر قائم رہتے تھے، یہ بات گو سیاسی پذیرائی میں مؤثر نہیں لیکن مذہبی طبقے کیلئے یہی بات اہم تھی لہٰذا مذہبی طبقے میں آپ کو بلامبالغہ غیر معمولی ساکھ حاصل تھی اور آپ کے تقویٰ اور جرأت پر سب کا اتفاق رہتا تھا۔

دارالعلوم حقانیہ کو ۱۹۹۰ء کی دہائی میں افغان جہاد کی نرسری تصور کیا جاتا تھا، سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ افغان طالبان کی مولانا سمیع الحقؒ کے ساتھ روحانی وابستگی ہے، ناموسِ رسالتؐ کے معاملے میں ان کے جلسے غیر معمولی تعداد کی وجہ سے بڑا کردار ادا کررہے تھے، وہ رخصت ہوگئے لیکن اسی دن حکومت اور تحریک لبیک کے مذاکرات کامیاب ہوگئے، گویا مولانا کی شہادت بھی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آئی ہے۔ توہین رسالتؐ کے مقدمے میں سراپا احتجاج قوم میں مولانا شہیدؒ کی قربانی کی گونج ہر جگہ سنائی دے رہی ہے، شہید ناموسِ رسالتؐ کا خطاب اب زبان زدعام ہورہا ہے، مولانا نے جو اپنی طویل سفارت کے دوران دین ووطن سے وفاداری دکھائی ہے اس کی قبولیت کی یہ واضح علامت ہے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مولانا کی خدمات کی قدر کرے، ان کی قربانی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آسیہ معلونہ کے مقدمے کے قانونی تقاضوں کو دیانت داری سے پورا کرے نیز ملک کو فرقہ واریت اور انتشار کی طرف ڈالنے کی موجود کاوش کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اس طرح وطن عزیز کی سرخروئی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے۔

اداریہ
روزنامہ ''مشرق''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت

استاذ الاساتذہ مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کو پُر اسرار انداز میں شہید کئے جانے کے واقعے پر ہر آنکھ کا اشکبار ہونا فطری امر ہے، ایک ایسے موقع پر جب پورا ملک توہین رسالتؐ کے معاملے پر رنجیدہ اوراس سے پیدا شدہ صورتحال پر پریشانی کے عالم میں تھا ایسے میں ملک کے ممتاز اور بین الاقوامی طور پر اہمیت اوراحترام کے حامل عالم دین کی شہادت کا واقعہ مزید غم واندوہ کا باعث ہے، حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی شہادت میں ملوث عناصر کو بے نقاب کرنے میں تفتیشی اداروں کو کامیابی ملتی ہے یا پھر دیگر مشاہیر علماء کے قتل کی طرح یہ واقعہ بھی پراسرار ہی رہتا ہے اور قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا اس بارے میں کوئی بات محض قیاس آرائی ہی کے زمرے میں آئے گی، البتہ اس کے محرکات کے حوالے سے اندازوں پر مبنی بحث ہوسکتی ہے چونکہ مولانا کی ذات گرامی سطحی قسم کے اختلافات اور جھگڑوں سے پاک رہی ہے، لہٰذا اس امکان کو ہی رد کرنا بہتر ہوگا۔

مولانا کی شخصیت اورسرگرمیوں کے باعث ان کو اندرونی اور بیرونی ہر جوانب سے خطرات کا ہونا کوئی راز کی بات نہیں، اس وقت مولانا افغانستان کے حوالے سے خاصے متحرک سے تھے، افغان سفیر اور دیگر عہدیدار اور حکام ان سے رابطے میں تھے، اکوڑہ خٹک میں کئی اہم نوعیت کی ان سے ملاقاتیں بھی ہوئی تھیں لیکن اگر مولانا کے معمولات دیکھیں تو یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی، بہرحال! ان دنوں وہ افغانستان میں طالبان کے معاملات کے بارے میں زیادہ متحرک تھے، یہ کوئی پوشیدہ امر بھی نہیں کہ مولانا سمیع الحقؒ طالبان سے متعدد مرتبہ مذاکرات میں ثالثی کا کردار ادا کرتے رہے اور انہوں نے افغانستان حکومت کی طالبان سے حالیہ مذاکرات کی بھی حمایت کا

اعلان کیا تھا ، واضح رہے کہ گزشتہ ماہ کے آغاز میں بھی افغان حکام اورعلماء نے جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ سے طالبان کے مختلف گروہوں کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کرنے کی درخواست کی تھی ، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بہت سے شاگرد افغانستان میں مقیم ہیں، جس کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ طالبان پر اثر ورسوخ رکھتے تھے جو اکثر ان کیلئے مذاکرات کے عمل میں مدد گار ثابت ہوتے تھے۔

انہوں نے پاکستان کی حکومت کو امریکا کی دہشتگردی کے خلاف جنگ سے خود علیحدہ کرنے کا مشورہ بھی دیا تھا،ان کا کہنا تھا کہ اگرحکومت اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرتی ہے تو کراچی بلوچستان اورملک کے دیگر حصوں میں امن وامان خود بخود بحال ہوجائے گا، مولانا سمیع الحقؒ کی دینی خدمات اوراسلامی شعائر کے حوالے سے ان کی حساسیت اورقائدانہ کردار سے سبھی واقف ہیں، جہاد افغانستان ہو یا جہاد کشمیر،مولانا کا کردارمتحرک اورنمایاں رہا،ملکی ایوانوں میں نفاذ شریعت بل پیش کرنا ہو یا کسی قانون میں ترمیم کے معاملہ پر ایوان کے اندراورایوان سے باہران کا کردار وعمل ایک سچے داعی دین کا رہا، ان کا غالباً آخری خطاب سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف جلسے وجلوس سے تھا جس میں انہوں نے جذباتی خطاب کیا۔

اکوڑہ خٹک کے معروف مدرسے دفتر اہتمام سے لیکر بین الاقوامی فورمز تک مولانا کسی بھی مرحلے پر دینی خدمت میں پیچھے نہ رہے ، ان کی شہادت ایک ایسے عمر میں ہوئی جب وہ شیخ فانی بن چکے تھے ، علالت کے باوجود صاحب فراش نہ تھے،انہوں نے زندگی بھر جس مقصد کیلئے جدوجہد کی اس مقصد کے اختتام کے راستے سے علیحدہ نہ ہوئے اوراسی راستے میں اپنی جان فدا کرکے رخصت ہوئے ان کی وفات ان کے اہل خاندان اورلاکھوں فرزندان حقانیہ اورشاگردوں کیلئے خاص طور پر رنج اورغم کا باعث نہیں بلکہ ان کی وفات خیبر پختونخوا کے عوام کیلئے بالخصوص پاکستان اورامت مسلمہ کیلئے بھی یکساں غم واندوہ کا باعث ہے ، ان کی وفات سے پاکستان اورامت مسلمہ ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگیا ، رب کریم ان کی بشری خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے اہل خاندان اورشاگردوں کوصبر جمیل عطاء فرمائے ۔(آمین)

اداریہ
روزنامہ ''امت''

بزرگ سیاستدان، ممتاز عالم دین شخصیت

- ...... مولانا شہیدؒ کو دونوں حلقوں میں عزت واحترام کا مقام حاصل تھا
- ...... مولانا کو قتل کرکے وطن عزیز میں فساد پھیلانے کی سازش کی گئی ہے
- ...... ان کی شہادت کو بلاشبہ موت العالم موت العالم قرار دیا جاسکتا ہے
- ...... مولانا شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہوکر اپنی مراد پا گئے

۳ نومبر بروز ہفتہ کو مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ادا کردی گئی، جس میں ان کے مدرسے کے سابقہ اور موجودہ طلبہ، اساتذہ اہم قومی وسیاسی اور مذہبی شخصیات نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی، انہیں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کے احاطے میں اپنے والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا، مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ کے سیاسی ومذہبی نظریات سے اتفاق واختلاف سے قطع نظر انہیں دونوں حلقوں میں عزت واحترام کا مقام حاصل تھا، تقریباً سات عشروں تک درس وتدریس سے وابستہ رہے اور ہزاروں علماء کے استاد ومربی رہے۔

افغان طالبان کے سابق امیر ملا عمرؒ سمیت کئی اہم رہنما ان کے شاگرد تھے، ان کی وابستگی پانچ سے زائد جہادی وسیاسی تنظیموں سے رہی۔ وہ درجنوں کتابوں کے مصنف تھے اور انہوں نے ساڑھے ستائیس پاروں کی تفسیر کا کام بھی مکمل کرلیا تھا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا شمار ملک کے ممتاز علمی شخصیات اور بزرگ سیاستدانوں میں ہوتا تھا، ان کی علمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، مولانا پشتون ہونے کے باوجود اردو کے بہت بڑے صاحب قلم تھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے مدرسے اور سیاسی ومذہبی جماعت کے رہنماؤں نے لوگوں کو

پرامن رہنے کی اپیل کی۔مولانا پر حملے کیلئے ان کے گھر اور ایسے وقت کا انتخاب اور باآسانی اپنی کاروائی مکمل کر کے فرار ہو جانے سے قیاس کیا جا رہا ہے کہ حملہ آور اپنی بہیمانہ واردات سے قبل پوری نگرانی اور معاملات جمع کر چکے تھے۔

پاکستان کے علمائے کرام نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے عالمی سازش اور امت مسلمہ کیلئے بڑا نقصان قرار دیا، جبکہ سیاسی رہنماؤں کے خیال میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو قتل کر کے وطن عزیز میں فساد پھیلانے کی سازش کی گئی ہے اور درجنوں علماء کی قتل کی طرح اس سانحے کو بھی سرد خانے کی نذر نہ کر دیں، ان کی شہادت کو بلاشبہ موت العالم موت العالم قرار دیا جا سکتا ہے کہ ان کی غیر موجودگی عرصہ دراز تک محسوس کی جاتی رہے گی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے پہلے بھی ملک کے ممتاز علمائے کرام کو دن دیہاڑے شہید کیا جاتا رہا ہے مگر بدقسمتی سے آج تک کسی کے قاتل کو پکڑ کر تختہ دار پر نہیں چڑھایا جا سکا، مولانا سمیع الحق شہیدؒ شہادت کے اعلیٰ رتبے پر فائز ہو کر اپنی مراد پا گئے لیکن ان کے قاتلوں کی گرفتاری حکومت کی ذمہ داری ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کے روز اسلام آباد میں جنرل حمید گلؒ کے صاحبزادے عبداللہ گل پر بھی حملہ کیا گیا، سیکورٹی اداروں نے بعض علماء کو متنبہ کیا ہے کہ ان کی جان کو خطرہ ہے، وہ احتیاط سے کام لیں، بیرونی دشمن اور اس کے مقامی کارندے ملک کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ایک ایسے وقت میں جب ملک میں ناموس رسالتؐ کی تحریک زوروں پر تھی، مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو شہید کر کے عوام کی توجہ اس اہم وحساس مسئلہ سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔

اب یہ حکومت کا امتحان ہے کہ وہ مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچاتی ہے یا ان کے ورثاء بھی دیگر شہید علماء کے لواحقین کی طرح حصول انصاف کیلئے روز محشر کا انتظار کریں۔

اداریہ

روزنامہ ''جہان پاکستان''

متحرک اور ہمہ پہلو شخصیت

وطن عزیز کے مذہبی ، سیاسی اورسماجی حلقوں میں یہ خبر بجا طور پر رنج وملال کے ساتھ سنی گئی کہ جمعیت علماء اسلام (س) اور جامعہ حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کو جمعہ کے دن راولپنڈی میں ایک قاتلانہ حملے میں شہید کردیا گیا، سیاسی قائدین اور مذہبی رہنماؤں کی طرف سے مولانا کے اس بہیمانہ قتل پر نہایت جذباتی ردعمل کا اظہار کیاجارہا ہے ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کے رہنماؤں کے مطابق مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت ملکی حالات کو بگاڑنے کی سازش ہے ۔بیاسی سالہ مولانا شہیدؒ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک درس حدیث دیا،وہ تین مرتبہ سینیٹر منتخب ہوئے علاوہ ازیں انہوں نے افغان جنگ اور فرقہ واریت کے خاتمہ میں بھی نمایاں کردارادا کیا۔ وہ ایک محبّ وطن،متحرک اور ہمہ پہلو شخصیت کے مالک تھے۔جس کا اندازہ یوں کیاجاسکتاہے کہ انہوں نے ایم ایم اے سمیت متعدد سیاسی اتحاد کی بنیاد رکھی،معتبر ذرائع کے مطابق مولانا راولپنڈی میں تحریک لبیک کے رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کرکے معاملہ سلجھانے کیلئے اکوڑہ خٹک سے راولپنڈی پہنچے تھے اورابھی انہوں نے اس باب میں پیش رفت نہیں کی تھی کہ وہ اس دارفانی سے کوچ کرگئے

مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولانا حامد الحق حقانی کے مطابق ان کے والد کے قتل میں جہاد مخالف قوتیں ملوث ہیں اورمرحوم کوافغان حکومت سے بھی خطرہ تھا، دوسری طرف بعض تجزیہ کار یہ خدشہ بھی ظاہر کررہے ہیں کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قتل کی مذکورہ واردات سٹنگ آپریشن کے انداز میں کی گئی جس میں ممکنہ طور پر ''سی آئی اے اور را'' ملوث ہیں۔مولانا سمیع الحقؒ کے حالات زندگی کا اجمالی جائزہ اس حقیقت کو اجاگر کرتاہے کہ انہوں نے وطن عزیز میں اسلامی اقدار اورتعلیمات کے فروغ کے باب میں گرانقدر خدمات انجام دیں، وہ اس سلسلے میں درس وتدریس اورعملی اقدامات کو یکساں اہمیت دینے کے قائل تھے جس کے باعث ان کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ، اس تناظر میں وثوق سے کہا جاسکتاہے کہ مولانا کی موت کے اثرات ناصرف قومی سیاست بلکہ علاقائی سطح پر نہایت گہرے مرتب ہوں گے ،ضرورت اس امر کی ہے کہ قتل کی اس بہیمانہ واردات کے حوالے سے صبر وتحمل سے کام لیا جائے تاکہ قانون کواپنا راستہ بنانے کی مہلت میسر آئے اور یوں ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے۔

اداریہ

روزنامہ ''نئی بات''

مولانا سمیع الحقؒ کا قتل: ظلم کی انتہاء

- ...... مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک اہم دینی رہنما
- ...... جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ
- ...... ملک کے کئی مدارس کے سرپرست
- ...... مولانا شہیدؒ شریعت بل کے محرک
- ...... چالیس جماعتوں کے سرپرست اعلیٰ

مولانا سمیع الحقؒ ایک اہم دینی رہنما اور دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ تھے، کئی دیگر مدرسوں کے سرپرست تھے، حکومت نے ان کو سرکاری طور پر سیکورٹی فراہم کیوں نہیں کررکھی تھی؟ ان کی رہائش گاہ جس ہاؤسنگ سوسائٹی میں تھی؟ جس کا اپنا سیکورٹی سسٹم ہے، اس نے سیکورٹی کیلئے کیمرے لگا رکھے ہیں ان سے ملزموں کی نشاندھی کیوں نہیں ہوئی؟ ملزموں نے ایک ۸۲ سالہ بزرگ کو جس طرح خنجروں کے پے درپے وار کرکے جس وحشیانہ طریقے سے قتل کیا ہے، وہ بھی نہایت دردناک اور حکمرانوں سمیت اہل وطن کیلئے قابل توجہ ہے، اسی طرح تو دیہات میں ذاتی دشمنی پر بھی کسی بزرگ فرد کو نہیں مارا جاتا، قاتلوں کا گھر میں آنا اور نکلنا اس کا علم نہ ہونا یا سیکورٹی کیمروں سے بھی پتہ نہ چلنا نہایت اہم ہے، ملزموں کو کیسے علم ہوا کہ دونوں ملازم اتنی دیر میں آئیں گے کہ وہ اپنا کام مکمل کرکے نکل سکتے ہیں؟ تحقیقاتی اداروں کو ان تمام سوالوں کا جواب دینا ہوگا، یہ قتل بغیر ملزموں کی گرفتاری اور قتل کے محرکات سامنے آنے کی فائلوں میں دبنے نہیں دینا چاہئے (حسب سابق اور حسب روایت کیس کو فائلوں میں دبا دیا گیا اور اِسے ''اندھا قتل'' قرار دیا گیا)

وہ ہمیشہ دفاع وطن کیلئے پاکستان کی سیکورٹی فورسز کے حامی رہے، انہوں نے جہاد افغانستان میں اہم کردار ادا کیا،ان کے مدرسہ حقانیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے طالبان بڑی تعداد میں افغان جہاد میں شریک رہے ،مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو''طالبان کا باپ'' بھی کہا جاتا تھا، طالبان میں ان کیلئے بہت احترام پایا جاتا تھا،ستمبر۲۰۱۳ء میں جب حکومت پاکستان نے تحریک طالبان سے مذاکرات کا فیصلہ کیا تھا تو مولانا سمیع الحق شہیدؒ اس کمیٹی کے سربراہ تھے،جس نے پاکستانی طالبان سے ابتدائی مذاکرات کرنے تھے ،مولانا تمام زندگی ملکی سیاست میں متحرک رہے ، انہوں نے پرویز مشرف دور میں''متحدہ مجلس عمل'' کے قیام میں اہم کردار ادا کیا،تحریک طالبان کے ملا عمرؒ اوران کے بعد ملا اختر منصورؒ،مولانا جلال الدین حقانیؒ بھی دارالعلوم حقانیہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے والوں میں شامل ہیں، افغان مجاہدین پر مولانا کا بہت اثر ہے، پاکستان اور امریکہ نے کئی مرتبہ طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مصالحت کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے بطور سینیٹر ملک میں نفاذ شریعت کیلئے کوشش کی اورشریعت بل کے محرک بنے، افغانستان میں روسی جارحیت میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ اوران کے مدرسہ کا مزاحمتی تحریک میں نمایاں کردار رہا اورافغانستان میں امریکہ کے خلاف جدوجہد کرنے والے افغان طالبان انہیں اپنا استاد سمجھے تھے،مولانا سمیع الحق شہیدؒ ہمیشہ پاکستان کی خدمت کیلئے ہروقت تیار رہتے تھے، وہ جس طرح قتل کئے گئے ہیں، ان سے سوالات اٹھے ہیں،حکومت ،سیکورٹی ایجنسیوں اورانٹیلی جنس اداروں کو اس کا جواب دینا ہوگا، اگرمولانا سمیع الحقؒ جیسے فرد کی زندگی محفوظ نہیں تو اس ملک میں پھر کسی کی زندگی محفوظ ہے؟اس پہلو پر بھی نظر ڈالنی چاہئے کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ دینی طبقوں میں اس حکومت کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے، وہ دنیا بھر میں اپنی ایک شناخت رکھتے تھے، سیاسی میدان میں ان کی دین کیلئے کاوش ہمہ وقت ہوتی تھی ، ان کو کیوں قتل کیا گیا ؟اس کے کیا مقاصد تھے اورآسیہ کیس کے بعد ملک بھر میں جوتحریک چل رہی ہے ، اس کے دوران ان کا قتل کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تمام امور تحقیقات اورتوجہ کے متقاضی ہیں۔

مولانا سمیع الحقؒ کی ایک خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کوشہادت کا رتبہ دے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش بھی پوری کردی، اہل پاکستان ایک جید عالم دین اورمحبّ وطن سیاستدان سے محروم ہوگئے ،اللہ ان کے درجات بلند کرے اورملک کوسازشوں سے بچائے۔(آمین)

اداریہ
روزنامہ ''۹۲ نیوز''

مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت

جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ مولانا سمیع الحقؒ کی قاتلانہ حملے میں شہادت سے جو خلا پیدا ہوا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی کمی شدت سے محسوس ہوگی، موت دکھ، غم، افسوس اور رنج والم، چھوڑ جاتی ہے لیکن حادثاتی موت کی تکلیف اور بھی زیادہ ہوتی ہے، مولانا سمیع الحقؒ کا قتل ناحق یہ پیغام لایا کہ سفاک وحشتیں اور درندگی خونی جبڑے کھولے ایک بار پھر ملک میں درآئی ہیں، مولانا اپنے مؤقف کی صداقت کے ساتھ عالمی استعمار اور سامراجی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے، ملک میں فرقہ واریت نے سراٹھایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر ''ملی یکجہتی کونسل'' کی بنیاد رکھی، اصلاح معاشرہ اور بھائی چارے کو فروغ دیا، بارود، آگ اور خون کے سیل بلا کو روکا، پھر ''ایم ایم اے'' کی بنیاد رکھ کر بین المسالک ہم آہنگی کو فروغ دیا، خاص مذہبی پس منظر رکھنے کے باوجود تعصب، عناد، بغض اور عداوت ان سے کوسوں دور تھے، حرب وضرب کی چالوں سے آشناء ہونے کے باوجود انہوں نے سیاست کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔

باطل طاقتوں کی آنکھوں میں وہ کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے لیکن محافظوں کے لاؤلشکر کے بغیر چراغ زندگی ہتھیلی پر رکھے پھرتے رہے، نائن الیون کے بعد جب پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی گئی تو انہوں نے کھل کر مخالفت کی، فقہ، اصول، عربی ادب، منطق، تفسیر اور حدیث پر انہیں ملکہ حاصل تھا، حالات حاضرہ پر باریک اور گہری نظر، حاضر جوابی میں یکتا، الفاظ وعبارت، فصاحت و بلاغت اور زہد وتقوی میں انہیں بلند مقام حاصل تھا، ان کا قتل پاکستان کے خلاف گہری سازش ہے، اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

ادار یہ
روزنامہ ''دنیا''

عالم دین کا قتل، ملک دشمن عناصر کی سازش

- ...... ہمارا ملک ایک جید عالمِ دین، قدر آور شخصیت اور اتحاد بین المسلمین کے عظیم داعی سے محروم ہوگیا
- ...... ان کی شہادت ملک وقوم کیلئے غیر معمولی صدمہ اور بہت بڑا نقصان

معروف سیاسی، سماجی، مذہبی رہنماء اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سرپرست اعلیٰ مولانا سمیع الحقؒ گزشتہ روز راولپنڈی میں نامعلوم مسلح افراد کے حملے میں جاں بحق ہوگئے، انہیں زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ راستے ہی میں دم توڑ گئے، اس طرح ہمارا ملک ایک جید عالم دین، قدآور شخصیت اور اتحاد بین المسلمین کے ایک عظیم داعی سے محروم ہوگیا۔ مولانا سمیع الحقؒ جیسے جید عالم دین کا قتل ملک وقوم کیلئے غیر معمولی صدمہ اور بڑا نقصان ہے، محسوس یہ ہوتا ہے کہ جو علاقائی اور عالمی قوتیں پاکستان کے خلاف ایک عرصے سے برسرِ پیکار ہیں، ایک بار پھر منظّم ومتحرک ہوگئی ہیں تاکہ یہاں انتشار و فشار کی کیفیت پیدا کی جائے، مگران قوتوں کے مذموم عزائم، وطن عزیز کے خلاف سازشوں کو ناکام بنانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد اوراستحکام پیدا کریں اور ہر صورت ملک میں دشمن قوتوں کے ہاتھ میں استعمال ہونے سے پرہیز کریں، دشمن کے وار کو پلٹانے کی واحد یہی کارگرصورت ہے کہ اپنی صفوں میں دراڑ پیدا نہ ہونے دی جائے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اتحاد و اتفاق کی جتنی ضرورت آج ہے، شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی، اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے سب کو اپنے اپنے حصے کا کردار ادا کرنا ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ اس امر کی بھی اشد ضرورت ہے کہ مولانا سمیع الحقؒ کے قاتلوں کا فوری طور پر سراغ لگایا جائے اور انہیں گرفتار کرکے جلد از جلد کیفرکردار تک پہنچایا جائے تاکہ انصاف کے تقاضے پوری ہوسکیں۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم مولانا سمیع الحقؒ کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اوران کے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے اور مملکت پاکستان کو استحکام عطا فرمائے۔ (آمین)

خصوصی رپورٹ
روزنامہ ''آئین''

خزاں پرستوں نے وار کر کے شجر وفا کا گرادیا

پہاڑ جیسا مضبوط شخص، اصولوں پرکبھی لچک نہ دکھانے والا،اس معاملے میں اپنوں کو بھی خاطر میں نہ لانے والالیکن بعض جبہ و دستار والوں سے بالکل مختلف،شہرت، اثرورسوخ اس کی شخصیت میں ہلکی سی اکڑفوں پیدا نہ کرسکی، اس قدر سادگی پسند کہ گزشتہ جمعۃ المبارک اپنے گھر میں تن تنہا موجود تھے، نہ کوئی محافظ، نہ کوئی مددگار انسان، ایسے میں قاتل گھر کی دیواریں پھلانگ کر داخل ہوئے، خنجروں کے پے درپے وار کرکے بیاسی سالہ بزرگ کوشہید کرڈالا اور پھرازحد آرام وسکون سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔مولانا سمیع الحقؒ کے پوتے عبدالحق ثانی نے بتایا کہ وہ راولپنڈی میں اپنے مکان میں آرام کررہے تھے اور ملازم گھر سے باہر گیا تھا، جب نامعلوم افراد نے انھیں خنجروں سے وار کر کے شہید کردیا۔ مولانا شہیدؒ کے دینی مدرسے دارالعلوم حقانیہ سے افغانستان کے ہزاروں طالبان نے تعلیم حاصل کی، بڑی تعداد میں افغان مجاہدین نے اسی کی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ حقانی کا لاحقہ لگایا۔

افغان طالبان کے امیر خان متقی، مولوی احمد جان اور ملا خیر اللہ خیرخواہ جیسے لوگ بھی اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ حقانی نیٹ ورک کے بانی جلال الدین حقانیؒ (جن کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا،) بھی یہیں سے فارغ التحصیل تھے۔ اسی تناظر میں ایک حلقہ مولانا سمیع الحقؒ کو''بابائے طالبان'' بھی قرار دیتا رہا ہے۔ان کے مدرسے میں تعلیم و تربیت پانے والے یہی افغان طالبان گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے زائد عرصہ سے افغانستان پر قابض امریکی اور اتحادی افواج کے خلاف بھرپورمزاحمت کررہے ہیں۔تھک ہار کر امریکا اور اس کی حمایت یافتہ کابل حکومت پاکستانی حکومت سے بار بار درخواستیں کررہی تھی کہ مولانا سمیع الحقؒ افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائیں،مولانا ہمیشہ افغانستان میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کیلئے تیار رہتے تھے،تاہم امریکا اور ان کے اتحادی ایسے فارمولے پر مذاکرات کرنا چاہتے تھے جس میں امریکا کی حمایت یافتہ حکومت کا کردار بھی برقرار رہی۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک آزاد منش شخصیت تھے اور حریت فکر کے مالک ، بھلا

وہ کیسے ایک غیر ملکی قوت کے کہنے پر اپنے روحانی بیٹوں (طالبان) کو دب کر صلح کرنے پر تیار کرتے۔ لازمی امر ہے کہ وہ افغانستان میں فتح یاب طالبان کا سر بلند ہی رکھنا چاہتے تھے۔

ایک وقت تھا جب مولانا سمیع الحقؒ مذاکراتی عمل کے لئے سرگرم رہے لیکن وہ جلد ہی گھر بیٹھ گئے کہا جاتا ہے کہ میاں نواز شریف کی حکومت جس انداز میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے یہ کام لینا چاہتی تھی، وہ اس پر تیار نہ تھے۔ اس کی تفصیل خود مولانا سمیع الحقؒ نے یوں بتائی ''طالبان مجھے اپنا استاد اور روحانی باپ سمجھتے ہیں اور دارالعلوم سے فارغ التحصیل طالبان افغانستان میں جہاد کر رہے ہیں۔ نواز شریف ہمت کرتے اور بیرونی دباؤ میں نہ آتے تو مسائل حل ہوسکتے تھے''۔ یوں میاں نواز شریف اور مولانا سمیع الحقؒ کی اپروچ ایک نہ ہوسکی، یہی کہانی ایک غیر ملکی خبر رساں ادارے سے وابستہ صحافی ہارون الرشید نے بتائی، ''مولانا سمیع الحقؒ نے اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف کی جانب سے مثبت ردعمل نہ ملنے کی وجہ سے طالبان کے ساتھ مجوزہ مذاکراتی مشن سے الگ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ مسلسل رابطے کی کوشش کے باوجود نواز شریف کی طرف سے کوئی جوابی رابطہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس بارے میں وزیراعظم کو بھیجے گئے خط کا جواب دیا گیا۔ تاہم وزیراعظم کے دفتر سے جاری ہونے والے ایک مختصر تحریری بیان میں کہا گیا کہ مولانا سمیع الحقؒ سے دہشت گردی کے خاتمے کے سلسلے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرنے کیلئے عمومی بات ہوئی تھی، انھیں کوئی متعین مشن نہیں سونپا گیا تھا''۔

گزشتہ چند ہفتوں کے دوران بھی افغانستان میں مولانا کی ثالثی کے خواہاں لوگ دارالعلوم حقانیہ کے چکر لگاتے رہے اور مولانا نے انہیں مثبت جواب دیا، انھوں نے ایک انٹرویو میں اس کی تفصیلات یوں ظاہر کی تھیں، ''افغان علماء اور امن کونسل کے وفد نے ملاقات کے دوران کہا ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان میں جنگ ختم ہو جائے اور کوئی مصلحت کا راستہ نکالا جائے، افغانستان میں امن اور بات چیت کے سلسلے میں افغان سفیر بھی میرے پاس آئے تھے جس پر میں نے بتایا کہ یہ اچھا مقصد اور اچھا مشن ہے، اس کیلئے زمینی حقائق درکار ہوں گے صرف زبانی جمع خرچ سے مصالحت نہیں ہوسکتی، یہ بہت گھمبیر مسئلہ ہے اس کی بنیادوں کو تلاش کرنا ہوگا، میں نے بتایا کہ اس گھمبیر مسئلہ کا علاج میرے پاس نہیں ہے اس کی بنیادی وجوہات کو دیکھنا ہوگا، میں نے امریکیوں، افغان سفیر اور افغان حکام سے بھی کہا ہے، بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ طالبان کہتے ہیں، غیر ملکی افواج افغانستان پر مسلط ہیں، ہماری لڑائی افغان حکمرانوں سے نہیں، امریکا نے بداعتمادی کی فضا پیدا کر دی ہے، جیسے ہی مذاکرات ہوتے ہیں امریکہ کی جانب سے کوئی ایسی حرکت کی جاتی ہے جس سے مذاکرات کی فضا خراب ہوجاتی ہے، میں نے افغان علماء اور امن کونسل کے مشترکہ وفد سے کہا کہ آپ فی الحال امریکا، پاکستان اور افغان

حکومت کو علیحدہ کر کے آپ اور طالبان آپس میں بیٹھ جائیں، پہلے افغانستان کو آزاد ہونا چاہیے اس کے بعد آپس میں سیاست کریں، مشترکہ حکومت بنائیں، طالبان کا ساتھ دیں یا نہ دیں یہ بعد کے مسائل ہیں، (مسئلے کا حل یہ ہے کہ) حکمت یار اور دوسرے گروپس وغیرہ ایک صفحے پر آ جائیں۔''

مولانا سمیع الحق شہیدؒ امریکا کی پالیسیوں کو کسی بھی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں تھے، وہ پاکستانی حکمرانوں کی امریکا سے قربتوں کو پاکستان کے مفاد میں نہیں دیکھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا'' ہم سترہ برس سے خدشہ ظاہر کر رہے تھے کہ امریکا کی دوستی آپ کو مہنگی پڑے گی، وہ آپ کو برباد کر دے گی، وہ سب خدشات سو فیصد سچ ثابت ہوئے، وہ ان حکمرانوں کو سزا دینے کا مطالبہ کرتے رہے جنہوں نے یہ پالیسیاں اختیار کیں''، ان کا کہنا تھا کہ امریکا خود کہتا ہے کہ آدھے سے زیادہ افغانستان پر طالبان کا قبضہ ہے، ایسے میں حقانی نیٹ ورک کو کیا ضرورت ہے کہ وہ پاکستان میں رہ کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں؟ پاک افغان امور پر گہری نظر رکھنے والے حلقوں کا خیال ہے کہ بظاہر اس قتل کے تانے بانے افغان انٹیلی جنس سے ملتے نظر آتے ہیں، پاکستان میں کسی گروہ سے مولانا سمیع الحقؒ کی ایسی دشمنی نہ تھی کہ یوں قتل کیا جاتا، جس طرح افغان انٹیلی جنس سے جڑے پیجز ان کی شہادت پہ خوشیاں منا رہے رہیں اس سے ان کی طرف شک گہرا ہوتا ہے، بعض افغان سوشل میڈیا صارفین اسے جنرل رازق کا انتقام بھی قرار دے رہے ہیں، بقیہ افغان میڈیا پہ اکوڑہ خٹک سے ایک خاص نفرت پر مبنی خبریں اور دستاویزی فلمیں معمول کا حصہ ہیں۔

اس تناظر میں سیکورٹی اداروں سے ضرور پوچھ گچھ ہونی چاہئے کہ انھوں نے اس قدر اہم شخصیت کی حفاظت کیلئے اپنے فرائض سرانجام دینے میں غفلت یا سستی کیوں برتی؟ مولانا سمیع الحق شہیدؒ پاکستان کے دینی اور سیاسی حلقوں میں ازحد اہمیت رکھتے تھے بالخصوص صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں ان کے شاگردوں، چاہنے والوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مولانا کے قتل سے واقعتاً ایک بڑا خلا پیدا ہو چکا ہے، کاش! اس قوم پر ایسے بڑوں کا سایہ ہمیشہ سلامت رہتا! ان کے قتل سے ایک بات ازحد واضح ہو جاتی ہے کہ ابھی یہ ملک بیرونی طاقتوں، ان کی ایجنسیوں اور ان کے پالتو دہشت گردوں سے پاک نہیں ہوسکا، وہ جہاں چاہتے ہیں، جیسے چاہتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں نشانہ بناتے ہیں، اس تناظر میں نہایت ضروری ہے کہ ملکی سلامتی کے ادارے، انٹیلی جنس ایجنسیاں اپنی سٹریٹیجی پر نظر ثانی کریں، اپنی غلطیوں، کمیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیتے ہوئے نئی منصوبہ بندی کے ساتھ ملک میں امن وامان قائم کریں۔